تحقیق وتخریج اور مفید علمی اضافوں پر مشتمل جدید مثالی ایڈیشن

النبی أولی بالمؤمنین من انفسهم وازواجه امهاتهم

سیرتِ عائشہ رضی اللہ عنہا

صدیقہ کائنات اُمّ المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی پُرنور سیرت
کی ضیاء پاشیوں کی دلفریب جھلکیاں

www.KitaboSunnat.com

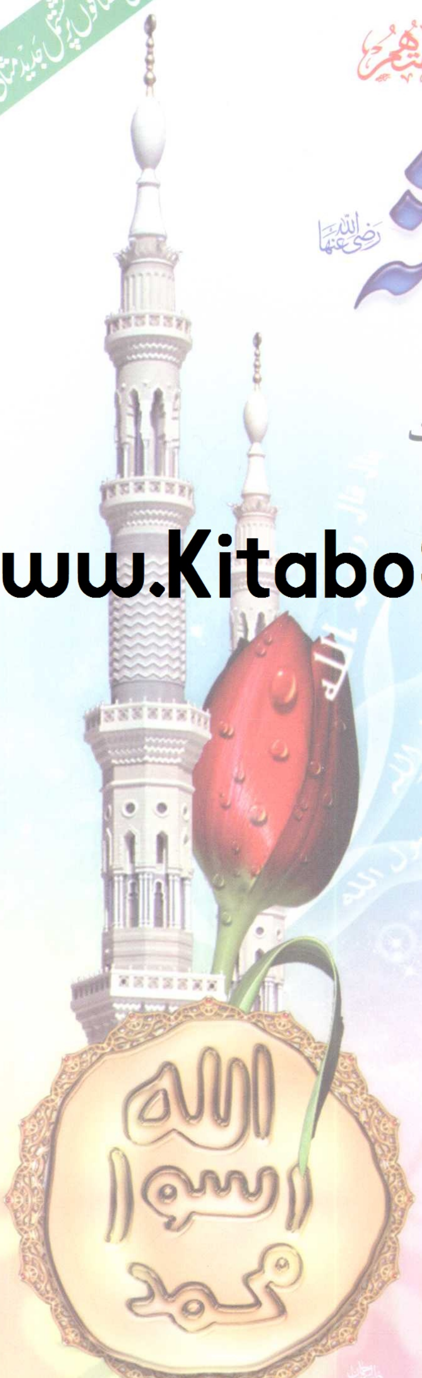

تألیف
علامہ سید سلیمان ندوی

نظرثانی
ابوضیاء محمود احمد غضنفر حفظہ اللہ

تحقیق وتخریج
نصیر احمد کاشف حفظہ اللہ

دار الابلاغ
DARULIBLAGH

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے
کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی
کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے
درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

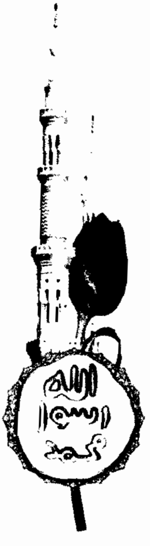

www.KitaboSunnat.com

سیرتِ عائشہ رضی اللہ عنہا

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دارالابلاغ
DARULIBLAGH

کتاب وسنت کی اشاعت کا مثالی ادارہ

جملہ حقوق اشاعت برائے دارالابلاغ محفوظ ہیں

تحقیق وتخریج اور مفید علمی اضافوں پر مشتمل جدید مثالی ایڈیشن

سیرت عائشہ رضی اللہ عنہا

تالیف: .... علامہ سید سلیمان ندوی

نظر ثانی .... الشیخ محمود احمد غضنفر حفظہ اللہ

تحقیق وتخریج .... نصیر احمد کاشف حفظہ اللہ

اعداد وپیشکش .... محمد طاہر نقاش

اشاعت اول .... اکتوبر 2010ء

پاکستان میں ہماری کتب مندرجہ ذیل اداروں سے مل سکتی ہیں

▪ لاہور: دارالاندلس 37230549 ۔ دارالسلام شوروم 37232400 ۔ مکتبہ قدوسیہ 37230585 ۔ مکتبہ خلیفہ 37237184 ۔ کتب سرائے 37320318 ۔
اسلامی اکیڈمی 37357587 ۔ نعمانی کتب خانہ 37321865 ۔ مکتبہ رحمانیہ 37224228 ۔ مکتبہ دارالہدیٰ 37638557 ۔ ابلاغ 35717842 ۔
▪ راولپنڈی: تجلیات طیبہ کمیٹی بازار ۔ 5535168 ۔ دارالفکر الاسلامی 0321 5216287 ▪ اسلام آباد: المسعود اسلامک سنٹر 2261356 ۔ البلاغ 2281420 ۔
دارالسلام شوروم 0321-5370378 ۔ ▪ کراچی: فضلی سنز 32212991 ۔ مکتبہ دارالقرآن 021-32211998 ۔ مکی کتب خانہ اردو بازار 32628839 ۔
▪ فیصل آباد: مکتبہ اسلامیہ بیرون امین پور بازار 631204 ۔ مکتبہ اہل حدیث امین پور بازار 041 2629292، 0300-6628021
▪ پشاور: سراج کتب خانہ 214720 ۔ ▪ حیدرآباد: مکتبہ دعوت السلفیہ 0333-2607264
▪ سیالکوٹ: ... سیالکوٹ 052-4591911 مکتبہ الاذان 0332-8787866

دارالابلاغ پبلشرز اینڈ ڈسٹری بیوٹرز
رحمن مارکیٹ، غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور فون: 0300-4453358, 042-37361428

المکتبۃ الرحمانیہ
۹۹- جے ماڈل ٹاؤن لاہور

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

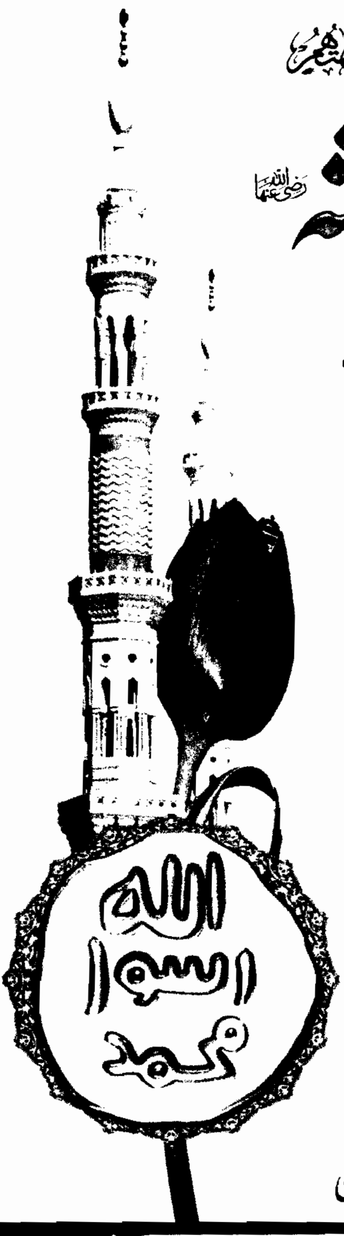

النبی اولیٰ بالمؤمنین من انفسهم وازواجه امهاتهم

سیرتِ عائشہ رضی اللہ عنہا

صدیقہ کائنات اُم المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی پُر نور سیرت
کی ضیاء پاشیوں کی دلفریب جھلکیاں

تالیف
علامہ سید سلیمان ندوی

نظرثانی
ابوضیاء محمود احمد غضنفر حفظہ اللہ

تحقیق وتخریج
نصیر احمد کاشف حفظہ اللہ

تحقیق وتخریج اور مفید علمی اضافوں پر مشتمل جدید مثالی ایڈیشن

دار الابلاغ پبلشرز اینڈ ڈسٹری بیوٹرز لاہور پاکستان
فون: 0300-4453358

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

خالقِ کائنات نے قرآن مجید میں فرمایا:

رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ

(المائدۃ ۵/۱۱۹)

اللہ ان (صحابہ وصحابیات رضی اللہ عنہم) سے راضی ہو گیا
اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے
یہ کتنی ہی بڑی کامیابی ہے!!

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

آئینہ کتاب

- عفیفہ کائنات کی پاکیزہ سیرت ۱۲
- دیباچہ طبع سوم ۱۵
- سیرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اہمیت ۱۷
- مآخذ ۱۸
- انتساب ۱۸
- ابتدائی حالات (پیدائش سے شادی تک) ۲۰
- نام،نسب، خاندان ۲۰
- ولادت ۲۲
- بچپن ۲۳
- شادی ۲۴
- ہجرت ۲۹
- رخصتی ۳۱
- تعلیم وتربیت ۳۳
- خانہ داری ۴۴
- معاشرت ازدواجی ۴۷
- بیوی سے محبت ۴۸
- شوہر سے محبت ۵۲
- بیوی کی مدارات ۵۵
- دل بہلانا ۵۶
- گھر میں فرائض نبوت ۶۷
- سوکنوں کے ساتھ برتاؤ ۶۹

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

- مشتبہ اور غلط روایات ۷۸
- سوتیلی اولاد کے ساتھ برتاؤ ۸۱
- غلط اور مشتبہ روایات ۸۴
- واقعۂ افک ۸۵
- سر ولیم میور کا بیان ۹۳
- تیمّم کے حکم کا نزول ۹۶
- تحریم، ایلا اور تخییر ۹۸
- تحریم ۹۸
- ازالۂ شکوک ۱۰۱
- ایلا ۱۰۳
- تخییر ۱۰۵
- بیوگی ۱۱ھ ۱۰۶
- عام حالات ۱۱۰
- عہد صدیقی ۱۱۰
- داغ بے پدری ۱۱۱
- عہد فاروقی ۱۱۲
- سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا عہد ۱۱۳
- سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا عہد ۱۱۸
- اصلاح کی دعوت ۱۲۰
- مسلمان عورت کے فرائض ۱۲۰
- جنگ جمل ۱۳۲
- سیدہ عائشہ اور سیدنا علی رضی اللہ عنہما کے باہمی ملالِ خاطر کی تردید ۱۳۷
- سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا زمانہ ۱۴۱
- سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کی تدفین کا واقعہ ۱۴۴
- وفات ۱۴۶

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

* تبنی ۱۴۸
* حلیہ اور لباس ۱۴۹
* اخلاق و عادات ۱۵۱
* قناعت پسندی ۱۵۱
* ہم جنسوں کی امداد ۱۵۲
* شوہر کی اطاعت ۱۵۲
* غیبت اور بدگوئی سے احتراز ۱۵۲
* عدم قبول احسان ۱۵۳
* خودستائی سے پرہیز ۱۵۴
* خودداری ۱۵۴
* دلیری ۱۵۵
* فیاضی ۱۵۶
* خشیت الٰہی ورقیق القلبی ۱۵۷
* عبادت الٰہی ۱۵۸
* معمولی باتوں کا لحاظ ۱۶۰
* غلاموں پر شفقت ۱۶۰
* فقرا کی حسب حیثیت اعانت ۱۶۱
* پردہ کا اہتمام ۱۶۲
* مناقب ۱۶۳
* فضل و کمال ۱۶۴
* علم و اجتہاد ۱۶۷
* قرآن مجید ۱۶۸
* حدیث ۱۷۹
* سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن ۱۷۹
* مکثرین روایت میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا درجہ ۱۸۱

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

- سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایتوں کی تعداد ۱۸۱
- مکثرین میں روایت کے ساتھ درایت ۱۸۱
- بار بار پوچھنا ۱۸۵
- روایت میں احتیاط ۱۸۵
- روایت مخالف قرآن حجت نہیں ۱۸۶
- مغزِ سخن تک پہنچنا ۱۹۲
- ذاتی واقفیت ۱۹۶
- قوت حفظ ۱۹۸
- سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیثوں کی ترتیب وتدوین ۲۰۰
- فقہ وقیاس ۲۰۰
- قرآن مجید ۲۰۱
- حدیث ۲۰۳
- قیاس عقلی ۲۰۵
- سنن کی تقسیم ۲۰۷
- معاصرین سے اختلاف ۲۰۸
- علم کلام وعقائد ۲۱۲
- اللہ تعالیٰ کے لیے اعضا کا اطلاق: ۲۱۲
- رؤیت باری تعالیٰ: ۲۱۳
- علم غیب ۲۱۵
- پیغمبر اور اخفائے وحی ۲۱۶
- انبیا علیہم السلام معصوم ہیں ۲۱۷
- معراج روحانی ۲۱۷
- الصحابۃ عدول ۲۱۹
- ترتیب خلافت ۲۲۰
- عذاب قبر ۲۲۰

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

- سماع موتی ۲۲۱
- علم اسرار الدین ۲۲۱
- قرآن مجید کی ترتیب نزول ۲۲۳
- مدینہ میں اسلام کی کامیابی کا سبب ۲۲۵
- جمعہ کے دن نہانا ۲۲۶
- سفر میں دو رکعت نماز ۲۲۶
- نماز صبح اور نماز عصر کے بعد نماز پڑھنے کی ممانعت ۲۲۷
- بیٹھ کر نماز پڑھنا ۲۲۷
- مغرب میں تین رکعتیں کیوں ہیں؟ ۲۲۹
- صبح کی نماز دو ہی رکعت کیوں رہی؟ ۲۲۹
- صوم عاشورا کا سبب ۲۲۹
- پورے رمضان میں آپ ﷺ نے تراویح کیوں نہ پڑھی؟ ۲۳۱
- حج کی حقیقت ۲۳۱
- وادیِ محصب میں قیام ۲۳۲
- قربانی کا گوشت تین دن سے زیادہ رکھنے کی ممانعت ۲۳۲
- تعمیر کعبہ اور بعض اعمال حج ۲۳۳
- سوار ہو کر ۲۳۴
- ہجرت ۲۳۵
- آپ ﷺ کا حجرہ میں دفن ہونا ۲۳۶
- طب، تاریخ وادب وخطابات وشاعری ۲۳۷
- طب ۲۳۷
- تاریخ ۲۳۸
- ادب ۲۴۲
- خطابت ۲۴۳
- شاعری ۲۴۴

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

* تعلیم، افتا اور ارشاد ۲۵۶
* تعلیم ۲۵۶
* افتا ۲۶۵
* خلفائے اسلام ۲۶۵
* اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم ۲۶۶
* عامہ ممالک اسلامیہ ۲۶۸
* ارشاد ۲۷۲
* جنس نسوانی پر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے احسانات ۲۸۰
* عالم نسوانی میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا درجہ ۲۹۲
* سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر ان کے نکاح کے وقت کیا تھی؟ ۲۹۶
* سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر ۳۰۲
* مولانا سید سلیمان ندوی کے اعتراضات کا جواب ۳۰۲
* صغر سنی کی شادی اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ۳۰۲
* اصل مبحث ۳۰۲
* بنائے استدلال ۳۰۳
* ضمنی بحث کی وجہ سے کم توجہی ۳۰۴
* نو سال کی عمر میں نکاح کی روایات ۳۰۵
* تاریخ نکاح کی روایات ۳۰۵
* تاریخ رخصتانہ ۳۰۶
* دوسری روایات سے عمر کا قیاس ۳۰۷
* سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی ایک اور روایت ۳۰۸
* عمر کے متعلق سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا خیال ۳۰۹
* صاحب مشکوٰۃ کا قول ۳۰۹
* حضرت سید صاحب رحمہ اللہ کا جواب ۳۱۱
* سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر ۳۱۱
کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

- مولانا محمد علی صاحب کے شبہات کا جواب ٣١١
- نکاح کے وقت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر ٣١٣
- علامہ عینی رحمہ اللہ کا بیان ٣١٥
- علامہ ابن عبد البر رحمہ اللہ ٣١٦
- صاحب مشکوٰۃ کا قول ٣١٧
- سیرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے استناد ٣١٩
- فریق کے دو مؤیدات ٣٢٢
- سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ارادۂ ہجرت کے واقعہ سے استدلال ٣٢٣
- پہلا طریقہ ٣٢٣
- تسلیم کر کے جواب ٣٢٨
- دوسرا عام طریقہ ٣٣٢
- سورۂ نجم اور سورۂ قمر کے نزول سے استدلال ٣٣٦
- عرب میں نکاحِ صغیر کا رواج ٣٣٩
- خلاصۂ بحث ٣٤١

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

حرفِ تمنا

عفیفہ کائنات کی پاکیزہ سیرت

سیرت...... کیا ہے؟ سیرت تابناک زندگی کی ایک جھلک ہے...... روشن و رخشاں کردار کا آئینہ ہے...... رہن سہن...... گفتار و کردار...... اٹھنا بیٹھنا...... سونا جاگنا...... کھانا پینا...... گفتگو کرنا یا خاموش رہنا...... خوشی و غمی کا اظہار...... سب سیرت کے ہی تو پرتو ہیں...... سیرت زندگی گزارنے کے سلیقہ کا نام ہے اور جب یہ سیرت ہو سیدہ عفیفہ کائنات، صدیقہ کائنات، حبیبہ محبوب کائنات، سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی تو اس درخشاں سیرت کے کیا کہنے!!؟

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کچھ اس انداز دل پذیر سے اپنی پاکیزہ زیست کے لمحات گزارے کہ محبوب کائنات، خاتم النّبیین، امام کائنات، رحمۃ اللعالمین، شفیع المذنبین جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس کو سراہا، آپ کائنات کی اس محبوب ہستی اور مومنین کی ماں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو سب سے زیادہ عزیز رکھتے، کیا کہنے اس خوش نصیب ہستی کے کہ جس کو امام کائنات کا محبوبِ نظر ہونے کا شرف حاصل ہوا۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی سیرت کیسی باکمال تھی، کیسی دل پذیر و دلگیر و دلنشیں تھی، اس کا اندازہ اس بات سے لگائیں کہ امام کائنات سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے زندگی گزارنے کے انداز سے اس قدر متاثر ہوئے کہ دنیا میں سب سے زیادہ آپ سے محبت کرنے لگے اور ان کا خیال رکھنے لگے۔

اے میرے محترم قارئین!...... آپ اس ہستی کی سیرت و کردار کے سانچے میں ڈھل جائیں دنیا و آخرت کی کامیابیاں آپ کے ہمرکاب ہوں گی...... اس ہستی کی کہ جس کی سیرت کو آقائے دوجہاں نے کامیاب و کامران گردانا۔ یہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی باکمال سیرت کا ہی اعجاز تھا کہ جب رسول رحمت سے پوچھا گیا کہ من احب الیك آپ کائنات میں سب سے زیادہ پیار کس سے کرتے ہیں؟...... یا پھر اس کا ترجمہ یوں کرلیں کہ کائنات میں آپ کی سب سے زیادہ محبوب ہستی کون سی ہے؟...... تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف ایک لفظ کہا...... آپ جانتے ہیں وہ لفظ کونسا تھا؟...... نہیں جانتے تو جان لیں، آپ نے فرمایا...... عائشه...... یعنی مجھے سب

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سے زیادہ محبوب عائشہ صدیقہؓ ہے۔ پوچھنے والے نے دوبارہ پوچھا: اے اللہ کے رسول!...... مردوں میں سے کون زیادہ محبوب ہے؟ آپ نے صرف اتنا کہا: ابو ھا...... عائشہ کا والد (ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ)۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی سیرت کی بلندی اور کمال کا اندازہ اس بات سے بھی لگائیں کہ آپ کا اللہ کریم نے آسمانوں پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے انتخاب کیا، اور جبریل علیہ السلام کو آپ کے پاس بھیجا، جبریل علیہ السلام ریشم کے کپڑے میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی تصویر سجا کر لائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش کر کے فرمانے لگے: اللہ کے رسول! اللہ کریم نے آپ کے لیے ابو قحافہ (ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ) کی بیٹی عائشہ کو پسند کیا ہے، آپ ان سے نکاح کر لیں۔ یعنی ان کا انتخاب آپ کے لیے اللہ نے کیا ہے...... غور کریں! انتخاب کرنے والا کون ہے؟...... اللہ کریم...... انتخاب کس کے لیے کیا جا رہا ہے؟...... خاتم النّبیین کے لیے...... اور انتخاب کس کا کیا جا رہا ہے؟ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا...... کیا کہنا ایسی سیرت و کردار کا کہ جس کو ساتوں آسمانوں کے اوپر مالک کائنات، خالق کائنات اللہ کریم نے پسندیدگی کا سرٹیفکیٹ عطا کیا۔ اسی لیے تو جب سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ اے عمر! عائشہ پر تہمت لگی ہے تمھارا اس بارے میں کیا خیال ہے؟ تو انھوں نے برملا اعلان کیا کہ اے اللہ کے رسول! اپنے آخری نبی کے لیے انتخاب اللہ کریم کا ہو اور اس کی سیرت و کردار میں اس طرح کی بھول و کمزوری ہو، میں تو اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا کہ اللہ کریم کے انتخاب میں ایسا نقص ہو!!......

اور جب اللہ کریم نے ساتوں آسمانوں کے اوپر سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی سیرت و کردار کی پاکیزگی کی سند جبریل علیہ السلام کے ذریعہ قرآن بنا کر نازل کر دی تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اللہ کریم کی ذات سے کمال محبت کا ثبوت دیتے ہوئے اور آنسوؤں کا نذرانہ پیش کرتے ہوئے اپنے رب کا شکریہ ادا کیا اور جب آپ کی والدہ نے ان سے کہا کہ اپنے خاوند اور اللہ کے آخری رسول کا شکریہ ادا کرو کہ وہ تمھاری سیرت کی پاکیزگی اور تم پر لگائی جانے والی تہمت کے جھوٹ ہونے کا اعلان کر رہے ہیں، تو انھوں نے اپنے خالق و مالک سے کمال محبت کا ثبوت دیتے ہوئے کہا: میں کیوں نہ اپنے خالق و مالک اور رب کریم کا شکریہ ادا کروں کہ جس نے آسمان سے میری سیرت

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کی پاکیزگی پر قرآن میں آیات بطور سند نازل کر دیں۔

آیئے اس سیرت کو اپنانے کی کوشش کریں کہ جس کو اللہ کریم نے، اس کے رسول نے اور اصحاب الرسول نے پسند کیا اور جس کو اپنانا دنیا و آخرت کی کامیابی و کامرانی ہے۔

یہ کتاب ہندو پاک میں قیام پاکستان کے وقت سے لے کر آج تک مسلسل شائع ہو رہی ہے لیکن اب دارالابلاغ نے نئی تحقیق اور تخریج و تسہیل کے کے اہتمام کے ساتھ ایک نئے خوبصورت دیدہ زیب انداز میں اسے شائع کیا ہے۔ اس کی مکمل تخریج فاضل نوجوان محترم نصیر احمد کاشف جبکہ نظر ثانی ابوضیا مولانا محمود احمد غضنفر حفظہ اللہ نے کی، اس کی تہذیب و تزئین اور ایڈیٹنگ راقم نے کی ہے۔ اس کے مشکل و متروک الفاظ اور ان کے معانی کا انڈکس (فرہنگ) بھی کتاب کے آخر میں دے دیا گیا ہے۔ کتاب میں آج تک سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی روایات بطور تبرک عربی متن میں شائع کی جا رہی ہیں، جن کا عام قاری کو کوئی فائدہ نہیں ہوتا، ہم نے ان کا ترجمہ کر کے کتاب میں شامل کر دیا ہے۔ کتاب میں قرآنی آیات، احادیث اور باقی تمام عربی عبارات پر اعراب کا اہتمام کر دیا گیا ہے، اس کے علاوہ اور بہت سے تحقیقی کام ہیں جو پہلے نہ ہوئے تھے لیکن اللہ کریم نے دارالابلاغ کی ٹیم کو یہ توفیق بخشی کہ اس نے انھیں پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔ یوں اب یہ ایڈیشن اب تک شائع ہونے والے تمام نسخوں میں سب سے زیادہ، منفرد، اعلیٰ محقق، مدلل اور صحیح ترین ہے۔

میں کتاب کی تیاری و تحقیق وغیرہ کے مراحل میں بھرپور تعاون کرنے پر محترم جناب امین ثاقب صاحب، حافظ زاہد جلالی، عرفان الحسن خالد، بھائی زاہد محمود، مبشر احمد ربانی، مولانا محمود احمد غضنفر وغیرہم کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انھوں نے اس کتاب کی تحقیق و تدقیق میں بندہ کی ہر ممکن مدد کی۔ اللہ ہم سب کے لیے اس کتاب کو توشہ آخرت بنائے اور عامۃ الناس کے لیے ہدایت کا سرچشمہ بنائے۔ آمین یارب العالمین

خادمِ کتاب و سنت
محمد طاہر نقاش
۲۴ فروری ۲۰۱۰ء لاہور

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیباچہ طبع سوم

سیرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا میری ابتدائی تصنیف ہے جس کا آغاز طالب علمی ہی میں کیا گیا تھا، مگر اس کی تکمیل استاد مرحوم کی وفات کے بعد ہوئی، اور اشاعت ۱۹۲۰ء میں اس وقت ہوئی جب خاکسار وفد خلافت کے سلسلہ میں لندن میں مقیم تھا، اس کے بعد دوسری دفعہ بھی چھپی مگر نظر ثانی کی نوبت نہیں آئی۔ مدت سے خیال تھا کہ بعض فقہی مسائل کے متعلق میری تحقیق کا جو نقطۂ نظر بدلا ہے اس کی اصلاح اس میں کر دی جائے۔ بحمد اللہ کہ اب اس کا موقع ہاتھ آیا۔ حوالوں کی دیکھ بھال، عبارت کی درستی اور بعض نکات کے بڑھانے کی توفیق بھی ملی، آخر کتاب میں علامہ سیوطی رحمہ اللہ کا رسالہ ''عين الاصابة فى استدراك عائشه رضی اللہ عنہا'' کو بھی بطور ضمیمہ شامل کرنا مناسب معلوم ہوا تاکہ یہ نایاب رسالہ منظر عام پر آجائے اور خاکسار کو حدیث شریف کی ایک ادنیٰ خدمت کا شرف حاصل ہو۔

اللہ تعالیٰ کا بے حد شکر ہے کہ اس نے ہیچ مدان وہیچ میرز کو یہ سعادت بخشی کہ کاشانۂ نبوت کے اس نور باطن کو اس کے ہاتھوں عالم آشکارا فرمایا، جس سے خواتین اسلام کو اپنی ہی ایک ہم جنس کی شکل میں تعلیم نبوی کی مکمل تعلیم کا آئینہ نظر آتا ہے۔

اس کتاب کی تصنیف کے وقت چاہے مؤلف کی غرض طالب علمانہ ہو اور اس کی تکمیل کے وقت ایک رئیسہ وقت کی فرمائش کا خیال ہو، لیکن اب بحمد اللہ اس نظر ثانی میں حق اور ذات حق کے سوا کچھ مطلوب نہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان اوراق سے مسلمانوں کو عموماً اور مسلمان خواتین کو خصوصاً اہل بیت نبوی کی محبت اور عمل کی توفیق اور خاکسار مؤلف کو حسن خاتمہ اور مغفرت کا انعام ملے۔

ہیچ مداں سلیمان

۲۵ ربیع الاول ۱۳۶۴ھ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نو برس گزر گئے،⟨۱⟩ جب مجھے سیرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا اول اول خیال آیا، اس وقت میں الندوہ کا سب ایڈیٹر تھا اور یہ میرے تعلیمی زمانہ کا آخری سال تھا۔ اپریل ۱۹۰۶ء میں ایک عریضہ کے ذریعے سے اپنے خیالات استاذ مرحوم کی خدمت میں عرض کیے۔ انھوں نے ہمت بندھائی اور کتابوں کے نام بتائے۔⟨۲⟩ چنانچہ دو برس کے بعد ایک ٹکڑا ربیع الاول ۱۳۲۶ھ مطابق اپریل ۱۹۰۸ء کے الندوہ میں شائع بھی کیا گیا۔ پھر سوء اتفاق سے یہ خیال کچھ سرد سا پڑ گیا، لیکن احباب کا تقاضائے شوق برابر جاری رہا۔

مولوی عزیز مرزا مرحوم سے جب ملاقات ہوتی، سیرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا تقاضا کرتے اور میں مسکرا کر خاموش ہو رہتا۔ حضرت استاذ بھی بار بار اس کی تکمیل کی ہدایت فرماتے رہے۔⟨۳⟩

میرے احباب میں سید عبدالحکیم صاحب ایک بزرگ ہیں، ان کا کوئی خط ''سیرت عائشہ رضی اللہ عنہا'' کے تقاضے سے خالی نہیں آیا۔ آخر میں نے اپنے سکوت سے ان کو خاموش کر دیا۔ لیکن میرے دوستوں میں ایک صاحب نہایت مستقل مزاج اور صابر نکلے، منشی محمد امین صاحب مہتمم صیغۂ تاریخ بھوپال، پورے آٹھ مہینے تک میرے انکار و تعلل سے بھی مایوس نہ ہوئے۔ آخر ۲۷ رجب ۱۳۳۲ھ مطابق ۲۲ جون ۱۹۱۴ء کو ان کا اصرار میرے انکار پر غالب آیا۔

چونکہ اس کام کی تکمیل میں ایک زمانہ صرف ہوا اور تکمیل کے بعد بھی سامان طبع کی گرانی کے باعث اس کی اشاعت میں تاخیر ہوئی اور مختلف تقریب سے اس کا ذکر قلم سے نکل چکا تھا اس لیے بہت جلد اس کا نام زبانوں پر آ گیا۔ یہ دیکھ کر بعض مستعجل اصحاب قلم نے اس نام سے کئی کتابیں شائع کیں۔ لیکن مجھے اس کا غم نہیں ہوا' اور امید ہے کہ میری طرح ناظرین کو بھی غم نہ ہوگا' کہ یہ مصنف ''الفاروق'' کی سنت ہے، جو بہرحال مصنف سیرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو پیش آنی

⟨۱⟩ تاریخ آغاز تصنیف یعنی ۱۹۱۴ء تک، ورنہ اختتامِ تصنیف یعنی ۱۹۱۷ء تک بارہ سال گزرے۔

⟨۲⟩ مکاتیب شبلی، جلد ۲، مکتوب: ۴۱

⟨۳⟩ مکاتیب شبلی، جلد ۲، مکتوب: ۵۸، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

تھی: "فَاِذَا ھِیَ تَلْقَفُ مَایَاْ فِکُوْنَ۔"

سیرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اہمیت

اردو کی نشاۃ جدیدہ نے ہماری زبان میں جن تصنیفات کا ذخیرہ فراہم کیا ہے، ان سے رجال اسلام کے کارنامے ایک حد تک منظر عام پر آ گئے ہیں، لیکن مخدرات اسلام کے کارہائے نمایاں اب تک پردۂ خفا میں ہیں۔ سیرت عائشہ رضی اللہ عنہا پہلی کوشش ہے جس کے ذریعے سے اس صنف کے کارناموں کو بے نقاب کیا گیا ہے۔ اس کے بعد حالات نے اجازت دی تو "**نساء الاسلام**" مرتب ہوگی۔ ان شاء اللہ۔

آج مسلمانوں کے اس دور انحطاط میں، ان کے انحطاط کا بہ حصہ رسدی آدھا سبب "عورت" ہے۔ وہم پرستی، قبر پرستی، جاہلانہ مراسم، غم و شادی کے موقعوں پر مسرفانہ مصارف اور جاہلیت کے دوسرے آثار، صرف اس لیے ہمارے گھروں میں زندہ ہیں کہ آج مسلمان بیبیوں کے قالب میں تعلیمات اسلامی کی روح مردہ ہوگئی ہے۔ شاید اس کا سبب یہ ہو کہ ان کے سامنے "مسلمان عورت" کی زندگی کا کوئی مکمل نمونہ نہیں۔ آج ہم ان کے سامنے اس خاتون کا نمونہ پیش کرتے ہیں، جو نبوت عظمیٰ کی نو سالہ مشارکت زندگی کی بنا پر خواتین خیر القرون کے حرم میں کم و بیش ۴۰ برس تک شمع ہدایت رہی۔

ایک مسلمان عورت کے لیے سیرت عائشہ رضی اللہ عنہا میں اس کی زندگی کے تمام تغیرات، انقلابات اور مصائب، شادی، رخصتی، سسرال، شوہر، سوکن، لاولدی، بیوگی، غربت، خانہ داری، رشک و حسد، غرض اس کے ہر موقع اور ہر حالت کے لیے تقلید کے قابل نمونے موجود ہیں۔ پھر علمی، عملی، اخلاقی، ہر قسم کے گوہر گرانمایہ سے یہ پاک زندگی مالا مال ہے۔ اس لیے سیرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس کے لیے ایک آئینہ خانہ ہے جس میں صاف طور پر یہ نظر آئے گا کہ ایک مسلمان عورت کی زندگی کی حقیقی تصویر کیا ہے؟

ایک خاص نکتہ جو اس موقع پر لحاظ کے قابل ہے، وہ یہ ہے کہ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی سیرت مبارکہ نہ صرف اس لیے قابل مطالعہ ہے کہ وہ ایک حجلہ نشین حرمِ نبوت کی پاکیزہ زندگی کے واقعات کا مجموعہ ہے، بلکہ اس لحاظ سے بھی اس کا مطالعہ ضروری ہے کہ یہ "دنیا کے بزرگ ترین انسان" کی زندگی کا وہ نصف حصہ ہے، جو "مرأۃ کاملہ" (کامل عورت) کا بہترین مرقع ہمارے سامنے پیش کرتا ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ماخذ

سوانح عمریوں کے لیے عموماً تاریخ کی کتابیں کارآمد ہوتی ہیں، لیکن اس وقت جس زمانہ کے واقعات لکھنا ہیں، اس کی تاریخ صرف حدیث کی کتابیں ہیں۔ یہ تمام ذخیرہ درحقیقت جناب سرور کائنات ﷺ، امہات المومنین رضی اللہ عنہن اور اصحاب کبار رضی اللہ عنہم کی مقدس زندگیوں کی عملی تاریخ ہے۔ اس بنا پر میری معلومات کا ماخذ صرف احادیث کی کتابیں ہیں۔ جوامع، مسانید اور سنن سے عموماً اور کہیں کہیں اسماء الرجال کی کتابوں مثلاً طبقات ابن سعد، تذکرۃ الحفاظ ذہبی، تہذیب ابن حجر وغیرہ اور فتح الباری، قسطلانی، نووی وغیرہ شروح احادیث سے بھی مدد لی گئی ہے۔ عام تاریخ کی کتابوں کو ہاتھ تک نہیں لگایا ہے۔ جنگ جمل کے متعلق بلاشبہ مجبوری تھی کہ اس کا مفصل تذکرہ احادیث میں نہیں، اس لیے اس باب میں زیادہ تر طبری پر اعتماد کیا گیا ہے۔

حدیث کی کتابوں میں زیادہ تر صحیح بخاری، صحیح مسلم، ابوداؤد اور مسند امام احمد بن حنبل میرے پیش نظر رہی ہیں۔ ان کتابوں کا ایک ایک حرف میں نے پڑھا۔ مسند کی چھٹی جلد میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے مرویات میں، ان کے حالات کثرت سے ملے۔ اس کتاب کے ماخذوں میں سب سے نادر کتاب حاکم کی مستدرک اور سیوطی کی ”عین الاصابه فی استدراك عائشه علی الصحابه“ ہے۔ عین الاصابہ ایک مختصر سا رسالہ ہے جس میں وہ حدیثیں جمع کی گئی ہیں، جن میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے معاصرین کی غلطیاں یا غلط فہمیاں ظاہر کی ہیں۔

ارباب نظر جانتے ہیں کہ کتب احادیث خصوصاً بخاری میں حالات اس قدر متفرق اور منتشر ہیں کہ ان کو ڈھونڈ کر یکجا کرنا چیونٹیوں کے منہ سے شکر کے دانے چننا ہے۔ تاہم مسلسل مطالعہ نے جو سرمایہ فراہم کر دیا ہے، وہ پیش نظر ہے۔ اس موقع پر یہ لحاظ رکھنا چاہیے کہ ایک ہی واقعہ حدیث کی مختلف کتابوں میں یا ایک ہی کتاب کے مختلف ابواب میں مذکور ہوتا ہے۔ میں نے جہاں کہیں کسی کتاب یا کتاب کے باب کا حوالہ دیا ہے، اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ یہ واقعہ حدیث کی دوسری کتابوں یا دوسرے ابواب میں نہیں ہے، بلکہ جہاں جو حوالہ مناسب سمجھا گیا، دے دیا گیا۔ اس لیے آپ کہیں کہیں ایک ہی واقعہ کے مختلف حوالے پائیں گے۔

انتساب

سیرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا آغاز گو مصنف نے صرف اپنے شوق سے کیا تھا، لیکن الحمدللہ کہ اس کا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

انجام اس کے آغاز سے بہتر ہوا۔ ان اوراق میں جس مخدومہ جہاں (رضی اللہ عنہا) کے حالات لکھے گئے ہیں، اس کے مقدس شریک زندگی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی سیرت مبارک، تاج ہند، ہر ہائنس، والیہ عالیہ بھوپال کی اعانت سے ہماری زبان میں تصنیف ہو رہی ہے۔ ایسی حالت میں ضروری تھا کہ حرم نبوت کی سیرت پاک کی تصنیف کا ایما بھی ادھر ہی سے ہوتا۔

اس تصنیف کی تکمیل کا باعث درحقیقت حضور ممدوحہ ہی کا ارشاد ہے۔ پہلے مولانائے مرحوم کے ذریعے سے اور ان کی وفات کے چند روز بعد ۲۹ نومبر ۱۹۱۴ء کو جب مجھے باریابی کا شرف حاصل ہوا تو مشافہتاً سرکار عالیہ نے اس کی تکمیل کا حوصلہ دلایا۔ برسوں کی محنت اور زحمت کشی کے بعد بحمد اللہ کہ ایک علمی خدمت کے انجام کے ساتھ تعمیل ارشاد کی مسرت بھی حاصل کر رہا ہوں۔

سید سلیمان ۱۹۲۰ء

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ابتدائی حالات

(پیدائش سے شادی تک)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَاٰلِہٖ وَ اَزْوَاجِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔

نام، نسب، خاندان

عائشہ نام، صدیقہ لقب، ام المومنین خطاب، ام عبداللہ کنیت اور حمیرا لقب (۱) ہے۔ حضور انور ﷺ نے ''بنت الصدیق'' سے بھی خطاب فرمایا ہے۔ (۲)

سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بھانجے یعنی آپ کی بہن سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا کے صاحبزادے تھے، جو زیادہ تر اپنے باپ کی نسبت سے عبداللہ بن زبیر (رضی اللہ عنہما) کے نام سے مشہور ہیں۔ عرب میں کنیت شرافت کا نشان ہے۔ چونکہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی اولاد نہ تھی، اس لیے کوئی کنیت بھی نہ تھی۔ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ سے حسرت کے ساتھ عرض پرداز ہوئیں کہ اور بیبیوں

---

(۱) جن روایتوں میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا لقب ''حمیرا'' (گوری) ہے، محدثین کے نزدیک وہ سنداً ثابت نہیں ہیں، جیسا کہ کتب موضوعات میں زیر حدیث ((خذوا شطر دینکم من الحمیرا)) مذکور ہے۔ بعضوں نے لکھا ہے کہ نسائی کی ایک روایت میں بسند صحیح یہ لقب مذکور ہے، لیکن مجھ کو تلاش پر بھی یہ روایت نہیں ملی۔ بلکہ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ ہر وہ حدیث جس میں حمیرا ہے، جھوٹی اور گھڑی ہوئی ہے۔ (کشف الخفاء و مزیل الالتباس مما اشتہر علی السنۃ الناس، احمد عطار حلبی، جلد ۱، ص ۳۷۴) بہر حال مصنفین کتب رجال نے حمیرا آپ کا لقب لکھا ہے اور لغات الحدیث مثلاً مجمع البحار اور نہایہ وغیرہ میں بھی زیر لفظ ''حمر'' اس کی تصریح ملتی ہے۔ واللہ اعلم۔
سنن کبریٰ نسائی (۸۹۵۱) وغیرہ میں صحیح روایت میں حمیرا کا لفظ موجود ہے۔ نیز دیکھیے مستدرک حاکم (۳/ ۱۲۹) نصیر احمد کاشف

(۲) سنن ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورۃ المؤمنون، حدیث: ۳۱۷۵۔
سنن ابن ماجہ، کتاب الزھد، باب التوقی علی العمل، حدیث: ۴۱۹۸

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

نے تو اپنی سابق اولادوں کے نام پر اپنی اپنی کنیت رکھ لی ہے، میں اپنی کنیت کس کے نام پر رکھوں؟ فرمایا: ''اپنے بھانجے عبداللہ کے نام پر''۔ چنانچہ اسی دن سے ''ام عبداللہ'' سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی کنیت قرار پائی۔ ①

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے والد کا نام عبداللہ، ابوبکر کنیت اور صدیق لقب تھا۔ ماں کا نام ام رومان تھا۔ باپ کی طرف سے سلسلۂ نسب عائشہ بنت ابی بکر صدیق بن ابی قحافہ عثمان بن عامر بن عمر بن کعب بن سعد بن تیم بن مرۃ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک، اور ماں کی طرف سے عائشہ بنت ام رومان بنت عامر بن عویمر بن عبد شمس بن عتاب بن اذینہ بن سبیع بن وہمان بن حارث بن غنم بن مالک بن کنانہ ہے۔ ② اس لحاظ سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا باپ کی طرف سے قریشیہ تیمیہ اور ماں کی طرف سے کنانیہ ہیں۔

رسول اللہ ﷺ اور ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا نسب ساتویں آٹھویں پشت پر جا کر مل جاتا ہے، اور ماں کی جانب سے گیارھویں بارھویں پشت میں کنانہ پر جا کر ملتا ہے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے والد سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ۱۳ھ میں وفات پائی۔ ان کی ماں سیدہ ام رومان رضی اللہ عنہا کی نسبت اکثر مؤرخوں نے لکھا ہے کہ انھوں نے ۵ھ یا ۶ھ میں انتقال کیا۔ ③ لیکن یہ صحیح نہیں، معتبر حدیثوں سے ثابت ہے کہ وہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت تک زندہ رہیں۔ ۶ھ کے ''واقعہ افک'' کے سلسلہ میں تمام حدیثوں میں ان کا نام آیا ہے۔ ۹ھ کے ''واقعہ تخییر'' کے وقت بھی وہ زندہ تھیں۔ ④ صحیح بخاری میں مسروق تابعی رحمہ اللہ کی روایت ان سے متصلاً مروی ہے۔ ⑤ امام

---

① سنن ابی داود، کتاب الادب، باب فی المرأۃ تکنی، حدیث: ۴۹۷۰۔
مسند احمد (۶/ ۹۳، ۱۰۷)
② طبقات ابن سعد (۸/ ۵۸)...... مستدرک حاکم (۴/ ۴) من روایۃ الواقدی
③ اسد الغابہ لابن الاثیر (۵/ ۵۸۳)
④ طبقات ابن سعد (۸/ ۴۳)
صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ الاحزاب، باب قولہ (یا ایھا النبی قل لازواجک......) حدیث: ۴۷۸۵، ۴۷۸۶۔
صحیح مسلم، کتاب الطلاق، باب بیان ان تخییرہ امرأتہ...... حدیث: ۱۴۷۵
⑤ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ النور، باب قولہ (ولو لا فضل اللہ علیکم......) حدیث: ۳۳۸۸۔۴۷۵۱۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بخاری رحمہ اللہ نے تاریخ صغیر میں ان کا نام ان لوگوں میں لکھا ہے جنھوں نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں انتقال کیا اور پہلی روایت پر اعتراض کیا ہے۔ (۱) حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے تہذیب میں اس پر محققانہ نقد لکھا ہے اور ثابت کیا ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ کا بیان بالکل صحیح ہے۔

ولادت

سیدہ ام رومان رضی اللہ عنہا کا پہلا نکاح عبداللہ ازدی سے ہوا تھا۔ عبداللہ کے انتقال کے بعد وہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عقد میں آئیں۔ ان سے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی دو اولادیں ہوئیں: سیدنا عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی تاریخ ولادت سے تاریخ وسیر کی عام کتابیں خاموش ہیں۔

مؤرخ ابن سعد نے لکھا ہے، اور بعض ارباب سیر نے اسی کی تقلید کی ہے کہ ''سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نبوت کے چوتھے سال کی ابتدا میں پیدا ہوئیں اور نبوت کے دسویں سال چھ برس کے سن میں بیاہی گئیں۔'' لیکن یہ کسی طرح صحیح نہیں ہو سکتا، کیونکہ اگر نبوت کے چوتھے سال کی ابتدا میں ان کی ولادت مان لی جائے تو نبوت کے دسویں سال ان کی عمر ۶ سال کی نہیں بلکہ سات سال کی ہوگی۔ اصل یہ ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر کے متعلق چند باتیں متفقہ طور پر ثابت ہیں: ہجرت سے تین برس پہلے ۶ برس کی عمر میں بیاہی گئیں، شوال ۱ھ میں ۹ برس کی تھیں کہ رخصتی ہوئی، ۱۸ سال کی عمر میں یعنی ربیع الاول ۱۱ھ میں بیوہ ہوئیں۔ اس لحاظ سے ان کی ولادت کی صحیح تاریخ نبوت کے پانچویں سال کا آخری حصہ ہوگا۔ یعنی شوال ۹ قبل ہجرت، مطابق جولائی ۶۱۴ء۔

آیندہ کے تاریخی واقعات کے سمجھنے کے لیے یہ جان لینا چاہیے کہ نبوت کے ۲۳ سال میں سے تقریباً ۱۳ سال مکہ میں اور دس سال مدینہ منورہ میں گزرے ہیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا جب پیدا ہوئی تھیں تو نبوت کے چار سال گزر چکے تھے اور پانچواں سال گزر رہا تھا۔

سیدنا صدیق کبر رضی اللہ عنہ کا کاشانہ وہ برج سعادت تھا جہاں خورشید اسلام کی شعاعیں سب سے پہلے پرتو افگن ہوئیں، اس بنا پر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اسلام کے ان برگزیدہ لوگوں میں ہیں جن کے کانوں نے کبھی کفر وشرک کی آواز نہیں سنی۔ خود سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب سے میں نے اپنے والدین کو پہچانا، ان کو مسلمان پایا۔ (۲)

(۱) التاریخ الصغیر للبخاری (۱/ ۳۷۔۳۸)

(۲) صحیح بخاری، کتاب مناقب الانصار، باب هجرة النبی ﷺ واصحابه الی المدینة، ح: ۳۹۰۵

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو وائل کی بیوی نے دودھ پلایا تھا۔ وائل کی کنیت ابوالقُعیس تھی۔ وائل کے بھائی افلح، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے رضاعی چچا کبھی کبھی ان سے ملنے آیا کرتے تھے اور رسول اللہ ﷺ کی اجازت سے وہ ان کے سامنے آتی تھیں۔ (۱) اور ان کے رضاعی بھائی بھی کبھی کبھی ان سے ملنے آیا کرتے تھے۔ (۲)

بچپن

غیر معمولی اشخاص اپنے بچپن ہی سے اپنی حرکات وسکنات اور نشو ونما میں ممتاز ہوتے ہیں۔ ان کے ایک ایک خط وخال میں کشش ہوتی ہے۔ ان کے ناصیہ اقبال سے مستقبل کا نور خود بخود چمک چمک کر نتیجہ کا پتا دیتا ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بھی اسی قسم کے لوگوں میں تھیں۔ بچپن ہی میں ان کے ہر انداز سے سعادت اور بلندی کے آثار نمایاں تھے۔ تاہم بچہ بچہ ہے، وہ صرف کھیلتا ہے، اور کھیلنا ہی اس کی عمر کا تقاضا ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بھی لڑکپن میں کھیل کود کی بہت شوقین تھیں، محلہ کی لڑکیاں ان کے پاس جمع رہتیں اور وہ اکثر ان کے ساتھ کھیلا کرتیں۔ لیکن اس لڑکپن اور کھیل کود میں بھی رسول اللہ ﷺ کا ادب ہر وقت ملحوظ رہتا۔

اکثر ایسا ہوتا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کھیلتی ہوتیں، اردگرد سہیلیوں کا ہجوم ہوتا، کہ اتفاقاً رسول اللہ ﷺ پہنچ جاتے، وہ جلدی سے گڑیوں کو چھپا لیتیں۔ سہیلیاں آپ کو دیکھ کر اِدھر اُدھر چھپ جاتیں۔ لیکن چونکہ آپ بچوں سے خاص محبت رکھتے تھے اور ان کے کھیل کود کو برا نہیں سمجھتے تھے، اس لیے لڑکیوں کو پھر بلا بلا کر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ کھیلنے کو کہتے تھے۔ (۳) تمام کھیلوں میں ان کو دو کھیل سب سے زیادہ مرغوب تھے: گڑیاں کھیلنا اور جھولا جھولنا۔ (۴)

---

(۱) صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب لبن الفحل، حدیث: ۵۱۰۳۔
صحیح مسلم، کتاب الرضاع، باب تحریم الرضاعة من ماء الفحل، ح: ۱۴۴۵۔

(۲) صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب من قال للارضاع بعد حولین، حدیث: ۵۱۰۲۔
صحیح مسلم کتاب الرضاع، باب انما الرضاعة من المجاعة، حدیث: ۱۴۵۵۔

(۳) صحیح بخاری، کتاب الادب، باب الانبساط الی الناس، حدیث: ۶۱۳۰۔
صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابه، باب من فضائل عائشة ام المومنین رضی اللہ عنہا، حدیث: ۲۴۴۰۔

(۴) صحیح بخاری، کتاب مناقب الانصار، باب تزویج النبی ﷺ عائشة رضی اللہ عنہا، ح: ۳۸۹۴
صحیح مسلم، کتاب النکاح، باب جواز تزویج الاب البکر الصغیره، ح: ۱۴۲۲

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ایک مرتبہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا گڑیاں کھیل رہی تھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہنچ گئے۔ گڑیوں میں ایک گھوڑا بھی تھا جس کے دائیں بائیں دو پر لگے ہوئے تھے۔ آپ نے استفسار فرمایا: ''عائشہ! یہ کیا ہے؟'' جواب دیا کہ ''گھوڑا ہے۔'' آپ نے فرمایا: ''گھوڑوں کے تو پر نہیں ہوتے۔'' انھوں نے برجستہ کہا: ''کیوں، سلیمان علیہ السلام کے گھوڑوں کے پر تو تھے۔'' آپ اس بے ساختہ پن کے جواب پر مسکرا دیے۔ ① اس واقعہ سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی فطری حاضر جوابی، مذہبی واقفیت، ذکاوتِ ذہن اور سرعت فہم کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔

عموماً ہر زمانہ کے بچوں کا وہی حال ہوتا ہے جو آج کل کے بچوں کا ہے، کہ سات آٹھ برس تک تو انھیں کسی بات کا مطلق ہوش نہیں ہوتا اور نہ وہ کسی بات کی تہ تک پہنچ سکتے ہیں۔ لیکن سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا لڑکپن کی ایک ایک بات یاد رکھتی تھیں، ان کی روایت کرتی تھیں، اس سے احکام مستنبط کرتی تھیں، لڑکپن کے جزئی جزئی واقعات کی مصلحتوں کو بتاتی تھیں۔ لڑکپن کے کھیل کود میں اگر کوئی آیت ان کے کانوں میں پڑ جاتی تو اس کو بھی یاد رکھتی تھیں۔ فرمایا کرتی تھیں کہ مکہ میں یہ آیت ﴿بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ اَدْهٰى وَ اَمَرُّ﴾ (القمر: ۵۴/ ۴۶) نازل ہوئی تو میں کھیل رہی تھی۔ ② ہجرت کے وقت ان کا سن آٹھ برس کا تھا، لیکن اس کم سنی اور کم عمری میں ہوش مندی اور قوت حافظہ کا یہ حال تھا کہ ہجرت نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے تمام واقعات بلکہ جزئیات ان کو یاد تھیں۔ ان سے بڑھ کر کسی صحابی نے ہجرت کے واقعہ کا تمام مسلسل بیان محفوظ نہیں رکھا ہے۔ ③

شادی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے پہلی بیوی سیدہ خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سن شریف اس وقت پچیس برس کا تھا اور سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا چالیس برس کی تھیں۔ اس کے بعد وہ

---

① سنن ابی داود، کتاب الادب، باب اللعب بالبنات، حدیث: ۴۹۳۲۔
سنن کبریٰ نسائی (۸۹۰۱) مشکوٰۃ باب عشرۃ النساء
ابو داؤد، کتاب الادب میں ہے کہ یہ غزوۂ تبوک کے زمانے کا واقعہ ہے۔ غزوۂ خیبر ۷ھ اور تبوک ۹ھ میں ہوا۔ اس لحاظ سے اس وقت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر ۱۳ یا ۱۵ برس کی ہوگی۔

② صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ اقتربت الساعۃ، حدیث: ۴۸۷۶۔

③ صحیح بخاری، کتاب مناقب الانصار، باب ھجرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ الی المدینۃ، حدیث: ۳۹۰۵، ۳۹۰۶۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

پچیس برس تک شرف صحبت سے ممتاز رہیں۔ رمضان ۱۰ نبوت میں ہجرت سے تین برس پہلے انھوں نے وفات پائی۔ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف پچاس برس تھی اور سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا ۶۵ برس کی تھیں۔

اسلام میں بیوی کا جو درجہ ہونا چاہیے، وہ اس سے ظاہر ہے کہ دنیا میں اپنے عزیز شوہر کے بعد سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا دوسری مسلمان تھیں۔ تنہائی کے اضطراب میں، مصیبتوں کے ہجوم میں اور ستم گاریوں کے تلاطم میں ہر جگہ وہ اپنے مقدس شوہر کے ساتھ تھیں۔ وہ ہر ایسے موقع پر آپ کو تسکین دیتی تھیں، آپ کے ساتھ ہمدردی کرتی تھیں اور آپ کی مصیبتوں میں آپ کا ہاتھ بٹاتی تھیں۔ اب ایسی رفیق وغمگسار بیوی کی وفات کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہت ملول رہا کرتے تھے، بلکہ اس تنہائی کے غم سے زندگی بھی دشوار ہوگئی تھی۔ [1] جاں نثاروں کو اس کی بڑی فکر ہوئی۔ سیدنا عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ المتوفی ۲ھ ایک مشہور صحابی ہیں، ان کی بیوی سیدہ خولہ بنت حکیم رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ دوسرا نکاح کر لیں۔" آپ نے فرمایا: "کس سے!" سیدہ خولہ رضی اللہ عنہا نے کہا: "بیوہ اور کنواری دونوں طرح کی لڑکیاں موجود ہیں، جس کو آپ پسند فرمائیں، اس کے متعلق گفتگو کی جائے۔" فرمایا: "وہ کون ہیں؟" سیدہ خولہ رضی اللہ عنہا نے کہا: "بیوہ تو سودہ بنت زمعہ (رضی اللہ عنہا) ہیں، اور کنواری [2] سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیٹی عائشہ (رضی اللہ عنہا)۔" ارشاد ہوا: "بہتر ہے، تم ان کی

---

[1] طبقات ابن سعد (۸/ ۷۸) ...... سیرة ابن هشام (ص:۱۹۱)

[2] مستدرك حاكم (۴/ ۵) من رواية الواقدی

یورپ کے مستشرقوں اور عیسائی محققوں کی شرمناک جہالتوں کا ایک نمونہ یہ ہے کہ چونکہ "بکر" عربی میں کنوارے کو کہتے ہیں اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی تنہا کنواری بیوی تھیں، اس شرف وامتیاز کی بنا پر ان کے باپ کا خطاب اسلام میں ابوبکر قرار پایا۔ اگر بیگانوں کو اصل واقعے کی خبر نہ ہو تو محل افسوس نہیں، افسوس تو یہ ہے کہ اپنوں کو بھی گھر کی اطلاع نہیں۔ مسٹر امیر علی جو ہماری جدید تعلیم کی بہترین پیداوار ہیں، لائف آف محمد باب ۱۴ میں اس غلطی کے مرتکب ہوئے ہیں۔ عرب میں کنیت، عزت کا نشان سمجھا جاتا تھا، کنیت سے خطاب کرنا عربوں میں انتہائی تعظیم تھی۔ جو لوگ انتہائی معزز ہوتے تھے کنیت کے آگے ان کے اصلی نام گم ہو جاتے تھے، ابوسفیان، ابوجہل، ابولہب، ابوذر کو سب جانتے ہیں، لیکن ان کے نام کون جانتا ہے۔ ابوبکر کا بھی یہی حال ہے۔ یہ کنیت نہ صرف سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی پیدائش بلکہ خود اسلام کی پیدائش سے بھی پہلے رکھی جا چکی تھی۔ پھر ان کو کون بتائے کہ عربی میں کنوارے کو بکر نہیں کہتے، وہ لفظ بالکسر "بکر" ہے، "بکر" زید، عمرو غیرہ کی طرح عرب کا ایک مشہور علم ہے، بنو بکر بن وائل مشہور قبیلہ تھا، اس کا بکر کے لفظ سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

نسبت گفتگو کرو۔''

سیدہ خولہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی پا کر سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر آئیں اور ان سے تذکرہ کیا۔ جاہلیت کا دستور تھا کہ جس طرح سگے بھائیوں کی اولاد سے نکاح جائز نہیں، عرب اپنے منہ بولے بھائیوں کی اولاد سے بھی شادی نہیں کرتے تھے۔ اس بنا پر سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: ''خولہ! عائشہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھتیجی ہے، آپ سے اس کا نکاح کیونکر ہوسکتا ہے؟'' سیدہ خولہ رضی اللہ عنہا نے آ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے استفسار کیا۔ آپ نے فرمایا: ''ابوبکر میرے دینی بھائی ہیں، اور اس قسم کے بھائیوں کی اولاد سے نکاح جائز ہے۔''[۱] سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو جب یہ معلوم ہوا تو انھوں نے قبول کر لیا۔

لیکن اس سے پہلے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا جبیر بن مطعم کے بیٹے سے منسوب ہو چکی تھیں، اس لیے ان سے بھی پوچھنا ضروری تھا۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جبیر سے جا کر پوچھا کہ تم نے عائشہ کی نسبت اپنے بیٹے سے کی تھی، اب کیا کہتے ہو؟ جبیر نے اپنی بیوی سے پوچھا۔ جبیر کا خاندان ابھی اسلام سے آشنا نہیں ہوا تھا، اس کی بیوی نے کہا: ''اگر یہ لڑکی ہمارے گھر آ گئی تو ہمارا بچہ بد دین ہو جائے گا۔ ہم کو یہ بات منظور نہیں۔''[۲]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کم سن بچی تھیں، کبھی کبھی بچپن کے تقاضے سے ماں کی خلاف مرضی کوئی بات کر بیٹھتی تھیں تو ماں سزا دیتی تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس حال میں دیکھتے تو رنج ہوتا۔ اس بنا پر سیدہ ام رومان رضی اللہ عنہا سے تاکید فرما دی تھی کہ ذرا میری خاطر اس کو ستانا نہیں۔ ایک بار آپ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لائے تو دیکھا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کواڑ سے لگ کر رو رہی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ ام رومان رضی اللہ عنہا سے کہا کہ تم نے میری بات کا لحاظ نہیں کیا۔ انھوں نے عرض کیا: ''یا رسول اللہ! یہ باپ سے میری بات جا کر لگا آتی ہے۔'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو کچھ بھی کرے، لیکن اس کو ستاؤ نہیں۔''[۳]

احادیث مبارکہ میں آیا ہے کہ نکاح سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں دیکھا کہ ایک

---

[۱] صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب تزویج الصغار من الکبار، حدیث: ۵۰۸۱ مختصرًا۔...... مسند احمد (۶/ ۲۱۱)

[۲] مسند احمد (۶/ ۲۱۰۔۲۱۱)
معجم الکبیر طبرانی (۲۳/۲۳)۔ اس میں ہے کہ نسبت مطعم بن عدی کے بیٹے سے طے ہوئی تھی۔

[۳] مستدرک حاکم (۴/ ۵) وطبقات ابن سعد (۸/ ۷۸) من روایة الواقدی وھو متروک۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

فرشتہ ریشم کے کپڑے میں لپیٹ کر آپ کے سامنے کوئی چیز پیش کر رہا ہے۔ پوچھا: ''کیا ہے؟'' جواب دیا کہ آپ کی بیوی ہیں۔ آپ نے کھول کر دیکھا تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا تھیں۔ ①

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا جب نکاح ہوا تھا تو اس وقت چھ برس کی تھیں۔ ② اس کم سنی کی شادی کا اصل منشا نبوت اور خلافت کے درمیان تعلقات کی مضبوطی تھی۔ ایک تو خود عرب کی گرم آب وہوا میں عورتوں کی غیر معمولی نشو ونما کی طبعی صلاحیت موجود ہے، دوسرے عام طور پر یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ جس طرح ممتاز اشخاص کے دماغی اور ذہنی قویٰ میں ترقی کی غیر معمولی استعداد ہوتی ہے، اسی طرح قد و قامت میں بھی بالیدگی کی خاص قابلیت ہوتی ہے۔ اسی کو انگریزی میں ''پری کوشیس'' کہتے ہیں۔ بہرحال اس کم سنی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو اپنی زوجیت میں قبول کرنا، اس بات کی صریح دلیل ہے کہ لڑکپن ہی سے ان میں نشو ونما، ذکاوت، جودت ذہن اور نکتہ رسی کے آثار نمایاں تھے۔

سیدہ عطیہ رحمہا اللہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کا واقعہ اس سادگی سے بیان کرتی ہیں کہ ''سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا لڑکیوں کے ساتھ کھیل رہی تھیں، ان کی انا آئی اور ان کو لے گئی، سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آ کر نکاح پڑھا دیا۔'' ③

مسلمان عورت کی شادی صرف اسی قدر اہتمام چاہتی ہے، لیکن آج ایک مسلمان لڑکی کی

---

① صحیح بخاری، کتاب مناقب الانصار، باب تزویج النبی صلی اللہ علیہ وسلم عائشة رضی اللہ عنہا، ح: ۳۸۹۵۔ مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل عائشة ام المومنین رضی اللہ عنہا، ح: ۲۴۳۸۔

② صحیح بخاری، کتاب مناقب الانصار، باب تزویج النبی صلی اللہ علیہ وسلم عائشة رضی اللہ عنہا، ح: ۳۸۹۴
بعض بے احتیاط لوگوں نے اس خیال سے کہ کم سنی کی یہ شادی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے موزوں نہیں، اس بات کی کوشش کی ہے کہ وہ ثابت کریں کہ اس وقت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر چھ برس کے بجائے ۱۶ برس کی تھی۔ لیکن یہ کوشش تمام تر بے سود اور ان کا یہ دعویٰ بالکل بے دلیل ہے۔ حدیث و تاریخ کے پورے دفتر میں ایک حرف بھی ان کی تائید میں موجود نہیں۔ جس کو تفصیل درکار ہو وہ معارف جولائی ۱۹۲۸ء و جنوری ۱۹۲۹ء میں اس بحث کو دیکھے۔ ''س''۔
یہ تفصیل بھی آخر کتاب میں ''سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر پر تحقیقی نظر'' کے عنوان سے شامل اشاعت ہے۔
فالحمد لله على ذلك (نقاش)
صحیح مسلم، کتاب النکاح، باب جواز تزویج الاب البکر، حدیث: ۱۴۲۲۔

③ طبقات ابن سعد (۸/ ۵۹) عطیہ سے مراد عطیہ عوفی راوی ضعیف ہے، نیز سند مرسل ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

شادی مسرفانہ مصارف اور مشرکانہ مراسم کا مجموعہ ہے۔ لیکن کیا خود سرور عالم ﷺ کی یہ مقدس تقریب اس کی عملی تکذیب نہیں؟ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ جب میرا نکاح ہوا تو مجھ کو خبر تک نہ ہوئی کہ میرا نکاح ہو گیا۔ جب میری والدہ نے باہر نکلنے میں روک ٹوک شروع کی، تب میں سمجھی کہ میرا نکاح ہو گیا۔ اس کے بعد میری والدہ نے مجھے سمجھا بھی دیا۔ [1]

ابن سعد کی دو روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مہر میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو ایک مکان دیا تھا، جس کی قیمت پچاس درہم تھی، یعنی دس روپے۔ لیکن درایتاً یہ صحیح نہیں ہے۔ دس روپے تو بدحیثیت سے بدحیثیت اور چھوٹے سے چھوٹے مکان کی قیمت بھی نہیں ہو سکتی۔ ابن اسحاق کی روایت ہے کہ چار سو درہم مہر مقرر ہوا تھا۔ لیکن ابن سعد کی ایک دوسری روایت ہے جو خود سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ان کا مہر بارہ اُوقیہ اور ایک نش تھا۔ [2] یعنی پانچ سو درہم، جس کے تقریباً سو روپے ہوئے۔ صحیح مسلم میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کا مہر عموماً پانچ سو درہم ہوتا تھا۔ [3] مسند احمد ابن حنبل میں بھی خود انھی سے روایت ہے کہ ان کا مہر پانچ سو درہم تھا۔ [4] بہرحال مہر کی اس مقدار کا مقابلہ آج کل کے زرمہر کی تعداد سے کرو جو ہمارے ملک میں جاری ہے۔ آج مہر کی کمی خاندان کی ذلت سمجھی جاتی ہے۔ لیکن کیا اسلام کا کوئی خاندان، خانوادۂ صدیق رضی اللہ عنہ سے شریف تر ہے اور کوئی مسلمان لڑکی صدیقہ کبریٰ رضی اللہ عنہا سے زیادہ بلند پایہ ہے......!!

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی ازدواج کی تاریخ میں اختلاف ہے۔ علامہ بدر الدین عینی رحمہ اللہ نے شرح بخاری میں لکھا ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا نکاح سنہ ہجرت سے دو برس پہلے، اور کہا جاتا ہے کہ تین برس پہلے، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ڈیڑھ برس پہلے ہوا تھا۔ [5] بعض اور روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے تین برس بعد رسول اللہ ﷺ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا تھا۔ اور بعض اہل سیر کہتے ہیں کہ جس سال سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا، اسی سال سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا نکاح ہوا۔

ممکن تھا کہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے انتقال کی تاریخ سے نکاح کی تاریخ مقرر کی جاتی، لیکن خود

---

[1] طبقات ابن سعد (۸/ ۵۸) من طریق الواقدی

[2] طبقات ابن سعد (۸/ ۶۰)، نیز دیکھیے صحیح مسلم۔

[3] صحیح مسلم، کتاب النکاح، باب الصداق، حدیث: ۱۴۲۶۔

[4] مسند احمد (۶/ ۹۴)

[5] عمدۃ القاری (۱/ ۴۵)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے انتقال کی تاریخ بھی متفق علیہ نہیں۔ایک روایت ہے کہ سنہ ہجرت سے پانچ برس پہلے انتقال ہوا، دوسری روایت ہے کہ چار برس پہلے، اور بعض روایتوں میں ہے کہ تین برس پہلے ہوا۔ اس اختلاف کے موقع پر خود سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول زیادہ معتبر ہو سکتا تھا، لیکن لطف یہ ہے کہ بخاری اور مسند میں خود ان سے دو روایتیں ہیں۔ایک میں ہے کہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے تین برس بعد نکاح ہوا۔ (۱) اور دوسری میں ہے کہ اسی سال کا یہ واقعہ ہے۔ (۲) جمہور محققین کا فیصلہ یہ ہے اور روایتوں کا بڑا اور مستند حصہ اسی کا مؤید ہے کہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے نبوت کے دسویں سال ہجرت سے تقریباً تین برس پہلے رمضان المبارک میں انتقال کیا، اور اسی کے ایک مہینا کے بعد شوال میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح ہوا۔اس وقت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا چھٹا سال تھا۔اس حساب سے شوال ۳ قبل ہجرت مطابق مئی ۶۲۰ء میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا نکاح ہوا۔استیعاب میں علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے بھی اسی قول کی توثیق کی ہے۔سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے جو دو روایتیں مذکور ہیں، میری رائے میں اس میں راوی کی غلط فہمی کو دخل ہے۔نکاح تو اسی سال ہوا، جس سال سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے وفات پائی لیکن زن وشوئی کے تعلقات تین برس بعد قائم ہوئے، جب وہ نو برس کی ہو چکی تھیں۔

ہجرت

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نکاح کے بعد تقریباً تین برس تک میکے ہی میں رہیں۔دو برس، تین مہینے مکہ میں اور سات آٹھ مہینے ہجرت کے بعد مدینہ میں۔

مسلمانوں نے اپنے وطن سے دو بار ہجرتیں کی ہیں، پہلے ملک حبش اور اس کے بعد مدینہ میں۔سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بھی حبش کی طرف ہجرت کرنی چاہی تھی اور برک الغماد تک جو مکہ سے پانچ روز کی مسافت پر ایک منزل ہے، پہنچ چکے تھے کہ اتفاق سے ابن الدغنہ نامی ایک شخص کہیں سے آرہا تھا۔اس نے یہ دیکھ کر کہ ابوبکر (رضی اللہ عنہ) بھی اب وطن چھوڑ رہے

(۱) صحیح بخاری، کتاب مناقب الانصار، باب تزویج النبی صلی اللہ علیہ وسلم خدیجۃ رضی اللہ عنہا، حدیث: ۳۸۱۷۔
صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابہ، باب من فضائل عائشۃ رضی اللہ عنہا، حدیث: ۲۴۳۵۔
...... مسند احمد (۶/ ۵۸)

(۲) صحیح بخاری، کتاب مناقب الانصار، باب تزویج النبی صلی اللہ علیہ وسلم عائشۃ رضی اللہ عنہا، حدیث: ۳۸۹۶۔...... مسند احمد (۶/ ۱۱۸)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہیں، قریش کی بدقسمتی پر اس کو افسوس ہوا، اور نہایت اصرار سے اپنی پناہ میں ان کو مکہ واپس لایا۔[1] ممکن ہے کہ اس سفر میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور ان کا خاندان بھی ہمراہ ہو۔

دوسری مرتبہ جب مکہ کے مشرکوں کے ظلم وستم کے شعلے مسلمانوں کے صبر و تحمل کے خرمن میں آگ لگا رہے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کی طرف ہجرت کا ارادہ فرمایا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ آپ روزانہ صبح یا شام کو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر بلاناغہ آیا کرتے تھے۔ ایک دن خلاف معمول چہرۂ مبارک چادر سے لپیٹے، دوپہر کو تشریف لائے۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس سیدہ عائشہ اور سیدہ اسماء رضی اللہ عنہما دونوں صاحبزادیاں بیٹھی تھیں۔ آپ نے پکار کر آواز دی کہ ابوبکر! ذرا لوگوں کو ہٹا دو! میں کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں۔ عرض کی کہ یا رسول اللہ! یہاں کوئی غیر نہیں، آپ ہی کے اہل خانہ ہیں۔ آپ تشریف لائے اور ہجرت کا خیال ظاہر فرمایا۔ سیدہ عائشہ اور سیدہ اسماء رضی اللہ عنہما نے مل جل کر سامان سفر درست کیا۔[2] دونوں صاحبوں نے مدینہ کی راہ لی اور تمام اہل وعیال کو یہیں دشمنوں کے نرغہ میں چھوڑ گئے۔ جس دن یہ مختصر قافلہ دشمنوں کی گھاٹیوں سے بچتا ہوا مدینہ پہنچا، نبوت کا چودھواں سال اور ربیع الاول کی بارھویں تاریخ تھی۔

مدینہ میں ذرا اطمینان ہوا تو آپ نے اہل وعیال کے لانے کے لیے سیدنا زید بن حارثہ اور سیدنا ابورافع (رضی اللہ عنہما) اپنے غلام کو مکہ بھیجا۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بھی اپنا آدمی بھیج دیا۔ چنانچہ سیدنا عبد اللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہما اپنی ماں اور دونوں بہنوں کو لے کر مکہ سے روانہ ہوئے۔

اتفاق سے جس اونٹ پر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سوار تھیں، وہ بھاگ نکلا اور اس زور سے دوڑا کہ ہر منٹ پر یہ ڈر تھا کہ اب پلان گرا، اور اب گرا۔ عورتوں کا، جیسا کہ قاعدہ ہے ماں کو اپنی پروا تو نہ تھی، لیکن لخت جگر کے لیے زار و قطار رونے لگیں۔ آخر میلوں پر جا کر جب اونٹ پکڑا گیا تو ان کو تشفی ہوئی۔ یہ مختصر قافلہ جب مدینہ پہنچا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت مسجد نبوی اور اس کے آس پاس مکانات بنوا رہے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دونوں صاحبزادیاں سیدہ فاطمہ اور سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہما اور آپ کی بیوی سیدہ سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا اسی نئے گھر میں فروکش ہوئیں۔[3]

---

[1] صحیح بخاری، کتاب مناقب الانصار، باب هجرة النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابه الی المدینة، حدیث: ۳۹۰۵۔۳۹۰۶۔

[2] یہ پوری تفصیل خود سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی زبانی صحیح بخاری، کتاب مناقب الانصار باب هجرة النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابه الی المدینة' حدیث: ۳۹۰۵۔۳۹۰۶ میں ہے۔

[3] طبقات ابن سعد (۸/ ۶۲)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

رخصتی

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے عزیزوں کے ساتھ بنو حارث بن خزرج کے محلّہ میں اتریں ① اور سات آٹھ مہینے تک یہیں اپنی ماں کے ساتھ رہیں، اکثر مہاجرین کو مدینہ کی آب و ہوا ناموافق آئی۔ متعدد اشخاص بیمار پڑ گئے۔

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سخت بخار میں مبتلا گئے۔ کم سن بیٹی اس وقت اپنے بزرگ باپ کی تیمارداری میں مصروف تھی۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں والد ماجد کی خدمت میں حاضر ہو کر خیریت پوچھتی، وہ یہ شعر پڑھتے:

كُلُّ امْرِءٍ مُّصَبَّحٌ فِي اَهْلِهٖ
وَالْمَوْتُ اَدْنٰى مِنْ شِرَاكِ نَعْلِهٖ ②

''ہر آدمی پر اپنے اہل و عیال ہی میں ڈاکا پڑ رہا ہے، اور موت اس کی چپل کے تسمہ سے بھی اس سے قریب ہے۔''

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے آ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیفیت عرض کی، آپ نے دعا فرمائی۔ اس کے بعد وہ خود بیمار پڑیں اور اب باپ کی غمخواری کا موقع آیا۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ بیٹی کے پاس جاتے اور حسرت سے منہ پر منہ رکھ دیتے۔ یہ اس شدت کی علالت تھی کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے سر کے تمام بال گر گئے۔ ③ صحت ہوئی تو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آ کر عرض کی کہ یا رسول اللہ! اب آپ اپنی بیوی کو اپنے گھر کیوں نہیں بلوا لیتے؟ آپ نے فرمایا کہ اس وقت میرے پاس مہر ادا کرنے کے لیے روپے نہیں ہیں۔ گزارش کی کہ میری دولت قبول ہو۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بارہ اُوقیہ اور ایک نش یعنی سو روپے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے قرض لے کر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھجوا دیے۔ ④ اس واقعہ سے ان لوگوں کو عبرت حاصل کرنی چاہیے جو مہر کو دنیا کا وہ قرض سمجھتے ہیں جو ادائیگی کی منت سے بے

---

① صحیح بخاری، کتاب مناقب الانصار، باب تزویج النبی صلی اللہ علیہ وسلم عائشۃ رضی اللہ عنہا، ح: ۳۸۹۴۔
سنن ابی داود، کتاب الادب، باب فی الارجوحۃ، حدیث: ۴۹۳۷۔

② صحیح بخاری، کتاب المرضی، باب عیادۃ النساء الرجال، حدیث: ۵۶۵۴۔
صحیح مسلم، کتاب الحج، باب الترغیب فی سکنی المدینۃ، حدیث: ۱۳۷۶ باختصار۔

③ صحیح بخاری، کتاب مناقب الانصار، باب تزویج النبی صلی اللہ علیہ وسلم عائشۃ رضی اللہ عنہا، حدیث: ۳۸۹۴ و باب ھجرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ الی المدینۃ، حدیث: ۳۹۱۸۔

④ مستدرک حاکم (۴/ ۴-۵) ..... طبقات ابن سعد (۸/ ۶۲) ..... معجم کبیر طبرانی (۲۳/ ۲۴، ۱۸۳)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

نیاز ہے۔مہر عورت کا حق ہے اور اس کو ملنا چاہیے۔

مدینہ گویا سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی سسرال تھی۔ انصار کی عورتیں دلھن کو لینے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر آئیں۔سیدہ ام رومان رضی اللہ عنہا نے بیٹی کو آواز دی، وہ اس وقت سہیلیوں کے ساتھ جھولا جھول رہی تھیں۔آواز سنتے ہی ماں کے پاس ہانپتی کانپتی دوڑی آئیں۔ ماں بیٹی کا ہاتھ پکڑے دروازہ تک لائی، وہاں منہ دھلا کر بال سنوار دیے، پھر ان کو اس کمرے میں لے گئیں جہاں انصار کی عورتیں دلھن کے انتظار میں بیٹھی تھیں۔ دلھن جب اندر داخل ہوئی تو مہمانوں نے ((عَلَى الْخَيْرِ وَالْبَرَكَةِ وَ عَلٰى خَيْرِ طَائِرٍ)) یعنی ''تمھارا آنا بخیر و بابرکت اور فال نیک ہو'' کہہ کر استقبال کیا، دلھن کو سنوارا۔تھوڑی دیر کے بعد خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی تشریف لے آئے۔ [1]

اس وقت آپ کی ضیافت کے لیے دودھ کے ایک پیالہ کے سوا کچھ نہ تھا۔سیدہ اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی ایک سہیلی بیان کرتی ہیں کہ میں اس وقت موجود تھی۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیالہ سے تھوڑا سا دودھ پی کر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف بڑھایا، وہ شرمانے لگیں۔ میں نے کہا: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عطیہ واپس نہ کرو۔'' انھوں نے شرماتے شرماتے لے لیا، اور ذرا سا پی کر رکھ دیا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنی سہیلیوں کو دو۔ہم نے عرض کیا: ''یا رسول اللہ! اس وقت ہم کو اشتہا نہیں۔'' فرمایا: ''جھوٹ نہ بولو، آدمی کا ایک ایک جھوٹ لکھا جاتا ہے۔'' [2]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی صحیح روایتوں کی بنا پر دن کے وقت شوال ۱ھ میں ہوئی۔ [3] علامہ عینی رحمہ اللہ نے عمدۃ القاری میں لکھا ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی جنگ بدر کے بعد ۲ھ میں ہوئی تھی۔ [4] لیکن یہ صحیح نہیں، کیونکہ اس بیان کے موافق سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا دسواں سال ہوگا، حالانکہ حدیث اور تاریخ کی تمام کتابیں متفق ہیں کہ اس وقت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا صرف نو سال کی تھیں۔

مذکورۂ بالا بیانات سے اتنا ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا نکاح، مہر، رخصتی، غرض ہر

---

[1] صحیح بخاری، کتاب مناقب الانصار، باب تزویج النبی صلی اللہ علیہ وسلم عائشة رضی اللہ عنہا، حدیث: ۳۸۹۴۔

صحیح مسلم، کتاب النکاح، باب تزویج الاب البکر الصغیرة، ۱۴۲۲۔

[2] مسند احمد (۶/ ۴۵۲، ۴۵۸)

سنن ابن ماجه، کتاب الاطعمة، باب عرض الطعام، حدیث: ۳۲۹۸ مختصرًا

[3] صحیح مسلم، کتاب النکاح، باب استحباب التزوج والتزویج فی شوال، ح: ۱۴۲۳۔

[4] عمدة القاری (۱/ ۴۵)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

رسم کس سادگی سے ادا کی گئی تھی جس میں تکلف، آرائش اور اسراف کا نام تک نہیں۔ ﴿ وَ فِيْ ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ ﴾ (المطففين: ۸۳/ ۲٦)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کی تقریب کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس کے ذریعے سے عرب کی بہت سی بے ہودہ اور لغو رسموں کی بندشیں ٹوٹیں۔ سب سے اول یہ کہ عرب منہ بولے بھائی کی لڑکی سے شادی نہیں کرتے تھے۔ اسی لیے سیدہ خولہ رضی اللہ عنہا نے جب سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ ﷺ کی خواہش کا اظہار کیا تو انھوں نے حیرت سے کہا: ''کیا یہ جائز ہے!!؟ عائشہ تو رسول اللہ ﷺ کی بھتیجی ہے۔'' لیکن رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((اَنْتَ اَخٌ فِي الْاِسْلَامِ)) ''تم میرے صرف اسلامی بھائی ہو۔''

دوسری رسم یہ تھی کہ اہل عرب شوال میں شادی نہیں کرتے تھے۔ پہلے کبھی شوال میں عرب میں طاعون ہوا تھا، اس لیے ماہ شوال کو وہ منحوس سمجھتے تھے اور اس مہینے میں شادی کی کوئی تقریب انجام نہیں دیتے تھے۔[1]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی شادی اور رخصتی دونوں شوال میں ہوئی، اور اسی لیے وہ شوال ہی کے مہینا میں اس قسم کی تقریبوں کو پسند کرتی تھیں اور کہتی تھیں کہ میری شادی اور رخصتی دونوں شوال میں ہوئیں، اور بایں ہمہ شوہر کے حضور میں مجھ سے خوش قسمت کون تھی۔[2]

عرب میں قدیم سے دستور تھا کہ دلھن کے آگے آگے آگ جلاتے تھے، اور یہ بھی رسم تھی کہ شوہر اپنی عروس سے پہلی ملاقات محمل یا محھ[*] کے اندر کرتا تھا۔ بخاری اور قسطلانی نے یہ تصریح کی ہے کہ ان رسوم کی پابندی بھی اس تقریب میں ٹوٹی۔[3]

تعلیم و تربیت

عرب میں خود مردوں میں لکھنے پڑھنے کا رواج نہ تھا تو عورتوں میں کیا ہوتا۔ جب اسلام آیا تو قریش کے سارے قبیلہ میں صرف سترہ آدمی لکھ پڑھ سکتے تھے۔[4] ان میں سیدہ شفا بنت عبداللہ

---

[1] طبقات ابن سعد (۸/ ٦۰، ٦۱)

[2] صحيح مسلم، كتاب النكاح، باب استحباب التزوج والتزويج في شوال، ح: ۱۴۲۳۔

[*] عورتوں کی سواری کی پالکی

[3] صحيح بخاري، كتاب النكاح، باب البناء بالنهار بغير مركب ولا نيران، حديث: ۵۱٦۰۔

[4] فتوح البلدان، بلاذري، امر الخط

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

وعید رضی اللہ عنہا صرف ایک عورت تھیں۔ اسلام کی دنیوی برکتوں میں یہ واقعہ بھی کچھ کم اہم نہیں ہے کہ اسلام کی اشاعت کے ساتھ ساتھ نوشت وخواند کا فن بھی فروغ پاتا جاتا تھا۔ بدر کے قیدیوں میں جو نادار تھے، رسول اللہ ﷺ نے ان کا فدیہ یہ مقرر کیا تھا کہ وہ دس مسلمان بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دیں۔ [1]

صفہ والوں میں کم وبیش سو اصحاب داخل تھے، ان کو دیگر تعلیمات کے ساتھ لکھنا پڑھنا بھی سکھایا جاتا تھا۔ [2]

ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں سیدہ حفصہ اور سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا لکھنا پڑھنا جانتی تھیں۔ سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے خاص رسول اللہ ﷺ کے حکم سے یہ فن سیدہ شفا بنت عبداللہ عدویہ رضی اللہ عنہا سے سیکھا تھا۔ [3] بعض اور صحابیات بھی نوشت وخواند سے آشنا تھیں۔ [4]

رسول اللہ ﷺ کی کثرت ازواج اور خصوصاً سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس کم سنی کی شادی میں بڑی مصلحت یہ تھی کہ اگرچہ رسول اللہ ﷺ کے دائمی فیضان صحبت نے سیکڑوں مردوں کو سعادت کے درجہ اعلیٰ پر پہنچا دیا تھا، لیکن فطرتاً یہ موقع عام عورتوں کو میسر نہیں آ سکتا تھا۔ صرف ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن اس فیض سے متمتع ہو سکتی تھیں اور پھر یہ نور آہستہ آہستہ انھی ستاروں کے ذریعے سے پوری کائناتِ نسوانی میں پھیل سکتا تھا۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ دوسری ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن بیوہ ہو کر رسول اللہ ﷺ کے حبالۂ عقد میں داخل ہوئی تھیں۔ اس بنا پر ان میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہی تنہا خالص فیضان نبوت سے مستفیض تھیں۔ لڑکپن کا زمانہ جو عین تعلیم وتربیت کا زمانہ ہے، ابھی شروع ہوا ہی تھا کہ سعادت نے ظلمت اور نقص کمال کے ہر گوشہ سے الگ کر کے کاشانۂ نبوت میں پہنچا دیا، کہ ان کی ذات اقدس پر نور اور کامل بن کر دنیا کی صنف لطیف آبادی کے لیے شمع راہ بن جائے۔

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سارے قریش میں علم انساب وشعر کے ماہر تھے۔ [5] قریش کے شاعروں

---

[1] مسند احمد (۱/ ۲۴۶)...... مستدرك حاكم (۲/ ۱۵۲)

[2] مسند احمد (۳/ ۱۳۷) بمعناه۔

[3] سنن ابی داود، کتاب الطب، باب ما جاء فی الرقی، حدیث: ۳۸۸۷۔
سنن کبریٰ نسائی (۷۵۰۱)

[4] فتوح البلدان، بلاذری، امر الخط

[5] صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابه، باب فضائل حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ، حدیث: ۲۴۹۰

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کے جواب میں اسلام کے زبان آور شاعر چوٹی کے جو شعر کہتے تھے، کفار کو یقین نہیں آتا تھا کہ وہ سیدنا صدیق رضی اللہ عنہ کی اصلاح و مشورہ کے بغیر لکھے گئے ہیں۔ (۱) سیدہ عائشہؓ نے اسی باپ کی آغوش میں تربیت پائی تھی۔ اس لیے علم انساب کی واقفیت اور شاعری کا ذوق ان کا خاندانی ورثہ تھا۔ (۲)

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنی اولاد کی تربیت میں نہایت سخت تھے۔ اپنے بیٹے سیدنا عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کو اس جرم پر کہ انھوں نے مہمان کو جلد کھانا کیوں نہیں کھلا دیا، ایک دفعہ مارنے کو تیار ہو گئے تھے۔ (۳) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا شادی کے بعد بھی اپنی لغزشوں پر باپ سے ڈرا کرتی تھیں۔ (۴) کئی موقعوں پر سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کو سخت تنبیہ کی۔ (۵) ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک ایسا بھی موقع پیش آیا، تو آپ نے ان کو بچالیا۔ (۶)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی تعلیم و تربیت کا اصلی زمانہ رخصتی کے بعد سے شروع ہوتا ہے۔ انھوں نے اسی زمانہ میں پڑھنا سیکھا۔ قرآن دیکھ کر پڑھتی تھیں۔ (۷) ایک روایت میں ہے کہ لکھنا نہیں جانتی تھیں۔ (۸) احادیث میں ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے لیے ان کا غلام ذکوان قرآن لکھتا تھا۔ (۹) اس سے یہ قیاس ہوسکتا ہے کہ وہ خود لکھنا نہ جانتی ہوں گی۔ لیکن بعض روایتوں میں یہ مذکور ہے کہ ''فلاں

---

(۱) الاصابة، ذکر حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ، الاستیعاب (۱/ ۱۰۱)

(۲) مسند احمد (۶/ ۶۷)...... مستدرك حاكم (۴/ ۱۱)...... حلية الاولياء (۲/ ۵۰)

(۳) بخاری، کتاب الادب، باب ما یکره من الغضب والجزع عند الضیف، ح: ۶۱۴۰، ۶۱۴۱۔
صحیح مسلم، کتاب الاشربة، باب اکرام الضیف، حدیث: ۲۰۵۷۔

(۴) صحیح مسلم، کتاب الرضاع، باب القسم بین الزوجات، حدیث: ۱۴۶۲۔

(۵) صحیح بخاری، کتاب التیمم، باب ۱، حدیث: ۳۳۴۔
صحیح مسلم، کتاب المحیض، باب التیمم، حدیث: ۳۶۷۔

(۶) سنن ابی داود، کتاب الادب، باب ما جاء فی المزاح، حدیث: ۴۹۹۹۔
سنن کبریٰ نسائی (۹۱۱۰) وإسناده ضعيف۔ اس کی سند میں ابو اسحاق راوی مدلس ہے اور سماع کی تصریح نہیں ہے۔

(۷) صحیح بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب تالیف القرآن، حدیث: ۴۹۹۳۔
فتوح البلدان بلاذری، فصل خط ...... (۸) فتوح البلدان بلاذری، فصل خط

(۹) صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب الدلیل لمن قال الصلاة الوسطی......، ح: ۶۲۹۔
مسند احمد (۶/ ۷۳) لیکن اس میں غلام کا نام ذکوان نہیں بلکہ ابو یونس ہے۔ واللہ اعلم۔
سنن ابی داود، کتاب الصلاة، باب فی وقت صلاة العصر، حدیث: ۴۱۰۔
سنن ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورة البقره، حدیث: ۲۹۸۲۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

خط کے جواب میں انھوں نے یہ لکھا۔“ ① ممکن ہے کہ راویوں نے مجازاً لکھوانے کے بجائے لکھنا کہہ دیا ہو، جیسا کہ ایسے موقعوں پر عموماً بولتے ہیں۔

بہر حال نوشت وخواند تو انسان کی ظاہری تعلیم ہے۔ حقیقی تعلیم وتربیت کا معیار اس سے بدرجہا بلند ہے۔ انسانیت کی تکمیل، اخلاق کا تزکیہ، ضروریات دین سے واقفیت، اسرار شریعت کی آگاہی، کلام الٰہی کی معرفت، احکام نبوی کا علم بھی اعلیٰ تعلیم ہے، اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اس تعلیم سے کامل طور پر بہرہ اندوز تھیں۔ علوم دینیہ کے علاوہ تاریخ، ادب اور طب میں بھی ان کو ید طولیٰ حاصل تھا۔ ② تاریخ وادب کی تعلیم تو خود پدرِ بزرگوار سے حاصل کی تھی، ③ طب کا فن ان وفود عرب سے سیکھا تھا جو گاہ گاہ اطراف ملک سے بارگاہ نبوت میں آیا کرتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عمر کے اخیر دنوں میں اکثر بیمار رہا کرتے تھے۔ اطبائے عرب جو دوائیں بتایا کرتے تھے، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ان کو یاد کر لیتی تھیں۔ ④

علوم دینیہ کی تعلیم کا کوئی وقت مخصوص نہ تھا۔ معلم شریعت خود گھر میں تھا اور شب وروز اس کی صحبت میسر تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم وارشاد کی مجلسیں روزانہ مسجد نبوی میں منعقد ہوتی تھیں، جو حجرۂ عائشہ (رضی اللہ عنہا) سے بالکل ملحق تھی۔ اس بنا پر آپ گھر سے باہر بھی لوگوں کو جو درس دیتے تھے، وہ اس میں شریک رہتی تھیں۔ اگر کبھی بُعد کی وجہ سے کوئی بات سمجھ میں نہ آتی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب زنان خانہ میں تشریف لاتے، دوبارہ پوچھ کر تشفی کر لیتیں۔ ⑤ کبھی اٹھ کر مسجد کے قریب چلی جاتیں۔ ⑥ اس کے علاوہ آپ نے عورتوں کی درخواست پر ہفتہ میں ایک خاص دن ان کی تعلیم وتلقین کے لیے متعین فرما دیا تھا۔ ⑦

---

① مسند احمد (۶/ ۸۶۔۸۷) واللفظ له ...... سنن ترمذی، کتاب المناقب، باب ۶۲، ح: ۳۷۰۵
سنن ابن ماجه، المقدمة، باب فضل عثمان رضی اللہ عنہ، حدیث: ۱۱۲۔

② مستدرك حاكم (۴/ ۱۱)، ذكر عائشه رضی اللہ عنہا في الصحابيات...... سير اعلام النبلاء (۲/ ۱۸۲)

③ مسند احمد (۶/ ۶۷)...... مستدرك حاكم (۴/ ۱۱)

④ مسند احمد (۶/ ۶۷)...... مستدرك حاكم (۴/ ۱۱) ...... مجمع الزوائد (۹/ ۲۴۲)

⑤ مسند احمد (۶/ ۷۷)...... سنن نسائی، كتاب السهو، باب نوع آخر من الذكر بعد التسليم، :۱۳۴۵۔

⑥ مسند احمد (۶/ ۱۵۹)......
صحيح ابن حبان (۲۹۰)...... سنن ابن ماجه، كتاب الفتن (۴۰۰۴) مختصراً

⑦ صحيح بخاری، كتاب العلم، باب هل يجعل للنساء يوما على حدة، حديث: ۱۰۱۔
صحيح مسلم، كتاب البر والصلة، باب فضل من يموت له ولد فيحتسبه، ح: ۲۶۳۳۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

شب و روز میں علوم و معارف کے بیسیوں مسئلے ان کے کان میں پڑتے تھے۔ ان کے علاوہ خود سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی عادت یہ تھی کہ ہر مسئلہ کو بے تامل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کر دیتی تھیں، اور جب تک تسلی نہ ہو لیتی، صبر نہ کرتیں۔ ① ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا کہ ((مَنْ حُوْسِبَ عُذِّبَ)) ''قیامت میں جس جس کا حساب ہوا، اس پر عذاب ہو گیا''، عرض کی: ''یا رسول اللہ! اللہ تو فرماتا ہے:

﴿فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَّسِيْرًا﴾ (الانشقاق: ۸۴/ ۸)

''اس سے آسان حساب لیا جائے گا۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یہ اعمال کی پیشی ہے، لیکن جس کے اعمال میں جرح وقدح شروع ہوئی، وہ تو برباد ہی ہوا۔'' ② ایک دفعہ انھوں نے پوچھا: ''یا رسول اللہ! اللہ فرماتا ہے:

﴿يَوْمَ تُبَدَّلُ الْأَرْضُ غَيْرَ الْأَرْضِ وَ السَّمٰوٰتُ وَ بَرَزُوْا لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ﴾

(ابراھیم: ۱۴/ ۴۸)

''جس دن زمین و آسمان دوسری زمین سے بدل دیے جائیں گے اور تمام مخلوق خدائے واحد وقہار کے روبرو پیش ہو جائے گی۔''

ایک دوسری روایت میں ہے کہ یہ آیت پڑھی: ③

﴿وَالْأَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَ السَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌۢ بِيَمِيْنِهٖ﴾

(الزمر: ۳۹/ ۶۷)

''تمام زمین اس کی مٹھی میں ہوگی اور آسمان اس کے ہاتھ میں لپٹے ہوں گے۔''

''جب زمین و آسمان کچھ نہ ہوگا تو لوگ کہاں ہوں گے؟'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''صراط

---

① صحیح بخاری، کتاب العلم، باب من یسمع شیئا فراجع حتی یعرفه، حدیث: ۱۰۳۔
صحیح مسلم، کتاب الجنة، باب اثبات الحساب، حدیث: ۲۸۷۶۔

② صحیح بخاری، کتاب العلم، باب من یسمع شیئا فراجع حتی یعرفه، حدیث: ۱۰۳۔
صحیح مسلم، کتاب الجنة، باب اثبات الحساب، حدیث: ۲۸۷۶۔

③ مسند احمد (۶/ ۳۵)
صحیح مسلم، کتاب صفات المنافقین، باب فی البعث والنشور، : ۲۷۹۱۔

④ مسند احمد (۶/ ۱۱۷)
سنن ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورة الزمر، حدیث: ۳۲۴۱۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

پر۔"

اثنائے وعظ میں ایک دفعہ آپ نے فرمایا کہ "قیامت میں لوگ برہنہ اٹھیں گے۔" عرض کی: "یا رسول اللہ! زن و مرد یکجا ہوں گے، تو کیا ایک دوسرے کی طرف نظریں نہ اٹھ جائیں گی؟" ارشاد ہوا کہ "عائشہ! وقت عجب نازک ہوگا۔" ① یعنی کسی کو کسی کی خبر نہ ہوگی۔ ایک بار دریافت کیا کہ "یا رسول اللہ! قیامت میں ایک دوسرے کو کوئی یاد بھی کرے گا؟" آپ ﷺ نے فرمایا: "تین موقع پر کوئی کسی کو یاد نہ کرے گا: ایک تو جب اعمال تولے جا رہے ہوں گے۔ دوسرے جب اعمال نامے بٹ رہے ہوں گے۔ تیسرے جب جہنم گرج گرج کر کہہ رہی ہوگی کہ میں تین قسم کے آدمیوں کے لیے مقرر ہوئی ہوں۔" ②

ایک دن یہ پوچھا تھا کہ کفار و مشرکین نے اگر عمل صالح کیا ہے تو اس کا ثواب ان کو ملے گا یا نہیں؟ عبداللہ بن جدعان مکہ کا ایک نیک مزاج اور رحم دل مشرک تھا، اسلام سے پہلے قریش کی باہمی خونریزی کے انسداد کے لیے اس نے تمام رؤسائے قریش کو مجتمع کر کے ایک صلح کی مجلس قائم کی تھی، جس میں رسول اللہ ﷺ بھی شریک تھے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے سوال کیا: "یا رسول اللہ! عبداللہ بن جدعان جاہلیت میں لوگوں سے بہ مہربانی پیش آتا تھا، غریبوں کو کھانا کھلاتا تھا، کیا یہ عمل اس کو کچھ فائدہ دے گا؟" آپ ﷺ نے جواب دیا: "نہیں عائشہ! اس نے کسی دن یہ نہیں کہا کہ الٰہا! قیامت میں میری خطا معاف کرنا۔" ③

جہاد اسلام کا ایک فرض ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا خیال تھا کہ جس طرح دیگر فرائض میں زن و مرد کی تمیز نہیں، یہ فرض عورتوں پر بھی واجب ہوگا۔ ایک دن رسول اللہ ﷺ کے سامنے یہ سوال پیش کیا۔ ارشاد ہوا کہ "عورتوں کے لیے حج ہی جہاد ہے۔" ④

نکاح میں رضا مندی شرط ہے، لیکن کنواری لڑکیاں اپنے منہ سے آپ تو رضامندی نہیں ظاہر کر سکتیں، اس لیے دریافت کیا کہ "یا رسول اللہ! نکاح میں عورت سے اجازت لے لینی

---

① صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب الحشر، حدیث: ۶۵۲۷۔
صحیح مسلم، کتاب الجنۃ، باب فناء الدنیا، حدیث: ۲۸۵۹۔
② مسند احمد (۶/ ۱۱۰)
③ مسند احمد (۱/ ۹۳)
صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الدلیل علی ان من مات علی الکفر......، ح: ۲۱۴۔
④ صحیح بخاری، کتاب الجہاد، باب جہاد النساء، حدیث: ۲۸۷۵، ۲۸۷۶۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

چاہیے؟'' فرمایا: ''ہاں۔'' عرض کی: ''وہ شرم سے چپ رہتی ہے۔'' ارشاد ہوا کہ ''اس کی خاموشی ہی اس کی اجازت ہے۔'' ①

اسلام میں پڑوسیوں کے بڑے حقوق ہیں، اور اس ادائے حق کا سب سے زیادہ موقع عورتوں کو ہاتھ آتا ہے۔ لیکن مشکل یہ ہے کہ دو پڑوسی ہوں تو کس کو ترجیح دی جائے؟ چنانچہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک دفعہ یہ سوال پیش کیا۔ جواب ملا کہ ''جس کا دروازہ تمھارے گھر سے زیادہ قریب ہو۔'' ②

ایک دفعہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے رضاعی چچا ان سے ملنے آئے۔ انھوں نے انکار کیا کہ اگر میں نے دودھ پیا ہے تو عورت کا پیا ہے، عورت کے دیور کا مجھ سے کیا تعلق؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب تشریف لائے تو دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا کہ ''وہ تمھارا چچا ہے، تم اس کو اندر بلالو۔'' ③

قرآن مجید کی ایک آیت ہے:

﴿وَ الَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَآ اٰتَوْا وَّ قُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ اَنَّهُمْ اِلٰى رَبِّهِمْ رٰجِعُوْنَ﴾

(المومنون: ۲۳/ ۶۰)

''اور وہ لوگ جو کام کرتے ہیں اور ان کے دل ڈرتے رہتے ہیں کہ ان کو اپنے پروردگار کے پاس لوٹ کر جانا ہے۔''

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو شک تھا کہ جو چور ہے، بدکار ہے، شرابی ہے، لیکن اللہ سے ڈرتا ہے، کیا وہ اس سے مراد ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''نہیں عائشہ! اس سے وہ مراد ہے جو نمازی ہے، روزہ دار ہے اور پھر اللہ سے ڈرتا ہے۔'' ④

ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو اللہ کی ملاقات پسند کرتا ہے، اللہ بھی اس کی ملاقات پسند

---

① صحیح بخاری، کتاب الاکراہ، باب لا یجوز نکاح المکرہ، حدیث: ۶۹۴۶۔
صحیح مسلم، کتاب النکاح، باب استئذان الثیب فی النکاح بالنطق، حدیث: ۱۴۲۰۔

② مسند احمد (۶/ ۱۷۵)
صحیح بخاری، کتاب الادب، باب حق الجوار فی قرب الابواب، : ۶۰۲۰۔

③ صحیح بخاری، کتاب الادب، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم: "تربت یمینك": ۶۱۵۶۔
صحیح مسلم، کتاب الرضاع، باب تحریم الرضاعة من ماء الفحل، : ۱۴۴۵۔

④ سنن ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورة المومنون، حدیث: ۳۱۷۵...... سنن ابن ماجه، کتاب الزهد، باب التوقی علی العمل، حدیث: ۴۱۹۸...... مسند احمد (۶/ ۱۵۹)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کرتا ہے، اور جو اس کی ملاقات کو ناگوار سمجھتا ہے، اس کو بھی اس سے ملنا ناگوار ہوتا ہے۔'' عرض کی: ''یا رسول اللہ! ہم میں سے موت کو کوئی پسند نہیں کرتا ہے؟'' فرمایا: ''اس کا یہ مطلب نہیں۔ مطلب یہ ہے کہ مومن جب اللہ تعالیٰ کی رحمت، خوشنودی اور جنت کا حال سنتا ہے تو اس کا دل اللہ کا مشتاق ہو جاتا ہے، اللہ بھی اس کے آنے کا مشتاق رہتا ہے، اور کافر جب اللہ کے عذاب اور ناراضی کے واقعات کو سنتا ہے تو اس کو اللہ کے سامنے جانے سے نفرت ہوتی ہے، اللہ بھی اس سے نفرت رکھتا ہے۔ ①

اسی طرح سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بیسیوں سوالات اور مباحث احادیث میں مذکور ہیں، جو درحقیقت ان کے روزانہ تعلیم کے مختلف اسباق ہیں۔

ان موقعوں پر بھی جہاں بظاہر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی برہمی اور آزردگی کا اندیشہ ہوسکتا تھا، وہ سوال اور بحث ضرور کرتی تھیں اور درحقیقت خود آپ بھی اس کو برا نہیں مانتے تھے۔ ایک دفعہ آپ نے کسی بات پر آزردہ ہوکر ایلا کرلیا تھا، یعنی عہد فرمایا تھا کہ ایک مہینا تک ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے پاس نہ جائیں گے۔ چنانچہ ۲۹ دن تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک بالا خانہ پر تشریف فرما رہے۔ تمام ازواج رضی اللہ عنہن بے قرار تھیں۔ اتفاق سے مہینا ۲۹ دن کا تھا۔ آپ یکم کو یعنی تیسویں دن بالا خانہ سے اتر کر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے۔ یہ ایسا موقع تھا کہ جس کی خوشی میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو سب کچھ بھول جانا چاہیے تھا، اور پھر اس واقعہ پر نکتہ چینی بظاہر آپ کو دوبارہ آزردہ کرنا تھا۔ لیکن مزاج شناس نبوت ان سب پر خود نفس شریعت کی گرہ کشائی مقدم سمجھتی تھی۔ عرض کی: ''یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا تھا ایک ماہ تک ہمارے حجروں میں نہ آئیں گے، آپ ایک دن پہلے کیونکر تشریف لائے؟'' فرمایا: ''عائشہ! مہینا ۲۹ دن کا بھی ہوتا ہے۔'' ②

ایک مرتبہ ایک شخص نے خدمت نبوی میں حاضر ہونا چاہا، آپ نے فرمایا: ''آنے دو، وہ اپنے خاندان میں برا ہے۔'' جب وہ آکر بیٹھا تو آپ نے اس سے نہایت توجہ اور لطف ومحبت سے باتیں فرمائیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو تعجب ہوا۔ جب وہ اٹھ کر چلا گیا، تو عرض کی: ''یا رسول اللہ! آپ تو اس

① صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب من احب لقاء اللہ احب اللہ لقاءہ، ح: ۶۵۰۷۔
صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب من احب لقاء اللہ احب اللہ لقاءہ: ح ۲۶۸۴۔
② صحیح بخاری، کتاب المظالم، باب الغرفۃ والعلیۃ المشرفۃ، : ۲۴۶۸۔
صحیح مسلم، کتاب الطلاق، باب فی الایلاء، حدیث: ۱۴۷۹۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

کو اچھا نہیں جانتے تھے، لیکن جب وہ آیا تو آپ نے اس لطف و محبت سے گفتگو فرمائی؟'' ارشاد ہوا کہ ''عائشہ! بدترین آدمی وہ ہے جس کی بداخلاقی سے ڈر کر لوگ اس سے ملنا چھوڑ دیں۔''[1]

بادیہ عرب کے اجڈ بدوی اور دہقانی چونکہ بد احتیاط تھے اور شرائع اسلام سے ان کو پوری آگاہی نہ تھی، اس لیے آپ ﷺ ان کی چیز کھانے سے احتراز فرماتے تھے۔ ایک دفعہ ام سنبلہ نامی ایک گاؤں کی عورت آپ کے پاس تحفتاً دودھ لائی، آپ نے پی لیا۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ ساتھ تھے، انھوں نے بھی پیا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: ''یا رسول اللہ! آپ ان کی چیز کھانا پسند نہیں فرماتے تھے؟'' فرمایا کہ ''عائشہ! یہ وہ لوگ نہیں ہیں۔ ان کو تو جب بلایا جاتا ہے، آتے ہیں۔''[2] یعنی اسی سبب سے ان کو شریعت کے احکام معلوم ہیں۔

ایک دفعہ آپ نے فرمایا: ''اعتدال کے ساتھ کام کرو، لوگوں کو اپنے نزدیک کرو اور خوشخبری سناؤ کہ لوگوں کا عمل ان کو جنت میں نہ لے جائے گا (بلکہ رحمت الٰہی)۔'' سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہ آخری بات عجیب معلوم ہوئی، سمجھیں کہ جو لوگ معصوم ہیں وہ تو اس سے مستثنیٰ ہوں گے۔ پوچھا کہ یا رسول اللہ! آپ کو بھی نہیں؟ فرمایا: ''نہیں، لیکن یہ کہ اللہ اپنی مغفرت اور رحمت سے مجھے ڈھانک لے۔''[3]

ایک دفعہ نماز تہجد کے بعد بے وتر پڑھے آپ نے سونا چاہا۔ عرض کی: ''یا رسول اللہ! آپ وتر پڑھے بغیر سوتے ہیں؟'' ارشاد ہوا: ''عائشہ! میری آنکھیں سوتی ہیں لیکن میرا دل نہیں سوتا۔''[4] بظاہر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ سوال گستاخی معلوم ہوتی ہے، لیکن اگر وہ یہ نسائیانہ جرأت نہ کرتیں تو آج امت محمدیہ نبوت کی حقیقت سے ناآشنا رہتی۔

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الادب، باب ما یجوز من اغتیاب اھل الفساد والریب، ح: ۶۰۵۴
صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، باب مداراة من یتقی فحشه، : ۲۵۹۱۔

[2] مسند احمد (۶/ ۱۳۳)

[3] صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب القصد والمداومة علی العمل، حدیث: ۶۴۶۷
صحیح مسلم، کتاب صفات المنافقین، باب لن یدخل احد الجنة بعمله، حدیث: ۲۸۱۸۔

[4] صحیح بخاری، کتاب التهجد، باب قیام النبی ﷺ باللیل فی رمضان وغیره، ح: ۱۱۴۷
صحیح مسلم، کتاب صلاة المسافرین، باب صلاة اللیل وعدد رکعات النبی ﷺ، حدیث ۷۳۸۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ان سوالات اور مباحث کے علاوہ رسول اللہ ﷺ خود بھی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی ایک ایک ادا اور ایک ایک حرکت کی نگرانی کرتے، اور جہاں لغزش نظر آتی، ہدایت وتعلیم فرماتے۔ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں چند یہودی آئے اور بجائے "اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ" (تم پر سلامتی ہو) کے، زبان دبا کر "اَلسَّامُ عَلَيْكَ" (تم کو موت آئے) کہا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کے جواب میں صرف "وَعَلَيْكُمْ" (اور تم پر) فرمایا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سن رہی تھیں، وہ ضبط نہ کرسکیں، بولیں: "عَلَيْكُمُ السَّام وَاللَّعْنَة" (تم پر موت اور لعنت)۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "عائشہ! نرمی چاہیے۔ اللہ عزوجل ہر بات میں نرمی پسند کرتا ہے۔"①

ایک دفعہ کسی نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی کوئی چیز چرائی، زنانہ رسم کے مطابق انھوں نے اس کو بددعا دی۔ ارشاد ہوا: "لَا تُسَبِّخِي عَنْهُ"② یعنی بددعا دے کر اپنا ثواب اور اس کا گناہ کم نہ کرو۔

ایک بار وہ سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ ایک اونٹ پر سوار تھیں۔ اونٹ کچھ تیزی کرنے لگا۔ عام عورتوں کی طرح ان کی زبان سے فقرۂ لعنت نکل گیا۔ آپ نے حکم دیا کہ اونٹ کو واپس کردو، ملعون چیز ہمارے ساتھ نہیں رہ سکتی۔③ یہ گویا تعلیم تھی کہ جانور تک کو برا نہیں کہنا چاہیے۔

عام طور سے لوگ، اور خصوصاً عورتیں، معمولی گناہوں کی پروا نہیں کرتیں۔ آپ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف خطاب کر کے فرمایا:

((يَا عَائِشَةُ إِيَّاكِ وَمُحَقَّرَاتِ الذُّنُوبِ))

"عائشہ! معمولی گناہوں سے بچا کرو، اللہ کے ہاں ان کی بھی پرسش ہوگی۔"④

ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ سے کسی عورت کا حال بیان کر رہی تھیں، اثنائے گفتگو میں بولیں کہ وہ پست قد ہے۔ آپ نے فوراً ٹوکا کہ عائشہ! یہ بھی غیبت ہے۔⑤

---

① صحیح بخاری، کتاب الادب، باب الرفق فی الامر کله، حدیث: ۶۰۲۴۔
صحیح مسلم، کتاب السلام، باب النهی عن ابتداء اهل الکتاب بالسلام، ح: ۲۱۶۵۔

② مسند احمد (۶/ ۴۵)...... سنن ابی داود، کتاب الادب، باب فیمن دعا علی من ظلمه، حدیث: ۴۹۰۹۔ واسناده ضعیف۔ حبیب بن ابی ثابت راوی مدلس ہے اور سماع کی تصریح نہیں۔

③ مسند احمد (۶/ ۷۲)

④ مسند احمد (۶/ ۷۰)
سنن ابن ماجه، کتاب الزهد، باب ذکر الذنوب، حدیث: ۴۲۴۳۔

⑤ مسند احمد (۶/ ۲۰۶) وانظر الحدیث الآتی۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کسی قدر پست قد تھیں۔ ایک دن انھوں نے کہا: "یا رسول اللہ! بس کیجیے، صفیہ تو اتنی سی ہیں۔" (یعنی چھوٹے سے قد والی ہیں) آپ نے فرمایا: "تم نے ایسی بات کہی کہ اگر سمندر کے پانی میں بھی ملاؤ تو ملا سکتی ہو۔" یعنی یہ غیبت ایسی تلخ بات ہے کہ سمندر کے پانی میں ملا دی جائے تو کل پانی بدمزا ہو جائے۔ عرض کی: "یا رسول اللہ! میں نے تو ایک شخص کی نسبت واقعہ بیان کیا۔" فرمایا کہ "اگر مجھ کو اتنا اور اتنا بھی دیا جائے تو بھی یہ بیان نہ کروں۔" ① یعنی مجھ کو کسی قدر بھی لالچ دلائی جائے تو میں ایسی بات کسی کے متعلق نہ کہوں۔

ایک دفعہ کسی سائل نے سوال کیا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اشارہ کیا تو لونڈی ذرا سی چیز لے کر دینے چلی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "عائشہ! گن گن کر نہ دیا کرو، ورنہ اللہ تم کو بھی گن گن کر دے گا۔" ② دوسرے موقع پر فرمایا: "عائشہ! چھوارے کا ایک ٹکڑا بھی ہو تو وہی سائل کو دے کر آتش جہنم سے بچو۔ اسے بھوکا کھائے گا تو کچھ تو ہو گا۔ اور پیٹ بھرے گا اس سے کیا بھلا ہو گا۔" ③

ایک موقع پر آپ نے یہ دعا مانگی: "الٰہی! مجھے مسکین زندہ رکھ اور حالت مسکینی میں ہی موت دے اور مسکینوں ہی کے ساتھ قیامت میں اٹھا۔" سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی کہ "یہ کیوں؟ یا رسول اللہ!" فرمایا: "مسکین دولت مندوں سے چالیس سال پہلے جنت میں جائیں گے۔ اے عائشہ! کسی مسکین کو بے نیل مرام واپس نہ کرنا، گو چھوارے کا ایک ٹکڑا ہی کیوں نہ ہو۔ مسکینوں سے محبت رکھو اور ان کو اپنے پاس جگہ دیا کرو۔" ④

ان مختلف اخلاقی نصائح کے علاوہ نماز، دعا اور دینیات کی اکثر باتیں رسول اللہ ﷺ ان کو سکھایا کرتے تھے۔ وہ نہایت شوق سے ان کو سیکھا کرتی تھیں اور ہر ایک حکم کی شدت کے ساتھ پابندی کرتی تھیں۔ ⑤

---

① مسند احمد (۶/ ۱۸۹)...... سنن ابی داود، کتاب الادب، باب فی الغیبۃ، ح: ۴۸۷۵۔ سنن ترمذی، کتاب صفۃ القیامۃ، باب (۵۱)، حدیث: ۲۵۰۲۔

② سنن ابی داود، کتاب الزکاۃ، باب الشح، حدیث: ۱۷۰۰۔ مسند احمد (۶/ ۱۳۹۔۱۶۰) نحوہ۔

③ مسند احمد (۶/ ۷۹) ...... مجمع الزوائد (۳/ ۱۰۵)

④ سنن ترمذی، کتاب الزھد، باب ما جاء ان فقراء المہاجرین یدخلون الجنۃ...... ح: ۲۳۵۲ واسنادہ ضعیف۔ حارث بن نعمان راوی ضعیف ہے، البتہ اس کے کئی شواہد ہیں۔

⑤ مسند احمد (۶/ ۱۳۸، ۱۴۷، ۱۵۱)
سنن ابن ماجہ، کتاب الدعاء، باب الجوامع من الدعاء، حدیث: ۳۸۴۶۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

خانہ داری

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا جس گھر میں رخصت ہو کر آئی تھیں، وہ کوئی بلند اور عالی شان عمارت نہ تھی۔ بنی نجار کے محلّہ مسجد نبوی کے چاروں طرف چھوٹے چھوٹے متعدد حجرے تھے۔ انھی میں ایک حجرہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا مسکن تھا۔ یہ حجرہ مسجد کی شرقی جانب واقع تھا۔ [1] اس کا ایک دروازہ مسجد کے اندر مغرب رخ اس طرح واقع تھا کہ گویا مسجد نبوی اس کا صحن بن گئی تھی۔ رسول اللہ ﷺ اسی دروازہ سے ہو کر مسجد میں داخل ہوتے تھے۔ جب مسجد میں معتکف ہوتے تو سر مبارک حجرے کے اندر کر دیتے اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ان کے بالوں کے اندر کنگھا کر دیتیں۔ [2] کبھی مسجد میں بیٹھے بیٹھے حجرہ کے اندر ہاتھ بڑھا کر کوئی چیز مانگ لیتے۔ [3]

حجرہ کی وسعت چھ سات ہاتھ سے زیادہ نہ تھی۔ دیواریں مٹی کی تھیں اور کھجور کی پتیوں اور ٹہنیوں سے مسقف تھا اوپر سے کمبل ڈال دیا گیا تھا کہ بارش کی زد سے محفوظ رہے۔ بلندی اتنی تھی کہ آدمی کھڑا ہوتا تو ہاتھ چھت تک پہنچ جاتا۔ دروازہ میں ایک پٹ کا کواڑ تھا [4] لیکن وہ عمر بھر کبھی بند نہ ہوا، [5] پردہ کے طور پر ایک کمبل پڑا رہتا تھا۔ حجرہ سے متصل ایک بالاخانہ تھا، جس کو ''مشربہ'' کہتے تھے۔ ایلا کے ایام میں آپ نے اسی بالاخانہ پر ایک مہینا بسر فرمایا تھا۔ [6]

گھر کی کل کائنات ایک چارپائی، ایک چٹائی، ایک بستر، ایک تکیہ جس میں چھال بھری تھی، آٹا اور کھجور رکھنے کے ایک دو برتن، پانی کا ایک برتن اور پانی پینے کے ایک پیالہ سے زیادہ نہ تھی۔ [7]

---

[1] خلاصۃ الوفا باخبار دار المصطفیٰ، سمھودی، باب: ۴، فصل: ۴

[2] صحیح بخاری، کتاب الاعتکاف۔ باب الحائض ترجل رأس المعتکف، :۲۰۲۸۔
صحیح مسلم، کتاب الحیض، باب جواز غسل الحائض رأس زوجها، : ۲۹۷۔

[3] صحیح مسلم، کتاب الحیض، باب جواز غسل الحائض رأس زوجها، ح: ۲۹۸، ۲۹۹۔

[4] الادب المفرد بخاری (۴۵۵، ۴۵۶) ...... مسند احمد (۲۵۱۳۱) ...... سمھودی (باب:۴، فصل: ۴)

[5] سمھودی (باب:۴، فصل: ۴)

[6] صحیح بخاری، کتاب المظالم، باب الغرفة والعلية المشرفة، حدیث: ۲۴۶۸۔......
صحیح مسلم، کتاب الطلاق، باب فی الایلاء، حدیث: ۱۴۷۹۔
سنن ابی داود، کتاب الصلاة، باب الامام یصلی من قعود، حدیث: ۶۰۲۔

[7] احادیث میں مختلف موقعوں پر ان چیزوں کے نام آئے ہیں۔ دیکھو: صلوٰۃ اللیل و کتاب الحیض و کتاب الطهارة۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

مسکن مبارک گو منبع انوار تھا لیکن راتوں کو چراغ جلانا بھی صاحب مسکن کی استطاعت سے باہر تھا۔ ① کہتی ہیں کہ چالیس چالیس راتیں گزر جاتی تھیں اور گھر میں چراغ نہیں جلتا تھا۔ ②

گھر میں کل آدمی دو تھے: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور رسول اللہ ﷺ۔ کچھ دن کے بعد بریرہ (رضی اللہ عنہا) نامی ایک لونڈی کا بھی اضافہ ہو گیا تھا۔ ③ جب تک سیدہ عائشہ اور سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا صرف دو بیویاں رہیں، رسول اللہ ﷺ ایک روز بیچ دے کر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں شب باش ہوتے تھے۔ اس کے بعد جب اور ازواج رضی اللہ عنہن بھی اس شرف سے ممتاز ہوئیں تو سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا نے اپنی کبر سنی کے سبب اپنی باری سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو ایثاراً دے دی۔ اس بنا پر نو دن میں دو دن آپ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر مقیم رہتے۔

گھر کے کاروبار کے لیے بہت زیادہ اہتمام و انتظام کی ضرورت نہ تھی، کھانا پکنے کی بہت کم نوبت آتی تھی۔ خود سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ کبھی تین دن متصل ایسے نہیں گزرے کہ خاندان نبوت نے سیر ہو کر کھانا کھایا ہو۔ ④ فرماتی تھیں: ''گھر میں مہینا مہینا بھر آگ نہیں جلتی تھی۔ ⑤ چھوارے اور پانی پر گزارہ تھا۔'' ⑥ فتح خیبر کے بعد رسول اللہ ﷺ نے ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے سالانہ مصارف کے لیے وظائف مقرر کر دیے تھے، ⑦ اسّی وسق (بار شتر) چھوارا اور ۲۰ وسق

---

① صحیح بخاری، کتاب الصلاۃ، باب التطوع خلف المرأۃ، حدیث: ۵۱۳۔
صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، باب الاعتراض بین یدی المصلی، حدیث: ۲۷۲/ ۵۱۲۔

② مسند الطیالسی (۱۴۷۲) واسنادہ ضعیف۔ سند میں محمد بن ابی حمید راوی ضعیف ہے۔

③ صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب حدیث الافك، حدیث: ۴۱۴۱ و کتاب المکاتب، باب استعانۃ المکاتب، حدیث: ۲۵۶۳۔
صحیح مسلم، کتاب التوبۃ، باب فی حدیث الافك، حدیث: ۲۷۷۰۔

④ صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب کیف کان عیش النبی ﷺ واصحابہ، حدیث ۶۴۵۴...... صحیح مسلم، کتاب الزھد، باب الدنیا سجن للمؤمن، حدیث: ۲۹۷۰۔

⑤ مسند احمد (۶/ ۲۱۷، ۲۳۷)
صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب کیف کان عیش النبی ﷺ واصحابہ، حدیث: ۶۴۵۹، ۶۴۵۸۔ صحیح مسلم، کتاب الزھد، باب الدنیا سجن للمؤمن، حدیث: ۲۹۷۲۔

⑥ صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب کیف کان عیش النبی ﷺ واصحابہ، حدیث ۶۴۵۹، ۶۴۵۸۔ صحیح مسلم، کتاب الزھد، باب الدنیا سجن للمؤمن، حدیث: ۲۹۷۲۔

⑦ سنن ابی داود، کتاب الخراج، باب فی حکم ارض خیبر، حدیث: ۳۰۰۶۔ ۳۰۰۸۔
صحیح مسلم، کتاب المساقاۃ، باب المساقاۃ والمعاملۃ بجزء من الثمر والزرع، حدیث: ۲/ ۱۵۵۱۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جو، [1] لیکن ایثار و فیاضی کی بدولت سال بھر کے لیے یہ سامان کبھی کافی نہ ہوا۔

صحابہ رضی اللہ عنہم اپنی محبت سے تحفے اور ہدیے عموماً بھیجتے رہے، بالخصوص جس دن سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہاں قیام کی باری ہوتی، لوگ قصداً ہدیے بھیجا کرتے تھے۔ [2] اکثر ایسا ہوتا کہ آپ باہر سے تشریف لاتے اور دریافت فرماتے کہ ''عائشہ! کچھ ہے؟'' جواب دیتیں کہ ''یا رسول اللہ! نہیں'' اور پھر گھر بھر روزہ ہوتا۔ [3] کبھی بعض انصار دودھ بھیج دیا کرتے تھے، اسی پر قناعت کر لیتے۔ [4]

اس عقل و شعور کے باوجود جو فطرتاً فیاض قدرت کی طرح سے ان کو عطا ہوا تھا، کم سنی کی غفلت اور بھول چوک سے وہ بری نہ تھیں۔ گھر میں آٹا گوندھ کر رکھتیں اور بے خبر سو جاتیں۔ بکری آتی اور کھا جاتی۔ [5] ایک دن کا واقعہ ہے کہ انھوں نے اپنے ہاتھ سے آٹا پیسا، اس کی ٹکیاں پکائیں اور رسول اللہ ﷺ کی تشریف آوری کا انتظار کرنے لگیں۔ شب کا وقت تھا، آپ آئے تو نماز میں مشغول ہو گئے۔ ان کی آنکھ لگ گئی، [6] ایک پڑوسی کی بکری آئی اور سب کھا گئی۔ دوسری مسن عمر رسیدہ بیبیوں کے مقابلہ میں کھانا بھی اچھا نہیں پکاتی تھیں۔ [7]

رسول اللہ ﷺ کا خانگی انتظام سیدنا بلال رضی اللہ عنہ سے سپرد تھا۔ وہی سال بھر کا غلہ تقسیم کرتے تھے، ضرورت کے وقت باہر سے قرض لاتے تھے۔ [8] رسول اللہ ﷺ نے جب وفات پائی تو سارا

---

[1] مسلم، کتاب المساقاۃ، باب المساقاۃ والمعاملۃ بجزء من الثمر والزرع، ح: ۲/ ۱۵۵۱۔

[2] صحیح بخاری، کتاب الھبۃ، باب قبول الھدیۃ، حدیث: ۲۵۷۴۔
صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ، باب من فضائل عائشۃ رضی اللہ عنہا، حدیث: ۲۴۴۱۔

[3] مسند احمد (۶/ ۴۹)...... صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب جواز صوم النافلۃ بنیۃ من النھار، حدیث: ۱۱۵۴۔

[4] مسند احمد (۶/ ۲۴۴)...... صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب کیف کان عیش النبی ﷺ واصحابہ، حدیث: ۶۴۵۹۔...... صحیح مسلم، کتاب الزھد، باب الدنیا سجن للمؤمن، حدیث: ۲۸/ ۲۹۷۲۔ [5] بخاری، کتاب المغازی، باب حدیث الافک، ح: ۴۱۴۱۔
صحیح مسلم، کتاب التوبۃ، باب فی حدیث الافک، حدیث: ۲۷۷۰۔

[6] الادب المفرد للبخاری (۱۲۰) باب لا یوذی جارہ واسنادہ ضعیف جدًا۔ اس کی سند میں عمارۃ بن غراب اور عبدالرحمٰن بن زیاد افریقی دونوں راوی ضعیف ہیں۔

[7] سنن ابی داود، کتاب البیوع، باب فیمن افسد شیئا یعزم مثلہ، حدیث: ۳۵۶۸۔...... سنن نسائی، کتاب عشرۃ النساء، باب الغیرۃ، حدیث: ۳۴۰۹۔
مسند احمد (۶/ ۲۷۷) واسنادہ ضعیف۔ اس کی سند میں جسرہ بنت دجاجہ مجہول راویہ ہے۔

[8] سنن ابی داود، کتاب الخراج، باب فی الامام یقبل ھدایا المشرکین، حدیث: ۳۰۵۵۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

عرب مسخر ہو چکا تھا، اور تمام صوبوں سے بیت المال میں خزانے کے خزانے لدے چلے آتے تھے۔ تاہم جس دن رسول اللہ ﷺ نے وفات پائی، اس دن سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں ایک دن کے گزارے کا سامان بھی نہ تھا۔ ①

عہد صدیقی میں بدستور خیبر کی پیداوار سے مقررہ غلہ ملتا رہا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانے میں سب کے نقد وظائف مقرر کر دیے۔ دیگر ازواج رضی اللہ عنہن کو دس ہزار درہم سالانہ ملتا تھا لیکن سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بارہ ہزار پاتی تھیں۔ ② ایک روایت میں ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ میں اختیار دیا تھا کہ خواہ وہ غلہ لیں، خواہ زمین لے لیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے زمین لے لی، ③ لیکن اس رقم کا اکثر حصہ فقرا اور مساکین پر وقف (صرف) تھا۔ سیدنا عثمان، سیدنا علی اور سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں بھی غالباً یہی طریقہ قائم رہا۔ سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما جو سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بعد خلیفہ حجاز ہوئے، وہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بھانجے تھے، وہ خالہ کے تمام مصارف کے ذمہ دار تھے۔ لیکن جس دن بیت المال سے وظیفہ آتا، اسی دن شام کو گھر میں فاقہ ہوتا۔ ④

معاشرت ازدواجی

عورت کے متعلق مشرق و مغرب کا مذاق باہم نہایت مختلف ہے۔ مشرق میں عورت کی محبت دامن تقدس کا داغ ہے، وہ فقط ایوان عیش کی شمع دلفروز ہے، جس کی روشنی عزلت نشینان حریم قدس کے تنگ حجروں کو اور بھی تاریک کر دیتی ہے۔

دوسری طرف محبت کیش مغرب اس کو خدا سمجھتا ہے، یا خدا کے برابر جانتا ہے اور کہتا ہے کہ ''جو عورت کی مرضی، وہ اللہ کی مرضی۔'' یورپ کے نزدیک کسی مذہب کے معقول ہونے کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ اس نے عورت کا کیا درجہ قائم کیا ہے۔

اسلام کا صراط مستقیم افراط و تفریط کے وسط سے نکلا ہے۔ وہ نہ عورت کو خدا جانتا ہے نہ زندگی کی راہ کا کانٹا سمجھتا ہے۔ اس نے عورت کی بہترین تعریف یہ کی ہے کہ وہ مرد کے لیے اس کشمکش گاہ

---

① سنن ترمذی، كتاب صفة القيامة، باب (۳۱) حدیث: ۲۴۶۷۔

② مستدرك حاكم (۴/ ۷، ۸)...... طبقات ابن سعد (۸/ ۶۷)
مسند سعد للدورقی (۶۸)

③ صحیح بخاری، كتاب الحرث، باب المزارعة بالشطر ونحوه، حدیث: ۲۳۲۸۔
صحیح مسلم، كتاب المساقاة، باب المساقاة والمعاملة...... حدیث: ۲/ ۱۵۵۱۔

④ صحیح بخاری، كتاب المناقب، مناقب قريش، حدیث: ۳۵۰۵۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

عالم میں تسکین وتسلی کی روح ہے:

﴿ وَ مِنْ اٰيٰتِهٖۤ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْۤا اِلَيْهَا وَ جَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّ رَحْمَةً ﴾ (روم: ۳۰/ ۲۱)

''اور اس کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ ہے کہ اس نے خود تمھاری جنس سے تمھاری بیویاں پیدا کیں کہ تم ان کے پاس پہنچ کر تسلی (سکون) پاؤ، اور اسی نے تم دونوں کے درمیان لطف ومحبت پیدا کیا۔''

بہر حال اس موقع پر یہ بحث مقصود نہیں کہ اسلام میں عورت کا کیا درجہ ہے اور اس کے کیا حقوق ہیں۔ یہاں ہم کو صرف یہ دکھانا ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی خانگی زندگی میں عملاً ازدواجی زندگی کا کیا حال تھا۔

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

((خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِاَهْلِهٖ وَ اَنَا خَيْرُكُمْ لِاَهْلِيْ)) [1]

''تم میں اچھا وہ ہے جو اپنی بیوی کے لیے سب سے اچھا ہے، اور میں اپنی بیویوں کے لیے تم سب سے اچھا ہوں۔''

اس کی عملی تصدیق اس سے ہوگی کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی ازدواجی زندگی نو برس تک قائم رہی لیکن اس طویل مدت میں واقعہ ایلا کے سوا کوئی واقعہ باہمی غیر معمولی کشیدگی کا پیش نہیں آیا، ہمیشہ لطف ومحبت اور باہمی ہمدردی وخلوص کی معاشرت قائم رہی۔ خصوصاً جب یہ تصور کیا جائے کہ خاندان نبوت کی دنیوی زندگی کس عسرت اور فقر وفاقہ سے گزری تھی تو اس لطف ومحبت کی قدر اور زیادہ بڑھ جاتی ہے۔

بیوی سے محبت

رسول اللہ ﷺ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے نہایت محبت رکھتے تھے اور یہ تمام صحابہ کو معلوم تھا۔ چنانچہ لوگ قصداً اسی روز ہدیے اور تحفے بھیجتے تھے جس روز سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہاں قیام کی باری ہوتی۔ [2] اور ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو اس کا ملال ہوتا، لیکن کوئی ٹوکنے کی ہمت نہیں کرتا تھا۔ آخر

---

[1] سنن ترمذی، کتاب المناقب، باب فضل الزواج النبی ﷺ، حدیث: ۳۸۹۵۔ سنن ابن ماجہ، کتاب النکاح، باب حسن معاشرۃ النساء، حدیث: ۱۹۷۷۔

[2] صحیح بخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی ﷺ، باب فضل عائشۃ رضی اللہ عنہا، ح: ۳۷۷۵۔ صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ، باب فی فضائل عائشۃ ام المومنین رضی اللہ عنہا، ح: ۲۴۴۱

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سب نے مل کر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو آمادہ کیا۔ وہ پیام لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''لختِ جگر! جس کو میں چاہوں، اس کو تم نہیں چاہو گی؟'' سیدۂ عالم کے لیے اتنا ہی کافی تھا، وہ واپس چلی آئیں۔ ازواج نے پھر بھیجنا چاہا مگر وہ راضی نہ ہوئیں۔ ① آخر لوگوں نے سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو بیچ میں ڈالا۔ وہ نہایت سنجیدہ اور متین خاتون تھیں۔ انھوں نے موقع پا کر متانت اور سنجیدگی کے ساتھ درخواست پیش کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ام سلمہ! مجھ کو عائشہ کے معاملے میں دق نہ کرو، کیونکہ عائشہ کے علاوہ کسی اور بیوی کے لحاف میں مجھ پر وحی نازل نہیں ہوئی۔'' ②

ایک دفعہ کہیں سے کوئی ہار آیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یہ میں اس کو دوں گا جو دنیا میں مجھ کو سب سے زیادہ محبوب ہوگا۔'' سب نے کہا: یہ ابن ابی قحافہ کی بیٹی (سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا) کے ہاتھ لگا۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک و خالص محبت رنگین لباسوں اور طلائی زیوروں کے پردہ میں کبھی نہیں ظاہر ہوئی۔ اس لیے آپ نے وہ ہار اپنی کمسن نواسی سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی صاحبزادی سیدہ امامہ رضی اللہ عنہا کو عنایت فرمایا۔ ③

سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ جب غزوۂ سلاسل سے واپس آئے، تو دریافت کیا کہ یا رسول اللہ! آپ دنیا میں سب سے زیادہ کس کو محبوب رکھتے ہیں؟ ارشاد ہوا کہ 'عائشہ کو' عرض کی: ''یا رسول اللہ! مردوں کی نسبت سوال ہے۔'' فرمایا: ''عائشہ کے باپ کو'۔ ④ ایک دن سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کو سمجھایا کہ تم عائشہ (رضی اللہ عنہا) کی ریس نہ کیا کرو،

---

① صحیح بخاری، کتاب الھبة، باب من اھدی الی صاحبه، حدیث: ۲۵۸۱۔
صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب فی فضائل عائشة ام المومنین، ح: ۲۴۴۲۔

② صحیح بخاری، کتاب الھبة، باب من اھدی الی صاحبه، حدیث: ۲۵۸۱۔
صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب فی فضائل عائشة ام المومنین رضی اللہ عنہا، حدیث: ۲۴۴۲...... سنن نسائی، حب الرجل بعض نساءه۔

③ مسند احمد (۶/ ۱۰۱) واسناده ضعیف۔ سند میں علی بن زید بن جدعان راوی ضعیف ہے۔

④ صحیح بخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم: "لو کنت متخذا خلیلًا" حدیث: ۳۶۶۲۔
صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ، حدیث: ۲۳۸۴۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

وہ تو رسول اللہ ﷺ کو محبوب ہے۔ ①

ایک دفعہ ایک سفر میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی سواری کا اونٹ بدک گیا اور ان کو لے کر ایک طرف کو بھاگا۔ رسول اللہ ﷺ اس قدر بے قرار ہوئے کہ بے اختیار زبان مبارک سے نکل گیا: وَاعُرُوْسَاهُ ② ''ہائے! میری دلھن۔''

ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ باہر سے تشریف لائے، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے سر میں درد تھا، اس لیے کراہ رہی تھیں۔ آپ نے فرمایا: ''ہائے! میرا سر!!'' اسی وقت رسول اللہ ﷺ کی بیماری شروع ہوئی، اور یہی آپ کا مرض الموت تھا۔ ③ مرض الموت میں بار بار دریافت فرماتے تھے کہ آج کون سا دن ہے؟ لوگ سمجھ گئے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی باری کا انتظار ہے۔ ④ چنانچہ آپ کو لوگ ان کے حجرے میں لے گئے اور آپ تا وفات وہیں مقیم رہے، اور وہیں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے زانو پر سر رکھے ہوئے وفات پائی۔ ⑤

فرمایا کرتے تھے کہ ''الٰہی! جو چیز میرے امکان میں ہے (یعنی بیویوں میں معاشرت اور لین دین کی برابری)، میں اس عدل سے باز نہیں آتا، لیکن جو میرے امکان سے باہر ہے (یعنی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی قدر و محبت)، اس کو معاف کرنا۔'' ⑥

عام لوگ سمجھتے ہیں کہ آپ ﷺ کو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے محبت حسن و جمال کی بنا پر تھی، حالانکہ یہ قطعاً غلط ہے۔ ازواج مطہرات میں سیدہ زینب، سیدہ جویریہ اور سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہن بھی حسین تھیں، ان کے محاسن ظاہری کی تعریف احادیث اور تاریخ و سیر کی کتابوں میں موجود ہے۔ اسی کے ساتھ کمسن

---

① صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب حب الرجل بعض نسائه افضل من بعض، حدیث: ۵۲۱۸۔..... صحیح مسلم، کتاب الطلاق، باب فی الایلاء، حدیث: ۱۴۷۹۔

② مسند احمد (۶/ ۲۴۸)

③ صحیح بخاری، کتاب المرضی، باب ما رخص للمریض ان یقول انی وجع، ح: ۵۶۶۶۔

④ صحیح بخاری، کتاب المغازی، کتاب مرض النبی ﷺ ووفاته، حدیث: ۴۴۵۰۔..... صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب فضائل عائشة ام المومنین رضی اللہ عنہا، ح: ۲۴۴۳۔

⑤ صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب مرض النبی ﷺ ووفاته، حدیث: ۴۴۴۶..... صحیح مسلم، کتاب الصلاة، باب استخلاف الامام اذا عرض له عذر، ح: ۹۱/ ۴۱۸۔

⑥ سنن ابی داود، کتاب النکاح، باب فی القسم بین النساء، حدیث: ۲۱۳۴۔ سنن ترمذی، کتاب النکاح، باب ما جاء فی التسویة بین الضرائر، حدیث: ۱۱۴۰۔..... سنن نسائی، کتاب عشرة النساء، باب میل الرجل الی بعض نسائه، حدیث: ۳۳۹۵۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

اور گویا کنواری بھی تھیں۔ ① لیکن حسن و جمال کی حیثیت سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق ایک دو موقع کے سوا حدیث و تاریخ و سیر میں ایک حرف بھی مذکور نہیں۔ ایک مستثنیٰ موقع یہ ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا سے کہا تھا کہ "تم عائشہ (رضی اللہ عنہا) کی ریس نہ کرو، کہ وہ تم سے خوبصورت ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیاری ہے۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا یہ فقرہ سنا تو تبسم فرمایا۔ ② بہرحال اس سے صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا پر ترجیح رکھتی تھیں۔

اصل یہ ہے کہ خود سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا راوی ہیں، ③ اور صحیح مسلم وابوداود (کتاب النکاح) میں سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

"شادی کے لیے عورت کا انتخاب چار اوصاف کی بنا پر ہوسکتا ہے: دولت، حسن و جمال، حسب ونسب، اور دینداری۔ تم دیندار عورت کی تلاش کرو۔" ④

اس لیے ازواج میں وہی زیادہ منظور نظر ہوتیں جن سے دین کی خدمت سب سے زیادہ بن آسکتی تھی۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فہم مسائل، اجتہاد فکر اور حفظ احکام میں تمام ازواج سے ممتاز تھیں، اس بنا پر شوہر کی نظر میں سب سے زیادہ محبوب تھیں۔ امام ابن حزم رحمہ اللہ نے "الملل و النحل" میں اس مبحث کو نہایت تفصیل کے ساتھ لکھا ہے اور اس نتیجہ کو بدلائل ثابت کیا ہے۔ ⑤ صحاح میں مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((كَمُلَ مِنَ الرِّجَالِ كَثِيرٌ وَلَمْ يَكْمُلْ مِنَ النِّسَاءِ غَيْرَ مَرْيَمُ بِنْتُ عِمْرَانَ وَ آسِيَةُ اِمْرَأَةُ فِرْعَوْنَ وَاِنَّ فَضْلَ عَائِشَةَ عَلَى النِّسَاءِ كَفَضْلِ الثَّرِيدِ

---

① سنن ابن ماجه، كتاب النكاح، باب القسمة بين النساء، حديث: ۱۹۷۱۔
زرقانی وغیرہ کتب سیر میں ان کی عمر اور حالات دیکھو۔

② صحيح بخاری، كتاب النكاح، باب موعظة الرجل ابنته بحال زوجها، حديث: ۵۱۹۱۔......
صحيح مسلم، كتاب الطلاق، باب فی الايلاء، حديث: ۱۴۷۹ مطولاً۔

③ مسند احمد (۶/ ۱۵۲)

④ صحيح بخاری، كتاب النكاح، باب الاكفاء فی الدين، حديث: ۵۰۹۰۔
صحيح مسلم، كتاب الرضاع، باب استحباب نكاح ذات الدين، حديث: ۱۴۶۶۔....
سنن ابی داود (۲۰۴۷)

⑤ الملل والنحل، بحث افضلیت صحابة

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

عَلٰی سَائِرِ الطَّعَامِ)) ①

''مردوں میں تو بہت کامل گزرے لیکن مریم بنت عمران اور آسیہ زوجہ فرعون کے سوا عورتوں میں کوئی کامل نہ ہوئی۔ اور عائشہ کو عورتوں پر اسی طرح فضیلت ہے جس طرح ثرید کو تمام کھانوں پر۔''

اس حدیث سے معلوم ہو سکتا ہے کہ اس محبت اور قدر و منزلت کا باعث کیا تھا، ظاہری حسن و جمال یا باطنی فضل و کمال۔ باطنی کمالات میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بعد سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا درجہ تھا، اس لیے وہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو محبوب تھیں، حالانکہ عمر کے لحاظ سے وہ مسن (عمر رسیدہ) تھیں۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا ۶۵ برس کی ہو کر فوت ہوئیں، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں ان کی محبت ② اس شدت سے قائم رہی کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو بھی اس پر رشک آتا تھا۔ چنانچہ ایک بار سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے برے (ناپسندیدہ) طریقے سے ان کا نام لیا تو آپ نے برہمی ظاہر فرمائی۔ ③

شوہر سے محبت

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ صرف شدید محبت تھی بلکہ شغف و عشق تھا۔ اس محبت کا کوئی اور دعویٰ کرتا تو ان کو ملال ہوتا تھا۔ چنانچہ باہم ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں اس کا بڑا خیال تھا، تفصیل آگے آتی ہے۔ کبھی راتوں کو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیدار ہوتیں اور آپ کو پہلو میں نہ پاتیں تو بے قرار ہو جاتیں۔ ایک دفعہ شب کو آنکھ کھلی تو آپ کو نہ پایا۔ اس وقت راتوں کو گھروں میں چراغ نہیں ④ جلتے تھے، ادھر ادھر ٹٹولنے لگیں۔ آخر ایک جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قدم مبارک ملا، دیکھا تو

---

① صحیح بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب قول اللہ تعالیٰ: (وضرب اللہ مثلا للذین امنوا......)، حدیث: ۳۴۱۱...... صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ، باب من فضائل خدیجۃ رضی اللہ عنہا، حدیث: ۲۴۳۱۔

② صحیح بخاری، کتاب مناقب الانصار، باب تزویج النبی صلی اللہ علیہ وسلم خدیجۃ وفضلھا رضی اللہ عنہا، حدیث: ۸۱۸ ونحوہ۔...... صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ، باب من فضائل خدیجۃ رضی اللہ عنہا، حدیث: ۷۵/ ۲۴۳۵۔

③ صحیح بخاری، کتاب مناقب الانصار، باب تزویج النبی صلی اللہ علیہ وسلم خدیجۃ وفضلھا رضی اللہ عنہا، حدیث: ۳۸۱۶۔ ۳۸۱۸۔...... صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ، باب من فضائل خدیجۃ رضی اللہ عنہا، حدیث: ۲۴۳۵۔

④ صحیح بخاری، کتاب الصلاۃ، باب التطوع خلف المرأۃ، حدیث: ۵۱۳۔
صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، باب الاعتراض بین یدی المصلی، حدیث: ۲۷۲/ ۵۱۲۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

آپ سر بسجود مناجات الٰہی میں مصروف ہیں۔ [1] ایک دفعہ اور یہی واقعہ پیش آیا تو شک سے خیال کیا کہ شاید آپ کسی دوسری بیوی کے ہاں تشریف لے گئے ہیں، اٹھ کر ادھر ادھر دیکھنے لگیں۔ دیکھا تو آپ تسبیح وتہلیل میں مصروف ہیں۔ اپنے قصور پر نادم ہوئیں اور بے اختیار زبان سے نکل گیا:

"میرے ماں باپ آپ پر قربان!...... میں کس خیال میں کھو گئی ہوں اور آپ کس عالم میں ہیں۔" [2]

ایک شب کا اور واقعہ ہے کہ آنکھ کھلی تو رسول اللہ ﷺ کو اپنے پاس نہ پایا۔ شب کا نصف حصہ گزر چکا تھا، ادھر ادھر ڈھونڈا، لیکن محبوب کا جلوہ نظر نہیں آیا۔ آخر تلاش کرتی ہوئی قبرستان جا پہنچیں، دیکھا تو آپ دعا واستغفار میں مشغول ہیں۔ الٹے پاؤں واپس لوٹ آئیں اور صبح کو آپ کے سامنے یہ واقعہ بیان کیا۔ آپ نے فرمایا: "ہاں! رات کوئی کالی کالی چیز میرے سامنے جاتی معلوم ہوتی تھی، وہ تم ہی تھیں؟" [3]

ایک سفر میں سیدہ عائشہ اور سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہما دونوں آپ کے ساتھ تھیں۔ رات کو بلا ناغہ آپ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے محمل میں تشریف لاتے اور جب تک قافلہ چلا کرتا ان سے خوشگوار موڑ میں باتیں کیا کرتے۔ ایک دن سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے کہا: "لاؤ ہم دونوں اپنا اپنا اونٹ بدل لیں۔" رات ہوئی تو حسب معمول آپ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے محمل میں تشریف لائے۔ دیکھا تو سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا تھیں۔ آپ سلام کر کے بیٹھ گئے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا تشریف آوری کی منتظر تھیں۔ جب قافلہ نے پڑاؤ ڈالا تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے ضبط نہ ہو سکا، محمل سے اتر پڑیں، دونوں پاؤں گھاس پر رکھ دیے اور بولیں:

"اے اللہ! میں ان کو تو کچھ نہیں کہہ سکتی، تو کوئی بچھو یا سانپ بھیج جو مجھ کو آ کر ڈس لے۔" [4]

---

[1] موطا امام مالک (۱/ ۲۱۴)، کتاب القرآن، باب ما جاء فی الدعاء، حدیث: ۳۱۔
صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، باب ما یقال فی الرکوع، حدیث: ۲۲۲/ ۴۸۶۔

[2] صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، باب ما یقال فی الرکوع، حدیث: ۴۸۵۔
سنن نسائی، کتاب عشرۃ النساء، باب الغیرۃ، حدیث: ۳۴۴۱ و باب الدعا فی السجود۔

[3] صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب ما یقال عند دخول القبور، حدیث: ۹۷۴۔
حدیث کی مختلف کتابوں میں کسی قدر اختلاف ہے مگر مقصد ایک ہے۔ صحاح میں باب زیارۃ القبور دیکھیے: خصوصاً نسائی، باب الاستغفار للمؤمنین و باب الغیرہ۔

[4] صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب القرعۃ بین النساء اذا اراد سفرا، حدیث: ۵۲۱۱۔
صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ، فی فضائل عائشۃ ام المومنین رضی اللہ عنہا، ح: ۲۴۴۵۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

دیکھو! اس فقرہ میں کس قدر نسوانی خصوصیات کی جھلک ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایلا کر لیا تھا، یعنی عہد کر لیا تھا کہ ایک مہینا تک ازواج مطہرات کے پاس نہ آئیں گے۔ باہر حجرہ سے متصل سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا ایک مردانہ بالا خانہ تھا، وہیں آقا علیہ السلام قیام فرما تھے۔ تمام بیبیاں گریہ وزاری میں مصروف تھیں [1] اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلافِ مرضی وہاں جا بھی نہیں سکتی تھیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ حال تھا کہ مہینا گزرنے کے انتظار میں ایک ایک دن گنتی تھیں۔ [2] مہینا جب ختم ہوا تو سب سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم انھی کے کمرے میں تشریف لائے۔

چونکہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں مختلف درجوں کی عورتیں تھیں، بعض امرا اور رئیس گھرانوں کی بیٹیاں تھیں اور وہ اس طرح فقیرانہ زندگی بسر کرنے پر راضی نہ تھیں، اس بنا پر تخییر کی آیت نازل ہوئی، کہ جو چاہے اس شرف کو قبول کرے اور جو چاہے خانۂ نبوت سے الگ ہو جائے۔ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں کون سی ایسی بدقسمت تھی جو کنارہ کشی پسند کرتی، سب نے بخوشی اسی زندگی کو ترجیح دی۔ لیکن سب سے پہلے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ہی ابتدا کی اور فضل تقدیم کے لیے منع کر دیا کہ یا رسول اللہ! میرا جواب کسی کو نہ بتائیے گا۔ [3] اس فقرہ میں نسوانی فطرت کی جھلک نمایاں ہے۔

اسی کشمکش کے آخر زمانہ میں ارجا کی آیت نازل ہوئی، یعنی جس بیوی کو آپ چاہیں رکھیں اور جس کو چاہیں الگ کریں۔ گو آپ نے اپنے فطری رحم و مروت کی بنا پر کسی کو الگ کرنا گوارا نہ فرمایا، لیکن یہ اختیار بہر حال حاصل ہو چکا تھا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہا کرتی تھیں: ''یا رسول اللہ! اگر یہ اختیار مجھ کو عطا ہوا ہوتا تو میں اس شرف میں کسی اور کو ترجیح نہیں دیتی۔'' [4]

غزوۂ موتہ میں سیدنا جعفر طیار رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر آئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت ملال ہوا۔ اسلام میں نوحہ ممنوع ہے۔ ایک صاحب نے آکر اطلاع دی کہ سیدنا جعفر رضی اللہ عنہ کے ہاں عورتیں نوحہ

---

[1] صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب هجرة النبی صلی اللہ علیہ وسلم نساءه فی غیر بیوتهن، حدیث: ۵۲۰۳۔

[2] صحیح بخاری، کتاب المظالم، باب الغرفة والعلیة المشرفة، حدیث: ۲۴۶۸۔......
صحیح مسلم، کتاب الطلاق، باب فی الایلاء، حدیث: ۳۵/ ۱۴۷۵۔

[3] صحیح مسلم، کتاب الطلاق، باب فی الایلاء، حدیث: ۳۵/ ۱۴۷۵۔

[4] صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورة الاحزاب، باب قوله: (ترجی من تشاء منهن......)، حدیث: ۴۷۸۹۔......
صحیح مسلم، کتاب الطلاق، باب بیان ان تخییره امرأته...... حدیث، ۱۴۷۶۔
مسند احمد (۶/ ۷۶)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

کررہی ہیں۔ آپ نے فرمایا: ''منع کردو۔'' وہ گئے اور واپس آئے۔ کہا ''نہیں مانتیں۔'' آپؐ نے فرمایا: '' ان کے منہ میں خاک ڈال دو۔'' وہ پھر گئے اور واپس آکر کچھ کہنے لگے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا دروازہ کی درز سے دیکھ رہی تھیں اور بے قرار ہورہی تھیں' کہ نہ یہ صاحب جو آپ کہتے وہ کرتے ہیں اور نہ آپ کی جان چھوڑ کر جاتے ہیں۔[1] آپؐ اکثر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے زانو پر سر رکھے سو جاتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دفعہ اسی طرح آرام فرمارہے تھے کہ ایک خاص سبب سے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ غصہ میں اندر تشریف لائے اور بیٹی کے پہلو میں سیٹھ کر لگائی۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں صرف اس خیال سے نہیں ہلی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خواب راحت میں خلل واقع ہوگا۔[2]

بیوی کی مدارات

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی انسانی معاشرت کے لیے نمونہ تھی۔ اس بنا پر صرف اس تعلیم کے لیے کہ شوہر کو اپنی بیوی کی خوشنودی کی کس طرح کوشش کرنی چاہیے، آپ کبھی کبھی ان کے ساتھ غیر معمولی انبساط کے ساتھ پیش آتے تھے۔ چنانچہ اوپر گزر چکا ہے کہ آپ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے کھیل کود پر بھی مسرت ظاہر فرماتے تھے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک انصاری لڑکی کی پرورش کی تھی، اس کی شادی ہونے لگی تو اس تقریب کو معمولی سادگی کے ساتھ انجام دینے لگیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم باہر سے تشریف لائے تو فرمایا: ''عائشہ! گیت اور راگ تو ہے نہیں۔''[3]

ایک دفعہ عید کا دن تھا، حبشی عید کی خوشی میں نیزے ہلا ہلا کر پہلوانی کے کرتب دکھا رہے تھے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ تماشا دیکھنا چاہا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم آگے اور وہ پیچھے کھڑی ہوگئیں، اور جب تک وہ خود تھک کر نہ ہٹ گئیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم برابر اوٹ کیے کھڑے رہے۔[4]

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب ما ینھی من النوح والبکاء، حدیث: ۱۳۰۵، ۱۲۹۹۔
صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب التشدید فی النیاحة، حدیث: ۹۳۵۔

[2] صحیح بخاری، کتاب التیمم، باب (۱)، حدیث: ۳۳۴۔
صحیح مسلم، کتاب الحیض، باب التیمم، حدیث: ۳۶۷۔

[3] مسند احمد (۶/ ۲۶۹) واللفظ له۔۔۔۔۔۔ صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب النسوة التی یھدین المرأة۔۔۔۔۔۔، حدیث: ۵۱۶۲ بمعناہ۔

[4] صحیح بخاری، کتاب العیدین، باب الحراب والدرق یوم العید، حدیث: ۹۵۰۔۔۔۔۔۔
صحیح مسلم، کتاب صلاة العیدین، باب الرخصة فی اللعب الذی لا معصیة فیه۔۔۔۔۔۔، حدیث: ۱۹/ ۸۹۲۔

www.KitaboSunnat.com

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ایک دفعہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ بڑھ کر بول رہی تھیں۔ اتفاق سے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ آ گئے۔ انھوں نے یہ گستاخی دیکھی تو اس قدر برہم ہوئے کہ بیٹی کو مارنے کے لیے ہاتھ اٹھایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوراً آڑے آ گئے۔ جب سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ چلے گئے، تو فرمایا: ''کہو! میں نے تم کو کیسا بچایا۔'' [1]

ایک دفعہ ایک لونڈی کو لیے ہوئے آپؐ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے۔ پھر پوچھا کہ تم اس کو پہچانتی ہو؟ عرض کی: ''نہیں یارسول اللہ!'' فرمایا کہ فلاں شخص کی لونڈی ہے، تم اس کا گانا سننا چاہتی ہو؟ انھوں نے اپنی مرضی ظاہر کی تو وہ تھوڑی دیر تک گاتی رہی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گانا سن کر فرمایا: ''اس کے نتھنوں میں شیطان باجا بجاتا ہے۔'' یعنی اس قسم کے گانے کو آپ نے بذاتہ مکروہ سمجھا۔ [2]

دل بہلانا

کبھی کبھی دل بہلانے کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کہانی بھی کہا کرتے تھے۔ ایک دفعہ اثنائے گفتگو میں خرافہ کا نام آیا، پوچھا: ''خرافہ کو جانتی ہو، کون تھا؟ قبیلہ عذرہ کا ایک آدمی تھا، اس کو جن اٹھا کر لے گئے، وہاں اس نے جو بڑے بڑے عجائبات دیکھے تھے، واپس آ کر ان کو لوگوں سے بیان کیا تھا۔ اس بنا پر جب کوئی عجیب بات اب لوگ سنتے ہیں، تو کہتے ہیں: یہ خرافہ کی بات ہے۔'' [3] (ہماری زبان میں اسی کی جمع خرافات مستعمل ہے۔)

ایک دفعہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہانی کہنی شروع کی۔ [4] اس کہانی میں عبارت کی جو خوبی ہے اس کا بیان تو کہیں اور آئے گا، یہاں صرف نفس قصہ کا ترجمہ کیا جاتا ہے کہ عرب کا مذاق قائم رہے:

[1] سنن ابی داود، کتاب الادب، باب ما جاء فی المزاح، حدیث: ۴۹۹۹ واسنادہ ضعیف۔ اس کی سند میں ابواسحاق راوی مدلس ہے اور سماع کی صراحت نہیں ہے۔

[2] مسند احمد (۳/ ۴۴۹)...... سنن کبریٰ نسائی (۸۹۶۰)...... معجم کبیر طبرانی (۶۶۸۶)

[3] مسند احمد (۶/ ۱۵۷)...... شمائل ترمذی (۲۵۳)...... مسند ابی یعلی (۴۴۴۲)، واسنادہ ضعیف۔ اس کی سند میں مجالد بن سعید راوی ضعیف ہے۔

[4] صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب حسن المعاشرۃ مع الاھل، حدیث: ۵۱۸۹...... صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ، باب فضائل عائشۃ ام المومنین رضی اللہ عنہا، ح: ۲۴۴۸۔ نسائی نے یہ کہانی خود نبی کی طرف منسوب کی ہے۔ سنن کبریٰ نسائی (۹۱۳۷) موقوفًا (۹۱۳۹) مرفوعًا لیکن یہ روایت صرف یہاں تک ہے کہ ''جیسا ابوزرع، ام زرع کے لیے''، اس سے اگلے الفاظ اس میں نہیں ہیں۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

''ایک دن گیارہ سہیلیاں ایک جگہ مل کر بیٹھی تھیں۔ باہم طے پایا کہ ہر ایک اپنے اپنے شوہر کا حال بے کم و کاست کہہ سنائے۔ پہلی بولی کہ میرا شوہر اونٹ کا وہ گوشت ہے جو کسی پہاڑ پر رکھا ہو۔ نہ میدان ہے کہ کوئی وہاں تک پہنچ جائے اور نہ گوشت ہی اچھا ہے کہ اس کو کوئی اٹھا لے جائے۔ دوسری نے کہا: میں اپنے شوہر کا حال نہیں بیان کروں گی۔ اگر بیان کروں تو اس قدر لمبا ہے کہ ڈر ہے کہ کچھ چھوڑ نہ دوں اور اندر باہر کا سب حال نہ کہہ دوں۔ تیسری نے کہا: میرا شوہر بڑا سخت ہے، بولوں تو طلاق پا جاؤں اور چپ رہوں تو سمجھو کہ بیاہی ہوں نہ بن بیاہی۔ چوتھی بولی: میرا شوہر حجاز کی رات ہے، نہ گرم نہ سرد، نہ ڈر ہے نہ ملال۔ پانچویں نے کہا: میرا شوہر گھر آتا ہے تو چیتا بن جاتا ہے، باہر جاتا ہے تو شیر ہو جاتا ہے۔ جو وعدہ کرے اس میں پھر پوچھنے کی حاجت نہیں۔ چھٹی نے کہا: میرا شوہر ساتھ کھاتا ہے تو اکیلا سب چٹ کر جاتا ہے، پیتا ہے تو سب سڑپ جاتا ہے، لیٹتا ہے تو سب خود اوڑھ لیتا ہے، کبھی دریافت حال کے لیے ہاتھ اندر نہیں کرتا۔ ساتویں بولی: میرا شوہر بے وقوف اور نامرد ہے۔ کبھی سر پھوڑ دے، کبھی کچھ توڑ دے۔ آٹھویں نے کہا: میرا شوہر چھونے میں خرگوش (نرم و گداز) اور سونگھنے میں کوسم ہے۔ نویں نے کہا: میرے شوہر کا بڑا مکان ہے، امیر ہے، اس کی تلوار کا پرتلا لمبا ہے (بلند و بالا ہے)، اس کے چولھے میں راکھ کا ڈھیر [1] ہوتا ہے۔ (فیاض ہے)۔ دسویں نے کہا: میرا شوہر مالک ہے، اور تم مالک کو کیا سمجھیں؟ وہ ان سب سے بہتر ہے۔ اس کے اونٹوں کا بڑا گلہ ہے، وہ گھر میں پڑے رہتے ہیں، چرنے کو نہیں جاتے۔ [2] باجے کی آواز سن لیں تو سمجھ جائیں کہ موت کا دن آ گیا۔ [3] گیارھویں نے اپنی بڑی لمبی کہانی شروع کی: میرے شوہر کا نام ابوزرع ہے، تم ابوزرع کو کیا سمجھیں؟ اس نے زیوروں سے میرے کان اور چربی سے میرے بازو بھر دیے، مسرت سے میرا دل خوش کر دیا، بکری والوں کے گھرانے میں مجھے پایا لیکن ہنہنانے والے گھوڑوں، بلبلانے والے اونٹوں، غلہ ملنے والوں اور پھٹکنے والے مزدوروں میں لا کر مجھے رکھ دیا۔ بولتی ہوں تو کوئی برا نہیں کہتا،

---

[1] عرب میں یہ فیاضی کے بیان کا طریقہ ہے۔

[2] اس خیال سے کہ اللہ جانے مہمان کس وقت آ جائے اور ان کے ذبح کرنے کی ضرورت پڑے۔

[3] یعنی کوئی تقریب ہے، اس میں ذبح ہونا ہوگا۔ صحیح بخاری، باب حسن المعاشرۃ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سوتی ہوں تو صبح کر دیتی ہوں، پیتی ہوں تو سب پی جاتی ہوں۔ ام ابی زرع، ام ابی زرع کیسی ہے؟ اس کے کپڑوں کی گٹھڑی بھاری اور اس کے رہنے کا گھر وسیع ہے۔ ابوزرع کا بیٹا، ابوزرع کا بیٹا کیسا ہے؟ سوتا ہے تو ننگی تلوار معلوم ہوتا ہے، کھاتا ہے تو حلوان کا دست کھاتا ہے۔ ابوزرع کی بیٹی، ابوزرع کی بیٹی کیسی ہے؟ والدین کی فرمانبردار اور سوکن کے لیے قابل رشک۔ ابوزرع کی لونڈی! ابوزرع کی لونڈی کیسی ہے؟ کہیں گھر کی کوئی بات باہر نہیں دہراتی، اناج کو فضول نہیں برباد کرتی، گھر کو کوڑا کرکٹ سے نہیں بھرتی۔''

رسول اللہ ﷺ تحمل کے ساتھ دیر تک یہ کہانی سنتے رہے، پھر فرمایا: ''عائشہ! میں تمھارے لیے ویسا ہی ہوں، جیسا ابوزرع، ام زرع کے لیے۔'' لیکن عین اس وقت جب آپ ﷺ اسی قسم کی لطف و محبت کی باتوں میں مصروف ہوتے، دفعتاً اذان کی آواز آتی، آپ ﷺ اٹھ کھڑے ہوتے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ پھر یہ معلوم ہوتا کہ آپ ہم کو پہچانتے ہی نہیں۔ ①

ساتھ کھانا: آپ اکثر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ایک دستر خوان بلکہ ایک ہی برتن میں کھانا کھاتے تھے۔ ایک دفعہ ایک ساتھ کھانا کھا رہے تھے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ گزرے، آپ نے ان کو بھی بلالیا اور تینوں نے ایک ساتھ کھانا کھایا۔ ② (اس وقت تک پردہ کا حکم نہیں آیا تھا)۔ کھانے میں بھی محبت کا یہ عالم تھا کہ آپ وہی ہڈی چوستے جس کو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا چوستی تھیں، پیالہ میں وہیں پر منہ رکھ کر پیتے تھے، جہاں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا منہ لگاتی تھیں۔ ③ ایک دفعہ دونوں ساتھ کھانے میں مصروف تھے کہ سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا شکایت لے کر پہنچیں کہ عمر (رضی اللہ عنہ) مجھ کو ضرورت سے بھی باہر نکلنے میں ٹوکتے ہیں۔ ④ راتوں کو گھر میں چراغ نہیں جلتا تھا، اس لیے کبھی کبھی دونوں کا ہاتھ ایک ہی بوٹی پر پڑ جاتا

---

① یہ واقعہ امام غزالیؒ نے احیاء علوم الدین (۱/ ۱۵۰، ۱۶۳)، باب اشتراط الخشوع میں نقل کیا ہے۔ صحیح بخاری' باب کیف یکون الرجل فی اہلہ میں اس کے قریب قریب ایک حدیث ہے۔ حافظ عراقی رحمہ اللہ اس کی تخریج میں فرماتے ہیں کہ اس روایت کو ازدی نے اپنی کتاب الضعفاء میں سوید بن غفلہ سے مرسلاً بیان کیا ہے۔ واللہ اعلم!

② معجم اوسط طبرانی (۲۹۴۷)...... الادب المفرد للبخاری (۱۰۸۵)، باب اکل الرجل مع امرأته۔...... سنن کبریٰ نسائی (۱۱۴۱۹)

③ صحیح مسلم، کتاب الحیض، باب جواز غسل الحائض رأس زوجها، حدیث: ۳۰۰۔

④ صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب خروج النساء لحوائجهن، حدیث: ۵۲۳۷۔
صحیح مسلم، کتاب السلام، باب اباحة الخروج للنساء، حدیث: ۲۱۷۰۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تھا۔ ①

ایک دفعہ ایک ایرانی پڑوسی نے آپ کی دعوت کی، آپ نے فرمایا: ''عائشہ بھی ہو گی؟'' اس نے کہا: ''نہیں''۔ ارشاد ہوا: ''تو میں بھی قبول نہیں کرتا۔'' میزبان دوبارہ آیا اور پھر یہی سوال وجواب ہوا، اور وہ واپس چلا گیا۔ تیسری دفعہ پھر فرمایا: ''عائشہ کی بھی دعوت ہے؟'' عرض کی: ''جی ہاں''۔ اس کے بعد آپ ﷺ اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اس کے گھر گئے۔ ②

ہم سفری: سفر میں تمام ازواج تو ساتھ نہیں رہ سکتی تھیں اور کسی کو خاص طور پر ترجیح دینا بھی خلاف انصاف تھا۔ اس بنا پر آپ سفر کے وقت قرعہ ڈالتے تھے۔ جن کا نام آتا، وہ شرف ہمراہی سے ممتاز ہوتیں۔ ③ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بھی متعدد سفروں میں آپ کے ساتھ رہی ہیں۔ غزوہ بنی المصطلق میں ساتھ ہونا تو یقینی طور پر ثابت ہے۔ ④ انھی میں وہ سفر بھی ہے جس میں سیدہ عائشہ اور سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہما کے اونٹ کے بدلنے کا واقعہ پیش آیا تھا۔ ⑤ ایک اور ہم سفری کا واقعہ احادیث میں مذکور ہے، جس میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا دوڑی تھیں۔ ⑥

---

① مسند احمد (۶/ ۲۱۷)

② صحیح مسلم، کتاب الاشربة، باب ما یفعل الضیف اذا تبعه غیر...... ، حدیث: ۲۰۳۷۔
یہ واقعہ غالباً ہجرت کے اوائل سال کا ہوگا، محدثین بیان کرتے ہیں کہ آپ کے تنہا دعوت نہ قبول کرنے کی وجہ یہ تھی کہ اس روز خانہ نبوی میں فاقہ تھا، آپ نے مروت اور لطف و اخلاق سے دور سمجھا کہ گھر میں بیوی کو بھوکا چھوڑ کر خود شکم سیری کریں۔ پڑوسی نے اس لیے دو دفعہ انکار کیا کہ اس کے ہاں سامان ایک ہی آدمی کے لیے تھا، تیسری دفعہ کچھ اور سامان کر کے حاضر ہوا۔ فقہا نے اس حدیث سے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ بے تکلف دوستوں سے انکار دعوت یا کسی اور مہمان کے بڑھانے کے لیے اصرار کرنا جائز ہے۔ یہ حدیث صحیح مسلم کتاب الاطعمہ میں ہے۔ شرح نووی بھی دیکھنی چاہیے۔

③ صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب القرعة بین النساء اذا اراد سفرًا، حدیث ۵۲۱۱۔......
صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل عائشة ام المومنینؓ، ح: ۲۴۴۵

④ صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب حدیث الافك، حدیث: ۴۱۴۱۔
صحیح مسلم، کتاب التوبة باب فی حدیث الافك، حدیث: ۲۷۷۰۔

⑤ صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب القرعة بین النساء، حدیث: ۵۲۱۱۔
صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب فضائل عائشة ام المومنین رضی اللہ عنہا، ح: ۲۴۴۵۔

⑥ سنن ابی داود، کتاب الجهاد، باب فی السبق علی الرجل، حدیث: ۲۵۷۸۔
سنن کبریٰ نسائی (۸۸۹۵-۸۸۹۶)...... سنن ابن ماجه، کتاب النکاح، باب عشرة النساء، حدیث: ۱۹۷۹۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

غزوہ بنی المصطلق کے سفر میں دو عجیب واقعے پیش آئے اور دونوں میں اللہ تعالیٰ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو امتیاز و شرف کی لازوال دولت بخشی۔ پہلے واقعہ کا نتیجہ حکم تیمّم کا نزول ہے،[1] اور دوسرے واقعہ میں معصوم اور پاکباز عورتوں کی براءت کا قانون ہے[2] (تفصیل آگے آتی ہے)۔ مسند احمد کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حدیبیہ کے سفر میں بھی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہمراہ تھیں،[3] اور حجۃ الوداع میں تو اکثر ازواج ساتھ تھیں، جن میں ایک یہ بھی تھیں۔

ساتھ دوڑنا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو شہسواری اور تیراندازی کا بہت شوق تھا، صحابہ رضی اللہ عنہم کو اس کی ترغیب دیتے تھے اور خود اپنے سامنے لوگوں سے اس کی مشق کراتے تھے۔ ایک غزوہ میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا رفیق سفر تھیں، رسول اللہ نے تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کو آگے بڑھ جانے کا حکم دیا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: آؤ دوڑیں، دیکھیں کون آگے نکل جاتا ہے۔ یہ دبلی پتلی تھیں، آگے نکل گئیں۔ کئی سال کے بعد اسی قسم کا ایک موقع پھر آیا، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ اب میں بھاری ہوگئی تھی، اب کی بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آگے نکل گئے۔ فرمایا: ''عائشہ! یہ اس دن کا جواب ہے۔''[4]

ناز و انداز: دریائے محبت کی بہت سی لہریں عورت کی خالص نسوانی خصوصیات کے اندر پنہاں ہیں، ناز و انداز عورت کی فطرت ہے۔ اس قسم کے واقعات جو احادیث میں مذکور ہیں، لوگ ان کو قابل تنقید سمجھتے ہیں، وہ ان کو اس نظر سے دیکھتے ہیں کہ ایک امتی کا اپنے پیغمبر کے ساتھ یہ خطاب ہے، اور اس کو بھول جاتے ہیں کہ ایک بیوی اپنے شوہر سے باتیں کر رہی ہے۔

چنانچہ اسی قسم کے جو چند واقعات صحاح میں ہیں' وہ اسی حیثیت کے ہیں اور ان کو اسی نظر سے پڑھنا اور سمجھنا چاہیے۔ فرماتی ہیں کہ جب یہ حکم اترا کہ اگر کوئی عورت اپنے آپ کو پیغمبر کے حوالے کر دے (یعنی مہر معاف کر کے زوجیت میں داخل ہو) تو جائز ہے، تو مجھے غیرت آئی کہ کیا کوئی عورت

---

[1] صحیح بخاری، کتاب التیمم، باب (۱)، حدیث: ۳۳۴۔
صحیح مسلم، کتاب الحیض، باب التیمم، حدیث: ۳۶۷۔

[2] صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب حدیث الافك، حدیث: ۴۱۴۱۔
صحیح مسلم، کتاب التوبة، باب فی حدیث الافك، حدیث: ۲۷۷۰۔

[3] مسند احمد

[4] سنن ابی داود، کتاب الجهاد، باب فی السبق علی الرجل، حدیث: ۲۵۷۸۔
سنن کبریٰ نسائی (۸۸۹۵، ۸۸۹۶)...... سنن ابن ماجه، کتاب النکاح، باب عشرة النساء، حدیث: ۱۹۷۹۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

ایسا بھی کر سکتی ہے۔لیکن جب ارجا کی آیت اتری، جس میں آپ ﷺ کو اختیار دیا گیا تھا کہ آپ جس بیوی کو چاہیں اپنے پاس بلائیں یا اس کے پاس رات گزاریں اور جس کو چاہیں نہ بلائیں، تو میں نے کہا کہ میں دیکھتی ہوں کہ ''آپ کا پروردگار آپ کی ہر خواہش کو جلد پوری کرتا ہے۔''[1] سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس قول کا منشا، نعوذ باللہ، اعتراض نہیں، بلکہ بیوی کا محبوبانہ ناز ہے۔خواص امت کے نزدیک سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے قول کا مطلب اور ہے، اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کی خواہشوں کو بھی پورا فرما دیتا ہے اور اس سے مقصود اس کی جمعیت خاطر ہوتی ہے، تاکہ وہ دل جمعی سے اپنے کام میں لگا رہے۔لیکن رسول اللہ ﷺ کا معمول اس اجازت الٰہی کے بعد بھی یہی رہا۔آپ ﷺ ہر روز ازواج سے باری کی اجازت طلب فرمایا کرتے تھے۔[2]

آپ ﷺ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کو اکثر یاد کیا کرتے تھے، جس سے دوسری مدعی محبت بیویوں کو تکلیف ہوتی تھی۔ایک بار آپ ﷺ اسی طرح ان کا تذکرہ فرما رہے تھے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بول اٹھیں: ''یارسول اللہ! آپ کیا اس بڑھیا کا بار بار ذکر چھیڑا کرتے ہیں، اللہ نے آپ کو اس سے اچھی بیویاں دی ہیں۔'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''مجھ کو اللہ نے اسی سے اولاد دی۔''[3] یہی روایت مسند احمد میں اس طرح ہے کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نے سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی تعریف شروع کی اور بہت دیر تک تعریف فرماتے رہے۔سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ مجھے اس پر رشک آیا تو میں نے کہا: ''یارسول اللہ! آپ قریش کی بوڑھیوں میں سے ایک بوڑھی عورت کا، جس کے ہونٹ لال تھے اور جس کو مرے ہوئے ایک زمانہ ہو چکا، اتنی تعریف فرما رہے ہیں؟ آپ کو اس سے بہتر بیویاں اللہ نے دی ہیں۔'' یہ سن کر رسول اللہ ﷺ کے چہرے کا رنگ بدل گیا، پھر فرمایا: ''یہ میری وہ بیوی تھی کہ جب لوگوں نے میرا انکار کیا تو وہ ایمان لائی، اور جب لوگ مجھے جھٹلا رہے تھے تو اس نے میری

---

[1] صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب هل للمرأة ان تهب نفسها للاحد، حدیث: ۵۱۱۳۔...... صحیح مسلم، کتاب الرضاع، باب جواز هبتها نوبتها لضرتها، ح: ۱۴۶۴۔

[2] صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورة الاحزاب، باب قوله: (ترجی من تشاء منهن)، حدیث: ۴۷۸۹۔...... صحیح مسلم، کتاب الطلاق، باب بیان ان تخییره امرأته لا یکون طلاقا، حدیث: ۱۴۷۶۔

[3] صحیح بخاری، کتاب مناقب الانصار، باب تزویج النبی ﷺ خدیجة وفضلها رضی اللہ عنہا، حدیث: ۳۸۱۸، ۳۸۲۱۔......

صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل خدیجة رضی اللہ عنہا، حدیث: ۲۴۳۷۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تصدیق کی، اور جب لوگ مجھے اپنی امداد سے محروم کر رہے تھے تو اس نے اپنی دولت سے میری غم خواری کی، اور اس سے اللہ تعالیٰ نے مجھے اولاد روزی دی' جب کہ دوسری بیویوں سے اولاد سے مجھے محروم کیا۔'' ①

ایک دفعہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے سر میں درد تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مرض الموت شروع ہو رہا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ اگر تم میرے سامنے مرتیں تو میں تم کو اپنے ہاتھ سے غسل دیتا اور اپنے ہاتھ سے تمھاری تجہیز و تکفین کرتا، تمھارے لیے دعا کرتا۔ عرض کی: ''یا رسول اللہ! آپ میری موت مناتے ہیں، اگر ایسا ہو جائے تو آپ اسی حجرے میں نئی بیوی لا کر رکھیں۔'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر تبسم فرمایا۔ ②

کہیں سے کوئی قیدی گرفتار ہو کر آیا تھا اور وہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں بند تھا۔ یہ ادھر عورتوں سے باتیں کر رہی تھیں، وہ اُدھر لوگوں کو غافل پا کر نکل بھاگا۔ آپ تشریف لائے تو گھر میں قیدی کو نہ پایا، دریافت کیا تو واقعہ معلوم ہوا، غصہ میں فرمایا: ''تمھارے ہاتھ کٹ جائیں۔'' پھر باہر نکل کر صحابہ کو خبر کی، وہ گرفتار ہو کر آیا۔ آپ جب اندر تشریف لائے تو دیکھا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے ہاتھوں کو الٹ پلٹ کر دیکھ رہی ہیں۔ پوچھا: ''عائشہ!'' کیا کرتی ہو؟ عرض کی: ''دیکھتی ہوں' کون سا ہاتھ کٹے گا۔'' آپ متاثر ہوئے اور دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے۔ ③

ایک دن در پردہ عرض کیا: ''یا رسول اللہ! اگر دو چراگاہیں ہوں، ایک اچھوتی (سرسبز و شاداب اور جو استعمال نہ ہوئی ہو) اور دوسری چری ہوئی، (یعنی ایسی چراگا' جو کھائی جا چکی ہے) تو آپ کس میں اونٹ چرانا پسند فرمائیں گے؟'' جواب دیا: ''پہلی میں۔'' ④ یہ اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ بیویوں میں صرف سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہی ایک کنواری تھیں۔

افک کے واقعہ میں، جس کا ذکر آگے آئے گا، جب وحی سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی براءت ظاہر ہوئی تو ماں نے کہا: ''لو بیٹی! اٹھو اور اپنے شوہر کے قدم لو۔'' (یعنی ان کا شکریہ ادا کرو) تنگ کر

---

① مسند احمد (٦/ ١١٨، ١٥٠) واسنادہ ضعیف۔ اس کی سند میں مجالد بن سعید راوی ضعیف ہے۔

② صحیح بخاری، کتاب المرضی، باب ما رخص للمریض ان یقول انی وجع، حدیث: ٥٦٦٦ باختصار۔...... سنن ابن ماجه، کتاب الجنائز، باب ما جاء في غسل الرجل امرأته، حدیث: ١٤٦٥۔ ...... مسند احمد (٦/ ٢٢٨)

③ مسند احمد (٦/ ٥٢)

④ صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب الابکار، حدیث: ٥٠٧٧۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

بولیں: ''میں اپنے رب کے سوا، جس نے میری براءت ظاہر کی، کسی اور کی شکر گزار نہیں ہوں۔'' ①

آپ نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ اے عائشہ! جب تم مجھ سے خوش رہتی ہو یا ناراض ہوتی ہو تو مجھ کو پتا لگ جاتا ہے۔ ناراض ہوتی ہو تو ''ابراہیم (علیہ السلام) کے رب کی قسم'' اور خوش رہتی ہو تو ''محمد کے پروردگار کی قسم'' کھاتی ہو۔ عرض کی: ''یا رسول اللہ! صرف زبان سے نام چھوڑ دیتی ہوں۔'' ②

مارگولیوس ''لائف آف محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)'' میں اسی واقعہ کو ان الفاظ میں لکھتا ہے:

''جب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ان کو (سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو) ناراض کرتے تو وہ ان کو اللہ کا پیغمبر کہنے سے انکار کر دیتی تھیں اور ان کی وحی پر سخت نکتہ چینی کرتی تھیں۔'' ③

یورپ کی عربی دانی، روایت گوئی اور مذہبی بے تعصبی کی یہ کتنی اچھی مثال ہے!

خدمت گزاری: گھر میں اگرچہ خادمہ موجود تھی، لیکن سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا آپ کا کام خود اپنے ہاتھ سے انجام دیتی تھیں۔ ④ آٹا خود پیستی تھیں، ⑤ خود گوندھتی تھیں۔ کھانا خود پکاتی تھیں۔ ⑥ بستر اپنے ہاتھ سے بچھاتی تھیں۔ ⑦ وضو کا پانی خود لا کر رکھتی تھیں۔ ⑧ آپ قربانی کے لیے جو اونٹ بھیجتے، اس کے لیے خود قلادہ بٹتی تھیں۔ ⑨ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر میں اپنے ہاتھ سے کنگھا کرتی

---

① صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب حدیث الافك، حدیث: ۴۱۴۱۔
صحیح مسلم، کتاب التوبة، باب فی حدیث الافك، حدیث: ۲۷۷۰۔ مطولًا۔

② صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب غیرة النساء ووجدهن، حدیث: ۵۲۲۸۔
صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب فی فضائل عائشة ام المومنینؓ، ح: ۲۴۳۹

③ مارگولیوس کی ''لائف آف محمد'' ص ۴۵۱۔

④ الادب المفرد للبخاری (۱۲۰)، باب لا یوذی جاره واسناده ضعیف۔ اس کی سند میں ابن زیاد افریقی اور عمارہ بن غراب ضعیف راوی ہیں۔

⑤ صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب حدیث الافك، حدیث: ۴۱۴۱۔
صحیح مسلم، کتاب التوبة، باب فی حدیث الافك، حدیث: ۲۷۷۰۔ مطولا

⑥ صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب حدیث الافك، حدیث: ۴۱۴۱۔
صحیح مسلم، کتاب التوبة، باب فی حدیث الافك، حدیث: ۲۷۷۰۔ مطولا

⑦ مسند احمد (۶/ ۲۴۱) شمائل ترمذی میں عام ازواج کا حکم ہے۔

⑧ مسند احمد (۶/ ۶۸) سند میں شریک راوی ضعیف ہے۔

⑨ صحیح بخاری، کتاب الحج، باب اشعار البدن، حدیث: ۱۶۹۹۔
صحیح مسلم، کتاب الحج، باب استحباب بعث الهدی الی الحرم، حدیث: ۳۶۲/ ۱۳۲۱

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تھیں۔ ① جسم مبارک میں عطر مل دیتی تھیں۔ ② آپ کے کپڑے اپنے ہاتھ سے دھوتی تھیں۔ ③ سوتے وقت مسواک اور پانی سرہانے رکھتی تھیں۔ ④ مسواک کو صفائی کی غرض سے دھویا کرتی تھیں۔ ⑤ گھر میں آپ کا کوئی مہمان آتا تو مہمان کی خدمت انجام دیتیں۔ چنانچہ سیدنا قیس غفاری رضی اللہ عنہ جو صفہ والوں میں سے تھے، بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم لوگوں سے فرمایا: چلو عائشہ کے گھر چلو۔'' جب حجرہ میں پہنچے تو فرمایا: ''عائشہ! ہم لوگوں کو کھانا کھلاؤ۔'' وہ چونی کا پکا ہوا کھانا لائیں۔ آپ نے کھانے کی کوئی اور چیز مانگی تو چھوارے کا حریرہ پیش کیا۔ پھر پینے کی چیز مانگی تو ایک بڑے پیالے میں دودھ حاضر کیا، اس کے بعد ایک اور چھوٹے پیالے میں پانی لائیں۔ ⑥

اطاعت اور احکام کی پیروی: بیوی کا سب سے بڑا جوہر شوہر کی اطاعت اور فرمانبرداری ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے نو برس کی شب و روز کی طویل صحبت میں آپ کے کسی حکم کی کبھی مخالفت نہیں کی، بلکہ انداز و اشارہ سے بھی کوئی بات ناگوار سمجھی تو فوراً ترک کر دی۔ ایک دفعہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بڑے شوق سے دروازہ پر ایک مصور پردہ لٹکایا۔ آپ نے اندر داخل ہونے کا قصد کیا تو پردہ پر نظر پڑی، فوراً تیوری پر بل پڑ گئے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا یہ دیکھ کر سہم گئیں۔ عرض کی: ''یا رسول اللہ! قصور معاف، مجھ سے کیا خطا سرزد ہوئی؟'' فرمایا: ''جس گھر میں تصویریں ہوں، اس میں فرشتے داخل نہیں

---

① صحيح بخاری، كتاب الحيض، باب غسل الحائض رأس زوجها، حديث: ۲۹۵، ۲۹۶۔
صحيح مسلم، كتاب الحيض، باب جواز غسل الحائض رأس زوجها، حديث: ۲۹۷۔

② صحيح بخاری، كتاب الحج، باب الطيب عند الاحرام، حديث: ۱۵۳۹۔
صحيح مسلم، كتاب الحج، باب استحباب الطيب قبيل الاحرام، حديث: ۱۱۸۹۔

③ صحيح بخاری، كتاب الوضو، باب غسل المنى و فركه، حديث: ۲۲۹، ۲۳۰۔
صحيح مسلم، كتاب الطهارة، باب حكم المنى، حديث: ۲۸۸، ۲۸۹۔

④ صحيح مسلم، كتاب صلاة المسافرين، باب جامع صلاة الليل، حديث: ۷۴۶۔
مسند احمد (۶/ ۵۴)

⑤ سنن ابی داود، كتاب الطهارة، باب غسل السواك، حديث: ۵۲۔

⑥ مسند احمد (۳/ ۴۲۹۔۴۳۰)
سنن ابی داود، كتاب الادب، باب الرجل ينبطع على بطنه، حديث: ۵۰۴۰۔
سنن ابن ماجه، كتاب المساجد، حديث: ۷۵۲۔...... شاید یہ قبل حجاب کا واقعہ ہو۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

ہوتے۔'' یہ سن کر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فوراً پردہ چاک کر ڈالا اور اس کو کسی اور مصرف میں لے آئیں۔ ① ایک صحابی کو ولیمہ کی دعوت کرنی تھی لیکن گھر میں سامان نہ تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جاؤ! عائشہ سے جا کر کہو کہ غلہ کی ٹوکری بھیج دیں۔'' انھوں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو آکر پیغام سنایا، اسی وقت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوری ٹوکری اٹھوا دی ② اور گھر میں شام کے کھانے کو کچھ نہیں رہا۔

شوہر کی زندگی میں تو شاید بہت سی عورتیں اس وصف میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حریف نکلیں، لیکن اصلی اطاعت تو بیڑیوں کے کٹ جانے کے بعد بھی اپنے کو قیدی بنائے رکھنا ہے۔ یعنی شوہر کی وفات کے بعد بھی اس کے ایک ایک حکم کی تعمیل اسی طرح کی جائے جس طرح اس کی زندگی میں کی جاتی تھی۔

اوپر گزر چکا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو فیاضی کی تعلیم دی تھی۔ اس کا یہ اثر تھا کہ وہ مرتے دم تک اس فرض سے غافل نہ رہیں۔ یہ بھی بیان ہو چکا ہے کہ انھوں نے جہاد کی اجازت چاہی تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ ''عورتوں کا جہاد حج ہے۔'' اس حکم کے سننے کے بعد وہ اس کی پابندی اس شدت سے کرتی تھیں کہ ان کا کوئی سال کمتر ہی حج سے خالی جاتا تھا۔ ③ ایک دفعہ ایک شخص نے ان کی خدمت میں کچھ کپڑا اور کچھ نقد روپیا بھیجا۔ پہلے واپس کر دیا، پھر لوٹا کر قبول کر لیا اور فرمایا کہ آپ کی ایک بات یاد آ گئی ہے۔ ④ ایک دفعہ عرفہ کے دن روزہ سے تھیں۔ گرمی اس قدر شدید تھی کہ سر پر پانی کے چھینٹے دیے جا رہے تھے۔ کسی نے مشورہ دیا کہ روزہ توڑ دیجیے۔ فرمایا کہ ''جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سن چکی ہوں کہ عرفہ کے دن روزہ رکھنے سے سال بھر کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں تو میں روزہ کیسے توڑ سکتی ہوں؟'' ⑤

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چاشت کی نماز پڑھتے دیکھ کر وہ بھی برابر چاشت کی نماز پڑھا کرتی تھیں اور فرماتی تھیں کہ ''اگر میرے باپ بھی قبر سے اٹھ کر آئیں اور منع کریں تو میں نہ مانوں۔'' ⑥ ایک

---

① صحیح بخاری، کتاب اللباس، باب من لم یدخل بیتا فیه صورة، حدیث: ۵۹۶۱۔...... صحیح مسلم، کتاب اللباس، باب تحریم تصویر صورة الحیوان، حدیث: ۲۱۰۷۔

② مسند احمد (۴/ ۵۸، ۵۹)...... مستدرك حاکم (۲/ ۱۷۲۔ ۱۷۳)

③ صحیح بخاری، کتاب جزاء الصید، باب حج النساء، حدیث: ۱۸۶۱۔

④ مسند احمد (۶/ ۲۵۹)

⑤ مسند احمد (۶/ ۱۲۸) مرسلاً۔ عطا خراسانی نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے کچھ نہیں سنا۔

⑥ مسند احمد، جلد (۶/ ۱۳۸)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

دفعہ ایک عورت نے آ کر پوچھا کہ ''ام المومنین! مہندی لگانا کیسا ہے؟'' جواب دیا: ''میرے محبوب کو اس کا رنگ پسند لیکن بو پسند نہ تھی، تم چاہے لگاؤ۔''

باہمی مذہبی زندگی: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا گھر ایک پیغمبر کا خلوت کدہ تھا۔ یہاں نہ دولت اور تمول کا سامان تھا اور نہ ان کو اس کی پروا تھی۔ اسلام دین و دنیا کا جامع ہے۔ گزشتہ ابواب میں زندہ دلی کے جو مناظر نظر آتے تھے، وہ صرف انسانی فطرت کے تماشا گاہ تھے۔ خلوت کدۂ نبوت کو اب واقعات ذیل کی روشنی میں دیکھو۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ کا معمول تھا کہ جب گھر میں تشریف لاتے تو کسی قدر آواز سے یہ الفاظ دہراتے:

((لَوْ كَانَ لِابْنِ اٰدَمَ وَادِيَانِ مِنْ مَّالٍ لَابْتَغٰى وَادِيًا ثَالِثًا وَلَا يَمْلَأُ فَمَهٗ اِلَّا التُّرَابُ وَ مَا جَعَلْنَا الْمَالَ اِلَّا لِاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَاءِ الزَّكٰوةِ وَ يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلٰى مَنْ تَابَ)) [1]

''آدم کے بیٹے کی ملکیت میں اگر دولت و مال سے بھرے ہوئے دو میدان ہوں، وہ تیسرے کی حرص کرے گا۔ اس کی حرص کے منہ کو صرف مٹی بھر سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے دولت تو اپنی یاد دلانے اور مسکینوں کی مدد کرنے کے لیے پیدا کی ہے۔ جو اللہ کی طرف لوٹے تو اللہ بھی اس کی طرف لوٹے گا۔''

ان الفاظ کی روزانہ تکرار سے مقصود یہ تھا کہ تمام اہل بیت کو دنیا کی بے ثباتی اور دولت کا ہیچ ہونا یاد رہے۔

عشا پڑھ کر آپ حجرے میں داخل ہوتے، مسواک کر کے فوراً سو رہتے، پچھلے پہر بیدار ہوتے، تہجد کی نماز ادا فرماتے۔ [2] جب رات آخر ہوتی؟ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو اٹھاتے اور وہ اٹھ کر آپ کے ساتھ نماز میں شریک ہو جاتیں اور وتر ادا کرتیں۔ [3]

جب صبح کا سپیدہ نمودار ہو جاتا تو آپ صبح کی سنت پڑھ کر کروٹ لیٹ جاتے اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے باتیں کرتے [4] پھر فریضۂ صبح کے لیے باہر نکلتے۔ کبھی رات بھر وہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دونوں

---

[1] مسند احمد (۶/ ۵۵) واسنادہ ضعیف۔ اس کی سند میں مجالد راوی ضعیف ہے۔

[2] مسند احمد (۶/ ۲۳۶) لیکن اس میں سونے سے پہلے مسواک کا ذکر نہیں۔ واللہ اعلم!

[3] مسند احمد (۶/ ۱۵۲)

[4] صحیح بخاری، کتاب التہجد، باب من تحدث بعد الرکعتین، حدیث: ۱۱۶۱
مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب صلاۃ اللیل وعدد رکعات النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ح: ۷۴۳۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

عبادت الٰہی میں مشغول رہتے۔ رسول اللہ ﷺ امام ہوتے، وہ مقتدی ہوتیں۔ رسول اللہ ﷺ سورۂ بقرہ، آل عمران اور نساء وغیرہ لمبی لمبی سورتیں پڑھتے۔ جہاں اللہ سے ڈرنے والی کوئی آیت آتی، اللہ کی پناہ چاہتے، جب کوئی رحمت و بشارت کا موقع آتا، اللہ سے اس کی آرزو کرتے۔ اسی طرح یہ پر اثر روحانی منظر تمام رات قائم رہتا۔ [1] غیر معمولی اوقات مثلاً کسوف وغیرہ کی حالت میں جب آپ نماز کے لیے کھڑے ہوتے، یہ بھی ساتھ کھڑی ہو جاتیں۔ رسول اللہ ﷺ مسجد میں جماعت کو نماز پڑھاتے، یہ اپنے حجرے میں کھڑی ہو کر اقتدا کر لیتیں۔ [2]

نماز پنج گانہ اور تہجد کے علاوہ رسول اللہ ﷺ کو دیکھ کر چاشت کی نماز پڑھا کرتی تھیں۔ [3]
اکثر روزے رکھا کرتیں۔ کبھی وہ اور رسول اللہ ﷺ دونوں مل کر ایک ساتھ روزے رکھتے۔ اور رمضان کے آخری عشرہ میں رسول اللہ ﷺ مسجد میں اعتکاف کرتے تھے۔ کبھی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بھی اس فرض میں شریک ہو جاتی تھیں، مسجد کے صحن میں خیمہ نصب کرا لیتیں۔ صبح کی نماز پڑھ کر رسول اللہ ﷺ بھی تھوڑی دیر کو وہاں آ جاتے۔ [4] ۱۰ھ میں حج کے لیے بھی ساتھ ہی گئیں۔ حج و عمرہ دونوں کی نیت کی تھی لیکن زنانہ مجبوری سے وہ طواف سے معذور ہو گئیں تو ان کو اس قدر صدمہ ہوا کہ رونے لگیں۔ رسول اللہ ﷺ باہر سے تشریف لائے تو سبب دریافت کیا اور تسلی دے کر مسئلہ بتایا۔ پھر اپنے بھائی سیدنا عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کے ساتھ جا کر باقی فرائض ادا کیے۔ [5]

گھر میں فرائض نبوت

شوہر اور بیوی کے تعلقات کا یہ آخری عنوان ہے۔ باہمی لطف و محبت کے جو واقعات اوپر گزر

---

[1] مسند احمد (۶/ ۹۲) واسنادہ ضعیف۔ اس کی سند ابن لہیعہ کی تدلیس اور مسلم بن مخراق کی جہالت کی وجہ سے ضعیف ہے۔

[2] صحیح بخاری، کتاب الکسوف، باب الصدقة فی الکسوف، حدیث: ۱۰۴۴۔ ۱۰۴۵......
صحیح مسلم، کتاب الکسوف، باب صلاة الکسوف، حدیث: ۹۰۱۔ لیکن اس میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں پڑھنے کا ذکر نہیں ہے۔ واللہ اعلم!

[3] مسند احمد (۶/ ۱۰۶)

[4] صحیح بخاری، کتاب الاعتکاف، باب النساء، حدیث: ۲۰۳۳۔ ۲۰۴۱۔
صحیح مسلم، کتاب الاعتکاف، باب متی یدخل من اراد الاعتکاف، حدیث: ۱۱۷۳۔
آخری جملے کا ترجمہ محل نظر ہے۔

[5] صحیح بخاری، کتاب الحج، باب التمتع والقرآن، حدیث: ۱۵۶۱۔
صحیح مسلم، کتاب الحج، باب بیان وجوہ الاحرام، حدیث: ۱۲۱۱۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

چکے ہیں، ان کو پڑھ کر ایک کور باطن خیال کرسکتا ہے کہ آپ گھر میں آ کر فرائض نبوت کو بھول جاتے تھے۔ لیکن خود سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول تم سن چکے ہو کہ وہ کیا کہتی تھیں؟ فرماتی تھیں کہ آپ باتوں میں مشغول ہوتے، دفعتاً اذان ہوتی، آپ اٹھ جاتے۔ پھر یہ معلوم ہوتا کہ گویا آپ ہم کو پہچانتے بھی نہیں۔

آپ ﷺ نے غزوۂ تبوک سے جب فاتحانہ مراجعت فرمائی تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے خوشی میں خیر مقدم کے طور پر ایک مصور پرنقش و نگار پردہ آویزاں کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے جب دروازہ پر قدم رکھا، چہرہ کا رنگ متغیر ہو گیا۔ عرض کی: ''یا رسول اللہ! قصور معاف ہو، کیا خطا ہوئی؟'' ارشاد ہوا کہ ''عائشہ! ہم کو اللہ نے اینٹ اور مٹی کی آرائش کے لیے دولت نہیں دی۔'' [1]

ایک شب آپ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے اور پھر چپکے سے اٹھ کر ایک سمت کو روانہ ہوئے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بھی چھپ کر پیچھے پیچھے روانہ ہوئیں۔ آپ بقیع کے قبرستان میں پہنچے، وہاں ہاتھ اٹھا کر دعا میں مشغول ہو گئے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا چھپی کھڑی رہیں۔ واپسی میں آپ نے دیکھ لیا، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا لپک کر کمرہ کے اندر داخل ہو گئیں۔ آپ ﷺ نے پوچھا: ''عائشہ! یہ کیا تھا؟'' چونکہ یہ تجسس میں داخل تھا، جو منع ہے۔ عرض کی: ''میرے ماں باپ آپ پر قربان!'' اور پھر سارا واقعہ بیان کر دیا۔ [2]

ایک دفعہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک یہودی کو جس نے آپ کو موت کی بد دعا دی تھی، سختی سے جواب دیا، تو رحمت عالم ﷺ نے فرمایا: ''عائشہ! اللہ مہربان ہے، وہ نرمی کو پسند کرتا ہے، نرمی سے وہ دیتا ہے جو سختی سے نہیں دیتا، اور نہ کسی اور طرح دیتا ہے۔'' [3]

گو ریشم اور سونے کا استعمال اسلام میں عورتوں کے لیے مباح ہے، لیکن چونکہ دنیا کے آرائشی

---

[1] صحیح مسلم، کتاب اللباس، باب تحریم تصویر صورة الحیوان، حدیث: ۲۱۰۷۔

[2] مسلم، کتاب الجنائز، باب ما یقال عند دخول القبور، حدیث: ۱۰۳/ ۹۷۴۔.....
سنن نسائی، کتاب الجنائز، باب الامر بالاستغفار للمؤمنین، حدیث: ۲۰۳۹۔
یہ واقعہ مختلف الفاظ میں تمام کتب احادیث میں مذکور ہے۔

[3] صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، باب فضل الرفق، حدیث: ۲۵۹۳ لیکن اس میں یہودی کے واقعہ کا ذکر نہیں ہے، وہ دوسری حدیث میں ہے۔ دیکھیے صحیح بخاری، کتاب الادب، باب الرفق فی الامر کله، حدیث: ۶۰۲۴۔.....صحیح مسلم، کتاب السلام، باب النهی عن ابتداء اهل الکتاب بالسلام، حدیث: ۲۱۶۵۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تکلفات سے آپ کو طبعاً نفرت تھی، اس بنا پر اپنے گھر میں اتنی حشمت کا اظہار بھی ناپسند تھا۔ ایک مرتبہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے سونے کے کنگن پہنے، آپ نے فرمایا: ''میں تم کو اس سے بہتر تدبیر نہ بتاؤں؟ تم ان کنگنوں کو اتار دو اور چاندی کے دو کنگن بنوا کر ان پر زعفران کا رنگ چڑھا دو۔'' ① سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ آپ نے ہم کو پانچ چیزوں سے منع فرمایا: ریشمی کپڑے، سونے کے زیور، سونے اور چاندی کے برتن، سرخ نرم گدے اور کتان آمیز ریشمی کپڑے۔ میں نے عرض کی: ''اگر تھوڑا سا سونا ہو جس میں مشک باندھا جا سکے تو کچھ مضایقہ ہے؟ فرمایا: ''نہیں! چاندی کو تھوڑی زعفران سے رنگ لیا کرو۔'' ②

گھر میں ہمیشہ ہر موقع پر اخلاقی نصائح کی تعلیم دیا کرتے تھے۔ اس کی متعدد مثالیں اوپر گزر چکی ہیں۔ ایک دفعہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے ہاتھ سے آٹا پیسا، اس کی ٹکیاں پکائیں۔ آپ باہر سے تشریف لائے تو نماز میں مشغول ہو گئے۔ ان کی آنکھ لگ گئی۔ ایک پڑوسن کی بکری آکر ان کو کھا گئی۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا دوڑیں کہ بکری کو ماریں۔ آپ نے روکا کہ ''عائشہ! ہمسایہ کو تکلیف نہ دو۔'' ③

عرب میں سوسمار (گوہ) کھانے کا دستور تھا لیکن آپ اس کو پسند نہیں فرماتے تھے۔ ایک بار کسی نے اس کا گوشت تحفتاً بھیجا۔ آپ ﷺ نے نہیں کھایا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ''یا رسول اللہ! محتاجوں کو نہ کھلا دیں؟'' فرمایا: ''جس کو تم آپ کھانا پسند نہ کرو، وہ دوسروں کو بھی نہ کھلاؤ۔'' ④

سوکنوں کے ساتھ برتاؤ

عورت کے لیے دنیا کی سب سے تلخ چیز ایک سوکن کا وجود ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی ایک سے لے کر آٹھ آٹھ سوکنوں تک ایک ساتھ رہی ہیں، تاہم شرف صحبت کے پرتو سے یہ آئینے ہر قسم کے زنگ وغبار سے پاک تھے۔

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد آپ نے کئی اسباب سے مختلف اوقات میں دس نکاح کیے۔ ان میں

---

① سنن نسائی، کتاب الزینة، باب الکراهیة للنساء فی اظهار الحلی والذهب، حدیث: ۵۱۴۶۔

② مسند احمد (۶/ ۲۲۸)

عورتوں کے لیے ریشمی کپڑے اور سونے کے زیور گو دوسری حدیثوں سے جائز ہیں لیکن شاید خاص ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے لیے ان کو پسند نہیں فرمایا گیا، یا یہ کہ ان میں زیادتی اور غلو کو پسند نہیں فرمایا گیا۔

③ الادب المفرد للبخاری (۱۲۰)، باب لا یوذی جاره واسناده ضعیف۔

④ مسند احمد (۶/ ۱۰۵، ۱۲۳)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سے ام المساکین سیدہ زینب رضی اللہ عنہا، جن سے ۳ھ میں نکاح ہوا تھا، صرف دو تین مہینے زندہ رہیں۔ باقی نو بیویاں آپ کی وفات تک زندہ تھیں۔ یہ بیویاں حسب ذیل سنین میں شرف نکاح سے ممتاز ہوئیں۔ اس سے معلوم ہوگا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو کس سال تک کتنی سوکنوں سے سابقہ رہا:

نمبر شمار	نام	نکاح کا سال
۱	سیدہ سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا	۱۰ نبوی
۲	سیدہ حفصہ بنت عمر فاروق رضی اللہ عنہما	۳ھ
۳	سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا	۵ھ
۴	سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا بنی مصطلق کی رئیس زادی	۵ھ
۵	سیدہ زینب بنت جحش قریشیہ رضی اللہ عنہا	۵ھ
۶	سیدہ ام حبیبہ بنت ابوسفیان رضی اللہ عنہما	۶ھ
۷	سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا	۷ھ
۸	سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا خیبر کی رئیس زادی	۷ھ

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے زمانہ میں گو زندہ نہ تھیں، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک میں ان کی یاد ہمیشہ زندہ رہی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے ان کا ذکر خیر کیا کرتے۔ وہ خود بیان کرتی ہیں: ''جس قدر خدیجہ (رضی اللہ عنہا) پر مجھ کو رشک آتا تھا، کسی دوسری بیوی پر نہیں آتا تھا، اور یہ اس لیے کہ آپ ان کو بہت یاد کیا کرتے تھے۔'' اور سال میں ایک مرتبہ ان کی طرف سے قربانی کرتے تھے اور ان کی تمام سہیلیوں کو تحفہ بھیجتے تھے۔ لیکن بایں ہمہ، ان کی فضیلت اور شرف سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو انکار نہ تھا۔ فرماتی تھیں کہ اللہ نے اپنے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی معرفت ان کو ایک بے غم ورنج بہشت کی بشارت دی تھی۔ [1] سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے وہ تمام تر کارنامے جو آغاز اسلام سے متعلق ہیں، یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دینا، مصائب میں مستقل رہنا اور مشکلات میں آپ کی دلدہی کرنا، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہی کے ذریعہ سے مروی ہیں۔

---

[1] صحیح بخاری، کتاب مناقب الانصار، باب تزویج النبی صلی اللہ علیہ وسلم خدیجة رضی اللہ عنہا، حدیث: ۳۸۱۶۔۳۸۱۷۔

صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل خدیجة رضی اللہ عنہا، ح: ۲۴۳۴۔ ۲۴۳۵۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

سیدہ عائشہ اور سیدہ سودہ رضی اللہ عنہما گو آگے پیچھے ایک ساتھ نکاح میں آئیں، تاہم چونکہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا تقریباً نکاح کے بعد ساڑھے تین برس تک میکے ہی میں رہیں، اس بنا پر اس عرصہ میں عملاً سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا گویا رسول اللہ ﷺ کی تنہا بیوی تھیں۔ ۱ھ میں جب سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا رخصت ہو کر آئیں تو سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا سوکن موجود تھیں۔ ان حالات میں عموماً ایک دوسرے کو اپنے حق میں خلل انداز تصور کر سکتی تھیں، لیکن نتائج اس قیاس طبعی کے بالکل برخلاف ہیں۔ تمام واقعات باہمی اتحاد اور موانست کے موید ہیں۔ اکثر خانگی مشوروں میں وہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی رفیق تھیں۔ [۱] دو چار برس کے بعد جب وہ بوڑھی ہو گئیں تو ان کو خیال ہوا کہ شاید رسول اللہ ﷺ ان کو طلاق دے دیں اور وہ شرف صحبت سے محروم ہو جائیں۔ اس بنا پر انھوں نے اپنی باری سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو دے دی اور انھوں نے خوشی سے قبول کر لی۔ [۲] سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا کی وہ بے حد معترف تھیں۔ فرماتی تھیں کہ ''سودہ کے علاوہ کسی عورت کو دیکھ کر مجھے یہ خیال نہیں ہوا کہ اس کے قالب میں میری روح ہوتی، گو ان کے مزاج میں تھوڑی تیزی ضرور تھی۔'' [۳]

سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا ۳ھ میں ازواج میں داخل ہوئیں۔ اس بنا پر تقریباً ۸ برس سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ رہیں۔ ان دونوں میں ایک صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی پارۂ جگر تھی، تو دوسری فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی قرۃ العین۔ دونوں میں نہایت لطف و محبت تھی۔ تمام امور خانگی میں دونوں کی ایک رائے ہوتی اور برابر کی شریک رہتی تھیں۔ دیگر ازواج کے مقابلہ میں دونوں ایک دوسرے کی حامی تھیں۔ [۴] تاہم عشق و محبت کی شریعت دوسری ہے۔ ع

با سایہ ترا نمی پسندم

ایک دفعہ سفر میں دونوں رسول اللہ ﷺ کے ہمرکاب تھیں۔ رات کو جب قافلہ چلتا، آپ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے محمل میں آ کر تشریف فرما ہوتے۔ سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ''آؤ سواری کا اونٹ

---

۱ صحیح بخاری، کتاب الھبة، باب من اھدی الی صاحبه، حدیث: ۲۵۸۱۔ وکتاب الطلاق، باب (لم تحرم ما احل الله لك)، حدیث: ۵۲۶۸۔

۲ صحیح بخاری، کتاب الھبة، باب ھبة المرأة لغیر زوجھا، حدیث: ۲۵۹۳، ۵۲۱۲۔
صحیح مسلم، کتاب الرضاع، باب جواز ھبتھا نوبتھا لضرتھا، حدیث: ۱۴۶۳۔

۳ صحیح مسلم، کتاب الرضاع، باب جواز ھبتھا نوبتھا لضرتھا، حدیث: ۴۷/ ۱۴۶۳۔

۴ صحیح بخاری، کتاب الھبة، باب من اھدی الی صاحبه، حدیث: ۲۵۸۱۔ وکتاب الطلاق، باب (لم تحرم ما احل الله لك)، حدیث: ۵۲۶۷۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بدل لیں۔'' سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایثار سے اس کو قبول کر لیا۔ رات کو رسول اللہ ﷺ جب تشریف نہ لائے تو فطرت بشری کے مطابق ان کو سخت تکلیف ہوئی۔ ①

عقل وفہم میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بعد سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا تمام بیویوں میں ممتاز تھیں۔ صلح حدیبیہ میں قربانی کے موقع پر انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو جو مشورہ دیا، وہ عورتوں کی تاریخ میں یادگار رہے گا۔ ② فقہی مسئلوں اور فتووں میں بھی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بعد انھی کا درجہ ہے۔ ③ اسی لیے گو وہ سن رسیدہ تھیں، تاہم رسول اللہ ﷺ ان کی قدر فرماتے تھے۔ ان وجوہ سے وہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی ہمسر تھیں۔ تاہم ایک معمولی سے اتفاقیہ واقعہ کے سوا، کوئی واقعہ ان کے باہمی اختلاف کا مذکور نہیں۔ وہ اتفاقی واقعہ یہ ہے کہ بعض ازواج نے ان کو سفیر بنا کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں اس لیے بھیجا کہ وہ رسول اللہ ﷺ سے عرض کریں کہ لوگوں کے تحفے جہاں آپ ﷺ ہوں، وہیں بھیجے جائیں عائشہ کی باری کی تخصیص نہ ہو۔ وہ یہ پیغام لے کر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں آئیں اور نہایت متانت سے اپنی درخواست پیش کی۔ آپ نے جواب دیا، وہ خاموش ہو گئیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بھی یہ گفتگو سنی، لیکن کوئی آزردگی نہیں ظاہر کی۔ ④

سیدہ جویریہ اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا میں بھی کوئی اختلاف مذکور نہیں ہے، البتہ وہ ان کے حسن وجمال کو دیکھ کر پہلے گھبرا اٹھی تھیں، ⑤ کہ ان کے مقابلہ میں ان کا رتبہ کم نہ ہو جائے۔ لیکن آخر ان کا خیال غلط ثابت ہوا، کہ ان کی قدر ومنزلت کے اسباب ہی کچھ اور تھے، ان کا تعلق ظاہری حسن سے کچھ نہ تھا۔

سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی زاد بہن تھیں۔ خود دار اور مزاج کی تیز

---

① صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب القرعة بین النساء اذا اراد سفرا، حدیث: ۵۲۱۱۔
صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب فی فضائل عائشة رضی اللہ عنہا، حدیث: ۲۴۴۵۔

② صحیح بخاری، کتاب الشروط، باب الشروط فی الجهاد، حدیث: ۲۷۳۱، ۲۷۳۲۔......
باب الایلا و ترمذی مناقب صفیه رضی اللہ عنہا ونسائی باب الغیرة۔

③ طبقات ابن سعد (۸/ ۹۴)...... مستدرك حاكم (۴/ ۱۸۔۱۹) بمعناه۔

④ صحیح بخاری، کتاب الهبة، باب من اهدی الی صاحبه، حدیث: ۲۵۸۱۔

⑤ طبقات ابن سعد (۸/ ۱۱۶۔۱۱۷)...... سنن ابی داود، کتاب العتق، باب فی بیع المکاتب اذا فسخت المکاتبة، حدیث: ۳۹۳۱۔...... صحیح ابن حبان (۴۰۵۵)
مستدرك حاكم (۴/ ۲۶۔۲۷)...... سیرة ابن هشام (ص: ۴۹۲۔ ۴۹۳)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تھیں چنانچہ اسی لیے ان کو پہلے شوہر سے مفارقت کرنی پڑی۔ ان کے علاوہ وہ رشتہ میں سب بیویوں سے زیادہ آپ سے قریب تھیں، اس بنا پر وہ اپنے کو اوروں سے زیادہ عزت کا مستحق سمجھتی تھیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ "تمام بیویوں میں یہی میرا مقابلہ کیا کرتی تھیں۔" بعض بیبیوں نے سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی خاموشی کے بعد ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سفیر بنا کر بھیجا، انھوں نے بڑی دلیری سے آ کر تقریر کی۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا چپ چاپ ان کی باتیں سنتی اور کنکھیوں سے آپ کی طرف دیکھتی جاتی تھیں۔ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا جب خاموش ہوئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی پا کر یہ کھڑی ہوئیں اور ایسی مسکت اور مدلل گفتگو کی کہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا لاجواب ہو کر رہ گئیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسکرا کر فرمایا: "کیوں نہ ہو، آخر ابوبکر کی بیٹی ہے۔"[1]

رمضان کے آخری عشرہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اعتکاف کرتے، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بھی مسجد کے صحن میں خیمہ کھڑا کر کے اتنے دن اعتکاف میں بسر کرتیں۔ ہر روز صبح کو بضرورت آپ وہاں آ جایا کرتے۔ ایک سال جب یہ موقع آیا اور انھوں نے حسب دستور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لے کر خیمہ کھڑا کیا تو سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے بھی اجازت چاہی، سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے سنا تو انھوں نے بھی اپنا خیمہ برابر میں لگایا، صبح اٹھ کر آپ نے دیکھا کہ مسجد کے صحن میں متعدد خیمے کھڑے ہیں۔ دریافت سے معلوم ہوا، تو فرمایا: "کیا انھوں نے یہ خلوص اور نیک نیتی سے کیا ہے؟ یہ کہہ کر تمام خیمے اکھڑوا دیے اور اس سال اعتکاف کا مہینا بدل دیا۔[2]

ایک دفعہ شب کو سیدہ زینب رضی اللہ عنہا سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر آئیں، اس زمانہ میں گھروں میں چراغ نہیں جلتے تھے، اسی اثنا میں آپ تشریف لائے تو سیدھے ایک طرف کو بڑھے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ وہ زینب ہیں، ان کو اس پر غصہ آ گیا اور کچھ بول گئیں، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بھی برابر کا جواب دیا، باہر مسجد نبوی میں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے، انھوں نے جو یہ آوازیں سنیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: "آپ باہر تشریف لے آئیں۔" سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا باپ کی ناراضی دیکھ کر سہم گئیں۔ نماز کے بعد سیدنا ابوبکرؓ بیٹی کے گھر آئے اور گو ابتدائی قصور ان کا نہ تھا، تاہم بہت کچھ سمجھایا اور تنبیہ کی۔[3]

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الهبة، باب من اهدى الى صاحبه، حدیث: ۲۵۸۱۔
صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب فی فضائل عائشة رضی اللہ عنہا، حدیث: ۲۴۴۲۔

[2] صحیح بخاری، کتاب الاعتکاف، باب الاعتکاف فی شوال، حدیث. ۲۰۴۱۔
صحیح مسلم، کتاب الاعتکاف، باب متی یدخل من اراد الاعتکاف، حدیث: ۱۱۷۳۔

[3] صحیح مسلم، کتاب الرضاع، باب القسم بین الزوجات، حدیث: ۱۴۶۲۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ان چند واقعات سے یہ قیاس نہ کرنا چاہیے کہ باہم ان کے دل صاف نہ تھے۔ جہاں چند آدمی ایک جگہ رہتے ہیں، ان میں کیسی ہی موافقت اور میل ملاپ ہو، ناممکن ہے کہ کبھی کبھی حقیقت میں یا غلط فہمی سے وقتی اور فوری رنجش نہ پیدا ہو خاص کر جہاں عورتوں کا مجمع ہو اور وہ بھی سوکنوں کا، وہاں مختلف واقعات پر کبھی کبھی ناگواری کا پیدا ہونا عورت کی جنسی فطرت ہے۔ فیض صحبت انسان کو اعلیٰ ترین انسان بنا دیتا ہے لیکن اس کی فطرت کو نہیں بدلتا۔ عورت کی طبعی خواہش یہ ہے کہ اس کی محبت میں کوئی دوسرا شریک نہ ہو۔ یہاں یہی چیز مفقود تھی کہ ایک ہی شمع کی سب پروانہ تھیں، تاہم محبت کا ایک ہی چراغ سب کے سینوں میں جل رہا تھا، پھر بھی اتفاقی اور فوری جذبات کو چھوڑ کر تمام سوکنوں میں لطف و مدارات کی بہتر سے بہتر مثال قائم تھی۔

یہی سیدہ زینب رضی اللہ عنہا جب حلقۂ ازواج میں داخل ہوئیں تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ کو مبارکباد دی۔ [1] اُدھر کا حال سنیے، مدینہ کے بعض منافقوں نے جب سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر الزام لگایا تو بہن کی محبت میں سیدہ حمنہ بنت جحش رضی اللہ عنہا (سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی بہن) بھی اس سازش میں مبتلا ہو گئیں، لیکن سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا قدم حق اور صواب و درستی کے راستہ سے ذرا بھی نہیں ہٹا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ان سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی نسبت دریافت فرمایا، تو انھوں نے صاف کہا:

((مَا عَلِمْتُ فِيهَا إِلَّا خَيْرًا))

''خوبی کے سوا ان میں اور کچھ میں نے نہیں جانا۔''

اگر وہ چاہتیں تو ایک ہی فقرہ میں اپنے حریف کو شکست دے سکتی تھیں، لیکن شرف صحبت نے ان کمزوریوں سے ان کو بالاتر بنا دیا تھا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ان کے اس احسان اور خوبی کی یاد ہمیشہ شکر گزاری کے ساتھ رکھتی تھیں۔ [2]

ایک دفعہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کو ''یہودیہ'' کہہ دیا، اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے ناراض ہو گئے اور دو مہینے تک ان سے کلام نہ کیا، آخر وہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئیں کہ تم بیچ میں پڑ کر میرا قصور معاف کرا دو۔ اب وہی موقع سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو بھی حاصل تھا لیکن انھوں نے

---

[1] صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ الاحزاب، باب قولہ: (لا تدخلوا بیوت النبی ...)، حدیث: ۴۷۹۳۔
صحیح مسلم، کتاب النکاح، باب زواج زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا، حدیث: ۱۴۲۸۔

[2] صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب حدیث الافک، حدیث: ۴۱۴۱۔
صحیح مسلم، کتاب التوبۃ، باب فی حدیث الافک، حدیث: ۲۷۷۰۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

خاص اس غرض سے اہتمام کے ساتھ بناؤ سنگار کیا۔ آپ ﷺ آئے تو اس سلیقہ سے گفتگو کی کہ معاملہ رفت وگزشت ہوگیا۔ ①

مرنے کے بعد کسی کی خوبیوں کا اظہار مرنے والے کی اخلاقی زندگی کو حیات جاودانی بخشتا ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے حریف پر یہ آب حیات بھی برسایا۔ بیان کرتی ہیں کہ آپ نے اپنی زندگی میں ایک دفعہ اپنی بیویوں کو خطاب کرکے فرمایا کہ تم میں سے سب سے پہلے مجھ سے وہ آ کر ملے گی جس کا ہاتھ سب سے لمبا ہوگا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ اس کے لیے ہم لوگ اپنے اپنے ہاتھ ناپا کرتے تھے، لیکن سب سے پہلے جب زینب (رضی اللہ عنہا) کا انتقال ہوا تو معلوم ہوا کہ ہاتھ کی لمبائی سے آپ کا مقصود فیاضی اور سخاوت تھی۔ وہ اپنے ہاتھ سے کام کرتی تھیں اور اس طریقہ سے جو آمدنی ہوتی تھی وہ خیرات کیا کرتی تھیں۔ (عربی میں مجازاً فیاضی کو طول ید سے تعبیر کرتے ہیں۔)

اوپر گزر چکا ہے کہ سیدہ زینب اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا میں ایک معاملہ کے متعلق ناگوار حد تک گفتگو پہنچ گئی تھی۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اس واقعہ کو دہراتی ہیں لیکن حسن نیت اور پاک باطنی دیکھو کہ ساتھ ساتھ ان کی تعریف بھی کرتی جاتی ہیں۔ کہتی ہیں کہ۔

''اس کے بعد زینب بنت جحش (رضی اللہ عنہا) آئیں، تمام بیویوں میں رسول اللہ ﷺ کے سامنے قدر ومنزلت میں انھی کو میری برابری کا دعویٰ تھا۔ میں نے کوئی عورت زینب رضی اللہ عنہا سے زیادہ دیندار، زیادہ پرہیزگار، زیادہ راست گفتار، زیادہ فیاض، سخی، مخیّر اور اللہ تعالیٰ کی تقرب جوئی میں زیادہ سرگرم نہیں دیکھی۔ فقط مزاج میں ذرا تیزی تھی، جس پر ان کو بہت جلد ندامت بھی ہوتی تھی۔'' ②

سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا کوئی موافق یا مخالف واقعہ احادیث میں مذکور نہیں۔ اسماء الرجال کی کتابوں میں ہے کہ مرض الموت میں سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو بلوایا، وہ آئیں تو سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے کہا ''سوکنوں میں کچھ نہ کچھ کبھی ہو ہی جاتا ہے، اگر کچھ ہوا ہو تو اللہ ہم دونوں کو معاف کرے۔'' سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ''اللہ سب معاف کرے اور اس سے تم کو

---

① مسند احمد (۶/ ۹۵، ۳۳۷۔۳۳۸)۔ لیکن اس میں ہے کہ یہ معاملہ سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کے لیے کیا گیا تھا، اور سیدہ زینب رضی اللہ عنہا سے ناراض ہوئے تھے اور دو ماہ بعد راضی ہو گئے۔ واللہ اعلم۔ نیز دیکھیے سنن ابی داود، کتاب السنة، باب ترک السلام علی اھل الاھواء، حدیث: ۴۶۰۲۔...... سنن ابن ماجه، کتاب النکاح باب المرأة تهب یومها لصاحبتها، حدیث: ۱۹۷۳۔...... مسند احمد (۶/ ۱۳۱۔۱۳۲)

② صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب فی فضائل عائشة رضی اللہ عنہا، حدیث: ۲۴۴۲۔...... نسائی باب حب النساء۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بری کرے۔'' سیدہ ام حبیبہؓ نے کہا: ''تم نے مجھے اس وقت مسرور کیا، اللہ تم کو بھی خوش رکھے۔''[1]

سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کی نسبت بھی احادیث میں کچھ مذکور نہیں۔ رجال کی کتابوں میں ہے کہ جب انھوں نے وفات پائی تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ''وہ ہم میں سب سے زیادہ پرہیز گار تھیں۔''[2]

سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا صرف تین برس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہیں اور عام امہات المومنین رضی اللہ عنہن سے وہ بیگانہ بھی تھیں، کیونکہ وہ خیبر کی رہنے والی اور نسلاً یہودیہ تھیں۔ خیبر ہی میں وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت میں آئیں۔ خیبر کی واپسی میں وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محمل میں سوار ہوئیں کہ مدینہ کے پاس آ کر محمل کی رسّی ٹوٹ گئی اور محمل گر پڑا۔ مدینہ میں خبر ہوئی تو لونڈیاں تک دیکھنے آئیں اور اس واقعہ کو سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کی نحوست سمجھ کر ان کو برا بھلا کہنے لگیں۔[3] مدینہ پہنچ کر آپ نے ان کو ایک انصاریہ کے گھر اتارا۔ مختلف اسباب سے ان کی آمد اہم ہوگئی تھی، اکثر عورتیں ان کو دیکھنے کو گئیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بھی چھپ کر نقاب پوش بھیڑ میں کھڑی ہوگئیں۔ بایں ہمہ وہ چھپ نہ سکیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو پہچان لیا۔ وہ شرما کر واپس چلیں تو آپ بھی ان کے ساتھ اٹھے، قریب پہنچ کر پوچھا: ''عائشہ! کہو تم نے کیسا پایا؟'' بولیں کہ ''ہاں! یہودیہ ہے۔'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یہ نہ کہو، وہ مسلمان ہوگئی ہے۔''[4]

سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کو کھانا پکانے میں خاص سلیقہ تھا۔ خود سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے ان سے بہتر کھانا پکانے والا کسی کو نہیں دیکھا۔ ایک دن دونوں نے آپ کے لیے کھانا پکایا، سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کا کھانا جلد تیار ہوگیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں تھے، انھوں نے وہیں ایک لونڈی کے ہاتھ کھانا بھجوا دیا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اپنی محبت کی بربادی دیکھ کر جھنجلا اٹھیں اور ایک ایسا ہاتھ مارا کہ لونڈی کے ہاتھ سے پیالہ چھوٹ کر گر پڑا اور ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا۔ آپ خاموشی سے پیالے کے ٹکڑوں کو چننے لگے، اور خادمہ سے فرمایا کہ ''تمھاری ماں کو غصہ آ گیا۔'' چند لمحوں کے بعد سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو اپنے فعل پر خود ندامت ہوئی، عرض کی: ''یا رسول اللہ! اس جرم کا کیا کفارہ ہو سکتا

---

[1] طبقات ابن سعد (۸/ ۱۰۰)...... مستدرك حاكم (۴/ ۲۲۔۲۳) من رواية الواقدی

[2] مستدرك حاكم (۴/ ۳۲)...... طبقات ابن سعد (۸/ ۱۳۸)...... تهذيب التهذيب لابن حجر (۲/ ۴۵۳)

[3] صحيح مسلم، النكاح، باب فضيلة اعتاق امته ثم يتزوجها، حديث: ۸۷/ ۱۳۶۵۔

[4] طبقات ابن سعد (۸/ ۱۳۶) مرسلًا من طريق الواقدی۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہے؟'' آپ نے فرمایا: ''ایسا ہی پیالہ اور ایسا ہی کھانا۔'' چنانچہ نیا پیالہ ان کو واپس کیا گیا۔ ①

سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا ذرا پست قد تھیں، ایک دن سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ''یا رسول اللہ! بس کیجیے، صفیہ تو اتنی سی ہیں۔'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''عائشہ! تم نے ایسی بات کہی کہ اگر اس کو سمندر کے پانی میں بھی ملاؤ تو ملا سکتی ہو۔'' عرض کی: ''یا رسول اللہ! میں نے تو ایک شخص کی صورت حال بیان کی۔'' ارشاد ہوا کہ ''اگر مجھ کو اتنا اور اتنا بھی دیا جائے تو بھی میں کسی کی نسبت کوئی بات نہ کہوں۔'' ② اس امر کا ثبوت کہ یہ وقتی امور، دوامی محبت و قدر شناسی میں عائق نہ تھے، یہ ہے کہ سیدہ صفیہ اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ایک ہی ٹولی میں تھیں اور باہم ایک دوسرے کی حامی تھیں۔ ③

آپ نے دیکھا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اپنی سوکنوں کے ساتھ کس لطف، کس انصاف اور کس عزت کا برتاؤ کرتی ہیں، اور کس کھلے دل سے ان کی خوبیوں اور نیکیوں اور تعریفوں کا اظہار کرتی ہیں۔ کبھی کبھی بشری فطرت سے کوئی خلاف فعل سرزد ہو جاتا ہے تو کس قدر جلد نادم ہو جاتی ہیں۔ سوکنوں پر حملہ کرنے میں بھی پہل نہیں کرتیں، ہاں کوئی پہل کرتی ہے تو وہ چپ بھی نہیں رہتیں، لیکن اس کے باوجود وہ اس کی تعریف میں کمی نہیں کرتیں۔

---

① صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب الغیرۃ، حدیث: ۵۲۲۵۔...... سنن ابی داود، کتاب البیوع، باب فیمن افسد شیئا یغرم مثلہ، حدیث: ۳۵۶۸۔
سنن نسائی، کتاب عشرۃ النساء، باب الغیرۃ، حدیث: ۳۴۰۹۔
مسند احمد (۶/ ۲۷۷)

یہ واقعہ باختلاف الفاظ، حدیث کی تمام کتابوں میں مذکور ہے اور اس سے فقہ کا ایک بڑا اصول مستنبط کیا گیا ہے کہ تاوان کس طرح ادا ہونا چاہیے۔ (بخاری کتاب المظالم و باب الغیرۃ) مسلم و ابوداود میں سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں امہات المومنین کے نام مذکور نہیں لیکن مسند احمد، ابوداود، نسائی میں خود سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے جس میں ناموں کی تصریح ہے۔ (ابو داؤد، کتاب البیوع۔ نسائی کتاب عشرۃ النساء، باب الغیرۃ۔ مسند جلد ۶) قصہ کی پوری تصویر تمام روایتوں کو یکجا کرنے سے معلوم ہوتی ہے۔ نسائی کی ایک روایت میں اور نیز معجم طبرانی (حدیث علی بن اسحاق، ص ۱۱۸) میں دوسری بیوی کا نام ام سلمہ مذکور ہے۔

② مسند احمد (۶/ ۱۸۹)...... سنن ابی داود، کتاب الادب، باب فی الغیبۃ، حدیث: ۴۸۷۵۔...... سنن ترمذی، کتاب صفۃ القیامۃ، باب (۵۱)، حدیث: ۲۵۰۲۔

③ صحیح بخاری، کتاب الھبۃ، باب من اھدی الی صاحبہ، حدیث: ۲۵۸۱۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مشتبہ اور غلط روایات

عام طور سے دنیا میں سوکنوں کے درمیان خلوص اور محبت کا رواج بہت کم ہے، لیکن حریم نبوت کی حجلہ نشینوں سے جن اخلاقی خوبیوں کی دنیا توقع کر سکتی ہے، بحمد اللہ کہ وہ اس توقع میں نا کامیاب نہیں۔ واقعات میں کہیں کہیں جو بدنمائی ہے، وہ درحقیقت یا منافقوں کی بنائی ہوئی، یا بعض ناعاقبت اندیش فرقوں کی جاہلانہ کوشش ہے۔ چنانچہ عہد نبوی میں ایک عورت تھی، سیر اور رجال کی کتابوں میں اس کی نمایاں خصوصیت یہ لکھی ہے کہ ''ازواج مطہرات کو باہم لڑایا کرتی تھی۔'' ((کَانَتْ تَحْرِشُ بَیْنَ اَزْوَاجِ النَّبِیِّ ﷺ)) اور اس گناہ کا وہ خود اعتراف کرتی تھی۔ لوگوں نے پوچھا: ''تمھاری بات کو وہ سچ کیونکر جانتی تھیں؟'' اس نے کہا: ''سچ نہ جانتیں تو میں کہتی کیونکر۔''[1]

اوپر جو روایتیں گزر چکی ہیں، گو وہ صرف صحاح سے ماخوذ ہیں تاہم ان میں جہاں بھی کچھ بد نمائی ہے، اگر ذرا کریدا جائے تو دفعتاً تمام بنیاد کھوکھلی ہو جاتی ہے۔ پیالہ توڑنے کا واقعہ تمام حدیث کی کتابوں میں موجود ہے، لیکن بخاری و مسلم میں کہیں بھی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا نام مذکور نہیں۔ ابوداود، نسائی، مسند احمد اور بعض کم درجہ کتابوں میں راوی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا نام لیتے ہیں، اور لطف یہ کہ خود سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی زبانی روایت کرتے ہیں۔ اس طریقہ کی اول راوی جسرة بنت دجاجہ ہے، جس کی گو محدث عجلی اور ابن حبان رحمہما اللہ نے توثیق کی ہے، تاہم اس کے متعلق امام بخاری رحمہ اللہ کی یہ رائے ہے:

((عِنْدَ جَسْرَةِ عَجَائِبُ)) (تہذیب)

''جسرہ کی روایتوں میں عجیب وغریب باتیں ہیں۔''

دوسرا راوی فلیت عامری (یا افلت عامری) ہے۔ اگرچہ بعض محدثین نے اس کی بھی توثیق کی ہے، لیکن اکثر ائمہ فن کی یہ رائیں ہیں:

امام احمد رحمہ اللہ: لَا بَأْسَ بِهِ۔ ''میں اس کی روایت میں کوئی حرج نہیں سمجھتا۔'' (یعنی کسی قدر ضعیف ہے۔)

امام احمد رحمہ اللہ: (بروایت خطابی وبغوی) مَجْهُولٌ۔ ''مجہول الحال ہے۔''

ابن حزم رحمہ اللہ: غیر مشہور ہے، ثقاہت کے ساتھ معروف نہیں ہے اور اس کی ایک خاص حدیث باطل ہے۔

---

[1] الاصابۃ (۷/ ۵۸۷، ۸/ ۱۸۰)...... لسان المیزان (۱/ ۴۵۳)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

شب کے وقت سیدہ عائشہ اور سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی باہمی سخت گفتگو کی روایت گو صحیح مسلم میں ہے، لیکن ذرا ان حالات کو پیش نظر رکھیے:

اس واقعہ کے راویِ اول سیدنا انس رضی اللہ عنہ ہیں، جو ۵ ھ سے امہات المومنین رضی اللہ عنہن کے حجروں میں نہیں جاتے تھے۔ یہ واقعہ ۵ ھ کے بعد کا ہے۔ یہ واقعہ زنان خانہ میں پیش آیا جہاں وہ موجود نہ تھے۔ اس لیے سلسلہ روایت اخیر راوی تک نہیں پہنچتا۔ اگر یہ فرض کیا جائے کہ وہ مسجد نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ میں، موجود تھے اور اندر سے آوازیں آ رہی تھیں، جن کو وہ سن رہے تھے، تو اس رات کے وقت میں، جب کہ اول تو وہ حجرہ کے اندر موجود نہ تھے، اور دوسرے یہ کہ وہاں چراغ نہ تھا، وہ کیونکر دیکھ سکے کہ آپ نے کدھر ہاتھ بڑھایا، اور کیا واقعہ پیش آیا۔ اور سب سے عجیب یہ کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے دل کی بات کیونکر جان لی کہ وہ ڈر گئیں کہ اب والد ضرور آ کر مجھ کو تنبیہ کریں گے۔ اس لیے یہ روایت کس قدر غیر محتاطانہ معلوم ہوتی ہے۔

ترمذی میں ہے کہ ایک دفعہ سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا رو رہی تھیں۔ آپ نے سبب دریافت فرمایا تو بولیں کہ مجھ کو معلوم ہوا ہے کہ عائشہ اور حفصہ (رضی اللہ عنہما) کہتی ہیں کہ ہم آپ کی نظر میں زیادہ معزز ہیں۔ ہم آپ کی بیویاں بھی ہیں اور چچا زاد بہنیں بھی۔ آپ ﷺ نے تسلی دی اور فرمایا: "تم نے یہ نہیں کہا کہ مجھ سے زیادہ معزز کیونکر ہوسکتی ہو، میرے شوہر محمد (ﷺ)، میرے باپ ہارون (علیہ السلام) اور میرے چچا موسیٰ (علیہ السلام) ہیں۔"[1] اس روایت کو تمام اہل سیر نقل کرتے ہیں، لیکن اس کے بعد اس روایت کے متعلق امام ترمذی رحمہ اللہ کی جو رائے ہے، اس کو چھوڑ دیتے ہیں۔ ان کی رائے یہ ہے:

((هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ هَاشِمِ الْكُوْفِيِّ وَلَيْسَ اِسْنَادُهٗ بِذَاكَ)) (فضائل ازواج النبی)

"یہ حدیث غریب ہے، ہاشم کوفی کے سوا کسی اور طریقہ سے ہم لوگ اس کو نہیں جانتے، اور اس کی سند کچھ ایسی نہیں ہے۔"

ہاشم کوفی کی نسبت محدثین کی یہ رائے ہے:

امام احمد رحمہ اللہ: لَا اَعرِفُه۔ میں اس کو نہیں جانتا۔

ابن معین رحمہ اللہ: لَيْسَ بِشَيْءٍ، یہ کچھ نہیں۔

---

[1] سنن ترمذی، کتاب المناقب، باب فضل ازواج النبی ﷺ، حدیث: ۳۸۹۲۔ مستدرك حاکم (۴/ ۲۹)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ابو حاتم رحمہ اللہ: ضَعِيفُ الْحَدِيثِ، ضعیف الحدیث ہے۔

ابن عدی رحمہ اللہ: مِقْدَارُ مَا يَرْوِيهِ لَا يُتَابِعُ عَلَيْهِ۔ ان کے دوسرے ساتھی ان کی تصدیق اور تائید نہیں کرتے، اس کے بعد سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی جو حدیث ہے، اس میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا نام نہیں۔ ①

مسند احمد میں ہے کہ ایک دفعہ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں بیٹھی تھیں۔ رات کا وقت تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر سے تشریف لائے، سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو نہیں پہچانا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا چپکے چپکے اشارہ کر رہی تھیں، اور آپ نہیں سمجھتے تھے۔ آخر آپ بھی سمجھ گئے۔ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا برہم ہوئیں اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو بہت کچھ برا بھلا کہا اور اٹھ کر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئیں کہ ''عائشہ تم کو یہ کہتی ہے، یہ کہتی ہے.....'' ② اس حدیث کا دوسرا راوی علی بن زید تیمی ہے۔ اس کے متعلق ائمہ فن کے اقوال سنو:

ابن سعد رحمہ اللہ: فِيهِ ضُعْفٌ وَلَا يُحْتَجُّ بِهِ۔ اس میں ضعف ہے، اس سے احتجاج نہیں کیا جاتا۔

امام احمد رحمہ اللہ: لَيْسَ بِالْقَوِيِّ، لَيْسَ بِشَيْءٍ، ضَعِيفُ الْحَدِيثِ۔ قوی نہیں، کچھ نہیں، ضعیف ہے۔

یحییٰ رحمہ اللہ: ضَعِيفٌ، ضَعِيفٌ فِي كُلِّ شَيْءٍ۔ ضعیف ہے، ہر چیز میں ضعیف ہے۔

جوزجانی رحمہ اللہ: وَاهِي الْحَدِيثِ۔ واہی ہے۔

حاکم رحمہ اللہ: لَيْسَ بِالْمَتِينِ عِنْدَهُمْ۔ محدثین کے نزدیک قوی نہیں۔

ابو زرعہ رحمہ اللہ: لَيْسَ بِالْقَوِيِّ۔ قوی نہیں۔

امام بخاری رحمہ اللہ: لَا يُحْتَجُّ بِهِ۔ اس سے حجت لانا جائز نہیں۔

اس قسم کی تصریحات اور ائمہ کی بھی ہیں۔ ان کے ایک شاگرد کہتے ہیں: ''وہ جو حدیثیں آج سناتے تھے، وہ کل اور ہو جاتی تھیں۔'' ③

سیر کی عام کتب میں اور اس قسم کے چند واقعات ملیں گے جن کا زیادہ تر ذخیرہ واقدی اور کلبی کے مزخرفات سے فراہم کیا گیا ہے۔ مثال کے لیے ہم صرف ایک واقعہ پر اکتفا کرتے ہیں:

---

① سنن ترمذی، کتاب المناقب، باب فضل ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم، حدیث: ۳۸۹۴۔ سنن کبریٰ نسائی (۸۹۱۹)...... مسند احمد (۳/ ۱۵۳)

② مسند احمد (۶/ ۱۳۰)...... سنن ابی داود، کتاب الادب، باب فی الانتصار، حدیث: ۴۸۹۸۔ واسنادہ ضعیف۔ اس کی سند میں علی بن زید بن جدعان راوی ضعیف ہے۔

③ یہ تمام اقوال تہذیب التہذیب اور میزان الاعتدال سے ماخوذ ہیں۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

احادیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے ایک قبیلہ کی رئیسہ سے نکاح کیا۔ جب وہ مدینہ آئی اور آپ حجلہ عروسی میں گئے، تو فرمایا: ''تم اپنے آپ کو میرے حوالہ کرو۔'' اس نے کہا: ''کیا ایک شہزادی اپنے آپ کو ایک رعایا کے حوالے کر سکتی ہے۔'' آپ نے اس کی تسکین کے لیے اس کے سر پر ہاتھ رکھنا چاہا تو اس نے کہا: ''میں تم سے اللہ کی پناہ مانگتی ہوں۔'' آپ نے فرمایا: ''تم نے بڑے کی پناہ لی۔'' یہ کہہ کر واپس چلے آئے اور اس کو رخصت کر دیا۔ [1]

یہ صحیح بخاری کی روایت ہے۔ ابن سعد رحمہ اللہ ہشام بن محمد سے راوی ہیں کہ اس کو سیدہ عائشہ و سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہما نے سکھایا تھا کہ تم اس طرح کہنا، رسول اللہ ﷺ یہ کہنے سے خوش ہوتے ہیں۔ ہشام بن محمد کون بزرگ ہیں؟ دنیا ان کو کلبی کے نام سے جانتی ہے۔ ان کی مخصوص صفات یہ ہیں: متروک، غیر ثقہ، رافضی۔

امام احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((اِنَّمَا كَانَ صَاحِبُ سَمَرٍ وَنَسَبٍ ، مَا ظَنَنْتُ اَنَّ اَحَدًا يُحَدِّثُ عَنْهُ))

(میزان)

''یہ ایک نسب دان اور داستان گو تھا، میں نہیں جانتا کہ کوئی اس سے حدیث روایت کرنا گوارا کرے گا۔''

صحیح بخاری میں بہ تصریح مذکور ہے کہ یہ خاتون آپ کو پہچانتی نہ تھی، اس لیے یہ گستاخی کی، اور جب بعد میں اس کو معلوم ہوا کہ یہ آپ ﷺ تھے، تو اس نے سر پیٹ لیا۔ [2] خود سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بھی اس بدنصیب کا قصہ بیان کرتی ہیں لیکن یہ نہیں کہتیں [3] یہ کہ میری تعلیم تھی۔ حالانکہ ان کی آزاد بیانی، اگر اپنا جرم ہو، تو روایت میں اس کا اعتراف مشہور ہے۔ [4]

سوتیلی اولاد کے ساتھ برتاؤ

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی چار سوتیلی بیٹیاں تھیں: سیدہ زینب، سیدہ رقیہ، سیدہ ام کلثوم، سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہن لیکن سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی سے پہلے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا

---

[1] صحیح بخاری ، الطلاق ، باب من طلق وھل یواجه الرجل...... ،

[2] صحیح بخاری ، الاشربة ، باب الشرب من قدح النبی ﷺ ، حدیث: ۵۶۳۷۔

[3] صحیح بخاری ، الطلاق ، باب من طلق وھل یواجه الرجل...... ، ۵۲۵۴۔

[4] دیکھو، ان کے اخلاق و عادات کا بیان، نیز روایت حدیث کا باب۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کے سوا اور سب اپنی اپنی سسرال جا چکی تھیں۔ اس کے علاوہ ان میں سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کا ۲ھ میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی کے ایک سال کے بعد انتقال ہو گیا۔ البتہ سیدہ زینب اور سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا نے بترتیب ۸ھ و ۹ھ میں وفات پائی اور سات آٹھ برس ان کے سامنے زندہ رہیں، تاہم کوئی باہمی آزردگی کا واقعہ مذکور نہیں۔

آپ کی سب سے بڑی صاحبزادی سیدہ زینب رضی اللہ عنہا جو راہ الٰہی میں شہید ہوئیں، ان کی نسبت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول نقل کرتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''وہ میری سب سے اچھی بیٹی تھی، جو میری محبت میں ستائی گئی۔''[۱] سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے بطن سے ایک لڑکی امامہ نام کی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو بہت پیار کرتے تھے، ان کو گود میں لے کر مسجد جاتے تھے، اور نماز پڑھاتے تھے تو ان کو کندھے پر بٹھا لیتے تھے۔[۲] سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ آپ کو اُن سے بہت محبت تھی۔ کہیں سے ایک ہار آیا تھا، عورتوں نے کہا: ''یہ عائشہ (رضی اللہ عنہا) کی قسمت کا ہے''، لیکن آپ نے وہ سیدہ امامہ رضی اللہ عنہا کو عطا فرمایا۔[۳]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی کے وقت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا گو کنواری تھیں، لیکن ان سے سن میں پانچ چھ برس بڑی تھیں۔ غالباً ایک سال یا اس سے بھی کچھ کم دونوں ماں بیٹی ایک ساتھ رہی ہوں گی۔ ۲ھ کے بیچ میں وہ سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے بیاہ دی گئیں۔ شادی کے لیے جن ماؤں نے سامان درست کیا تھا، ان میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے انھوں نے خاص طور پر اس کا اہتمام کیا۔ مکان لیپا، بستر لگایا، اپنے ہاتھ سے کھجور کی چھال دھن کر تکیے بنائے، چھوارے اور منقّے دعوت میں پیش کیے، لکڑی کی ایک الگنی تیار کی کہ اس پر پانی کی مشک اور کپڑے لٹکائے جائیں۔ خود بیان کرتی ہیں کہ فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کے بیاہ سے کوئی اچھا بیاہ میں نے نہیں دیکھا۔[۴] شادی کے بعد سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا جس گھر میں گئیں، اس میں اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے

---

[۱] مستدرك حاكم (۴/ ۴۳۔۴۴)...... معجم كبير طبرانی (۲۲/ ۱۰۵۱)
مسند البزار (۲۰۰۹) و اسناده ضعيف۔ یحییٰ بن ایوب راوی متکلم فیہ ہے۔

[۲] صحيح بخاری، الصلاة، باب اذا حمل جارية صغيرة على عنقه، ۵۱۶۔
صحيح مسلم، الصلاة، باب جواز حمل الصبيان فی الصلاة، ۵۴۳۔

[۳] مسند احمد (۶/ ۱۰۱)

[۴] سنن ابن ماجه، كتاب النكاح، باب الوليمة، حديث: ۱۹۱۱۔ و اسناده ضعيف۔ اس کی سند میں جابر جعفی سخت ضعیف راوی ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

حجرے میں صرف ایک دیوار کا فصل تھا، بیچ میں ایک دریچہ تھا جس سے کبھی کبھی باہم گفتگو ہوتی تھی۔ ①

حدیث کی کتابوں میں کوئی صحیح واقعہ ایسا مذکور نہیں ہے جس سے یہ ثابت ہو کہ ماں بیٹی کے دل باہم صاف نہ تھے۔ حدیثیں تمام تر اسی کی موید ہیں کہ دونوں میں یک جہتی، محبت اور میل ملاپ تھا۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سسرال میں اپنے ہاتھ سے کام کرتے کرتے تھک گئی تھیں۔ ایک لونڈی کی درخواست کے لیے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آئیں اور اتفاق سے باریابی نہ ہوئی تو ماں ہی کو وکیل بنا کر واپس چلی گئیں۔ ② بیٹی کا برتاؤ یہ تھا کہ جب دوسری ماؤں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے مقابل میں سفیر بنا کر ان کو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بھیجا اور انھوں نے ان کی طرف سے درخواست پیش کی اور آپؐ نے فرمایا: ''بیٹی! جس کو میں چاہوں، اس کو تم نہیں چاہو گی؟'' تو فوراً شرما کر واپس چلی آئیں، اور پھر ماؤں کے دوبارہ اصرار سے بھی درخواست کے لیے نہیں گئیں۔ ③

بیٹی کی تعریف میں کہتی ہیں: ''میں نے فاطمہ (رضی اللہ عنہا) سے ان کے باپ کے سوا کوئی اور بہتر انسان کبھی نہیں دیکھا۔'' ④ ایک تابعی نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ ''رسول اللہ ﷺ کو سب سے زیادہ محبوب کون تھا''؟ بولیں: ''فاطمہ'' ⑤ کہتی ہیں کہ میں نے فاطمہ (رضی اللہ عنہا) سے زیادہ نشست و برخاست کے طور طریقہ پر رسول اللہ ﷺ سے ملتا جلتا کسی اور کو نہیں دیکھا۔ جب آپ کی خدمت میں وہ آتیں، آپ سروقد کھڑے ہو جاتے، پیشانی چوم لیتے اور اپنی جگہ پر بٹھاتے۔ اسی طرح جب آپ ان کے گھر تشریف لے جاتے تو وہ بھی کھڑی ہو جاتیں، باپ کو بوسہ دیتیں اور اپنی جگہ پر بٹھاتیں۔ ⑥ وہ خاص حدیث جس میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے اہل بیت اور آلِ عبا میں ہونے کا ذکر ہے، وہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہی کے ذریعے سے مروی ہے۔ ⑦

---

① خلاصة الوفاء: فصل رابع۔

② صحیح بخاری، کتاب النفقات، باب عمل المرأة فی بیت زوجها، حدیث: ۵۳۶۱۔..... مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب التسبیح اول النهار وعند النوم، حدیث: ۲۷۲۷۔

③ صحیح بخاری، الهبة، باب اذا اهدی الی صاحبه، حدیث: ۲۵۸۱۔ صحیح مسلم، فضائل الصحابة، باب فی فضائل عائشة ام المومنین رضی اللہ عنہا، ح: ۲۴۴۲۔

④ معجم اوسط طبرانی (۲۷۴۲)..... مسند ابی یعلی (۴۷۰۰)..... مستدرک حاکم (۳/ ۱۶۰۔۱۶۱)

⑤ سنن ترمذی، کتاب المناقب، باب ما جاء فی فضل فاطمة رضی اللہ عنہا، حدیث: ۳۸۷۴۔

⑥ سنن ابی داود، کتاب الادب، باب ما جاء فی القیام، حدیث: ۵۲۱۷۔ سنن ترمذی، کتاب المناقب، باب ما جاء فی فضل فاطمة رضی اللہ عنہا، حدیث: ۳۸۷۲۔ سنن کبریٰ نسائی (۸۳۱۱)

⑦ صحیح مسلم، فضائل الصحابة، فضائل اهل بیت النبی ﷺ، ۲۴۲۴۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ ایک دن ہم سب بیویاں آپ کے پاس بیٹھی تھیں کہ فاطمہ (رضی اللہ عنہا) سامنے سے آئیں۔ بالکل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چال تھی، ذرا بھی فرق نہ تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑے تپاک سے بلا کر پاس بٹھالیا، پھر چپکے چپکے ان کے کان میں کچھ کہا، وہ رونے لگیں۔ ان کے بے قراری دیکھ کر آپ نے پھر ان کے کان میں کچھ کہا، وہ ہنسنے لگیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے کہا: ''فاطمہ! تمام بیویوں کو چھوڑ کر صرف تم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے راز کی باتیں کہتے ہیں اور تم روتی ہو۔'' آپ جب اٹھ گئے تو میں نے واقعہ دریافت کیا۔ بولیں: ''میں باپ کا راز نہیں فاش کروں گی۔'' جب آپ کا انتقال ہوگیا تو میں نے دوبارہ کہا: ''فاطمہ! میرا جو تم پر حق ہے، اس کا واسطہ دیتی ہوں، اس دن کی بات مجھ سے کہہ دو۔'' انھوں نے کہا کہ ہاں، اب ممکن ہے میرے رونے کا سبب یہ تھا کہ آپ نے اپنی جلد وفات کی اطلاع دی تھی۔ ہنسنے کا باعث یہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''فاطمہ! کیا تم کو یہ پسند نہیں کہ تم تمام دنیا کی عورتوں کی سردار بنو۔''[1]

اس حدیث سے دونوں ماں بیٹی کے تعلقات کتنے خوشگوار نظر آتے ہیں۔ یہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے اخیر عمر کا واقعہ ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ میراث اور فدک کے جھگڑوں نے ان پاک روحوں کو کوئی صدمہ نہیں پہنچایا تھا اور نہ کوئی اور خانگی آزردگی کا واقعہ ان کے شیشہ خاطر کو مکدر کرسکا تھا۔

غلط اور مشتبہ روایات

مسند احمد میں انھی بزرگ سے، جنھوں نے بیان کیا تھا کہ ایک دفعہ شب کے وقت سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر آئیں اور باہمی سخت کلامی کی نوبت آئی، مروی ہے کہ اس کے بعد سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا اٹھ کر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر گئیں اور ان سے جا کر کہا کہ عائشہ تم کو برا بھلا کہتی ہے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے مشورے سے وہ آپ ؐ کی خدمت میں دوڑی آئیں اور شکایت کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ کی قسم! وہ تمھارے باپ کو پیاری ہے۔'' سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے کہا: ''عائشہ (رضی اللہ عنہا) نے پہلے جو کچھ کہا وہ کافی نہ تھا، جو (جلانے کو) یہ بھی کہہ دیا کہ اللہ کی قسم وہ تمھارے باپ کو پیاری ہے۔''[2]

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الاستئذان، باب من ناجی بین یدی الناس، حدیث: ۶۲۸۵، ۶۲۸۶۔...... صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل فاطمة رضی اللہ عنہا، حدیث: ۹۸/ ۲۴۵۰۔

[2] مسند احمد (۶/ ۳۰۱) واسنادہ ضعیف۔ علی بن زید بن جدعان راوی ضعیف ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

یہ حدیث بظاہر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی منقبت میں ہے، لیکن اس تصویر کو غور سے دیکھو تو نظر آئے گا کہ نامعقول راوی نے ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے اخلاق کا کتنا بدنما نقشہ کھینچا ہے۔ اس ہجو ملیح کا سرچشمہ علی بن زید تیمی ہے، جو ضعیف، واہی، ناقابل حجت ہونے کے ساتھ رافضی بھی تھا۔ ①

یحییٰ نے اپنی مسند میں عیسیٰ بن عبداللہ سے روایت کی ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ سے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں دریچہ کھلتا تھا، آپ اس دریچہ سے ان کی خیریت پوچھ لیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ شب کو آپ گھر میں رونق افروز نہ تھے، اسی دریچہ سے سیدہ فاطمہ اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہما میں کچھ گفتگو ہوگئی، آخر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی درخواست پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دریچہ بند کرا دیا۔ ②

ابن عبدالحمید اور عیسیٰ بن عبداللہ دونوں صاحب جو اس واقعہ کے راوی ہیں، علاوہ اس کے کہ پایۂ اعتبار سے ساقط ہیں، شیعہ بھی ہیں۔ گو اہل فن کے نزدیک شیعہ ہونا ضعف کا سبب نہیں، تاہم یہ ظاہر ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حق میں ان کی شہادت کبھی قبول نہیں ہوسکتی۔

واقعۂ افک

مدینہ میں آکر مسلمانوں کو جن مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑا، وہ مکہ سے بالکل مختلف تھیں۔ مدینہ میں منافقوں کا ایک گروہ پیدا ہوگیا تھا، جو ہمیشہ اسلام کے خلاف سازشوں میں مصروف رہتا تھا۔ انسان کے لیے سب سے بڑی چیز آبرو ہے اور اس پر حملہ بڑے کمینہ دشمن کا کام ہے۔ لیکن یہاں اسلام کو جیسے مخلص، وفا شعار اور محبت والے دوست ملے تھے، اسی قسم کے نفاق پرور، عداوت پیشہ اور غدار دشمن بھی ہاتھ آئے تھے۔ اس قسم کے غلط اور خلاف آبرو واقعات کی تشہیر اور باہمی خانہ جنگی کے اسباب کی فراہمی ان کا سب سے بڑا ہتھیار تھا۔ اگر خدانخواستہ توفیق الٰہی شامل حال نہ ہوتی تو ان کی خانہ برانداز کوششیں پہلے ہی کتنی بار صحابہ رضی اللہ عنہم کے درمیان تفریق بلکہ خونریزی میں کامیاب ہوچکی ہوتیں۔

ان کوششوں کی سب سے ذلیل مثال ''افک'' یعنی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگانے کا واقعہ ہے۔ معلوم ہے کہ اس منافق گروہ کے سب سے بڑے دشمن سیدنا ابوبکر اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہما تھے، اس بنا پر حرم نبوت اور بارگاہ خلافت کی شہزادیوں یعنی سیدہ عائشہ اور سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہما کے بدنام کرنے میں ان کی ناکام کوششوں کا بڑا حصہ صرف ہوا، جن کی متعدد مثالیں اوپر گزر چکی ہیں اور کچھ آگے آئیں گی۔

---

① تهذيب التهذيب و ميزان الاعتدال فى نقد الرجال

② خلاصة الوفاء (فصل رابع، ص:۱۲۷)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

نجد کے قریب مریسیع نامی بنی مصطلق کا ایک چشمہ تھا، شعبان ۵ ھ میں مسلمان اسی چشمہ کے پاس ان سے معرکہ آرا ہوئے تھے۔ چونکہ یہ معلوم تھا کہ یہاں کوئی خونریز جنگ نہیں ہوگی، اس لیے منافقوں کی ایک بہت بڑی تعداد فوج میں شریک ہوگئی تھی۔ ابن سعد کی روایت ہے:

((وَ خَرَجَ مَعَهُ بَشَرٌ كَثِيرٌ مِنَ الْمُنَافِقِينَ لَمْ يَخْرُجُوا فِي غَزَاةٍ قَطُّ مِثْلُهَا))①

''اس سفر میں منافقین کی بہت بڑی تعداد شریک تھی، جو کسی اور غزوہ میں نہیں ہوئی۔''

اوپر گزر چکا ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب کسی سفر میں جاتے تو ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں سے جن کے نام پر قرعہ پڑتا، وہ معیت کے شرف سے ممتاز ہوتیں۔ اسی طریقہ سے اس سفر میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہم رکابی میں تھیں۔ چلتے وقت اپنی بہن سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا کا ایک عاریتاً پہننے کو مانگ لیا تھا، وہ ان کے گلے میں تھا۔ ہار کی لڑیاں اتنی کمزور تھیں کہ ٹوٹ ٹوٹ جاتی تھیں۔ اس وقت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر چودہ برس کی تھی۔ یہ عورت کا وہ زمانہ ہے جس میں اس کے نزدیک معمولی سا زیور بھی وہ گراں قیمت سامان ہے جس کے شوق میں ہر زحمت گوارا کر لی جاسکتی ہے۔

سفر میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے محمل پر سوار ہوتیں، ساربان محمل اٹھا کر اونٹ پر رکھ دیتے تھے اور چل کھڑے ہوتے تھے۔ اس وقت کم سنی اور اچھی غذا نہ ملنے کے باعث اس قدر دبلی پتلی اور ہلکی پھلکی تھیں کہ محمل اٹھانے میں ساربانوں کو مطلق محسوس نہیں ہوتا تھا کہ اس میں کوئی سوار بھی ہے یا نہیں۔

سفر سے واپسی میں کئی بار منافقین نے شرارتیں کیں۔ ایک دفعہ قریب تھا کہ مہاجرین اور انصار تلواریں کھینچ کھینچ کر باہم کٹ مریں، آخر مشکل سے معاملہ رفع دفع کیا گیا۔② ان شریروں نے انصار کو سمجھایا کہ وہ اسلام کی مالی خدمت چھوڑ دیں۔ عبداللہ بن ابی نے جوان کا رئیس تھا، برملا کہا:

﴿لَئِنْ رَّجَعْنَآ اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ﴾ (منافقون:۶۳/ ۸)

''اگر ہم لوگ مدینہ واپس پہنچے تو معززین ان ذلیل لوگوں کو مدینہ سے نکال دیں گے۔''

---

① طبقات ابن سعد (۲/ ۴۵)

② صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب ما ینهی من دعوی الجاهلية، حدیث: ۳۵۱۸۔ صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، باب نصر الاخ ظالمًا او مظلومًا، حدیث: ۶۳/ ۲۵۸۴۔...... فتح الباری (۴/ ۲۶۷)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

رسول اللہ ﷺ نے انصار کو جمع کر کے اس واقعہ کی اطلاع دی، تو گو وہ اس جرم میں شریک نہ تھے، تاہم ان کو ندامت ہوئی، اور عبداللہ بن ابی کی طرف سے ایک عام نفرت پیدا ہو گئی۔ خود اس کے بیٹے نے جب یہ سنا تو باپ کے گھوڑے کی لگام پکڑ لی اور کہا: ''جب تک تم یہ اقرار نہ کر لو کہ ذلیل تم ہو اور معزز محمد ﷺ ہیں، میں تم کو نہیں چھوڑوں گا۔'' ①

ایک جگہ رات کو قافلہ نے پڑاؤ کیا۔ پچھلے پہر وہ پھر روانگی کو تیار تھا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا قضائے حاجت کے لیے قافلہ سے ذرا دور نکل کر باہر آڑ میں چلی گئیں۔ فارغ ہو کر جب لوٹیں تو اتفاق سے گلے پر ہاتھ پڑ گیا، دیکھا تو ہار نہ تھا۔ ایک تو کم سنی اور پھر مانگے کی چیز، گھبرا کر وہیں ڈھونڈنے لگیں۔ سفر کی ناتجربہ کاری کی بنا پر ان کو یقین تھا کہ قافلہ کی روانگی سے پہلے ہی ہار ڈھونڈ کر واپس آ جاؤں گی، اس بنا پر نہ کسی کو واقعہ کی اطلاع دی اور نہ آدمیوں کو اپنے انتظار کا حکم دے کر گئیں۔ ساربان حسب دستور محمل کو اونٹ پر رکھ کر قافلہ کے ساتھ روانہ ہو گئے۔ تھوڑی دیر کی تلاش میں ہار مل گیا۔ ادھر قافلہ چل چکا تھا، پڑاؤ پر آئیں تو یہاں سناٹا تھا۔

مجبوراً چادر اوڑھ کر وہیں پڑ رہیں، کہ جب لوگ محمل میں نہ پائیں گے تو خود لینے آئیں گے۔ سیدنا صفوان بن معطل رضی اللہ عنہ ایک صحابی تھے، جو ساقہ (ریئر گارڈ) یعنی چھوٹے چھوٹے سپاہیوں اور فوج کی گری پڑی چیزوں کے انتظام کے لیے لشکر کے پیچھے پیچھے رہتے تھے، صبح کو جب وہ پڑاؤ پر آئے تو دور سے سواد نظر آیا۔ حکم حجاب سے پہلے، جو اسی سال نازل ہو چکا تھا، انھوں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو دیکھا تھا۔ دیکھتے ہی پہچان لیا، پاس آ کر ''اِنَّا لِلّٰہِ'' پڑھا، آواز سن کر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سوتے سے چونک پڑیں۔ سیدنا صفوان رضی اللہ عنہ نے اپنا اونٹ بٹھایا اور ان کو سوار کر کے اگلی منزل کا راستہ لیا۔ قافلہ نے دوپہر کے وقت پڑاؤ کیا ہی تھا کہ محمل سامنے نظر آیا۔ سیدنا صفوان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں اونٹ کی مہار تھی اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا محمل میں سوار تھیں۔ یہ نہایت معمولی واقعہ تھا اور اکثر سفر میں پیش آتا ہے۔ آج ریل کے زمانہ میں بھی اس قسم کے واقعات کثرت سے پیش آتے ہیں۔

ہندوؤں میں سیتا پر اور بنو اسرائیل میں مریم علیہا السلام پر جو کچھ گزری، اسلام میں اسی کا اعادہ ہوا۔

---

① طبقات ابن سعد (۲/ ۴۵)...... سیرة ابن هشام (ص: ۴۹۰، ۴۹۱)

نسائی میں ہے کہ غزوۂ تبوک کا واقعہ ہے، لیکن بخاری میں سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کی جو حدیث ہے کہ اس وقت مہاجرین انصار سے کم تھے، اس سے اس کی تردید ہوتی ہے۔ ابن ابی حاتم اور تمام ارباب مغازی متفق ہیں کہ غزوہ مریسیع میں یہ واقعات پیش آئے۔ فتح الباری، جلد ۸، ص ۴۰۴، ۴۹۸۹۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

عبداللہ بن ابی نے، کہ جس کا زخم ابھی تازہ تھا، یہ مشہور کیا کہ نعوذ باللہ! اب وہ پاکدامن نہیں رہیں۔

جا بجا اس چیز کو پھیلانا شروع کیا۔ نیک دل مسلمانوں نے اس افواہ کو سنتے ہی کانوں پر ہاتھ رکھا کہ "سُبْحَانَ اللّٰهِ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيمٌ"۔ سیدنا ابو ایوب رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی سے کہا: ''ام ایوب! اگر تم سے یہ کوئی کہتا، کیا تم مان لیتیں؟'' بولیں: ''استغفر اللہ! کسی شریف کا بھی یہ کردار ہے۔'' سیدنا ابو ایوب رضی اللہ عنہ نے کہا: ''تو عائشہ (رضی اللہ عنہا) تم سے کہیں زیادہ شریف ہیں، کیا ان سے ایسا ہو سکتا ہے؟'' عبداللہ بن ابی کے علاوہ مدینہ میں تین اور آدمی بھی اس سازش میں مبتلا ہوگئے: حسان بن ثابت، حمنہ بنت جحش اور مسطح بن اثاثہ (رضی اللہ عنہم)، حالانکہ ان میں سے دو اوّل الذکر اس سفر میں شریک تک نہ تھے۔ سیدنا حسان رضی اللہ عنہ کو، معاذ اللہ، واقعہ کی صحت سے بحث نہ تھی، ان کو سیدنا صفوان رضی اللہ عنہ کی بدنامی پر مسرت تھی۔ ان کو ملال تھا کہ بیرونی لوگ ہمارے گھر آ کر ہم سے زیادہ معزز کیوں بن گئے۔ چنانچہ ایک قصیدہ میں انھوں نے اس کا ماتم کیا ہے:[1]

أَمْسَى الْجَلَابِيبُ قَدْ عَزُّوْا وَقَدْ كَثُرُوا
اِبْنُ الْفُرَيْعَةِ أَمْسَى بَيْضَةَ الْبَلَدِ

''وہ اس قدر معزز ہوگئے اور اتنے بڑھ گئے، اور فریعہ کا بیٹا (حسان) اتنا ذلیل ہوگیا۔''

سیدہ حمنہ رضی اللہ عنہا، ام المومنین سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کی بہن تھیں۔ وہ سمجھیں کہ اس طرح سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو زک دے کر اپنی بہن کو بڑھنے کا موقع دلائیں گی۔[2] سیدنا مسطح رضی اللہ عنہ سے البتہ تعجب ہے کہ اول تو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ایک عزیز تھے، پھر انھی کا دستِ فیض ان کی قوت کا سامان تھا۔ دنیا میں عزت سے زیادہ کوئی چیز نازک نہیں۔ یہ وہ شیشہ ہے جو پتھر پھینکنے سے نہیں بلکہ پتھر پھینکنے کے ارادے سے بھی چور چور ہو جاتا ہے۔ غلط سے غلط بات بھی جب کسی آبرو دان اور نیک آدمی کی نسبت کوئی شریر کہہ بیٹھتا ہے تو وہ یا تو شرم سے پانی پانی یا غصہ سے آگ بگولا ہو جاتا ہے۔ اب تک ناصرۂ اسلام کی مریم ان واقعات سے بے خبر تھی، اتفاقاً ایک شب سیدنا مسطح رضی اللہ عنہ کی ماں کے ساتھ قضائے حاجت کے لیے آبادی سے باہر جا رہی تھیں کہ سیدنا مسطح رضی اللہ عنہ کی ماں کو کسی چیز سے ٹھوکر لگی، انھوں نے اپنے بیٹے کو بددعا دی۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ٹوکا کہ ہائیں! تم ایک صحابی کو گالی دیتی ہو۔ سیدنا مسطح رضی اللہ عنہ کی ماں نے واقعہ بیان کیا، سننے کے ساتھ ان کے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی۔ کہتی

---

[1] سيرة ابن هشام (ص:۴۹۷)، ذكر افك۔ و ديوان حسان۔

[2] صحيح بخاری و مسلم، حديث افك۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

ہیں کہ بدحواسی میں اپنی ضرورت بھول گئی اور یوں ہی لوٹ آئی۔ تاہم ان کو اتنی بڑی بات کا یقین نہیں آیا، سیدھی میکے آئیں۔ ماں سے پوچھا تو انھوں نے تسکین دی۔ اتنے میں ایک انصاریہ آ گئی۔ اس نے پوری داستان دہرائی۔ اب شک کا کیا موقع تھا، سنتے ہی غش کھا کر گر پڑیں۔ والدین نے سنبھالا اور سمجھا بجھا کر گھر رخصت کیا۔ یہاں پہنچ کر شدت کا بخار اور لرزہ آیا۔ اس حالت میں انسان کو طرح طرح کا خیال آتا ہے اور ذرا ذرا سی بات سے بدگمان ہوتا ہے۔ آپ ﷺ باہر سے تشریف لاتے اور کھڑے کھڑے پوچھ لیتے کہ اب ان کا کیا حال ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو خیال ہوا کہ بیماری میں اگلا سا التفات میرے حال پر نہیں، اس بنا پر اجازت لے کر وہ پھر میکے چلی آئیں۔ دن رات آنکھوں سے آنسو جاری رہتے۔ کہتی ہیں کہ نہ آنسو تھمتا تھا اور نہ آنکھوں میں نیند کا سرمہ لگتا تھا۔ باپ لطف و محبت سے سمجھاتے تھے کہ روتے روتے تمہارا کلیجا نہ پھٹ جائے، ماں دلاسا دیتی تھی کہ بیٹی! جو بیوی اپنے شوہر کی چہیتی ہوتی ہے، اس کو اس قسم کے صدمے اٹھانے ہی پڑتے ہیں۔ ایک بار غیرت سے ارادہ کیا کہ کنویں میں گر کر جان دے دیں۔

سیدنا صفوان رضی اللہ عنہ کو جب سیدنا حسان رضی اللہ عنہ کی اس ہجوگوئی کا حال معلوم ہوا تو انھوں نے قسم کھائی کہ اللہ کی قسم! اب تک میں نے کسی عورت کو چھوا بھی نہیں ہے، اور غصہ سے تلوار ہاتھ میں لے کر سیدنا حسان رضی اللہ عنہ کی تلاش میں نکلے اور یہ شعر پڑھ کر تلوار کا وار کیا:

تَلَقَّ ذُبَابَ السَّيْفِ مِنِّىْ فَاِنَّنِىْ
غُلَامٌ اِذَا هُوَ هُجِيْتُ لَسْتُ بِشَاعِرِ

''لو، مجھ سے تلوار کی یہ دھار، میں نوجوان ہوں، جب میری ہجو ہو، میں شاعر نہیں۔''

وہ پکڑ کر بارگاہ نبوی میں حاضر کیے گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کی تقصیر معاف کرائی اور اس کے معاوضہ میں سیدنا حسان رضی اللہ عنہ کو جائداد عنایت فرمائی۔

گو ام المومنین کی بے گناہی مسلم تھی، تاہم شریروں کے منہ بند کرنے کے لیے تحقیق ضروری تھی۔ آپ ﷺ نے سیدنا علی اور سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہما سے مشورہ طلب کیا۔ سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ نے تسکین دی اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی براءت کی۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے کہا: ''دنیا میں عورتوں کی کمی نہیں (یعنی اگر لوگوں کے کہنے کی پروا ہو تو طلاق دے دیجیے) اور خادمہ سے پوچھ لیجیے، وہ سچ سچ بتا دے گی۔'' اس سے کنایتاً پوچھا گیا تو واقعہ اتنا مستبعد تھا کہ سمجھ بھی نہ سکی، وہ عام خانہ داری کے متعلق ان کی حالت کا استفسار سمجھی، بولی کہ ''اور تو کوئی برائی نہیں، ہاں بچپن ہے، سوتی ہیں تو بکری آٹا کھا جاتی ہے۔'' آخر

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

صاف لفظوں میں اس سے سوال کیا گیا، اس نے کہا: ''سبحان اللہ! اللہ کی قسم! جس طرح سنار کھرے سونے کو جانتا ہے، اسی طرح میں ان کو جانتی ہوں۔'' بعض روایتوں میں ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اس کو مارا بھی۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے اس تشدد سے لوگوں نے سمجھا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس سے آزردگی ہوئی ہوگی۔ بنو امیہ نے اپنی حکومت کے زمانہ میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ پر جو الزامات قائم کیے تھے، ان میں ایک یہ بھی تھا۔ لیکن امام زہری رحمہ اللہ نے عین وقت پر نہایت بہادری سے اس کی تردید کی۔ سوکنوں میں سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی ہمسری کا دعویٰ تھا اور ان کی بہن سیدہ حمنہ رضی اللہ عنہا اس سازش میں شریک بھی تھیں۔ اس لحاظ سے آپ نے ان کی رائے بھی دریافت کی، انھوں نے کان پر ہاتھ رکھا کہ عائشہ (رضی اللہ عنہا) میں بھلائی کے سوا اور کچھ میں نہیں جانتی۔ اس کے بعد آپ نے مسجد میں تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کو جمع کر کے ایک مختصر تقریر میں حرم نبوت کی پاکی و طہارت اور عبداللہ بن ابی کی خباثت کا تذکرہ کیا۔ آپ نے فرمایا:

''مسلمانو! اس شریر کو میری طرف سے کون سزا دے گا؟ جس کی نسبت مجھے معلوم ہوا ہے کہ اہل بیت پر عیب لگاتا ہے۔''

قبیلہ اوس کے رئیس سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے اٹھ کر کہا:

''میں یا رسول اللہ! اگر وہ ہمارے قبیلہ کا آدمی ہے تو ابھی اس کا سر اڑا دیں گے، اور اگر ہمارے بھائی خزرج میں سے ہے، تو آپ حکم دیجیے، ہم تعمیل ارشاد کو تیار ہیں۔''

اوس و خزرج کی باہمی عداوت اور معرکہ آرائی پشت ہا پشت سے چلی آتی تھی۔ اسلام نے آ کر اس فتنہ کو دبا دیا تھا، لیکن وہ آگ ابھی تک راکھ کے نیچے دبی تھی، ہلکے سے جھونکے سے بھی وہ بھڑک اٹھتی تھی۔ خزرج کے رئیس سیدنا سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو یہ برا معلوم ہوا کہ وہ اپنے قبیلہ کی نسبت جو چاہتے کہہ سکتے ہیں، لیکن ان کو دوسرے کے قبیلہ کے معاملہ میں دخل دینے کا حق کیا تھا؟ وہ اپنے قبیلہ کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خود عرض کرتے۔ اور اتفاق یہ کہ شریر اسی قبیل سے تعلق رکھتے تھے اور ابھی سیدنا حسان رضی اللہ عنہ کا واقعہ گزر چکا تھا، اس لیے انھوں نے سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو خطاب کر کے کہا: ''تم تو قتل نہیں کر سکتے، تم میں یہ قدرت نہیں۔'' سیدنا ابن معاذ رضی اللہ عنہ کے چچا زاد بھائی سیدنا اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے برابر سے ٹوکا کہ ''سعد! یہ کیا منافقانہ پن ہے؟ منافقوں کی طرف داری کرتے ہو۔'' معاملہ نے طول پکڑا، اور قریب تھا کہ دونوں قبیلے تلواریں سونت سونت کر سامنے آ جائیں، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کو چپ کیا اور بات آئی گئی ہوگئی۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

یہاں سے اٹھ کر آپ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے گئے۔ وہ بستر علالت پر پڑی تھیں۔ آنکھیں آنسوؤں سے پرنم تھیں، والدین داہنے بائیں تیمارداری میں مصروف تھے۔ آپ قریب جا کر بیٹھ گئے اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے خطاب کر کے فرمایا: عائشہ! اگر تم مجرم ہو تو توبہ کرو، اللہ قبول کرے گا، ورنہ اللہ خود تمھاری طہارت اور پاکی کی گواہی دے گا۔'' والدین کو اشارہ کیا کہ آپ کو جواب دیں، لیکن ان سے کچھ کہتے نہ بنا۔ یہ دیکھ کر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میرے آنسو دفعتاً خشک ہو گئے، ایک قطرہ بھی آنکھوں میں نہ تھا، دل نے اپنی براءت کے یقین کی بنا پر اطمینان محسوس کیا۔ پھر خود جواب میں اس طرح گویا ہوئیں: ''اگر میں اقرار کرلوں، حالانکہ اللہ خوب جانتا ہے کہ میں بالکل بے گناہ ہوں، تو اس الزام کے صحیح ہونے میں کس کو شک رہ جائے گا۔ اگر انکار کروں تو لوگ کب باور کریں گے؟ میرا حال اس وقت یوسف (علیہ السلام) کے باپ (کہتی ہیں کہ سوچنے پر بھی سیدنا یعقوب علیہ السلام کا نام یاد نہ آیا) کا سا ہے، جنھوں نے کہا تھا: فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ''

منافقوں نے اس فتنہ انگیزی سے جو مقاصد پیش نظر رکھے تھے، یعنی:

1. (نعوذ باللہ!) پیغمبر اور صدیق کے نام کی اہانت اور بدنامی۔
2. خاندان نبوی میں تفریق۔
3. اسلام کے برادرانہ اتحاد اور اجتماعی قوت میں رخنہ ڈالنا۔

وہ سب ایک ایک کر کے حاصل ہو چکے تھے۔

اب وہ وقت تھا کہ عالم غیب کی زبان گویا ہو، بالآخر وہ گویا ہوئی۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ ''آپ پر وحی کی کیفیت طاری ہوئی، پھر مسکراتے ہوئے سر اٹھایا، پیشانی پر پسینے کے قطرے موتیوں کی طرح ڈھلک رہے تھے، اور یہ آیتیں تلاوت فرمائیں:

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ جَآءُوْ بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ ؕ لَا تَحْسَبُوْهُ شَرًّا لَّكُمْ ؕ بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ؕ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ مَّا اكْتَسَبَ مِنَ الْاِثْمِ ۚ وَالَّذِيْ تَوَلّٰى كِبْرَهٗ مِنْهُمْ لَهٗ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ○ لَوْ لَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتُ بِاَنْفُسِهِمْ خَيْرًا ۙ وَّ قَالُوْا هٰذَآ اِفْكٌ مُّبِيْنٌ ○ لَوْ لَا جَآءُوْ عَلَيْهِ بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ ۚ فَاِذْ لَمْ يَاْتُوْا بِالشُّهَدَآءِ فَاُولٰٓئِكَ عِنْدَ اللّٰهِ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ○ وَ لَوْ لَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَ رَحْمَتُهٗ فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ لَمَسَّكُمْ فِيْ مَآ اَفَضْتُمْ فِيْهِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ○ اِذْ تَلَقَّوْنَهٗ بِاَلْسِنَتِكُمْ وَتَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِكُمْ مَّا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ وَّتَحْسَبُوْنَهٗ هَيِّنًا ۖ وَّ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

هُوَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمٌ ۝ وَ لَوْ لَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ مَّا يَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا ۖ سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ ۝ يَعِظُكُمُ اللّٰهُ اَنْ تَعُوْدُوْا لِمِثْلِهٖٓ اَبَدًا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ وَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۙ فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ ؕ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴾ (النور: ٢٤/ ١١، ١٩)

''جن لوگوں نے یہ افترا باندھا ہے، وہ تم ہی میں سے کچھ لوگ ہیں۔ تم اس کو برا نہ سمجھو، بلکہ اس میں تمھاری بہتری تھی (کہ مومنین اور منافقین کی تمیز ہوگئی)۔ ہر شخص کو حصہ کے مطابق گناہ، اور جس کا اس میں بڑا حصہ تھا اس کو بڑا عذاب ہوگا۔ جب تم نے یہ سنا تو مومن مردوں اور مومن عورتوں نے اپنے بھائی بہنوں کی نسبت نیک گمان کیوں نہیں کیا، اور یہ کیوں نہیں کہا کہ یہ صریح تہمت ہے، اور کیوں نہیں ان افترا پردازوں نے چار گواہ پیش کیے، اور جب گواہ پیش نہیں کیے تو اللہ کے نزدیک جھوٹے ٹھہرے۔ اگر اللہ کی عنایت و مہربانی دین و دنیا میں تمھارے شامل حال نہ ہوتی تو جو افواہ تم نے اڑائی تھی، اس پر تم کو سخت عذاب پہنچتا۔ جب تم اپنی زبان سے اس کو پھیلا رہے تھے اور منہ سے وہ بات نکال رہے تھے جس کا تم کو علم نہ تھا، اور تم اس کو ایک معمولی بات سمجھ رہے تھے، حالانکہ اللہ کے نزدیک وہ بڑی بات تھی۔ تم نے سننے کے ساتھ یہ کیوں نہیں کہا کہ ''ہم کو ایسی ناروا بات منہ سے نہیں نکالنی چاہیے، اللہ پاک ہے، یہ بہت بڑا بہتان ہے۔ اللہ نصیحت کرتا ہے، کہ اگر تم مومن ہو تو ایسی بات نہ کرو۔ اللہ اپنے احکام بیان کرتا ہے اور وہ دانا اور حکمت والا ہے۔ جو لوگ یہ چاہتے ہیں کہ مسلمانوں میں برائی پھیلے، ان کے لیے دنیا اور آخرت، دونوں میں بڑی دردناک سزا ہے۔ اللہ سب جانتا ہے، اور تم کچھ نہیں جانتے۔''

﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ الْغٰفِلٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ لُعِنُوْا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۠ وَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝ يَّوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ اَلْسِنَتُهُمْ وَ اَيْدِيْهِمْ وَ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴾ (النور: ٢٤/ ٢٣، ٢٤)

''جو لوگ مسلمان بھولی بھالی پاک دامن بیبیوں پر تہمت رکھتے ہیں، وہ دنیا اور عقبیٰ دونوں میں ملعون ہوں گے اور ان کو بڑا عذاب ہوگا، اس دن جب خود ان کی زبانیں اور ان کے ہاتھ پاؤں ان کے کرتوتوں پر گواہی دیں گے۔''

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

ماں نے کہا: ''لو بیٹی! اٹھو اور شوہر کے قدم لو۔'' سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے نسوانی غرور و ناز کے ساتھ جواب دیا: ''میں صرف اپنے پروردگار کی شکر گزار ہوں، کسی اور کی ممنون نہیں۔'' ①

اس کے بعد قانون ازالہ حیثیت کے مطابق تین مجرموں کو اسّی اسّی کوڑے کی سزا دی گئی۔

سیدنا حسان رضی اللہ عنہ نے اپنے جرم کے کفارے میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی منقبت میں چند شعر کہے، جو ابن اسحاق کی روایت سے اس کی سیرت میں منقول ہیں۔ بخاری میں اس قدر ہے کہ سیدنا حسان رضی اللہ عنہ نے اپنے چند شعر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو سنائے جن میں سے ایک یہ تھا:

حَصَانٌ رَزَانٌ مَا تُزَنُّ بِرِیْبَۃٍ
وَتُصْبِحُ غَرْثٰی مِنْ لُحُوْمِ الْغَوَافِلِ ②

''پاکدامن ہے، باوقار ہے، مشتبہ نہیں ہے، بھولی بھالی عورتوں کے بدن کا گوشت نہیں کھاتی۔''

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ شعر سن کر کہا: ''یہ سچ ہے، مگر تم ایسے نہیں ہو۔'' یہ اشارہ ان کے واقعہ تہمت میں شرکت کی طرف تھا۔

سر ولیم میور کا بیان

سر ولیم میور نے ''لائف آف محمد'' میں واقعہ افک کے بیان میں عجیب و غریب تاریخی اور ادبی غلطیاں کی ہیں۔ جن اغلاط کو اس کتاب سے تعلق نہیں، ان کے بیان کا تو یہ موقع نہیں، تاہم تاریخی و ادبی غلطی کی ایک ایک مثال پر قناعت کرتے ہیں۔ ان کا بیان ہے کہ:

---

① صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب حدیث الافک، حدیث: ۴۱۴۱۔
صحیح مسلم، کتاب التوبۃ، باب فی حدیث الافک، حدیث: ۲۷۷۰۔
سنن ابی داود، کتاب الحدود، باب فی حد القذف، حدیث: ۴۴۷۴، ۴۴۷۵۔
سنن ترمذی (۳۱۸۱)...... سیرۃ ابن ھشام (ص: ۴۹۳۔۴۹۸)
امام بخاری رحمہ اللہ نے بتفصیل و اختصار متعدد مقامات میں ان روایات کو درج کیا ہے۔ کتاب الشھادات، کتاب الجھاد، تفسیر سورۃ نور، غزوہ بنی مصطلق میں خصوصیت کے ساتھ تفصیل ہے۔ زائد باتیں جو حدیث کی دوسری کتابوں میں مروی ہیں، فتح الباری، جلد ۸، تفسیر نور سے لی ہیں۔ اختلافات و روایات کی تطبیق، واقعات کی ترتیب اور مطالب و معنی کی تصحیح میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی تقلید کی ہے۔

② صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ النور، باب قولہ: (یعظکم اللہ ان تعودوا......)، حدیث: ۴۷۵۵، ۴۷۵۶۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

''بنی مصطلق کے خلاف بھیجی ہوئی مہم جب مدینہ واپس آئی تو عائشہ (رضی اللہ عنہا) کا محمل آپ کے سامنے دروازہ کے پاس مسجد کے متصل رکھا گیا، لیکن جب کھولا گیا تو وہ خالی تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد صفوان (رضی اللہ عنہ) جو ایک مہاجر تھے، نمودار ہوئے۔ اونٹ پر عائشہ (رضی اللہ عنہا) بیٹھی ہوئی تھیں اور آگے آگے صفوان (رضی اللہ عنہ) تھے۔'' آگے چل کر کہتا ہے:

''اگرچہ صفوان (رضی اللہ عنہ) نے بڑی جلدی کی، تاہم فوج کو نہ پاسکے۔ پس لوگوں کے اترنے اور خیمہ نصب کرنے کے بعد عائشہ (رضی اللہ عنہا) صفوان (رضی اللہ عنہ) کی رہبری میں منظر عام کے سامنے داخل شہر ہوئیں۔''

یہ دونوں بیان حدیث اور سیر کی ساری کتابوں کے خلاف ہیں۔ اس تصویر کشی سے میور کا مقصود یہ ہے کہ صورتحال اور زیادہ بدنما نظر آئے۔ حالانکہ متفقہ طور سے ثابت ہے کہ سیدنا صفوان رضی اللہ عنہ نے چند گھنٹوں کے فصل سے دوپہر کے وقت اگلی منزل میں فوج کو پالیا، یہ سرے سے مدینہ کا قصہ ہی نہیں۔

لوگ سیدنا حسان رضی اللہ عنہ کو برا کہتے ہیں، لیکن سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا خود اپنی زبان سے برا نہیں کہتی تھیں بلکہ لوگوں کو اس سے روکتی تھیں۔ [1]

صحیح بخاری و مسلم میں اس کا سبب خود سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی زبانی مذکور ہے کہ وہ یعنی حسان (رضی اللہ عنہ) رسول اللہ ﷺ کی طرف سے کافروں کو جواب دیتے تھے۔ [2] لیکن ہمارے محقق مورخ کو تیرہ سو برس کے بعد ایک اور لطیف وجہ نظر آئی ہے۔ لکھتا ہے:

''حسان (رضی اللہ عنہ) نے اپنے شاعرانہ تخیل کو بدل کر ایک نہایت عمدہ نظم لکھی، جس میں عائشہ (رضی اللہ عنہا) کی عفت، حسن، عقلمندی اور چھریرے خوبصورت بدن کی تعریف کی تھی۔ خوشامد بھری ہوئی تعریف نے عائشہ (رضی اللہ عنہا) اور شاعر میں میل کرادیا۔''

کاش! انگلینڈ کا مستشرق اعظم ہم کو بتا سکتا کہ تمام شعر میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حسن، عقلمندی اور چھریرے خوبصورت بدن کی تعریف کس فقرے میں مذکور ہے؟ اور شاید ہمارے محقق کو یہ بھی نہیں

---

[1] صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب حدیث الافک، حدیث: ۴۱۴۵۔
مسلم، فضائل الصحابة، باب فضائل حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ، حدیث: ۲۴۸۷۔

[2] صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب حدیث الافک، حدیث: ۴۱۴۵۔
مسلم، فضائل الصحابة، باب فضائل حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ، حدیث: ۲۴۸۷۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

معلوم کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو جب یہ شعر سنایا گیا تھا تو ان کا سن اس وقت چالیس برس کا ہو گا۔ ان کا جسم اس وقت چھریرا نہیں بلکہ پندرہ سولہ ہی برس کے سن میں بھاری ہو گیا تھا۔ ①

سر ولیم میور کے مشرقی تبحر اور عربی دانی کا اس سے بھی عجیب اور مضحکہ انگیز نمونہ یہ ہے کہ:

''اس نظم میں عائشہ (رضی اللہ عنہا) کے چھریرے، خوبصورت بدن کی تعریف تھی۔ چھریرے بدن کی ہجو سے عائشہ (رضی اللہ عنہا) کو بہت رنج ہوتا تھا۔ حسان (رضی اللہ عنہ) جب اس فقرے پر پہنچے، جس میں ان کی لاغری کی طرف اشارہ تھا، تو شوخی کے ساتھ شاعر کو روکا اور خود شاعر کی فربہی کی برائی کی۔ (حاشیہ)''

ہم نے اسلامی دفتر کا سارا عرصۂ کائنات چھان ڈالا، لیکن سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس طرز اخلاق اور حلیہ کا پتا نہ چلا۔ ناچار خود سر ولیم کے بتائے ہوئے اشارہ پر ہم نے جستجو کی تو نظر آیا کہ تصویر کا قصور نہ تھا بلکہ خود یورپ کے سب سے بڑی ماہر عربیات کے دماغی شیشہ کا قصور تھا۔ اصل واقعہ یہ ہے کہ سیدنا حسان رضی اللہ عنہ کے شعر کا دوسرا مصرع یہ تھا:

وَتُصْبِحُ غَرْثٰی مِنْ لُحُوْمِ الْغَوَافِلِ ②

''وہ بھولی بھالی عورتوں کا گوشت نہیں کھاتیں۔''

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ شعر سن کر کہا: ''لیکن تم ایسے نہیں ہو۔''

عربی محاورہ میں کسی کا گوشت کھانا، اس کی غیبت اور پیٹھ پیچھے برائی کرنے سے عبارت ہے۔ سیدنا حسان رضی اللہ عنہ کا مقصود یہ ہے کہ آپ کسی کی غیبت اور پیٹھ پیچھے برائی نہیں کرتیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے تعریضاً کہا: ''لیکن تم ایسے نہیں ہو۔'' یعنی تم غیبت کرتے ہو اور پیٹھ پیچھے برائی کرنے کے بھی مرتکب ہوئے۔ یہ واقعۂ افک کی طرف اشارہ تھا۔ اس سے یہ مقصود نہ تھا کہ میں دبلی تو ہوں مگر تم بڑے موٹے ہو۔

اس جاہلانہ کمال کا تماشا یورپ کے عجائب زار کے سوا ہم کو کہاں نظر آ سکتا ہے!

آخر میں ہم کو ان کا ممنون ہونا چاہیے کہ اصل الزام کے بطلان سے ان کو بھی انکار نہیں۔ لکھتے ہیں:

---

① سنن ابی داود، کتاب الجهاد، باب السبق علی الرجل، حدیث: ۲۵۷۸۔

② صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب حدیث الافك، حدیث: ۴۱۴۶۔
صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ، ح: ۲۴۸۸۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

''ان کی (سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی) ماقبل ومابعد کی زندگی ہم کو بتاتی ہے کہ وہ اس جرم سے بالکل بے گناہ تھیں۔''

تیمّم کے حکم کا نزول

ایک اور سفر میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ساتھ تھیں، وہی ہار گلے میں تھا۔ قافلہ واپس ہو کر مقام ذات الجیش میں پہنچا تو وہ ٹوٹ کر گر پڑا۔ گزشتہ واقعہ سے ان کو تنبیہ ہوگئی تھی، فوراً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مطلع کیا۔ [1] صبح قریب تھی، آپ نے پڑاؤ ڈال دیا اور ایک آدمی اس کے ڈھونڈنے کو دوڑایا۔ اتفاق یہ کہ جہاں فوج نے منزل کی تھی وہاں پانی مطلق نہ تھا۔

نماز کا وقت آگیا، لوگ گھبرائے ہوئے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے کہ عائشہ (رضی اللہ عنہا) نے فوج کو کس مصیبت میں ڈال رکھا ہے۔ وہ سیدھے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس پہنچے، دیکھا کہ رسول انور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے زانو پر سر رکھے آرام فرما رہے ہیں۔ بیٹی سے کہا: ''ہر روز تم نئی مصیبت سب کے سر پر ڈالتی ہو۔'' اور غصہ سے ان کے پہلو میں کئی کونچے دیے، لیکن وہ آپ کے تکلیف کی خیال سے ہل بھی نہ سکیں۔

آپ صبح کو بیدار ہوئے تو واقعہ معلوم ہوا۔ اسلام کے تمام احکام کی یہ خصوصیت ہے کہ وہ ہمیشہ مناسب واقعات کی تقریب سے نازل ہوئے ہیں۔ اسلام میں نماز کے لیے وضو فرض تھا، لیکن بیسیوں مواقع ایسے پیش آئے ہیں جہاں پانی نہیں ملتا، یہ موقع بھی اسی قسم کا تھا۔

چنانچہ اس موقع پر قرآن مجید کی حسب ذیل آیت نازل ہوئی:

﴿وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآىِٕطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُوْرًا﴾ (النسا: ٤/ ٤٣)

''اگر تم بیمار ہو، یا سفر میں ہو، یا حاجتِ ضروری سے فارغ ہوئے ہو، یا عورتوں سے مقاربت کی ہے اور تم پانی نہیں پاتے، تو پاک مٹی کا قصد کرو، اور اس سے کچھ منہ اور ہاتھ پر پھیر لو۔ اللہ معاف کرنے والا، بخشنے والا ہے۔''

ابھی ابھی مجاہدین کا پرجوش گروہ جو اس مصیبت پر تلملا رہا تھا، اس ابر رحمت کو دیکھ کر مسرت سے لبریز ہوگیا، اسلام کے فرزند، اپنی ماں کو دعائیں دینے لگے۔ سیدنا اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ ایک بڑے

[1] مسند احمد (٦/ ٢٧٢۔٢٧٣)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

پایہ کے صحابی تھے، جوشِ مسرت میں بول اٹھے: ''اے صدیق کے گھر والو! اسلام میں یہ تمھاری پہلی برکت نہیں۔''① سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جو ابھی لختِ جگر کی تادیب کے لیے بے قرار تھے، فخر کے ساتھ صاحبزادی کو خطاب کر کے فرمایا: ''جانِ پدر! مجھے معلوم نہ تھا کہ تو اس قدر مبارک ہے۔ تیرے ذریعے سے اللہ نے مسلمانوں کو کتنی آسانی بخشی۔''②

اس کے بعد قافلہ کی روانگی کے لیے جب اونٹ اٹھایا گیا تو وہیں اس کے نیچے ہار پڑا ملا۔③

ΩΩΩ

---

① صحیح بخاری، کتاب التیمم، باب (۱)، حدیث: ۳۳۴۔ صحیح مسلم، کتاب الحیض، باب التیمم، حدیث: ۳۶۷۔

② مسند احمد (۶/ ۲۷۲۔ ۲۷۳)

③ صحیح بخاری، کتاب التیمم، باب (۱)، حدیث: ۳۳۴۔ صحیح مسلم، کتاب الحیض، باب التیمم، حدیث: ۳۶۷۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تحریم، ایلا اور تخییر

تحریم

اوپر گزر چکا ہے کہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کی دو ٹولیاں تھیں۔ ایک میں سیدہ عائشہ، سیدہ حفصہ، سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہن اور دوسری میں سیدہ زینب رضی اللہ عنہا اور دوسری بیویاں تھیں۔

معمول شریف یہ تھا کہ آپ ﷺ نماز عصر کے بعد تھوڑی تھوڑی دیر تمام ازواج کے پاس جا کر بیٹھتے تھے۔ اگرچہ آپ کے عدل کا یہ حال تھا کہ ذرا کسی کی طرف پلا جھک نہیں سکتا تھا، لیکن اتفاقاً سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے ہاں چند روز تک معمول سے زیادہ دیر تک تشریف فرما رہے۔ اس لیے اوقات مقررہ پر تمام ازواج کو آپ کی آمد کا انتظار تھا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے کسی عزیز نے شہد بھیجا ہے، چونکہ آپ کو شہد بے انتہا مرغوب ہے، وہ آپ کے سامنے شہد پیش کرتی ہیں اور آپ اخلاق سے انکار نہیں فرماتے ہیں، اس سے روزانہ معمول میں ذرا فرق آ گیا ہے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے سیدہ حفصہ اور سیدہ سودہ رضی اللہ عنہما سے ذکر کیا کہ اس کی کوئی تدبیر کرنی چاہیے۔ آپ نظافت پسند تھے، ذرا سی بو بھی نہایت ناگوار خاطر ہوتی تھی۔ [1] شہد کی مکھیاں جس قسم کا پھول چوستی ہیں، شہد کی مٹھاس میں اسی قسم کی لذت اور بو ہوتی ہے۔ عرب میں مغافیر ایک قسم کا پھول ہوتا ہے جس کی بو میں ذرا نبیذ کی سی کرختگی ہوتی ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے دونوں کو سمجھا دیا کہ رسول اللہ ﷺ جب تشریف لائیں تو پوچھنا چاہیے کہ یا رسول اللہ! آپ کے منہ سے یہ کیسی بو آتی ہے؟ جب آپ یہ فرمائیں کہ شہد کھایا ہے، تو کہنا چاہیے کہ شاید مغافیر کا شہد ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور آپ ﷺ کو شہد سے کراہت پیدا ہوئی اور عہد کیا کہ اب شہد نہ کھاؤں گا۔

اگر یہ عام انسانوں کا واقعہ ہوتا تو یہ کوئی ایسی بات نہ تھی، لیکن یہ ایک شارع اعظم کا فعل تھا، جس کی ایک ایک بات پر بڑے بڑے قانون کی بنیاد پڑ جاتی ہے۔ اس لیے خدائے پاک نے اس پر عتاب فرمایا اور سورۂ تحریم کی ابتدائی آیتیں نازل ہوئیں [2]

---

[1] مسند احمد (۶/ ۲۴۹)...... سنن ابی داود، کتاب اللباس، باب فی السواد، حدیث: ۴۰۷۴۔

[2] صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ التحریم، حدیث: ۴۹۱۲، ۵۲۶۸۔
مسلم، کتاب الطلاق، باب وجوب الکفارۃ علی من حرم امرأتہ، حدیث: ۱۴۷۴۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

﴿یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ۚ تَبْتَغِیْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ○ قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَیْمَانِكُمْ ۚ وَ اللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ ۚ وَهُوَ الْعَلِیْمُ الْحَكِیْمُ﴾ (التحریم: ٦٦/ ١، ٢)

''اے پیغمبر! اللہ نے تیرے لیے جو حلال کیا ہے، اپنی بیویوں کی خوشنودی کے لیے اس کو اپنے اوپر حرام کیوں کرتا ہے؟ اللہ بخشنے والا اور مہربان ہے اور اس نے تمھاری قسموں کا کفارہ مقرر کر دیا ہے۔ اللہ تمھارا آقا ہے اور علم وحکمت والا ہے۔''

اسی زمانہ میں آپ نے کوئی راز کی بات سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا سے کہی، انھوں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہہ دی۔ قرآن مجید میں اسی کے بعد مذکور ہے:

﴿وَ اِذْ اَسَرَّ النَّبِیُّ اِلٰى بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِیْثًا ۚ فَلَمَّا نَبَّاَتْ بِهٖ وَ اَظْهَرَهُ اللّٰهُ عَلَیْهِ عَرَّفَ بَعْضَهٗ وَ اَعْرَضَ عَنْۢ بَعْضٍ ۚ فَلَمَّا نَبَّاَهَا بِهٖ قَالَتْ مَنْ اَنْۢبَاَكَ هٰذَا ؕ قَالَ نَبَّاَنِیَ الْعَلِیْمُ الْخَبِیْرُ﴾ (التحریم: ٦٦/ ٣)

''اور پیغمبر نے اپنی کسی بیوی سے ایک راز کی بات کہی۔ جب اس نے دوسرے سے اس کو کہہ دیا، اور اللہ نے پیغمبر پر اس واقعہ کو ظاہر کر دیا، تو پیغمبر نے اس بیوی کو اس کا قصور کچھ بتایا اور کچھ نہیں بتایا۔ اس نے کہا: آپ سے کس نے یہ کہہ دیا؟ پیغمبر نے جواب دیا: مجھ کو اس باخبر دانا نے بتایا۔''

﴿اِنْ تَتُوْبَآ اِلَى اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا ۚ وَاِنْ تَظٰهَرَا عَلَیْهِ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰىهُ وَ جِبْرِیْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِیْنَ ۚ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِیْرٌ﴾ (التحریم: ٦٦/ ٤)

''اگر تم دونوں اللہ کی بارگاہ میں رجوع کرو (تو تمھارے لیے کوئی ایسی مشکل بات نہیں)، کیونکہ تمھارے دل تو اس کی طرف مائل ہی ہیں، اور اگر تم دونوں نے اس پر ایکا کر لیا، تو بھی (اے منافقین! یہ کوئی ایسی بات نہیں) اللہ پیغمبر کا آقا ہے اور جبرائیل، مومنین، صالحین اور فرشتے اس کے مددگار ہیں۔''

سوال یہ ہے کہ کون سا ایسا راز تھا، جس کے اخفا کے لیے اتنی شدت درکار تھی؟ صحیح بخاری میں ہے کہ وہ یہی شہد کی تحریم کا واقعہ تھا۔ ① بعض غیر صحیح روایتوں ② میں ہے کہ ماریہ نامی آپ کی ایک

① صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ التحریم، حدیث: ۴۹۱۲، ۵۲۶۸۔
صحیح مسلم، کتاب الطلاق، باب وجوب الکفارۃ علی من حرم امرأته، ح: ۱۴۷۴۔ ←

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

حرم تھیں، آپ نے سیدہ عائشہ اور سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہما کی رضامندی کی خاطر ان کو اپنے اوپر حرام کر لیا تھا، اور سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کو تاکید کر دی تھی کہ اس راز کو اپنے ہی تک رکھنا، عائشہ سے نہ کہنا۔ انھوں نے کہہ دیا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ لیکن سوال یہ ہے کہ جب اس سے صرف سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہی کی رضامندی مقصود نہ تھی بلکہ اور ازواج کی بھی، جیسا کہ قرآن مجید کی نص ہے:

﴿يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ أَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ۚ تَبْتَغِي مَرْضَاتَ أَزْوَاجِكَ﴾

(التحریم:٦٦/ ١)

''اے پیغمبر! جو چیز اللہ نے تیرے لیے حلال کی ہے، اس کو بیویوں کی رضامندیِ خاطر کے لیے اپنے اوپر حرام کیوں کرتا ہے۔''

تو پھر انھی کو واقعہ سے بے خبر رکھنا ایک بے معنی سی بات ہے، کہ ان کی رضامندی تو اس واقعہ کے جاننے سے حاصل ہو سکتی ہے۔ اس آیت سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ جس شے کو آپ نے حرام کر لیا تھا، وہ ایک کنیز کا تعلق نہیں ہے۔ کیونکہ اگر یہ روایت صحیح بھی ہو تو یہ صرف سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کا مطالبہ تھا، حالانکہ آیت کا اشارہ ہے کہ وہ کم از کم تین بیویوں کی (۱) مشترکہ خواہش ہو۔ پھر کسی کھانے کی چیز یا کسی کنیز سے احتراز کا راز اس قدر کیا اہم تھا، جس کے لیے روئے زمین کے مسلمانوں اور آسمانوں کے فرشتوں کی اعانت درکار ہو۔ آپ جب شہد نہ کھاتے یا اس کنیز سے تعلقات نہ رکھتے تو لوگ خود سمجھ جاتے کہ آپ نے ایسا کیا ہے۔ عرب میں لوگ سوسمار کھاتے تھے، آپ کو اس سے کراہت تھی۔ عام روایت کی رو سے آپ نے ایک دو بیویوں کو طلاق دے دی تھی یا اس کا اظہار کیا تھا۔ لیکن ان میں سے کوئی شے راز نہ تھی۔

جن لوگوں کو قرآن مجید کے عام طرزِ ادا سے آگاہی ہے یا محاورات عرب پر عبور ہے، وہ جانتے ہیں کہ ''اذ'' کے بعد ہمیشہ نئے سرے سے نیا واقعہ شروع ہوتا ہے۔ گزشتہ آیت تک تو تحریم کے واقعہ کا بیان تھا، یہاں سے ایک الگ بات شروع ہوتی ہے، اور اس کا بیان خود قرآن مجید کی دوسری آیت میں ہے کہ وہ کیا شے ہے۔ وہ ''مظاہرہ'' ہے یعنی ایکا کرنا۔ اس مظاہرہ کی تفصیل صحیح

← اکابر محدثین نے تصریح کی ہے کہ روایت صحیح طریقے سے ثابت نہیں۔

(۲) سنن نسائی، کتاب عشرة النساء، باب الغیرة، حدیث: ۳۴۱۱۔
مستدرک حاکم (۲/۴۹۳) اسے امام حاکم نے مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے۔

(۱) کیونکہ قرآن مجید میں جمع کا لفظ آیا ہے اور جمع کا لفظ عربی میں کم سے کم تین پر بولا جاتا ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مسلم کے حوالے سے آگے ہم نقل کرتے ہیں۔

منافقین مدینہ، جن کی شرارت کی متعدد مثالیں اوپر گزر چکی ہیں، ان کو اپنے خبث باطن کے لیے اس سے زیادہ کیا مسالا ہاتھ آ سکتا تھا۔ عجب نہیں کہ انھوں نے ایک عظیم الشان سازش کی بنیاد ڈال دی ہو۔ یہ صرف قیاس نہیں ہے بلکہ اس کا ثبوت خود قرآن مجید کی آیتوں سے ملتا ہے۔ اوپر کی آیت جس اہمیت کی مقتضی ہے، اس سے بھی گو اس کی طرف اشارہ ہوتا ہے، لیکن اس آیت کے بعد اس واقعہ کی مناسبت سے مسلمانوں کو یہ نصیحت کر کے کہ آل اولاد اور بیوی بچوں کی محبت اور طرف داری راہ حق سے تم کو گمراہ نہ کرے، حسب ذیل آیت ہے:

﴿يَاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ۚ وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۚ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ﴾ (التحریم: ٦٦/ ٩)

''اے پیغمبر! کفار اور منافقوں سے مجاہدہ اور سختی کر۔ ان کا ٹھکانا جہنم ہے، اور کیا برا ٹھکانا ان کا ہے۔''

پھر انھی کو خطاب کر کے سیدنا نوح اور سیدنا لوط علیہما السلام کی بیویوں کا قصہ بیان کیا گیا ہے کہ اگر انھوں نے حق پرستی اختیار نہ کی تو اس سے ان پیغمبروں کو یا ان کی دعوت الٰہی کو کیا نقصان پہنچا۔ اسی طرح اے منافقین! ان بیویوں کی وقتی رضامندی سے تم رسول کو کیا نقصان پہنچا سکتے ہو۔ اس قیاس کی صحت اس آیت سے بھی ظاہر ہوتی ہے جو اسی واقعہ کے ضمن میں نازل ہوئی ہے: [1]

﴿وَ اِذَا جَآءَهُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ اَذَاعُوْا بِهٖ ۚ وَ لَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰٓى اُولِي الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ﴾ (النساء: ۴/ ۸۳)

''اور جب ان منافقین کو امن یا خوف کی کوئی خبر معلوم ہوتی ہے تو اس کو پھیلا دیتے ہیں۔ اگر اس کو رسول یا اپنے صاحب الرائے اشخاص کی طرف رجوع کر دیتے تو بات کو سمجھنے والے سمجھ جاتے۔''

ازالۂ شکوک

آیت دوم کی تفسیر میں بھی ہمارے بعض مفسروں نے غلطیاں کی ہیں۔ ان کے خیال کے مطابق دوسری آیت کا ترجمہ یہ ہوگا:

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الطلاق، باب فی الایلاء، حدیث: ۱۴۷۹۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

''اگر تم دونوں اللہ کی طرف رجوع کرو (تو یہ نہایت ضروری ہے)، کیونکہ تمھارے دل کج ہو گئے ہیں، اور اگر اس پر ایکا کر لو تو اللہ اس کا (پیغمبر کا) آقا ہے۔''

① خط زدہ ترجمہ بالکل غلط ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ یہ جملہ شرطیہ ہے اور اس کی جزا محاورۂ عرب کے مطابق محذوف ہے۔ ہم نے وہ جزائے محذوف "لَا بَاسَ" (کوئی ایسی مشکل بات نہیں) قرار دی ہے، مفسرین کے مطابق وہ "فَهُوَ وَاجِبٌ" (یہ ضروری ہے) ہوگی۔ کلام عرب پر جن کو عبور ہے، وہ تسلیم کریں گے کہ "ان" کے بعد جب جزا محذوف ہوتی ہے اور اس کے بعد "فَقَدْ" کے ساتھ اس جزا کی علت بیان کر دی جاتی ہے، تو ہمیشہ "لَا بَاسَ" (کچھ مضایقہ نہیں)، لَا حَرَجَ (کچھ حرج نہیں)، لَا ضَيْرَ (کچھ نقصان نہیں)، فَهُوَ هَيِّنٌ (یہ معمولی بات ہے) وغیرہ الفاظ بطور جزا کے مراد ہوتے ہیں۔ اشعار عرب میں اور خود قرآن مجید میں اس کی کثرت سے مثالیں[1] موجود ہیں۔

② صَغَتْ کا ترجمہ زاغت (یعنی کج ہونا) بھی صحیح نہیں۔ سیدہ عائشہ اور دیگر امہات المومنین رضی اللہ عنہن (نعوذ باللہ!) اس سے بالاتر ہیں کہ ان کے دل کج اور گمراہ ہوں۔ اردو میں دو مفہوم ہیں: کسی چیز سے ہٹنا اور کسی چیز کی طرف جھکنا، مائل ہونا۔ عربی میں ان دونوں مفہوموں کے لیے تین قسم کے لفظ ہیں: اول، جو صرف پہلے معنی پر دال ہیں، مثلاً: اِنحَرَفَ، ادعوی، زَاغَ، حَادَ۔ دوم، جو فقط دوسرے معنی کو بتاتے ہیں، مثلاً: قَاءَ، تَابَ اِلْتَفَتَ، تَوَجَّهَ۔ وہ جو دونوں کو مشتمل ہیں، مثلاً: مَالَ، شَغَلَ، عَدَلَ، رَجَعَ وغیرہ۔

---

[1] ناظرین میں جو صاحب عربی جانتے ہوں، وہ ان آیتوں پر غور کریں:

❶ ﴿فَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقَدْ كُذِّبَ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ﴾ (آل عمران: ۳/ ۱۸۴)

''اگر تجھ کو جھٹلاتے ہیں تو کوئی بات نہیں، کہ تجھ سے پہلے پیغمبر بھی جھٹلائے گئے۔''

❷ ﴿اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ﴾ (التوبہ: ۹/ ۴۰)

''اگر اس پیغمبر کی مدد نہیں کرتے، تو کوئی نقصان نہیں، کہ اللہ اس کا مددگار ہے۔''

❸ ﴿وَ اِنْ يَّعُوْدُوْا فَقَدْ مَضَتْ سُنَّتُ الْاَوَّلِيْنَ﴾ (الانفال: ۸/ ۳۸)

''اگر پھر ایسا کریں تو کوئی حرج نہیں، کہ گزشتہ امتوں کا قانون گزر چکا ہے۔''

❹ ﴿فَاِنْ يَّكْفُرْ بِهَا هٰۤؤُلَآءِ فَقَدْ وَكَّلْنَا بِهَا قَوْمًا لَّيْسُوْا بِهَا بِكٰفِرِيْنَ﴾ (الانعام: ۶/ ۸۹)

اگر یہ اس کے منکر ہیں تو کوئی پروا نہیں، کہ ہم نے ایسے لوگ مقرر کیے ہیں جو اس کو مانتے ہیں۔''

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

صَغٰی دوسرے معنی میں مستعمل ہے۔ بعض مفسروں نے اس کو تیسرے معنی میں لیا ہے اور اکثر نے اول معنی میں، اور یہ سب سے بڑی ادبی غلطی ہے۔ عرب کے محاورات اور لغات کا ایک حرف بھی اس کے استناد میں نہیں مل سکتا۔① قرآن مجید میں ایک اور جگہ یہ لفظ آیا ہے:

﴿وَ لِتَصْغٰۤى اِلَيْهِ اَفْـِٕدَةُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ﴾ (الانعام: ٦/ ١١٣)

''تا کہ جو ایمان نہیں لائے ان کے دل اس کی طرف جھکیں، اور اس کی خواہش کریں۔''

دیکھو کہ یہاں کجی یا ٹیڑھے ہونے کے معنی نہیں ہیں۔

③ آیت زیر بحث میں یہ نہیں مذکور ہے کہ سیدہ عائشہ اور سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہما کے دل کس چیز کی طرف جھک چکے ہیں۔ بعض مفسرین نے، نعوذ باللہ! لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذا اور تکلیف رسانی کی طرف۔ حالانکہ قاعدہ یہ ہے کہ جہاں سے جو لفظ محذوف ہوتا ہے، ہمیشہ آگے پیچھے وہ کہیں مذکور ہوتا ہے، یا قرینہ غالب سے سمجھا جاتا ہے۔ اس کے پہلے ''توبہ'' کا لفظ ہے، اس لیے یہی لفظ آگے محذوف ہے۔ آیت کے محذوفات کا اگر ذکر کر دیں تو یہ عبارت ہوگی:

اِنْ تَتُوْبَآ اِلَى اللّٰهِ (فَهُوَ هَيِّنٌ) فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا (اِلَى التَّوْبَةِ اِلَى اللّٰهِ)

''اور تم دونوں اللہ کی طرف رجوع کرو (تو تمھارے لیے یہ آسان ہے)، کیونکہ تمھارے دل (رجوع الی اللہ کی جانب) مائل ہو ہی چکے ہیں۔''

ایلا

تحریم ہی کے سلسلہ میں ایلا کا واقعہ پیش آیا۔ یہ تحریم و ۹ ھ کا واقعہ ہے۔ اس وقت عرب کے دور دراز صوبے زیر نگیں ہو چکے تھے۔ مال غنیمت، فتوحات اور سالانہ محاصل کا بے شمار ذخیرہ وقتاً فوقتاً مدینہ آتا رہتا تھا۔ بایں ہمہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خانگی زندگی جس زہد و قناعت کے ساتھ بسر ہوتی تھی، اس کا ایک دھندلا سا خاکہ خانہ داری کے عنوان میں گزر چکا ہے۔

فتح خیبر کے بعد غلہ اور کھجوروں کی جو مقدار ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے لیے مقرر تھی، ایک تو وہ خود کم تھی، پھر فیاضی اور کشادہ دستی کے سبب سال بھر تک بمشکل کفایت کر سکتی تھی، آئے دن گھر میں فاقہ ہوتا تھا۔ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں بڑے بڑے قبائل کی بیٹیاں بلکہ شہزادیاں داخل تھیں، جنھوں

① دیکھو، لسان العرب۔ بیضاویؒ نے اس کو قیل کر کے لکھا ہے۔ مولانا حمید الدین صاحب نے ''سورہ تحریم'' کی تفسیر میں ''مسئلہ شرط اور معنی صغو'' کی نہایت تحقیق کی ہے۔ جس کو زیادہ تفصیل و تحقیق مقصود ہو وہ اصل کتاب کی طرف رجوع کرے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

نے اس سے پہلے خود اپنے یا پہلے شوہروں کے گھروں میں ناز ونعم کی زندگیاں بسر کی تھیں۔ اس لیے انھوں نے مال ودولت کی یہ بہتات دیکھ کر آپ سے مصارف میں اضافہ کی خواہش کی۔

یہ واقعہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سنا تو نہایت مضطرب ہوئے۔ پہلے اپنی صاحبزادی کو سمجھایا کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مصارف کا تقاضا کرتی ہو، تم کو جو کچھ مانگنا ہو مجھ سے مانگو۔ اللہ کی قسم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرا لحاظ فرماتے ہیں، ورنہ تم کو طلاق دے دیتے۔ اس کے بعد سیدنا عمر رضی اللہ عنہ ایک ایک بیوی کے دروازے پر گئے، ان کو نصیحت کی۔ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ''عمر! تم ہر چیز میں تو دخل دیتے ہی تھے، اب آپ کی بیویوں کے معاملہ میں بھی دخل دیتے ہو؟'' سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اس جواب سے افسردہ ہو کر خاموش ہوگئے۔ ایک دفعہ سیدنا ابوبکر اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہما دونوں خدمت نبوی میں حاضر ہوئے۔ دیکھا کہ بیچ میں آپ ہیں اور ادھر ادھر بیویاں بیٹھی ہیں اور مصارف کی مقدار بڑھانے پر مصر ہیں۔ دونوں اپنی صاحبزادیوں کے مارنے پر آمادہ ہوگئے، لیکن انھوں نے عرض کی: ''ہم آیندہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو زائد مصارف کی تکلیف نہ دیں گی۔'' دیگر ازواج اپنے مطالبہ پر قائم رہیں۔

اتفاقاً اسی زمانہ میں آپ گھوڑے سے گر پڑے۔ پہلوئے مبارک میں ایک درخت کی جڑ سے خراش آگئی۔ [1] سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ سے متصل ایک بالا خانہ تھا، [2] جو گویا ان گھروں کا توشہ خانہ تھا۔ [3] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہیں قیام فرمایا اور عہد کیا کہ ایک مہینا تک ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن سے نہ ملیں گے۔ منافقین نے مشہور کر دیا کہ آپ نے بیویوں کو طلاق دے دی۔ صحابہ رضی اللہ عنہم مسجد میں جمع ہوگئے، گھر گھر ایک ہنگامہ برپا ہوگیا، ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن رو رہی تھیں۔ صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کسی نے خود آپ سے واقعہ کی تحقیق کی جرأت نہ کی۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو خبر ہوئی تو وہ مسجد نبوی علی صاحبہا الصلاۃ والسلام میں آئے۔ تمام صحابہ ملول اور چپ تھے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں باریابی کی اجازت چاہی۔ دو بار کوئی جواب نہ ملا، تیسری دفعہ اجازت ہوئی تو دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک کھری چارپائی پر لیٹے ہیں، جسم مبارک پر بان سے بدھیاں پڑگئی ہیں۔ ادھر ادھر نظر اٹھا کر دیکھا تو رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے توشہ خانہ میں چند مٹی کے برتن اور چند سوکھی مشکوں کے سوا کچھ نہ تھا۔ یہ دیکھ کر ان کی آنکھیں بھر آئیں اور عرض کی:

---

[1] سنن ابی داود، کتاب الصلاۃ، باب الامام یصلی من قعود، حدیث: ۶۰۲۔
سنن ابن ماجہ، کتاب الطب، باب موضع الحجامۃ، حدیث: ۳۴۸۵۔

[2] سنن ابی داود، کتاب الصلاۃ، باب الامام یصلی من قعود، حدیث: ۶۰۲۔

[3] صحیح مسلم، کتاب الطلاق، باب فی الایلاء، حدیث: ۱۴۷۹۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

''یا رسول اللہ! کیا آپ نے بیویوں کو طلاق دے دی؟'' ارشاد ہوا: ''نہیں''، عرض کی: ''کیا میں یہ بشارت عام مسلمانوں کو نہ سنا دوں؟'' اجازت پا کر زور سے اللہ اکبر کا نعرہ مارا۔

یہ مہینا ۲۹ روز کا تھا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: ''میں ایک ایک روز گنتی تھی۔'' ۲۹ دن ہوئے تو آپ بالا خانہ سے اتر آئے۔ سب سے پہلے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے گئے۔ انھوں نے عرض کی: ''یا رسول اللہ! آپ نے ایک مہینا کے لیے عہد فرمایا تھا، ابھی تو انتیس ہی دن ہوئے ہیں؟'' ارشاد ہوا: ''مہینا کبھی ۲۹ دن کا بھی ہوتا ہے۔''

تخییر

چونکہ عام ازواج توسیع نفقہ کی طالب تھیں اور پیغمبر صرف اپنی بیویوں کی رضامندی کے لیے اپنے دامن کو زخارف دنیوی میں ملوث نہیں کر سکتا تھا، اس لیے تخییر کی آیت نازل ہوئی۔ یعنی جو بیوی چاہے، فقر و فاقہ کو اختیار کر کے شرف صحبت سے ممتاز رہے اور دنیا کے بجائے آخرت کی نعمت پائے، اور جو چاہے کنارہ کش ہو کر دنیا طلبی کی ہوس پوری کرے۔ وہ آیت یہ ہے:

﴿يَاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ○ وَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِيْمًا﴾ (الاحزاب: ۳۳/ ۲۸، ۲۹)

''اے پیغمبر! اپنی بیویوں سے کہہ دے کہ اگر تم کو زندگی اور اس کی زینت و آرائش کی ہوس ہے تو آؤ میں تم کو رخصتی جوڑے دے کر رخصت کر دوں، اور اگر اللہ اور رسول اور آخرت پسند ہے، تو اللہ نے تم سی نیک عورتوں کے لیے بڑا ثواب مہیا کر رکھا ہے۔''

آپ سب سے پہلے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ ''عائشہ میں تمھارے سامنے ایک بات پیش کرنا چاہتا ہوں، اس کا جواب اپنے والدین سے مشورہ کر کے دینا۔'' عرض کی: ''ارشاد فرمائیے۔'' آپ نے یہ آیتیں پڑھ کر سنائیں۔ گزارش کی: ''یا رسول اللہ! میں کس امر میں اپنے والدین سے مشورہ لوں؟ میں اللہ اور اس کے رسول کو اختیار کرتی ہوں۔ یہ جواب سن کر آپ کے چہرے پر خوشی کے آثار نمایاں ہوئے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: ''یا رسول اللہ! میرا جواب دوسری بیبیوں پر ظاہر نہ ہو۔'' ارشاد ہوا کہ ''میں معلم بن کر آیا ہوں، جابر بن کر نہیں آیا۔'' [1]

---

[1] صحیح بخاری، المظالم، باب الغرفة والعلية المشرفة، حديث: ۲۴۶۸۔
صحیح مسلم، کتاب الطلاق، باب فی الایلاء، حديث: ۱۴۷۹، ۳۵/ ۱۴۷۵۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بیوگی ۱۱ھ

اب عورت کے مصائب زندگی میں سے سب سے آخری مرحلہ کا ذکر ہوتا ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر اٹھارہ سال کی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آخرت کا سفر اختیار کیا۔ ان میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں جو محبت و اخلاص تھا، وہ ہر جگہ نمایاں طور پر نظر آتا ہے۔ سفر ۱۱ھ کے پچھلے مہینے کی کوئی تاریخ تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں تشریف لائے۔ وہ سر کے درد سے بے قرار تھیں اور ہائے وائے کر رہی تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر تم میرے سامنے مرتیں تو میں اپنے ہاتھ سے تمھاری تجہیز و تکفین کرتا۔'' وہ بے تکلفانہ لہجے میں عرض پرداز ہوئیں کہ ''یا رسول اللہ! یہ شاید اس لیے ارشاد ہو رہا ہے کہ اس حجرہ میں کوئی نئی بیوی بیاہ کر آئے۔'' آپ نے اپنے سر پر ہاتھ رکھا کہ ''ہائے! میرا سر''۔ اسی وقت سے درد شروع ہو گیا۔ [1] سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر جا کر آپ صاحب فراش ہو گئے۔ اس حالت میں بھی بیویوں کی خاطر داری منظور تھی۔ حسب دستور ایک ایک روز ایک ایک حجرہ میں قیام فرماتے، لیکن ہر روز استفسار ہوتا کہ کل میں کہاں رہوں گا۔ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن نے سمجھ لیا کہ آپ کا مقصود یہ ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے یہاں قیام رہے، سب نے اجازت دے دی۔ اس وقت سے آخر زندگی تک آپ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہی کے حجرے میں قیام فرما رہے۔ [2]

اس خواہش کا سبب شاید عام لوگ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی محبت سمجھیں، لیکن اوپر گزر چکا ہے کہ اللہ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو فطری کمال، عقل، قوت حافظہ، سرعت فہم اور اجتہاد فکر عطا فرمایا تھا۔ عجب نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصود یہ ہو کہ آپ کے آخری اقوال و افعال کا بھی ایک ایک حرف دنیا میں محفوظ رہے۔ چنانچہ آپ کی وفات کے متعلق اکثر صحیح حالات سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہی کے ذریعے سے امت تک پہنچے۔

روز بروز مرض کی شدت بڑھتی جاتی تھی، یہاں تک کہ مسجد میں امامت کے لیے بھی آپ

---

[1] صحیح بخاری، کتاب المرضی، باب ما رخص للمریض ان یقول انی وجع، ح: ۵۶۶۶۔ سنن ابن ماجه، کتاب الجنائز، باب ما جاء فی غسل الرجل امراته، حدیث: ۱۴۶۵۔ مسند احمد (۶/ ۲۲۸)

[2] مسند احمد (۶/ ۲۲۸۔ ۲۲۹)
صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب مرض النبی صلی اللہ علیہ وسلم ووفاته، حدیث: ۴۴۴۵، ۴۴۵۰۔
صحیح مسلم، کتاب الصلاة، باب استخلاف الامام، حدیث: ۹۱/ ۴۱۸۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تشریف نہ لے جا سکے۔ بیویاں تیمار داری میں مصروف تھیں۔ کچھ دعائیں تھیں جن کو پڑھ کر آپ بیمار کو دم کیا کرتے تھے، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بھی وہی دعائیں پڑھ پڑھ کر رسول اللہ ﷺ کو دم کر دیا کرتی تھیں۔ ①

صبح کی نماز میں لوگ آپ کی آمد کے منتظر تھے۔ کئی دفعہ آپ نے اٹھنے کی کوشش کی، لیکن ہر دفعہ غش آ گیا۔ آخر حکم دیا کہ ابوبکر امامت کریں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ مجھے خیال ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کی جگہ پر جو شخص کھڑا ہوگا، لوگ اس کو منحوس سمجھیں گے، اس لیے عرض کی: ''یا رسول اللہ! ابوبکر (رضی اللہ عنہ) رقیق القلب ہیں، ② ان سے یہ کام نہ بن آئے گا، وہ رو دیں گے، کسی اور کو حکم ہو۔'' لیکن آپ نے دوبارہ یہی ارشاد فرمایا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ تم عرض کرو۔ انھوں نے عرض کی تو فرمایا: ''تم یوسف والیاں ہو۔ ③ کہہ دو کہ ابوبکر امامت کریں۔'' چنانچہ انھوں نے امامت کی۔

آپ علالت سے پہلے کچھ اشرفیاں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس رکھوا کر بھول گئے تھے۔ اس وقت یاد آیا، فرمایا کہ ''عائشہ! وہ اشرفیاں کہاں ہیں؟ ان کو اللہ کی راہ میں صرف کر دو۔ کیا محمد (ﷺ) اللہ سے بدگمان ہو کر ملے گا؟'' ④ چنانچہ اسی وقت خیرات کر دی گئیں۔

اب وقت آخر تھا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سرہانے بیٹھی تھیں۔ آپ ان کے سینہ سے ٹیک لگائے بیٹھے تھے۔ اتنے میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بھائی سیدنا عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ مسواک لیے اندر آئے۔ آپ نے مسواک کی طرف دیکھا۔ سمجھ گئیں کہ آپ مسواک کرنا چاہتے ہیں۔ ان سے مسواک لے کر اپنے دانت سے نرم کر کے آپ کو دی۔ آپ نے صحیح و تندرست آدمی کی طرح مسواک کی۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فخریہ کہا کرتی تھیں کہ تمام بیویوں میں مجھ ہی کو یہ شرف حاصل ہوا کہ آخری وقت میں بھی میرا جھوٹا آپ نے منہ میں لگایا۔ ⑤

---

① صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب مرض النبی ﷺ ووفاته، حدیث: ۴۴۳۹۔
صحیح مسلم، کتاب السلام، باب رقیة المریض بالمعوذات، حدیث: ۲۱۹۲۔

② صحیح بخاری، کتاب الاذان، باب حد المریض ان یشهد الجماعة، حدیث: ۶۶۴۔
صحیح مسلم، کتاب الصلاة، باب استخلاف الامام، حدیث: ۹۴/ ۴۱۸۔
سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نماز میں رویا کرتے تھے اور یہ تو خاص موقع تھا، اس لیے یہ اظہار کچھ غلط نہ تھا۔ دیکھو صحیح بخاری، باب الہجرۃ .... ③ یعنی تم ہی عورتیں ہو جنھوں نے سیدنا یوسف علیہ السلام کو بہکانا چاہا تھا۔

④ مسند احمد (۶/ ۴۹)

⑤ صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب مرض النبی ﷺ ووفاته، حدیث: ۴۴۵۰، ۴۴۵۱۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا آپ کی تندرستی کے لیے دعائیں مانگ رہی تھیں، آپ کا ہاتھ ان کے ہاتھ میں تھا، فوراً دست مبارک کھینچ لیا اور فرمایا: ((اَللّٰھُمَّ اغْفِرلِیْ وَاجْعَلْنِیْ مَعَ الرَّفِیْقِ الْاَعْلٰی)) [۱] سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ تندرستی کی حالت میں آپ فرمایا کرتے تھے کہ پیغمبر کو مرتے وقت دنیوی اور اخروی زندگی میں سے ایک کے قبول کا اختیار دیا جاتا ہے، ان الفاظ کو سن کر میں چونک پڑی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے کنارہ کشی ہی قبول کی۔ [۲] تاہم وہ ابھی کمسن تھیں، کسی کو اب تک اپنی آنکھ سے مرتے نہیں دیکھا تھا، عرض کی: ''یا رسول اللہ! آپ کو بڑی تکلیف ہے۔'' آپ نے فرمایا: ''ثواب بھی بقدر تکلیف ہی ہے۔''

اب تک سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنبھالے بیٹھی تھیں، کہتی ہیں کہ دفعتاً مجھ کو آپ کے بدن کا بوجھ معلوم ہوا۔ آنکھوں کی طرف دیکھا تو پھٹ گئی تھیں۔ آہستہ سے سر اقدس تکیہ پر رکھ دیا اور رونے لگیں۔ [۳] سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے فضائل ومناقب کا سب سے زریں باب یہ ہے کہ مرنے کے بعد انھی کے حجرہ کو پیغمبر عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا مدفن بننا نصیب ہوا، اور نعش مبارک اسی حجرہ کے ایک گوشہ میں سپرد خاک ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے خواب دیکھا تھا کہ ان کے حجرہ میں تین چاند ٹوٹ کر گرے ہیں، انھوں نے اس کا ذکر سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کیا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی حجرہ میں مدفون ہوئے تو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''ان تین چاندوں میں سے ایک یہ ہے، اور یہ ان میں سب سے بہتر ہے۔'' [۴] بعد کے واقعات نے ثابت کر دیا کہ پچھلے چاند صدیق اکبر اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہما تھے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اب بیوہ تھیں، اور اسی عالم میں انھوں نے عمر کے چالیس مرحلے طے کیے۔ جب تک زندہ رہیں، قبر

---

[۱] صحیح مسلم، کتاب السلام، باب استحباب رقیۃ المریض، حدیث: ۲۱۹۱۔ مسند احمد (۶/ ۱۲۶)

[۲] صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب مرض النبی صلی اللہ علیہ وسلم ووفاتہ، حدیث: ۴۴۳۷۔ صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ، باب فی فضائل عائشۃ ام المومنین رضی اللہ عنہا، حدیث: ۸۷/ ۲۴۴۴۔

[۳] مسند احمد (۶/ ۲۷۴)...... صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب مرض النبی صلی اللہ علیہ وسلم ووفاتہ، حدیث: ۴۴۳۷۔...... صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ، باب فی فضائل عائشۃ ام المومنین رضی اللہ عنہا، حدیث: ۸۷/ ۲۴۴۴۔

[۴] موطا امام مالک (۱/ ۲۳۲) کتاب الجنائز، عن یحییٰ بن سعید مرسلاً مستدرک حاکم (۳/ ۶۰، ۴/ ۳۹۵)...... مجمع الزوائد (۷/ ۱۸۵)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے پاس ہی قیام پزیر رہیں۔ ایک دن آپ کو خواب میں دیکھا، اس دن سے وہاں سونا چھوڑ دیا۔ (۱)

تیرہ برس تک، یعنی جب تک سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ وہاں مدفون نہیں ہوئے تھے، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بے حجاب وہاں آتی جاتی تھیں، کہ ایک شوہر تھا، دوسرا باپ۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی تدفین کے بعد فرماتی تھیں کہ اب وہاں بے پردہ جاتے حجاب آتا ہے۔ (۲)

ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے لیے دوسری شادی اللہ نے ممنوع قرار دی تھی۔ عرب کے ایک رئیس نے کہا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے میں عقد کروں گا۔ (۳) چونکہ یہ امر دینی وسیاسی مصالح اور نیز شان نبوت کے خلاف تھا، اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ ﴾ (الاحزاب: ۳۳/ ۶)

''پیغمبر مسلمانوں سے ان کی جانوں سے زیادہ قریب ہے، اور اس کی بیویاں ان کی مائیں ہیں۔''

﴿ مَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَ لَاۤ اَنْ تَنْكِحُوْۤا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖۤ اَبَدًا ؕ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِیْمًا ﴾ (الاحزاب: ۳۳/ ۵۳)

''اور تمھیں مناسب نہیں کہ تم رسول اللہ کو اذیت دو، اور نہ یہ کہ کبھی اس کی بیویوں سے اس کے بعد بیاہ کرو۔ اللہ کے نزدیک یہ بڑی بات ہے۔''

اصل یہ ہے کہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن جو ایک مدت تک حامل نبوت کی محرم اسرار رہیں، ان کی بقیہ زندگی صرف اس لیے تھی کہ مقدس شوہر کی تعلیمات اور اسباق عمل کو جب تک جیتی رہیں، دہراتی رہیں۔ ان کی زندگی کا ہر لحہ صرف اسی فرض کی بجا آوری میں صرف ہو۔ وہ مسلمانوں کی مائیں تھیں، ان کا فرض صرف بیٹوں کی تعلیم وتربیت تھی۔ چنانچہ ان کے فرائض خود اللہ نے مقرر کر دیے تھے:

﴿ یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ مَنْ یَّاْتِ مِنْكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَیِّنَةٍ یُّضٰعَفْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَیْنِ ؕ وَ كَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ یَسِیْرًا ۝ وَ مَنْ یَّقْنُتْ مِنْكُنَّ لِلّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ تَعْمَلْ صَالِحًا نُّؤْتِهَاۤ اَجْرَهَا مَرَّتَیْنِ ۙ وَ اَعْتَدْنَا لَهَا رِزْقًا كَرِیْمًا ﴾

(الاحزاب: ۳۳/ ۳۰، ۳۱)

---

(۱) طبقات ابن سعد (۲/ ۲۹۴) نحوه۔

(۲) مسند احمد (۶/ ۲۰۲)...... مستدرك حاكم (۳/ ۶۱)

(۳) یہ کہنے والا عیینہ بن حصن فزاری تھا۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

''اے پیغمبر کی بیویو! تم میں جو برا کرے گی اس کو دوگنا عذاب ملے گا، اور اللہ کے لیے یہ آسان بات ہے، اور تم میں سے جو اللہ اور رسول کی فرمانبردار ہوگی اور اچھے کام کرے گی، اس کو ثواب بھی دو بار ملے گا اور اس کے لیے ہم نے قیامت میں اچھی اور پاک روزی مہیا کی ہے۔''

﴿یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَیْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَیَطْمَعَ الَّذِیْ فِیْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّ قُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۚ وَ قَرْنَ فِیْ بُیُوْتِكُنَّ وَ لَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِیَّةِ الْاُوْلٰی وَ اَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَ اٰتِیْنَ الزَّكٰوةَ وَ اَطِعْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ ؕ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَ یُطَهِّرَكُمْ تَطْهِیْرًا ۚ وَ اذْكُرْنَ مَا یُتْلٰی فِیْ بُیُوْتِكُنَّ مِنْ اٰیٰتِ اللّٰهِ وَ الْحِكْمَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ لَطِیْفًا خَبِیْرًا﴾ (الاحزاب: ۳۳/ ۳۲، ۳۴)

''اے پیغمبر کی بیویو!...... تم عام اور معمولی عورتوں کی طرح نہیں ہو، اگر پرہیز گار بنو۔ دب کر نہ بولا کرو کہ بیمار دل والے (منافقین) حوصلہ کریں، اور اچھی بات بولا کرو، اور گھروں میں وقار کے ساتھ رہا کرو، اور گزشتہ زمانہ کی جاہلیت کی طرح بن ٹھن کر نہ نکلا کرو، نمازیں پڑھا کرو، زکوۃ دیا کرو، اور اللہ اور رسول کی فرمانبرداری کیا کرو۔ اللہ تو یہی چاہتا ہے، اے اہل بیت نبوت! کہ تم سے میل کچیل دور کردے، اور تم کو بالکل پاک صاف کردے۔ تمھارے گھروں میں اللہ کی جو آیتیں اور حکمت کی جو باتیں پڑھ کر سنائی جارہی ہیں، ان کو یاد کیا کرو، بیشک اللہ پاک اور دانا ہے۔''

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی آیندہ زندگی حرف بہ حرف ان ہی آیاتِ الٰہی کی عملی تفسیر ہے۔

عام حالات

عہدِ صدیقی

اب سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پدر بزرگوار سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ مسند خلافت پر متمکن تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تجہیز و تکفین اور بیعت خلافت صدیقی کی تکمیل کے بعد ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن نے چاہا کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو سفیر بنا کر سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بھیجیں اور وراثت کا مطالبہ کریں۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے یاد دلایا کہ رسول اللہ رضی اللہ عنہ نے اپنی زندگی میں فرمایا تھا: ''میرا کوئی وارث نہ ہوگا، میرے تمام متروکات صدقہ ہوں گے۔'' یہ سن کر سب خاموش ہوگئیں۔ ①

اصل یہ ہے کہ رحمت عالم ﷺ اپنی زندگی ہی میں اپنے پاس کیا رکھتے تھے جو وفات کے بعد تقسیم ہوتا۔ صحیح بخاری میں ہے کہ آپ نے درہم و دینار، جانور اور مویشی، لونڈی اور غلام کچھ ترکہ میں نہیں چھوڑا۔ ② البتہ ولایت عامہ کے طریقوں سے مختلف اغراض و مقاصد کے لیے چند باغ آپ ﷺ کے قبضہ میں تھے۔ رسول اللہ ﷺ اپنی زندگی میں جس طرح اور جن مصارف میں ان کی آمدنی صرف فرماتے تھے، وہ خلافت راشدہ میں بعینہٖ اسی طرح اور اسی حیثیت سے قائم رہے۔ آپ اپنی زندگی میں بیبیوں کے سالانہ مصارف اسی جائداد سے ادا فرماتے تھے۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے زمانہ میں ان مصارف کو اسی طرح برقرار رکھا۔ ③

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس فیاضی کی، جو ترکہ کے باب میں انھوں نے کی ہے، اس وقت اور قدر بڑھ جاتی ہے جب یہ معلوم ہو کہ جس دن وہ بیوہ ہوئیں، اسی شام کو گھر میں برکت تھی۔ ④

داغ بے پدری

عہد صدیقی صرف دو برس قائم رہا، ۱۳ھ میں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے وفات پائی۔ نزع کے وقت صاحبزادی خدمت میں حاضر تھیں۔ باپ نے کچھ جائداد بیٹی کو دے دی تھی، اب دوسری اولاد کا سامان بھی ضروری تھا۔ فرمایا: ''جان پدر! کیا تم وہ جائداد اپنے بھائیوں کو دے دوگی؟'' عرض کی: ''بسر وچشم!'' ⑤ پھر دریافت کیا: ''رسول اللہ ﷺ کے کفن میں کتنے کپڑے تھے؟'' عرض کی: ''تین

---

① صحیح بخاری، کتاب الفرائض، باب قول النبی ﷺ: "لا نورث ما ترکنا صدقة" حدیث: ۶۷۳۰۔ ...... صحیح مسلم، کتاب الجهاد، باب قول النبی ﷺ: "لا نورث ما ترکنا فهو صدقة" حدیث: ۱۷۵۸۔

② صحیح بخاری، کتاب الوصایا، باب الوصایا، حدیث: ۲۷۳۹، عن عمرو بن الحارث رضی اللہ عنہ۔ ...... صحیح مسلم، کتاب الوصیة، باب ترک الوصیة لمن لیس له شیء یوصی فیه، حدیث: ۱۶۳۵، عن عائشة رضی اللہ عنہا

③ صحیح بخاری، کتاب الفرائض، باب قول النبی ﷺ: "لا نورث ما ترکنا صدقة" حدیث: ۶۷۲۸۔ ...... صحیح مسلم، کتاب الجهاد، باب قول النبی ﷺ: "لا نورث ما ترکنا فهو صدقة، حدیث: ۱۷۵۹۔

④ سنن ترمذی، کتاب صفة القیامة، باب (۳۱) حدیث: ۲۴۶۷۔

⑤ طبقات ابن سعد (۳/ ۱۹۴) ...... موطا امام مالک (۲/ ۷۵۲)

www.KitaboSunnat.com
کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سفید کپڑے۔'' پوچھا: ''کس دن وفات پائی؟'' عرض کی: ''دوشنبہ کے روز۔'' دریافت کیا: ''آج کون سا دن ہے؟'' بتایا کہ ''دوشنبہ ہے۔'' فرمایا: ''تو آج شب تک میرا بھی چل چلاؤ ہے۔'' پھر اپنی چادر دیکھی، اس میں زعفران کے دھبے تھے۔ فرمایا کہ ''اسی کپڑے کو دھو کر اس کے اوپر دو اور کپڑے بڑھا کر مجھ کو کفن دیا جائے۔'' عرض کی: ''یہ کپڑا پرانا ہے۔'' ارشاد ہوا کہ ''مردوں سے زیادہ زندوں کو نئے کپڑوں کی ضرورت ہے۔''[1] اس کے بعد اسی دن سہ شنبہ کی رات کو وفات پائی اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ ہی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں ادباً آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قبر مبارک سے کسی قدر پیچھے ہٹا کر دفن کیے گئے، اور اب یہ حجرہ، نبوت کے چاند کے ساتھ ایک خلافت کے چاند کا بھی مغرب تھا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو بیوگی کے ساتھ اس کم عمری میں دو ہی برس کے اندر یتیمی کا داغ بھی اٹھانا پڑا۔

عہد فاروقی

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا عہد مبارک نظم ونسق کے لحاظ سے ممتاز تھا۔ انھوں نے تمام مسلمانوں کے نقد وظیفے مقرر کر دیے تھے۔ قاضی ابو یوسف رحمہ اللہ نے کتاب الخراج میں دو روایتیں لکھی ہیں۔ ایک یہ ہے کہ تمام ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو بارہ بارہ ہزار سالانہ دیا جاتا تھا۔[2] دوسری روایت، جس کو حاکم نے صحت میں بخاری و مسلم کے ہم رتبہ قرار دیا ہے، یہ ہے کہ دیگر ازواج کو دس دس ہزار اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو بارہ ہزار سالانہ وظیفہ دیا جاتا تھا۔[3] اس ترجیح کا سبب خود سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے بیان فرما دیا تھا کہ ان کو میں دو ہزار اس لیے زیادہ دیتا ہوں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو محبوب تھیں۔

ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کی تعداد کے مطابق سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے نو پیالے تیار کرائے تھے۔ جب کوئی چیز آتی، ایک ایک پیالے میں کر کے ایک ایک کی خدمت میں بھیجتے۔[4] تحفوں کی تقسیم میں یہاں تک خیال رکھتے کہ اگر کوئی جانور ذبح ہوتا تو بقول سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے، سری اور پایہ تک ان

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب موت یوم الاثنین، حدیث: ۱۳۸۷۔

[2] کتاب الخراج (ص:۲۵)

[3] مستدرك حاكم (۴/ ۷-۸)، جزء صحابيات، ذكر عائشة رضی اللہ عنہا۔
طبقات ابن سعد (۸/ ۶۷)

[4] موطا امام مالك (۱/ ۲۷۹)، الزكاة، باب جزية اهل الكتاب، كتاب حديث: ۴۴۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کے پاس بھیج دیتے تھے۔ [۱] عراق کی فتوحات میں موتیوں کی ڈبیا ہاتھ آئی تھی، مال غنیمت کے ساتھ وہ بھی بارگاہ خلافت میں بھیجی گئی۔ سب کو موتیوں کی تقسیم مشکل تھی، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ''آپ لوگ اجازت دیں تو ام المومنین عائشہ (رضی اللہ عنہا) کو بھیج دوں، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ محبوب تھیں۔'' سب نے بخوشی اجازت دی۔ چنانچہ وہ ڈِبیا سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں بھیج دی گئی۔ کھول کر دیکھا، فرمایا: ''ابن خطاب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مجھ پر بڑے بڑے احسانات کیے۔ الٰہا! مجھے آیندہ ان کے عطیوں کے لیے زندہ نہ رکھنا۔'' [۲]

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی تمنا تھی کہ وہ بھی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں کے نیچے دفن ہوں، لیکن کہہ اس لیے نہیں سکتے تھے کہ گو شرعاً مردوں سے زیر خاک پردہ نہیں، تاہم ادباً دفن کے بعد بھی وہ اپنے آپ کو غیر محرم ہی سمجھتے تھے۔ نزع کے وقت اس خلش سے بے تاب تھے۔ آخر اپنے صاحبزادے کو بھیجا کہ ''ام المومنین کو میری طرف سے سلام کہو اور عرض کرو کہ عمر (رضی اللہ عنہ) کی تمنا ہے کہ وہ اپنے رفیقوں کے پہلو میں دفن ہو۔'' فرمایا: ''اگرچہ وہ جگہ میں نے خود اپنے لیے رکھی تھی، مگر عمر (رضی اللہ عنہ) کے لیے خوشی سے یہ ایثار گوارا کرتی ہوں۔''

اس اجازت کے بعد بھی سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے وصیت کی کہ میرا جنازہ حجرہ عائشہؓ تک لے جا کر پھر اذن طلب کرنا۔ اگر ام المومنین اجازت دیں تو اندر دفن کر دینا، ورنہ عام مسلمانوں کے قبرستان میں لے جانا۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا، اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے دوبارہ اجازت دی اور جنازہ اندر لے جا کر دفن کیا گیا، [۳] اور آخر اسی حجرۂ اقدس میں خلافت کا دوسرا چاند بھی نگاہوں سے پنہاں ہوا۔

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا عہد

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کی مدت بارہ برس ہے۔ خلافت کا نصف زمانہ سکون اور اطمینان کا زمانہ تھا، اس کے بعد لوگوں کو ان سے مختلف شکایتیں پیدا ہوئیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو وصیت فرمائی تھی کہ اگر اللہ تعالیٰ تم کو خلافت کا جامہ پہنائے تو اس کو اپنی خوشی سے نہ اتارنا۔ [۴]

---

[۱] موطا امام محمد (۲/ ۴۱۶) من روایة مالك بن انس۔

[۲] مستدرك حاكم (۴/ ۸)

[۳] صحیح بخاری، كتاب الجنائز، باب ما جاء فی قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم......، حدیث: ۱۳۹۴۔

[۴] سنن ترمذی، كتاب المناقب، باب (۱۲)، حدیث: ۳۷۰۵۔...... سنن ابن ماجه، المقدمة، باب فی فضل عثمان رضی اللہ عنہ، حدیث: ۱۱۲۔...... مسند احمد (۶/ ۸۶۔۸۷)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو عام مسلمانوں میں بڑی مقبولیت حاصل تھی [1] اور فرمان الٰہی کی رو سے تمام مسلمانوں کی ماں تھیں، اس لیے حجاز، شام، عراق اور مصر میں ہر جگہ ماں کی طرح مانی جاتی تھیں (اس دعویٰ کی تصدیق آیندہ واقعات سے ہوگی)۔ لوگ آ کر ان کے پاس اپنی اپنی شکایتیں بیان کرتے تھے، وہ تسلی دیتی تھیں۔

خلافت صدیقی وفاروقی اور عثمانی کے ابتدائی زمانہ تک بڑے بڑے صحابہ رضی اللہ عنہم اور ارباب مشورہ زندہ تھے، مہمات امور میں ان سے مشورہ لیا جاتا تھا، مناصب جلیلہ پر اپنی اپنی استعداد اور استحقاق کے مطابق وہی ممتاز تھے۔ شیخین رضی اللہ عنہما نے ایک ایسا عادلانہ نظام قائم کیا تھا کہ کسی طرف پلہ جھکنے نہیں پاتا تھا، اس لیے تمام ملک میں امن وامان قائم تھا اور اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کسی کو ادّعا کا موقع نہ تھا۔ نوجوانوں میں جو لوگ بلند حوصلہ تھے، مثلاً سیدنا عبداللہ بن زبیر، محمد بن ابی بکر، مروان بن حکم، محمد بن ابی حذیفہ، سعید بن العاص (رضی اللہ عنہم)، وہ ان سے دبتے تھے اور خلافت وامارت کو اپنے سے بدرجہا بلند جانتے تھے۔

سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے نواسے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پھوپھی زاد بھتیجے اور سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ حواریِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے تھے۔ یہ اپنے آپ کو خلافت کا سب سے زیادہ مستحق سمجھتے تھے اور اس کے بعد وراثتاً خلافت کو اپنا حق جانتے تھے۔

محمد بن ابی بکر، سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے چھوٹے صاحبزادے اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے (سوتیلے) بھائی تھے۔ ان کی ماں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بعد سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے نکاح میں آئی تھیں۔ اس لیے سیدنا علی رضی اللہ عنہ ہی کی آغوش میں انھوں نے تربیت پائی تھی [2] اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ بھی ان کو بیٹوں کی طرح چاہتے تھے۔

محمد بن ابی حذیفہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے آغوش پروردہ تھے۔ حد بلوغ کو پہنچے تو کسی بڑے عہدے کے طالب ہوئے۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کو مناسب نہیں سمجھا، یہ ناراض ہو کر مصر چلے گئے۔

مروان اور سعید بن عاص (رضی اللہ عنہما) دونوں اموی تھے اور نوجوان وکم عمر تھے۔ اکابر مہاجرین کی وفات کے بعد ان کے فرزند واخلاف، قدیم استحقاق کے مطابق، حقوق ومناصب کے مطالبہ میں

---

[1] مستدرك حاكم (۴/ ۱۴) میں ہے، وَكَانَ اَحْسَنَ رَأْيًا فِي الْعَامَّةِ۔

[2] الاصابة (٦/ ٢٤٥)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

پیش پیش تھے۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ اموی تھے اور ان کو اپنے خاندان ہی کے لوگوں پر بھروسا ہوتا ہوگا، اس بنا پر بنو امیہ کے نوجوان انتخاب میں سب سے آگے ہوتے تھے۔ چنانچہ یہی مروان اور سعید بن عاص (رضی اللہ عنہما) بڑے بڑے منصبوں پر ممتاز ہوئے۔ اس سے قریش کے دوسرے بلند حوصلہ نوجوانوں کو ناگزیر طور پر اشتعال پیدا ہوا۔ چنانچہ اسی لیے محمد بن ابی بکر اور محمد بن ابی حذیفہ نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف شورش میں سب سے زیادہ حصہ لیا۔ اس کے علاوہ ان نوجوانوں میں کبار صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرح عدل و انصاف، صدق و امانت اور زہد و تقویٰ کا جوہر نہ تھا، اس لیے عام رعایا اور سپاہیوں میں، جنھوں نے پہلے بزرگوں کی آنکھیں دیکھی تھیں، ان میں ان کی امارت اور سرداری سے برہمی اور ناگواری پیدا ہوئی۔

سب سے بڑھ کر یہ کہ عرب ہمیشہ سے عجمیانہ غلامی کو شرافت کے دامن کا داغ سمجھتے تھے۔ انھوں نے آزاد آب و ہوا میں پرورش پائی تھی۔ اسلام نے آ کر ان کے اس فتنہ کو اور تیز کر کے عرب کے سارے قبیلوں کو ایک سطح پر لا کر کھڑا کر دیا تھا۔ اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم جو اسلام کی تعلیم و تربیت کے اصلی پیکر تھے، اس نکتہ کو ہمیشہ ملحوظ رکھتے تھے۔ ان کے بعد کے نوجوان افسروں اور عہدہ داروں نے اس سبق کو بھلا دیا۔ وہ علانیہ اپنی مجلسوں اور درباروں میں اپنی خود مختاری اور خاندانی شرافت کا اظہار کرنے لگے۔ دوسرے عرب قبائل کے لیے یہ تحکم سخت ناگوار ہوا۔ ان کو دعویٰ تھا کہ عہد نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے بعد ایران، شام، مصر اور افریقہ کی فتوحات ان کی تلواروں کی بدولت حاصل ہوئی ہیں، اس لیے ان کو بھی برابر کا حق ملنا چاہیے۔ نو مسلم عجم نہ صرف بنو امیہ اور قریش، بلکہ قوم عرب سے فطرتاً نالاں تھے، اس لیے وہ اس قسم کے ہر فتنہ میں شریک ہونا اپنا فرض سمجھتے تھے۔ عرب و عجم کے نقطۂ اتصال پر کوفہ آباد تھا، فتنہ کا آغاز اسی شہر سے ہوا۔ یہ عرب قبائل کی سب سے بڑی چھاؤنی تھی۔ سعید بن العاص (رضی اللہ عنہ) کوفہ کے والی تھے، رات کو ان کے دربار میں شہر کے اکثر قبیلوں کے سرداروں کا مجمع رہتا تھا، اور عموماً عرب کے واقعات جنگ اور عرب قبائل کے خاندانی حسب و نسب کے تذکرے رہتے تھے۔ یہ وہ موضوع تھا جس میں ہر قبیلہ دوسرے سے اپنے کو کم درجہ نہیں سمجھتا تھا۔ مناظرہ کا خاتمہ اکثر جنگ و جدل اور سخت کلامی پر ہوتا تھا۔ اس موقع پر سعید (رضی اللہ عنہ) کی زبان سے قریشیت کا فخارانہ اظہار آگ میں تیل کا کام دیتا تھا۔ ان کے اس طرز عمل سے قبائل کے سرداروں کو شکایتیں پیدا ہوئیں اور اس نے ایک فتنہ کی صورت اختیار کر لی۔

اسی زمانہ میں ''ابن سبا'' نام کا ایک یہودی مسلمان ہوگیا۔ یہودیوں کا یہ دستور رہا ہے کہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جب وہ دشمن سے دشمن بن کر انتقام نہیں لے سکتے، تو فوراً سپر ڈال کر اس کے مخلص دوست بن جاتے اور آہستہ آہستہ مخفی سازشوں سے اس کا کام تمام کر دیتے ہیں۔ یہی یہود جب زور وقوت سے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی دعوت کو بے اثر نہ کر سکے تو ان میں سے پولس نامی ایک یہودی نے عیسائی بن کر ان کی تعلیم کے اصل جوہر کو فنا کر دیا۔

ابن سبا (منافق) نے لوگوں میں یہ پھیلانا شروع کیا کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ دراصل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مستحق جانشین ہیں اور وصی ہیں۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے حق میں خلافت کی وصیت کر دی تھی۔ اور اپنی یہودیت کے زمانہ میں بھی سیدنا ہارون علیہ السلام کے متعلق یہی عقیدہ رکھتا تھا۔ اس نے اپنی اس بدعت کی تبلیغ کے لیے پوری کوشش کی اور جگہ جگہ جا کر اس سیاسی شورش کو بہانہ بنا کر اپنی سازش کے جال کو اس نے ہر جگہ پھیلا دیا۔ اس نے سارے ملک کا دورہ کیا۔ کوفہ، بصرہ اور مصر، جہاں بڑی بڑی فوجی چھاؤنیاں تھیں، انقلاب پسندوں کا مرکز بنا کر ان تمام متفرق اشخاص کو ایک رشتہ میں منسلک کر دیا۔ اہل تاریخ نے ان کا نام ''سبائیہ'' رکھا ہے۔

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد میں جزائر روم اور افریقہ میں لڑائیاں ہو رہی تھیں، اس لیے فوج کا زیادہ حصہ ادھر ہی رہتا تھا۔ جنگ کی شرکت کے بہانہ سے محمد بن ابی بکر اور محمد بن ابی حذیفہ سپاہیوں سے آزادانہ ملتے تھے اور ان میں اشتعال پیدا کرتے تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مصر اس بغاوت کا مرکز بن گیا۔ اس زمانہ میں سیدنا عبداللہ بن (سعد بن) ابی سرح رضی اللہ عنہ مصر کے گورنر تھے۔ محمد بن ابی بکر اور محمد بن ابی حذیفہ وغیرہ نے سیدنا عبداللہ بن (سعد) ابی سرح اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہما کے خلاف علانیہ تحریک شروع کر دی اور مصر میں جدید پولیٹیکل (سیاسی) فرقہ کے لیڈر بن گئے۔

اتفاق سے یہ حج کا زمانہ تھا، باہمی قرارداد کے مطابق کوفہ، بصرہ اور مصر سے ایک ہزار کی جمعیت نے حج کے بہانہ سے حجاز کا رخ کیا اور مدینہ کے قریب آ کر سب نے خیمے ڈالے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور دوسرے بڑے بڑے صحابہ نے ان کو سمجھا بجھا کر واپس کیا، یہ تھوڑی دور جا کر پھر لوٹ آئے اور مصر کے گورنر کے نام ایک خط پیش کیا، جس میں لکھا تھا کہ مصری باغیوں کے سرغنوں کو ان کے مصر پہنچنے کے ساتھ فوراً قتل کر دو یا قید کر دو۔ ان کا خیال تھا کہ یہ خط مروان کے ہاتھ کا لکھا ہوا تھا۔☆ اس لیے سب نے مل کر سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر کا محاصرہ کر لیا اور دو شرطیں پیش کیں: مروان (رضی اللہ عنہ) کو حوالہ کر دیجیے یا خلافت سے دستبردار ہو جائیے۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے دونوں شرطیں نامنظور کیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے محمد بن ابی بکر اپنے بھائی کو بلا کر سمجھایا کہ تم اس ضد سے باز آ جاؤ، لیکن وہ کسی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

طرح نہ مانے۔ سال کے دستور کے مطابق سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اسی اثنا میں حج کے ارادے سے مکہ معظمہ چلی گئیں۔ محمد بن ابی بکر کو بھی ساتھ لے جانا چاہا، مگر وہ آمادہ نہ ہوئے۔ اس کے بعد سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ دو تین ہفتہ تک محاصرہ میں رہے اور بالآخر باغیوں کے ہاتھ سے انھوں نے شہادت پائی۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ۔

اب خلافت کے لیے صرف چار بزرگوں پر نظر پڑسکتی تھی: سیدنا طلحہ، سیدنا زبیر، سیدنا سعد بن ابی وقاص اور سیدنا علی رضی اللہ عنہم اجمعین۔ سیدنا سعد رضی اللہ عنہ گوشہ نشین ہو گئے، اہل بصرہ سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ کے طرفدار تھے، اور اہل مصر سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ کے حامی تھے، لیکن اہل مصر اور انقلاب پسندوں کی کثیر تعداد سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے طرف داروں میں تھی۔ ان میں زیادہ پیش پیش اشتر نخعی، سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما اور محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہما تھے۔ طرف دار لوگ خلیفہ ثانی کے صاحبزادے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو پیش کرتے تھے، بنو امیہ خلیفہ ثالث کے بیٹے ابان کا نام لے رہے تھے، خلیفہ اول کے بڑے صاحبزادے سیدنا عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کا نام بھی لیا جا رہا تھا۔ تین دن کے بعد انھی انقلاب پسندوں کے اصرار اور چند کو چھوڑ کر عام اہل مدینہ کے قبول بیعت سے سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے مسند خلافت پر قدم رکھا۔ ادھر حجاز میں یہ اختلاف در پیش تھے، ادھر شام میں سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ استقلال اور آزادی کا خواب دیکھ رہے تھے اور مصر میں محمد بن ابی حذیفہ نے خود مختاری کا اعلان کر دیا تھا۔ پیغمبر کے جانشین اور مسلمانوں کے امام کا حرم نبوی کے اندر ماہ حرام میں خود مسلمانوں کے ہاتھوں سے قتل، ایسا حادثۂ عظیم تھا کہ لوگوں کے دل دہل گئے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم میں جن لوگوں کو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے طرز عمل سے اختلاف تھا، اور جن میں ایک روایت کے مطابق سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بھی داخل ہیں، [1] وہ بھی اس کے روادار نہ تھے اور نہ حاشا! ان کا یہ مقصد تھا۔ واقعہ سے پہلے اشتر نخعی نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا تھا کہ اس شخص (سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ) کے قتل کی نسبت آپ کی کیا رائے ہے؟ فرمایا: ''معاذ اللہ! میں اماموں کے امام کے قتل کا حکم دے سکتی ہوں؟'' [2] بعض دشمنوں نے یہ افواہ اڑادی تھی کہ اس واقعہ میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی شرکت بھی تھی۔ عجب نہیں کہ ان بدگمانوں کی بدگمانی کی وجہ یہ ہو کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے چھوٹے بھائی محمد بن ابی بکر ان انقلابیوں کے لیڈروں میں تھے۔ لیکن ابھی گزر چکا ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک دفعہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں فرمایا: ''اللہ کی قسم! میں نے کبھی پسند

---

[1] طبقات ابن سعد (۵/ ۳۶، ۳۷)، جزء اہل مدینہ ترجمہ (سیدنا) مروان بن حکم (رضی اللہ عنہ)۔

[2] طبقات ابن سعد (۸/ ۴۸۵)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

نہ کیا کہ وہ قتل ہوں۔ اگر کیا ہوتو میں بھی قتل کی جاؤں۔ اے عبیداللہ بن عدی! (ان کے باپ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے) تم کو اس علم کے بعد کوئی دھوکا نہ دے۔ اصحاب رسول کے کاموں کی تحقیر اس وقت تک نہ کی گئی، جب تک وہ فرقہ پیدا نہ ہوا جس نے عثمان (رضی اللہ عنہ) پر طعن کیا۔ اس نے وہ کہا جو نہیں کہنا چاہیے، وہ پڑھا جو نہیں پڑھنا چاہیے، اس طرح نماز پڑھی جس طرح نہیں پڑھنی چاہیے۔ ہم نے ان کے کارناموں کو غور سے دیکھا تو پایا کہ وہ صحابہ کے اعمال کے قریب تک نہ تھے۔''[1] اس اعلان سے زیادہ اس افواہ کے جھوٹے ہونے کی دلیل اور کیا چاہیے؟

سیدنا علی مرتضی رضی اللہ عنہ کا عہد

غرض، سارے مسلمانوں میں اس وقت ایک ہیجان اور تلاطم برپا تھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک مختصرسی جماعت دیکھ رہی تھی کہ جس باغ کو اس نے اپنے رگوں کے خون سے سینچا تھا وہ پائمال ہوتا ہے، اصلاح کا علم بلند کیا۔ اس جماعت کے ارکانِ عظام سیدنا طلحہ، سیدنا زبیر اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہم تھیں۔

سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ قرشی سابقین اسلام میں داخل، عہد نبوت میں معرکوں کے فاتح اور خلیفہ اول کے داماد اور رشتہ میں رسول اللہ ﷺ کے ہم زلف تھے۔ سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ اسلام کے ہیرو، شجاعان اسلام میں داخل، حواریِ رسول (ﷺ) کے لقب سے ملقب، رشتہ میں رسول اللہ ﷺ کے پھوپھی زاد بھائی، ہم زلف اور خلیفہ اول کے داماد تھے۔ اور یہ دونوں اس جماعت میں شامل تھے، جس کو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت کے لیے منتخب کیا۔

گزشتہ اوراق میں گزر چکا ہے کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ ابھی محاصرہ ہی میں تھے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے سالانہ دستور کے مطابق حج کو چلی گئیں۔ واپس آرہی تھیں کہ راستہ میں باغیوں کے ہاتھ سے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر معلوم ہوئی۔ آگے بڑھیں تو سیدنا طلحہ اور سیدنا زبیر رضی اللہ عنہما ملے، جو مدینہ سے بھاگے چلے آرہے تھے۔ انھوں نے بیان کیا:

((اِنَّا تَحَمَّلْنَا بِقِلَّتِنَا هِرَابًا مِنَ الْمَدِيْنَةِ مِنْ غَوْغَاءٍ وَ اَعْرَابٍ وَفَارَقْنَا قَوْمًا حَيَارَى لَا يَعْرِفُوْنَ حَقًّا وَلَا يُنْكِرُوْنَ بَاطِلًا وَلَا يَمْنَعُوْنَ اَنْفُسَهُمْ))[2]

---

[1] خلق افعال العباد للبخاری (ص:۷۶)

[2] تاریخ طبری (۳/ ۷)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

''ہم لوگ مدینہ سے لدے پھندے بدوؤں اور عوام الناس کے ہاتھوں سے بھاگے چلے آتے ہیں، اور لوگوں کو اس حال میں چھوڑا کہ حیراں و سرگراں ہیں، نہ حق کو پہچان سکتے ہیں نہ باطل سے انکار کر سکتے ہیں، اور نہ اپنی حفاظت پر قادر ہیں۔''

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ باہم مشورہ کرو کہ اس موقع پر ہم کو کیا کرنا چاہیے۔ پھر یہ شعر پڑھا:

وَلَوْ اَنَّ قَوْمِیْ طَاوَعَتْنِیْ سِرَاتُھُمْ
لَاَنْقَذْتُھُمْ مِنَ الْخَبَالِ اَوِ الْخَبَلِ

''اگر میری قوم کے سردار میری بات مانتے تو میں ان کو خطرے سے باہر لے آتی۔''

اس کے بعد وہ مکہ معظمہ واپس چلی آئیں۔ عام لوگوں کو اس حادثہ کی اطلاع ہوئی تو لوگ ہر طرف سے سمٹ کے ان کے پاس آنے لگے۔ انھوں نے طلب اصلاح کی دعوت دی۔ عمرہ بنت عبدالرحمٰن رحمہا اللہ سے مروی ہے کہ ام المومنین نے فرمایا کہ اس قوم کی طرح کوئی قوم نہیں جو اس آیت کے حکم سے اعراض کرتی ہو: [1]

﴿وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا ۚ فَاِنْۢ بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ فَآءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا﴾ (الحجرات: ٤٩/ ٩)

''اگر دو مسلمان جماعتیں لڑ پڑیں تو دونوں کے درمیان صلح کرا دو۔ پس اگر ایک جماعت دوسری پر ظلم کرے تو ظلم کرنے والی سے لڑو، یہاں تک کہ وہ حکم الٰہی کی طرف وہ رجوع کرے، اور جب رجوع کرے تو دونوں میں صلح کرا دو۔''

۲۳ ۲۳ ...... ۲۳ ۲۳

---

[1] موطا امام محمد (۲/ ۵۱۵)، باب التفسیر۔
سنن کبریٰ بیہقی (۸/ ۱۷۲)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اصلاح کی دعوت

مسلمان عورت کے فرائض

عہد نبوی ﷺ میں ایک صحابی نے اپنی لڑکی کا نکاح اس کے پوچھے بغیر کسی سے کر دیا۔ لڑکی نے بارگاہ نبوت میں استغاثہ کیا۔ آپ نے باپ کو بلا کر چاہا کہ نکاح فسخ کر دیا جائے۔ لڑکی نے عرض کی: ”یا رسول اللہ! میں اب اس نکاح کو قبول کیے لیتی ہوں، میرا مقصد صرف یہ تھا کہ ہماری بہنوں کے ذاتی حقوق کی توضیح ہو جائے۔“[1] اگر ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سیاست میں آئیں، تو وہ اس امر کا ثبوت ہے کہ مسلمان عورت کے حقوق کا دائرہ اتنا تنگ نہیں ہے جتنا عام طور پر سمجھا جاتا ہے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو اسلام کے حادثہ کا حال معلوم کر کے کیا کچھ صدمہ نہ ہوا ہوگا، اور مسلمانوں کو اس ابتری کی حالت میں دیکھ کر ان کو کتنا دکھ ہوا ہوگا، اور خصوصاً جب ان کو نظر آیا ہوگا کہ اس گتھی کو سلجھانے والا کوئی دوسرا نہیں۔ وہ فطرتاً نہایت بلند حوصلہ، جری اور پر دل تھیں۔ رسول اللہ ﷺ سے انھوں نے اجازت چاہی تھی کہ وہ جہاد میں شریک ہوا کریں۔ آپ نے فرمایا کہ عورتوں کا جہاد حج ہے۔[2] اس سے پہلے جب حجاب کا حکم نہ تھا، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بعض غزوات میں شریک رہی ہیں۔ ایک روایت کے مطابق وہ غزوۂ بدر میں بھی گئیں۔ جنگ احد میں جب مسلمان خطرے کی حالت میں تھے اور بہادروں کے پاؤں اکھڑ رہے تھے، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پائینچے چڑھائے، مشک کاندھے پر لیے زخمیوں کو دوڑ دوڑ کر پانی پلا رہی تھیں۔[3] غزوۂ خندق میں جب مسلمان محصوری کی حالت میں تھے، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا زنانہ قلعہ سے نکل کر جنگ کی حالت دیکھتی تھیں۔[4]

---

[1] سنن نسائی، کتاب النکاح، باب البکر یزوجها ابوها وهی کارهة، حدیث: ۳۲۷۱۔
سنن دارقطنی، کتاب النکاح۔...... مسند احمد (۶/ ۱۳۶)

[2] صحیح بخاری، کتاب جزاء الصید، باب حج النساء، حدیث: ۱۸۶۱۔

[3] صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب: (اذ همت طائفتان منکم ....)، حدیث: ۴۰۶۴۔
صحیح مسلم، کتاب الجهاد، باب غزوة النساء مع الرجال، حدیث: ۱۸۱۱۔

[4] مسند احمد (۶/ ۱۴۱)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

یہ صحیح ہے کہ عورت کے طبعی حالات، فرائض امامت کے منافی ہیں، اور خود اسلام نے امام کے لیے جو ضروری شرائط قرار دیے ہیں، ان سے یہ جنس لطیف کبھی عہدہ برآ نہیں ہوسکتی۔ اس لیے وہ امامت جمہور اور خلافت الٰہی کے فرائض سے سبکدوش ہے۔ لیکن اس سے یہ غلط استناد نہیں کرنا چاہیے کہ کسی مسلمان عورت کو کسی حالت میں بھی پبلک کی سیاسی اور فوجی رہبری جائز نہیں، خصوصاً ایسی حالت میں جب ساری ملت میں فتنہ وفساد کی آگ بھڑک رہی ہو اور اس کے خیال میں مسلمانوں میں کوئی دوسرا اس فتنہ کو بجھانے والا نہ ہو۔ امام مالک اور امام طبری رحمہ اللہ، اور ایک روایت میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور بعض دوسرے اماموں کے نزدیک عورت کو امارت اور قضا کا عہدہ مل سکتا ہے۔ [1] سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ میں بازار کا نظام ایک عورت کے سپرد کیا تھا۔ [2] خود سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا جب مسلمان عورتوں کے مجمع میں ہوتیں۔ اور نماز کا وقت ہوتا، تو بیچ میں امام بن کر کھڑی ہوتیں۔ [3]

بہر حال یہ حج کا موسم تھا، اعلان کے ساتھ صرف حرمین کے ۶۰۰۰ آدمیوں نے لبیک کہا۔ ابنِ عامر (رضی اللہ عنہ) اور ابن منبہ (رضی اللہ عنہ) عرب کے دو رئیسوں نے کئی لاکھ درہم اور سواری کے اونٹ مہیا کیے۔ فوج کی روانگی کی سمت متعین کرنے کے لیے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی رائے تھی کہ چونکہ سبائی اور عام باغی مدینہ ہی میں ہیں، اس لیے ادھر رخ کیا جائے۔ غالباً اگر ایسا ہوتا تو عجب نہیں کہ واقعہ کی صورت دوسری ہوتی۔ لیکن ایک مختصر مباحثہ کے بعد بصرہ کی جانب پیش قدمی مناسب سمجھی گئی۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا قافلہ کے ساتھ بصرہ کی طرف روانہ ہوئیں۔ امہات المومنین رضی اللہ عنہن اور عام مسلمانوں نے دور تک مشایعت کی۔ لوگ ساتھ چلتے جاتے اور روتے جاتے تھے، کہ آہ! اسلام پر کیا دردناک وقت آیا ہے کہ بھائی بھائی کے خون کا پیاسا ہے، اور مادر اسلام اپنے بچوں کی محبت میں حریم خلوت سے نکلتی ہے۔ بنی امیہ کے نوجوانوں کی فتنہ پردازی کے لیے اس سے بہتر موقع کیا ہاتھ آسکتا تھا۔ اب تک وہ بھاگ بھاگ کر مکہ کے حرم میں پناہ لے رہے تھے اور چھپتے پھرتے تھے، اس دعوت کے ساتھ ہی یہ فاسد عنصر بھی تمام تر اس میں منضم ہوگیا۔ راہ میں اور بہت سے لوگ یہ سن کر کہ مادر اسلام

---

[1] فتح الباری (۵/ ۴۴۶)
قسطلانی، باب کتاب رسول اللہ ﷺ الی کسریٰ۔

[2] الاصابة (۷/ ۲۸۷)۔ اسماء الرجال میں شفا عدویہ کا حال پڑھو۔

[3] طبقات ابن سعد (۸/ ۴۵۷)
کتاب الام للشافعی (۱/ ۱۴۵) فعل ام سلمة رضی اللہ عنہا، فعل ام ورقة رضی اللہ عنہا۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اس فوج کی سرعسکر ہے، نہایت جوش وخروش سے شریک ہوتے چلے گئے۔ منزل کے ختم پر تین ہزار کی جمعیت ہوگئی۔

بنو امیہ کا اصل مقصود اصلاح کی دعوت کو کامیاب کرنا نہ تھا، بلکہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی مشکلات میں اضافہ کرنا تھا۔ ادھر یہ دیکھ کر کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی سرپرستی میں ایک تیسری قوت اور نشوونما پا رہی ہے، جو ممکن ہے کہ ان کی دوسری حریف بن جائے، فوج میں مخفی سازشوں کا جال پھیلانا شروع کیا۔ چونکہ اس فوج میں متعدد ارباب ادعا تھے، اس لیے سب سے پہلا سوال یہ پیدا ہوا کہ کامیابی کے بعد سیدنا طلحہ اور سیدنا زبیر رضی اللہ عنہما میں سے خلیفہ کون ہوگا؟ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو معلوم ہوا تو انھوں نے اس شورش کو دبا دیا، تو دوسرے فتنہ نے سر اٹھایا کہ خلافت کا فیصلہ تو بعد کو ہوگا، ان میں سے نماز کی امامت کا مستحق کون ہے؟ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے سیدنا طلحہ اور سیدنا زبیر رضی اللہ عنہما کے بیٹوں کی ایک ایک دن کی باری مقرر کر دی۔ راہ میں حوأب کا تالاب آیا، کتوں نے اس بھیڑ بھاڑ کو دیکھ کر بھونکنا شروع کیا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک پیشین گوئی یاد آ گئی، کہ آپ نے ایک دفعہ اپنی بیویوں سے خطاب کر کے فرمایا تھا کہ ''اللہ جانے، تم میں سے کس پر حوأب کے کتے بھونکیں گے۔'' اس پیشین گوئی کا یاد آنا تھا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنی واپسی کا عزم کر لیا۔ کئی دن تک قافلہ یہیں رکا رہا، بالآخر گاؤں کے پچاس آدمیوں نے شہادت دی کہ یہ حوأب نہیں ہے، تب سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو اطمینان ہوا۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ اس فوج کا حال سن کر بصرہ کے ارادے سے مدینہ سے چل پڑے تھے۔ لوگوں نے غل کیا کہ چلو بڑھو، پیچھے سے علی (رضی اللہ عنہ) کا لشکر آ رہا ہے۔ قافلہ نے جلدی جلدی آگے قدم بڑھایا۔ یہ طبری وغیرہ تاریخ کی کتابوں کی روایت ہے۔ مسند احمد میں یہ واقعہ خود سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی زبانی بتصریح مذکور ہے:

((قَالَتْ لَمَّا اَتَتْ عَلَى الْحَوْأَبِ سَمِعَتْ نُبَاحَ الْكِلَابِ فَقَالَتْ مَا اَظُنُّنِيْ اِلَّا رَاجِعَةً اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ لَنَا اَيَّتُكُنَّ تَنْبَحُ عَلَيْهَا كِلَابُ الْحَوْأَبِ فَقَالَ لَهَا الزُّبَيْرُ تَرْجِعِيْنَ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يُّصْلِحَ بِكِ بَيْنَ النَّاسِ)) [1]

---

[1] مسند احمد (٦/ ٩٧)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

"جب حوأب آیا تو کتوں کے بھونکنے کی آواز میں نے سنی۔ میں نے کہا: "اب تو میں اپنے کو واپس ہونے والی سمجھتی ہوں۔ آپ ﷺ نے ایک بار ہم لوگوں سے فرمایا تھا کہ تم میں سے کس پر حوأب کے کتے بھونکیں گے؟" زبیر (رضی اللہ عنہ) نے کہا: آپ واپس جائیں گی! شاید اللہ تعالیٰ آپ کے سبب لوگوں میں صلح کرا دے۔"

ایک اور روایت میں یہ الفاظ اس طرح ہیں:①

((فَقَالَ بَعْضُ مَنْ كَانَ مَعَهَا بَلْ تَقَدِّمِيْنَ فَيَرَاكِ الْمُسْلِمُوْنَ فَيُصْلِحُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ ذَاتَ بَيْنِهِمْ))

"آپ کے ہمراہیوں میں سے کسی نے کہا: "بلکہ آپ آگے بڑھیں، کہ مسلمان آپ کو دیکھیں تو اللہ ان کے درمیان صلح کرا دے۔"

ان روایتوں سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اس پیش قدمی اور جماعت بندی سے اصلاح اور صلح کے سوا کچھ اور مقصود نہ تھا۔

مکہ معظمہ، مدینہ منورہ اور بصرہ کے بعد عرب کا سب سے بڑا شہر کوفہ تھا۔ سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ یہاں کے امیر تھے۔ دونوں طرف کے وکلا اپنے اپنے فریق کی حقیت کا ثبوت دے رہے تھے۔ سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے اس کو فتنہ سمجھا اور اپنے عام اثر اور خطبوں کے ذریعے سے لوگوں کو گوشہ گیری اور عزلت نشینی کی ہدایت کی۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کوفہ کے رئیسوں کے نام خطوط روانہ کیے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے سیدنا عمار بن یاسر اور امام حسن رضی اللہ عنہما یہاں شرکتِ دعوت کی غرض سے بھیجے گئے۔ سیدنا عمار رضی اللہ عنہ نے کوفہ کی جامع مسجد میں موجودہ واقعات پر تقریر کی، جس میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی منقبت بیان کرنے کے بعد انھوں نے کہا: "یہ سب صحیح ہے، لیکن اللہ تمھارا امتحان لے رہا ہے کہ اس کے باوجود تم حق و باطل میں تمیز کر سکتے ہو یا نہیں۔" یہ تقریر مؤثر ثابت ہوئی اور کئی ہزار مسلمان ان کے ہم آواز ہو گئے، تاہم عام لوگوں کو پس و پیش رہا، کہ ایک طرف ام المومنین و حرم پیغمبر اور دوسری

---

① مسند احمد (٦/ ٥٢)

یہ دونوں حدیثیں مسند میں اسماعیل بن ابی خالد کے واسطہ سے قیس بن ابی حازم سے مروی ہیں۔ قیس کو اکثر محدثین نے ثقہ اور ثبت کہا ہے، لیکن بعضوں نے ان پر تنقید بھی کی ہے، اور ان کو ضعیف منکر الروایہ اور ساقط الحدیث بھی کہا ہے، اور ان کی حوأب والی اس روایت کی صحت میں کلام کیا ہے۔ (**تهذیب التهذیب**)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

طرف نبی کا ابن عم اور داماد ہے، ان دونوں میں سے کس کا ساتھ دیا جائے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بصرہ کے قریب پہنچ کر اطلاع کے لیے چند اشخاص کو بصرہ روانہ کیا۔ شہر کے عرب سرداروں کے نام خطوط لکھے۔ بصرہ پہنچ کر بعض رئیسوں کے گھر گئیں۔ قبیلہ کا ایک سردار آمادہ نہ تھا، اس کو خود جا کر سمجھایا۔ اس نے کہا: ''مجھے شرم آتی ہے کہ اپنی ماں کی بات نہ مانوں۔''

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے سیدنا عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ بصرہ کے والی تھے، انھوں نے عمران اور ابوالاسود کو تحقیق حال کے لیے بھیجا۔ وہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور والی کی طرف سے آمد کا سبب دریافت کیا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کے جواب میں حسب ذیل تقریر کی:

''اللہ کی قسم! میرے رتبہ کے اشخاص کسی بات کو چھپا کر گھر سے نہیں نکل سکتے اور نہ کوئی ماں اصل حقیقت اپنے بیٹوں سے چھپا سکتی ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ قبائل کے آوارہ گردوں نے مدینہ پر، جو حرم محترم تھا، حملہ کیا، اور وہاں فتنے برپا کیے اور فتنہ پردازوں کو پناہ دے رکھی ہے۔ اس بنا پر وہ اللہ کی لعنت کے مستحق ہیں۔ علاوہ بریں انھوں نے بے گناہ خلیفہ اسلام کو قتل کیا، معصوم خون کو حلال جان کر بہایا، جس مال کا لینا ان کو جائز نہ تھا، اس کو لوٹا، حرم محترم نبوی کی بے عزتی کی، ماہ مقدس کی توہین کی، [1] لوگوں کی آبرو ریزی کی، مسلمانوں کی بے گناہ مار پیٹ کی، اور ان لوگوں کے گھروں میں زبردستی اتر پڑے جوان کے رکھنے کے روادار نہ تھے۔ نقصان دہ رہے، نفع رساں نہیں۔ نیک دل مسلمانوں کو، نہ ان سے بچنے کی قدرت ہے اور نہ ان سے مامون ہیں۔ میں مسلمانوں کو لے کر اس لیے نکلی ہوں تاکہ لوگوں کو بتاؤں کہ عام مسلمانوں کو جن کو میں پیچھے چھوڑ آئی ہوں، ان سے کیا نقصان پہنچ رہا ہے اور یہ کن کن جرائم کے مرتکب ہیں۔ اللہ فرماتا ہے: ﴿لَا خَيْرَ فِي كَثِيرٍ مِّن نَّجْوَاهُمْ إِلَّا مَنْ أَمَرَ بِصَدَقَةٍ أَوْ مَعْرُوفٍ أَوْ إِصْلَاحٍ بَيْنَ (النساء:۴/ ۱۱۴) یعنی ان کی سرگوشی میں کوئی زیادہ فائدہ نہیں، لیکن یہ کہ خیرات یا عام نیکی یا لوگوں کے درمیان اصلاح کرائیں۔ ہم اصلاح کی دعوت لے کر کھڑے ہوئے ہیں، جس کا اللہ اور رسول نے ہر چھوٹے بڑے اور زن و مرد کو حکم دیا ہے۔ یہ ہے ہمارا مقصد، جس کی نیکی پر ہم تمھیں آمادہ کر رہے ہیں اور جس کی برائی سے تمھیں روکنا چاہتے ہیں۔''

یہ دونوں اشخاص یہاں سے اٹھ کر سیدنا طلحہ اور سیدنا زبیر رضی اللہ عنہما کے پاس گئے۔ رخصت ہوتے

---

[1] سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ ماہ ذوالحجہ میں شہید ہوئے تھے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

وقت پھر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان میں سے ایک سے خطاب کر کے کہا: ابوالاسود! دیکھنا، تمھارا نفس تم کو دوزخ کی طرف نہ لے چلے، پھر یہ آیت پڑھی:

﴿كُونُوا قَوَّامِينَ لِلَّهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ﴾ (المائدہ: ۵/ ۸)

''اللہ کے کام کے لیے آمادہ و سرگرم رہو اور انصاف کے گواہ بنو۔''

اس تقریر کا یہ اثر ہوا کہ وفد کے ایک ممبر عمران نے جنگ سے کنارہ کشی کر لی اور بصرہ کے والی کو بھی یہی مشورہ دیا، لیکن وہ باز نہ آیا۔ جمعہ کا دن آیا تو انھوں نے ایک شخص کو پہلے سے تیار کر کے مسجد میں بٹھا دیا کہ جب لوگ جمع ہو چکیں تو یہ تقریر کرنا:

''حاضرین!...... میرا نام قیس ہے۔ یہ لوگ جو باہر پڑاؤ ڈالے پڑے ہیں اور تم سے اعانت کے خواستگار ہیں، اگر ظالموں سے بھاگ کر آئے ہیں اور تم سے امن کے طالب ہیں تو یہ صحیح نہیں، کیونکہ وہ مکہ سے آئے ہیں، جہاں پرند تک کو کوئی چھو نہیں سکتا، اور اگر یہ سمجھ کر آئے ہیں کہ ہم سے عثمان (رضی اللہ عنہ) کے خون کا انتقام لیں گے، تو ہم عثمان (رضی اللہ عنہ) کے قاتل نہیں۔ میری بات مانو، یہ جہاں سے آئے ہیں، وہیں انھیں واپس کر دو۔''

خطیب کا مغالطہ آمیز منطقی استدلال اپنا کام کر چکا تھا کہ دفعتاً ایک اور زبان آور صف سے نکل کر گویا ہوا:

''کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ عثمان (رضی اللہ عنہ) کے قاتل ہم ہیں؟ نہیں، یہ لوگ اس لیے ہمارے پاس آئے ہیں کہ عثمان (رضی اللہ عنہ) کے قاتلوں کو سزا دینے میں وہ ہماری اعانت اور ہمدردی حاصل کریں۔ اگر یہ سچ ہے، جیسا کہ تم کہتے ہو کہ وہ اپنے گھر سے باہر کر دیے گئے ہیں، تو شہر یا شہر کی آبادی کون ان کی حفاظت کی ذمہ دار ہے؟''

یہ تقریر خطابت اور بلاغت کے اصول کی بنا پر پہلے سے کم نہ ثابت ہوئی۔

ادھر مجمع میں یہ تقریریں ہو رہی تھیں، کہ ادھر سے سیدہ عائشہ، سیدنا طلحہ اور سیدنا زبیر رضی اللہ عنہم اجمعین بھی اپنے طرف داروں کے ساتھ میدان میں آ گئے۔ اول سیدنا طلحہ اور سیدنا زبیر رضی اللہ عنہما نے لوگوں کو مخاطب کر کے تقریریں کیں۔ ان تقریروں نے مخالفت اور موافقت کا تلاطم برپا کر دیا۔ یہ دیکھ کر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نہایت پر جلال اور بلند آواز میں گویا ہوئیں۔ حمد و نعت کے بعد ان کی تقریر کے الفاظ یہ تھے:

''لوگ عثمان (رضی اللہ عنہ) پر اعتراض کیا کرتے تھے، ان کے عہدہ داروں کی برائیاں بیان

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کرتے تھے، مدینہ آ کر ہم سے صلاح ومشورہ پوچھتے تھے، ہم ان کو صلح وآشتی کے متعلق جورائے دیتے تھے، وہ سمجھتے تھے۔ عثمان (رضی اللہ عنہ) کی نسبت ان کو جو شکایتیں تھیں، ان پر جب غور کرتے تھے تو ہم عثمان (رضی اللہ عنہ) کو بے گناہ، پرہیز گار، راست گفتار اور شورغل کرنے والوں کو گنہگار، غدار اور دروغ گو پاتے تھے۔ ان کے دل میں کچھ تھا اور زبان پر کچھ۔ ان کی تعداد جب بڑھ گئی تو بے قصور اور بلا سبب عثمان (رضی اللہ عنہ) کے گھر میں گھس گئے اور جس خون کا بہانا جائز نہ تھا، اس کو بہایا؛ جس مال کا لینا درست نہ تھا، اس کو لوٹا؛ جس سرزمین کا احترام ان پر فرض تھا، اس کی بے حرمتی کی۔''

ہاں ہوشیار! وہ کام جواب کرنا ہے اور جس کے خلاف کرنا نازیبا ہے، وہ عثمان (رضی اللہ عنہ) کے قاتلوں کی گرفتاری اور کلام الٰہی کے احکام کا مضبوطی سے اجرا ہے۔ اللہ نے فرمایا ہے:

﴿أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ أُوتُوا نَصِيبًا مِّنَ الْكِتَابِ يُدْعَوْنَ إِلَىٰ كِتَابِ اللَّهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ يَتَوَلَّىٰ فَرِيقٌ مِّنْهُمْ وَهُم مُّعْرِضُونَ﴾ (آل عمران: ۳/ ۲۳)

''کیا ان کو نہیں دیکھتے جن کو کتاب الٰہی کا ایک حصہ دیا گیا، کہ کتاب الٰہی کی طرف ان کو دعوت دی جاتی ہے کہ وہ فیصلہ کرے، پھر یہ حال ہے کہ ان کا ایک فرقہ اعراضانہ اس سے منحرف ہوتا ہے۔''

بعض کتابوں میں [1] اس موقع پر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی جانب ایک اور تقریر منسوب ہے، جو زور بیان اور اسلوب بلاغت میں اس سے بہت زیادہ بلند ہے:

''لوگو! خاموش!! خاموش!!!''

اس لفظ کا سننا تھا کہ ہر طرف ایسا سناٹا معلوم ہوتا تھا کہ گویا منہ میں زبانیں کٹ کر رہ گئی ہیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے سلسلہ تقریر کو آگے بڑھایا:

''تم پر میرا مادری حق ہے اور مجھے نصیحت کی عزت حاصل ہے۔ مجھے اس کے سوا جو اپنے رب کا فرمانبردار بندہ نہیں، کوئی الزام نہیں دے سکتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سینے پر سر رکھے ہوئے وفات پائی، میں آپ کی چہیتی بیویوں میں سے ہوں، اللہ نے مجھے

---

[1] یہ خطبہ ابن عبدربہ نے عقد الفرید کے باب الخطیب اور ذکر واقعہ جمل میں پورا نقل کیا ہے۔ شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ نے ازالۃ الخفا میں (مقصد دوم، ذکر جمل میں) اس کے ایک ٹکڑے کا حوالہ دیا ہے احمد ابن ابی طاہر رحمہ اللہ (المولود ۲۰۴ھ) نے بلاغت النساء میں اس تقریر کو نقل کیا ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

دوسروں سے ہر طرح محفوظ رکھا، [۱] اور میری ذات سے مومن و منافق میں تمیز ہوئی، [۲] اور میرے ہی سبب سے تم پر اللہ نے تیمّم کا حکم صادر فرمایا۔ پھر میرا باپ [۳] دنیا میں تیسرا مسلمان ہے، اور غار حرا میں دو کا دوسرا تھا، اور پہلا شخص تھا جو صدیق کے لقب سے مخاطب ہوا۔ رسول اللہ ﷺ نے وفات پائی تو اس سے خوش ہو کر اور اس کو خلافت کا طوق پہنا کر۔ اس کے بعد جب مذہب اسلام کی رسّی ہلنے ڈلنے لگی تو میرا ہی باپ تھا جس نے اس کے دونوں سرے تھام لیے، جس نے نفاق کی باگ روک دی، جس نے ارتداد کا سرچشمہ خشک کر دیا، جس نے یہودیوں کی آتش افروزی سرد کی۔ تم اس وقت آنکھیں بند کیے غدر و فتنہ کے منتظر تھے اور شور و غوغا پر گوش بر آواز تھے۔ اس نے شگاف کو برابر کیا، بیکار کو درست کیا، گرتوں کو سنبھالا، دلوں کی مدفون بیماریوں کو دور کیا، جو پانی سے سیراب ہو چکے تھے انھیں تھان تک پہنچا دیا، جو پیاسے تھے ان کو گھاٹ پر لے آیا، اور جو ایک بار پانی پی چکے تھے انھیں دوبارہ پلایا۔ جب وہ نفاق کا سر کچل چکا اور اہل شرک کے لیے لڑائی کی آگ مشتعل کر چکا اور تمھارے سامان کی گٹھڑی کو ڈوری سے باندھ چکا تو اللہ نے اسے اٹھالیا۔

وہ اپنے بعد ایک ایسے شخص کو اپنا جانشین بنا گیا، جس کی طرف اگر جھکتے تو محافظ بن جاتا، گمراہی سے اس قدر دور، جتنی دور مدینہ کی دونوں پہاڑیاں، [۴] دشمنوں کی گوشمالی اور جاہلوں سے درگزر کرتا، اسلام کی نصرت میں راتوں کو جاگا کرتا، اپنے پیشرو کے قدم بہ قدم چلا، فتنہ و فساد کے شیرازہ کو درہم برہم کیا، قرآن میں جو کچھ تھا اس کی ایک ایک چول بٹھا دی۔

ہاں! میں لوگوں کے سوال کا نشانہ بن گئی ہوں کہ کیونکر فوج لے کر نکلی۔ میرا مقصد [illegible] گناہ کی تلاش اور فتنہ کی جستجو نہیں ہے، جس کو میں پامال کرنا چاہتی ہوں۔ جو کچھ کہہ رہی ہوں،

---

[۱] رسول اللہ ﷺ کی وہی ایک کنواری بیوی تھیں۔

[۲] واقعہ افک کی طرف اشارہ ہے۔

[۳] اس کے ہم معنی مختصر خطبہ معجم طبرانی میں بروایت محمد بن حسن مذکور ہے۔ ...... معجم کبیر طبرانی (۲۳/ ۱۸۴) نحوہ

[۴] اس فقرہ کا ترجمہ مشکوک ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سچائی اور انصاف کے ساتھ، حجت اور تنبیہ کے لیے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اپنے پیغمبر پر درود نازل کرے، اور اس کا جانشین پیغمبروں کی جانشینی کے ساتھ تم پر مقرر کر دے۔''

یہ تقریر اس قدر موثر تھی کہ لوگ ہمہ تن گوش تھے، تقریر کا ایک ایک حرف دشمنوں کے دلوں میں بھی تیر بن کر پیوست ہو گیا اور بے اختیار بول اٹھے: ''اللہ کی قسم! سچ فرماتی ہیں''، اور اپنی صف سے نکل کر اصلاح طلب فوج کے پہلو میں جا کر کھڑے ہو گئے۔ جو بدگمان تھے، انھوں نے اس پر اعتراض کیے، دوسروں نے ان کا جواب دیا۔

اب فریقین میں سوالات و جوابات شروع ہو گئے، اور آخر بڑھتے بڑھتے معاملہ نے طول پکڑا۔ یہ دیکھ کر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنی جماعت کو واپسی کا حکم دیا۔ والیِ بصرہ کے طرفداروں میں جن لوگوں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی تقریر سن کر اپنی رائے بدل دی تھی، وہ بھی اپنی جماعت کو چھوڑ کر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے لشکر گاہ میں چلے آئے۔

دوسرے دن دونوں طرف سے فوجیں آراستہ ہو کر میدان میں آئیں۔ حکیم نامی ایک شخص مخالف سواروں کا افسر تھا، اس نے خود جنگ میں پیش دستی کی۔ اصلاح طلب فوج اب تک نیزے تانے خاموش کھڑی تھی، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا برابر سکون اور تحمل کی تاکید کر رہی تھیں، لیکن حکیم کسی طرح باز نہ آیا، اور آخر کار حملہ کر ہی بیٹھا۔ اصلاح طلب پھر بھی ہاتھ روکے رہے۔ حکیم نے اپنے سواروں کو للکارا کہ یہ قریش ہیں، ان کی نامردی خود ان کو موت کے منہ میں لے جائے گی۔ لوگ گلی کے موڑ پر کھڑے تھے کہ کوٹھوں اور چھتوں سے ہر فریق کے طرف داروں نے دوسروں پر پتھر برسانا شروع کیا، اور آخر کشت وخون تک نوبت پہنچی۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ دیکھ کر اپنی فوج کو پیچھے ہٹا لیا اور دوسرے میدان میں لا کر کھڑا کیا۔ مخالف اس پر باز نہ آئے، اور پتا لگا کر وہاں بھی پہنچے اور شورش پر آمادہ ہوئے، لیکن رات ہو چکی تھی، اس لیے واپس چلے گئے۔

صلح جو اشخاص نے چاہا کہ معاملہ صاف ہو کر طے پا جائے۔ ابوالجربا تمیمی نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا وغیرہ سے گفتگو کی۔ سب نے ان کی رائے تسلیم کی، اور یہاں سے بھی ہٹ کر دوسری جگہ پڑاؤ ڈالا۔ صبح ہوئی تو والی بصرہ کی فوج پھر سامنے تھی۔ حکیم راستہ سے گزر رہا تھا اور غصہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ناشائستہ کلمات کہہ رہا تھا۔ ایک قیسی نے پوچھا: ''یہ ناسزا کلمے کس کی نسبت کہہ رہے ہو؟'' دریدہ دہنی سے بولا: ''عائشہ کی نسبت۔'' اس نے بے تاب ہو کر کہا: ''اے خبیث ماں کے بچے! یہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

ام المومنین کی شان میں کہتا ہے؟'' حکیم نے نیزہ مارا تو اس کے سینہ کے پار تھا۔ آگے بڑھا تو ایک عورت نے یہی سوال کیا، اس کو بھی جواب نیزہ ہی کی زبان سے ملا۔ عبدالقیس کا قبیلہ حکیم کے اس فعل سے ناراض ہو کر نا طرف دار بن گیا۔

مخالفین اب پورے طور پر تیار ہو چکے تھے۔ انھوں نے عام حملہ شروع کر دیا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے منادی قسمیں دے دے کر روک رہا تھا، لیکن وہ کسی طرح نہیں مانتے تھے۔ آخر ادھر بھی لوگ اپنا بچاؤ کرنے لگے، اور لڑائی شروع ہو گئی۔ حملہ آوروں کی لاشوں پر لاشیں گرنے لگیں۔ یہ دیکھ کر امان امان کی آوازیں بلند کیں۔ فریقین نے اس شرط پر صلح کر لی کہ بصرہ سے ایک سفیر بارگاہ خلافت کو بھیجا جائے، وہاں مجمع عام میں وہ دریافت کرے کہ طلحہ اور سیدنا زبیر رضی اللہ عنہما نے بخوشی سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی یا ان کو زبردستی اس پر مجبور کیا گیا۔ پہلی صورت میں بصرہ ان کے حوالہ کر دیا جائے گا، ورنہ وہ خود بصرہ چھوڑ کر چلے جائیں گے۔

سفیر جب مدینہ پہنچا تو اتفاق سے جمعہ کا دن تھا، تمام صحابہ رضی اللہ عنہم اور عام مسلمان مسجد نبوی میں جمع تھے۔ اس نے حاضرین کو بلند آواز سے خطاب کیا: ''اے اہل مدینہ! میں بصرہ کی طرف سے سفیر بن کر آیا ہوں۔ ان دونوں بزرگوں (سیدنا طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہما) نے برضا و رغبت بیعت کی ہے، یا اس پر وہ زبردستی مجبور کیے گئے ہیں؟'' تمام مجمع پر خاموشی چھا گئی کہ دفعتاً ایک آواز نے خاموشی کا پردہ چاک کیا۔ یہ سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند متبنیٰ) کی آواز تھی: ''ان دونوں نے بخوشی بیعت نہیں کی بلکہ بہ جبراً ان سے بیعت لی گئی۔'' سیدنا سہل بن حنیف انصاری رضی اللہ عنہ (سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے اسلامی بھائی [1]) نے اچک کر ان کو لیا۔ یہ دیکھ کر سیدنا صہیب، سیدنا ابوایوب، سیدنا محمد بن مسلمہ اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا: ''اللھا! ہاں یہ سچ ہے۔'' اس کے بعد سیدنا صہیب رضی اللہ عنہ نے سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ کو چھڑا کر گھر پہنچا دیا اور ان سے کہا: ''آخر جس طرح ہم لوگ خاموش رہے، تم کیوں نہیں رہے؟''

راہ میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو صلح کی شرطیں معلوم ہوئیں، تو انھوں نے والی بصرہ کو خط لکھا: ''اگر ان لوگوں سے زبردستی بھی بیعت لی گئی ہے تو صرف اس لیے کہ مسلمانوں میں افتراق اور جماعت بندی نہ پیدا ہو جائے۔''

بصرہ کے سفیر نے واپس آ کر مدینہ کا حال بیان کیا، مخالفین نے اس کے مقابلہ میں سیدنا علی

---

[1] تہذیب و اصابہ بحوالہ ابن سعد۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

رضی اللہ عنہ کا خط پیش کیا۔ ابھی یہ گفت وشنید جاری تھی، اتفاق سے ایک اور واقعہ پیش آیا۔ صلح کے زمانہ میں دونوں فریق ایک ہی مسجد میں، ایک ہی امام کے پیچھے نماز پڑھا کرتے تھے۔ نہیں معلوم اتفاقاً یا قصداً، ادھر کے لوگوں نے اپنی طرف سے ایک آدمی کو امام بنا کر نماز شروع کر دی۔ چالیس عجمی نژاد اشخاص تلواریں گھسیٹ گھسیٹ کر ان لوگوں پر ٹوٹ پڑے۔ ادھر سے بھی جواب دیا گیا اور والی کو گرفتار کر لیا گیا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے سنا تو اس کو آزاد کر دیا، اور فوج میں منادی کرا دی کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلوں کے سوا کسی اور سے تعرض نہ کیا جائے گا، اس لیے عام لوگ ہتھیار ڈال دیں۔ لیکن حکیم نے اس کی کوئی پروا نہ کی اور جنگ کو برابر جاری رکھا۔ ایک دستہ نے شب کو موقع پا کر چاہا کہ چھپ کر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی منزل گاہ پر پہنچ جائے اور ان کا کام تمام کر دے۔ دہلیز تک پہنچ چکا تھا کہ راز فاش ہو گیا۔ آخر جنگ کا خاتمہ اصلاح پسندوں کی کامیابی پر ہوا۔ بصرہ پر قبضہ کر لیا گیا، شہر کے اکثر باشندوں نے اطاعت قبول کر لی، بصرہ کے خزانہ سے سپاہیوں کی تنخواہیں تقسیم ہوئیں، کوفہ، دمشق، مدینہ وغیرہ ممتاز شہروں میں فتح نامے بھیجے گئے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے جو خط کوفہ کے امرا کے نام لکھا، وہ حسب ذیل تھا:

''اما بعد! میں تمھیں اللہ عزوجل اور اسلام کی یاد دلاتی ہوں۔ کتاب الٰہی کو اس کے احکام کے اجرا سے قائم رکھو، اللہ سے ڈرو اور اس کی رسّی کو مضبوطی سے پکڑے رہو، اور اس کی کتاب کا ساتھ نہ چھوڑو۔ ہم نے بصرہ کے لوگوں کو کتاب الٰہی کی اقامت کی دعوت دی، صلحائے امت نے ہماری دعوت قبول کی، اور جن میں بہتری نہ تھی انھوں نے تلوار سے ہمارا مقابلہ کیا اور کہا کہ تمھیں بھی ہم عثمان (رضی اللہ عنہ) کے ساتھ روانہ کر دیتے ہیں۔ عناد سے انھوں نے ہم کو کافر بنایا اور ہماری نسبت نازیبا باتیں کہیں۔ ہم نے ان کو قرآن کی آیت پڑھ کر سنائی:

﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُدْعَوْنَ اِلٰى كِتٰبِ اللّٰهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ ......﴾ (آل عمران: ۳/ ۲۳)

''ان کو نہیں دیکھتے جن کو کتاب الٰہی کا ایک حصہ دیا گیا، ان کو کتاب اللہ کی طرف دعوت دی جاتی ہے، تاکہ وہ ان کے درمیان فیصلہ کرے، لیکن وہ اعراض کرتے ہیں۔''

یہ سن کر کچھ لوگوں نے ہماری اطاعت قبول کر لی اور بعضوں نے اختلاف کیا، ہم نے انھیں چھوڑ دیا۔ لیکن باوجود اس کے، انھوں نے ہمارے ساتھیوں پر تلواریں چلائیں۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

عثمان بن حنیف والی بصرہ نے انھیں قسم دی کہ وہ مجھ سے لڑیں، لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے نیک بندوں کے ذریعے سے میری مدد کی اور ان کی سازشی تدبیریں انھی پر لوٹا دیں۔ ہم نے ۲۶ روز تک ان کو کتاب الٰہی کے احکام کی دعوت دی۔ یعنی یہ کہ مجرموں کے علاوہ اور بے گناہوں کی خون ریزی سے احتراز کیا جائے۔ انھوں نے ہمارے خلاف دلائل قائم کیے، تاہم ہم نے صلح کر لی۔ لیکن انھوں نے بدعہدی اور خیانت کی اور فوج جمع کی۔ اللہ نے عثمان (رضی اللہ عنہ) کے قصاص کا سامان کر دیا۔ ایک شخص کے سوا ان شورش پسندوں میں سے کوئی اور نہیں بچا۔ اللہ نے قیس و رباب و ازد کے قبیلوں کے ذریعے سے ہماری اعانت فرمائی۔ اب دیکھو! عثمان (رضی اللہ عنہ) کے قاتلوں کے سوا جب تک اللہ ان سے اپنا حق نہ لے لے، اوروں سے اچھی طرح پیش آؤ، لیکن ان خیانت کاروں کی طرف داری نہ کرنا، نہ ان کی حفاظت کرنا، نہ ان لوگوں سے جو سزائے الٰہی کے مستوجب ہیں، رضا مندی ظاہر کرنا، تاکہ ایسا نہ ہو کہ تمھارا شمار بھی انھی ظالموں میں ہو جائے۔"

مخصوص اشخاص کے نام جو خط تھا، اس کی عبارت یہ تھی:

"امابعد! لوگوں کو ان کی مدد اور حفاظت سے باز رکھو، اپنے اپنے گھروں میں گوشہ نشین ہو جاؤ۔ اس جماعت نے عثمان بن عفان (رضی اللہ عنہ) کے ساتھ جو کچھ کیا، امت کے اتحاد باہمی کو جس طرح پراگندہ کیا، کتاب الٰہی اور سنت نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی مخالفت کی۔ اسی پر بس نہیں کی، بلکہ احکام دینی اور کتاب الٰہی پر لوگوں کو آمادہ کرنے کے سبب اس نے ہم کو کافر بنایا، اور ہماری نسبت نازیبا باتیں کہیں۔ صلحائے امت نے ان کی مخالفت کی، اور ان کے اس فعل کو بڑا گناہ سمجھا اور ان کو خطاب کر کے کہا تم امام کے قتل پر قانع نہیں ہو جو اپنے پیغمبر کی بیوی سے اس لیے بغاوت کرتے ہو کہ وہ تم کو حق کا فرمان دیتی ہیں، اور چاہتے ہو کہ ان کو اور پیغمبر کے ساتھیوں اور اسلام کے رہبروں کو قتل کر ڈالو۔ لیکن وہ اور عثمان بن حنیف (والی بصرہ) جاہل عوام اور عجم زادوں کی جمعیت لے کر لڑنے پر آمادہ ہوا۔ ہم نے چھاؤنی کے کچھ سپاہیوں کی حفاظت کی۔ چھبیس دن تک یہی حال رہا، ہم ان کو حق کی طرف بلاتے تھے اور کہتے تھے کہ حق کے درمیان حائل نہ ہو جاؤ، لیکن انھوں نے غداری اور خیانت کی، طلحہ اور زبیر (رضی اللہ عنہما) کی بیعت کا بہانہ کرتے تھے۔ آخر ایک سفیر دریافت حال کے لیے مدینہ بھیجا، وہ اصلی واقعہ دریافت کر کے آیا۔ انھوں نے پھر بھی حق کو نہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

پہچانا، اور اسی پر صبر نہ کیا، بلکہ ایک دفعہ تاریکی میں چھپ کر میری قیام گاہ میں گھس آئے کہ مجھے مار ڈالیں۔ وہ دہلیز تک پہنچ چکے تھے، ایک آدمی انھیں آگے آگے راستہ بتارہا تھا، کہ قیس، ارباب اور ازد کے چند آدمی میرے در پر پہرہ دیتے ان کو ملے۔ لڑائی کی چکی نے گردش کی، اور مسلمانوں نے ان کو قتل کر ڈالا۔ اللہ نے تمام اہل بصرہ کو طلحہ اور زبیر (رضی اللہ عنہما) کی رائے پر متفق کردیا ہے۔ قصاص لے لینے کے بعد ہم معاف کردیں گے۔''

یہ واقعہ ۲۶ ربیع الآخر ۳۶ھ کو واقع ہوا۔

جنگ جمل

سیدنا علی رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ سے ۷۰۰ آدمی لے کر چلے تھے، کوفہ سے سات ہزار آدمی ان کے ساتھ ہوئے، بصرہ پہنچتے پہنچتے بیس ہزار کی جمعیت ہوگئی۔ ادھر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ تیس ہزار آدمی تھے۔ دونوں فوجیں آمنے سامنے آکر میدان جنگ میں خیمہ زن ہوئیں۔ مضر، مضر کے مقابل؛ ازد، ازد کے سامنے؛ یمنی، یمنیوں کے محاذی، غرض ہر قبیلہ خود اپنے قبیلہ کا حریف بن کر اترا۔ اس سے زیادہ درد انگیز منظر یہ تھا کہ دل گو درد و محبت سے بے تاب تھے، تاہم اپنے سیاسی عقیدہ کے مطابق ایک ہی ماں کے دو جگر پاروں میں ایک اِدھر تھا ایک اُدھر۔ دونوں کو حق دو جگہ نظر آتا تھا اور حق طلبی کا جوش برادرانہ محبت پر غالب تھا۔

یہ دونوں فوجیں آمنے سامنے پڑی تھیں، ہر مسلمان کا دل خون تھا کہ کل تک جو تلواریں دشمنوں کے سر اڑاتی تھیں، اب وہ خود دوستوں کے سر و سینہ کو زخمی کریں گی۔ سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ نے اس منظر کو دیکھا تو فرمایا: ''آہ! مسلمان جب زور و قوت میں پہاڑ بن گئے تو خود ٹکرا کر چور چور ہو جانا چاہتے ہیں۔'' ایک دوسرے کو اپنے برسرحق ہونے کا اس قدر پختہ یقین تھا کہ کوئی اپنی جگہ سے ایک قدم ہٹنا نہیں چاہتا تھا۔ کوفہ کے بعض قبیلوں کے رئیس اپنے بصری قبائل کی مسجدوں میں گئے اور ان کو اس فتنہ سے کنارہ کشی کی دعوت دی۔ سب نے بیک آواز کہا: ''کیا ہم ام المومنین کو تنہا چھوڑ دیں گے؟''

تاہم دونوں طرف لوگوں کو یقین تھا کہ معاملہ جنگ تک طول نہ کھینچے گا، بلکہ باہمی صلح سے حل ہو جائے گا۔ ایک قبیلہ کے رئیس نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے صلح کی تحریک کی، وہ کہنے سے پہلے راضی تھے۔ وہاں سے اٹھ کر وہ سیدنا طلحہ، سیدنا زبیر اور سیدہ عائشہ رضوان اللہ کے پاس آیا۔ اس نے پوچھا: ام المومنین! اس مہم سے آپ کی غرض کیا ہے؟'' فرمایا: ''عثمان کے قاتلوں کی سزا اور اصلاح کی دعوت۔'' اس نے کہا: ''ام المومنین! غور فرمائیے کہ پانچ سو آدمیوں کی سزا کے لیے آپ نے پانچ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہزار کا خون بہایا، اور پانچ ہزار کے لیے ہزاروں کا خون بہانا ہوگا، کیا یہ اصلاح ہے؟'' انداز تقریر اس قدر بلیغ اور مؤثر تھا کہ کوئی جواب نہ دے سکا اور سب نے صلح پر رضا مندی ظاہر کی، اور سب صاحبوں نے مل کر باہم فیصلہ کرلیا۔ ①

اب ہر فریق مطمئن ہوگیا، جنگ و جدل کا خیال یک قلم دلوں سے محو ہوگیا، صلح کے استحکام اور دیگر معاملات کے بآسانی اور بآشتی طے ہو جانے میں کوئی شک نہ تھا۔ لیکن سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلوں کا جو فاسد عنصر ادھر شامل تھا، اس نے دیکھا کہ اگر حقیقت میں صلح ہوگئی تو ہم محفوظ نہیں رہ سکتے اور پھر ہماری برسوں کی محنت اکارت جاتی ہے۔ سبائی فرقہ کی کثیر تعداد سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھی۔ دونوں فریق رات کے پچھلے پہر جب آرام کی نیند سو رہے تھے، سبائیوں نے پیش دستی کر کے شب خون مارا۔ ② دفعتاً چند شراروں نے ہر جگہ آگ لگا دی۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ لوگوں کو روک رہے تھے مگر کوئی نہیں سنتا تھا۔ ہر شخص بدحواس ہو کر ہتھیار کی طرف جھپٹ رہا تھا۔ ہر فریق کے رئیس یہ سمجھے کہ دوسرے نے غفلت پا کر بدعہدی کی۔

صبح تک یہ تلاطم برپا رہا۔ شور غل سن کر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا: ''کیا ہے؟'' معلوم ہوا کہ لوگوں نے جنگ شروع کر دی۔ بصرہ کے قاضی کعب بن سور نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے آ کر عرض کی کہ آپ سوار ہو کر چلیں، شاید آپ کے ذریعے سے لوگ صلح کر لیں۔ ③ وہ آہنی ہودج میں اونٹ پر سوار ہو کر اپنی فوج کے قلب میں آئیں۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے سیدنا طلحہ اور سیدنا زبیر رضی اللہ عنہما کو بلا بھیجا۔ تینوں صاحب گھوڑوں پر سوار ایک جگہ مل کر کھڑے ہوئے۔ آہ! کیسا پر اثر منظر ہے کہ بدر و احد کے ہیرو اب خود دست و گریبان ہیں۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی یاد دلائی، دفعتاً دونوں بزرگوں کو بھولا ہوا خواب یاد آ گیا۔ سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ نے گھوڑے کی باگ موڑی اور میدان سے باہر نکل کر مدینہ کی طرف روانہ ہوگئے۔ ابن جرموز نامی ایک سبائی نے دیکھ لیا۔ وہ پیچھے چلا، ایک بادیہ میں آ کر جب سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ نماز میں مصروف اور سر بہ سجود تھے، ظالم نے ان کو ایسی تلوار ماری کہ سر دھڑ سے الگ ہوگیا۔ سر اور تلوار لے کر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا۔ آپ آبدیدہ ہوگئے، فرمایا:

''یہ وہی تلوار ہے جس نے کئی دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے سے مشکلات کا بادل ہٹایا ہے۔''

---

① تاریخ طبری، جلد ۶۔

② تاریخ طبری، جلد ۶، ص ۳۱۸۲۔۳۱۸۳۔

③ تاریخ طبری، جلد ۶، ص ۳۱۸۸۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ بھی واپسی کا عزم کر رہے تھے کہ مروان اموی ☆ کی نظر پڑ گئی، سمجھا کہ ان کی زندگی خاندانِ اموی کے لیے سنگ راہ ہے۔ زہر میں بجھا ہوا ایک تیر ایسا تاک کر مارا کہ گھٹنے میں پیوست ہو گیا۔ خون کسی طرح نہ تھما، اور آخر اسی حالت میں جان دے دی۔ کعب بن سور کو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنا قرآن دیا کہ لوگوں کو یہ دکھا کر صلح کی دعوت دو۔ وہ قرآن کھول کر دونوں صفوں کے درمیان کھڑے ہوئے۔ شریروں نے ادھر سے ایسا تیر مارا کہ جاں بحق ہو گئے۔

دوپہر ہو گئی تھی۔ چونکہ اچانک حملہ ہوا، فوج کے جو جنرل تھے، انھوں نے اس فتنہ سے کنارہ کشی کر لی تھی، اس لیے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی فوج کا پہلو کمزور ہو گیا تھا۔ لڑنے والے کون تھے؟ بھائی بھائی، حملہ میں ہاتھ پاؤں پر وار کرتے تھے، سر و سینہ کو بچا جاتے تھے کہ مقصود اس غیر متوقع جنگ کو روک دینا تھا۔ ہر جگہ کٹے ہوئے ہاتھ پاؤں کا ڈھیر تھا۔

سبائیوں کا ارادہ تھا کہ اگر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہاتھ آ گئیں تو وہ سخت تحقیر کے ساتھ پیش آئیں گے۔ [1] چنانچہ سیدنا طلحہ اور سیدنا زبیر رضی اللہ عنہما کے بعد اہل کوفہ ان پر حملہ کرنے کے لیے آگے بڑھے۔ [2] ان کے طرف داروں نے ہر طرف سے سمٹ سمٹ کر ان کو اپنے حلقہ میں لے لیا۔ مصری قبائل، اور ان میں بھی بنو عدی اور بنو ضبہ کے آدمی جوش سے بپھرے ہوئے تھے۔ ادھر سے دشمنوں کا ریلا تھا، ادھر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے داہنے بکر بن وائل، بائیں ازد، سامنے بنو ناجیہ، مادر اسلام کی عزت و احترام کے لیے اپنی اپنی جانیں فرزندانہ فدویت کے ساتھ نثار کر رہے تھے۔ اونٹ اپنی جگہ پر کھڑا تھا، آہنی ہودج تیروں کی پیہم بارش سے چھلنی ہو رہا تھا، پر جوش بیٹے آگے پیچھے داہنے بائیں اس ریلے کو پیچھے ہٹا رہے تھے، زبان پر رجز کے فخریہ اشعار تھے۔ بنو ازد کا نعرہ تھا:

یَا اُمَّنَا یَاخَیرَ اُمٍّ نَعلَمُ
اَمَا تَرَینَ کَم شُجَاعٍ یُکلَمُ
وَتُختَلٰی هَامِیَهٗ وَالمُعصَمُ

''اے ہماری ماں! اے ہماری بہتر ماں! جس کو ہم جانتے ہیں۔ آپ نہیں دیکھتیں کہ کتنے بہادر زخمی کیے گئے اور ان کے سر اور ہاتھ کاٹ ڈالے گئے۔''

---

[1] چنانچہ یہی لوگ جب خوارج بن کر سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے الگ ہوئے تو ان پر جو الزامات انھوں نے قائم کیے، اس میں ایک یہ بھی تھا کہ تم اپنی ماں کو لونڈی بنانا چاہتے تھے۔

[2] تاریخ طبری، جلد ۶، ص ۳۱۹۳۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اب ہر طرف یہ شور تھا کہ اونٹ کو جب تک مار کر بٹھا نہ دیا جائے گا، جنگ کا خاتمہ نہ ہوگا۔ بنو ضبہ اونٹ کو اپنے حلقہ میں لیے ہوئے تھے۔ حملہ آوروں میں سے جو شخص ادھر کا رخ کرتا، واپس نہ جاتا۔ ان کی زبان پر یہ اشعار جاری تھے:

نَحْنُ بَنُوْضَبَّةِ لَا نَفِرُ
حَتّٰی نَرٰی جَمًّا جَمًّا تَخِرُ
یَخِرُّ مِنْهَا الْعَلَقُ الْمُحَمَّرُ

''ہم ضبہ کے فرزند ہیں، بھاگتے نہیں، جب تک سروں کو گرتے اور ان سے سرخ خون کو بہتے نہ دیکھ لیں۔''

یَا اُمَّنَا یَا عَیْشُ لَنْ تَرَاعِی
کُلُّ بَنِیْكِ بَطَلٌ شُجَاعِ

''اے ہماری ماں! اے عائشہ!! گھبرائیے نہیں۔ آپ کے سب بیٹے دلیر اور بہادر ہیں۔''

یَا اُمَّنَا یَا زَوْجَةَ النَّبِیِّ
یَا زَوْجَةَ الْمُبَارَكِ الْمَهْدِیِّ

''اے ہماری ماں! اے پیغمبر کی بیوی! اے بابرکت وہدایت یاب شوہر کی بیوی!''

لیکن ان کا سب سے زیادہ پرجوش قومی نعرہ یہ تھا:

نَحْنُ بَنُوْضَبَّةِ اَصْحَابِ الْجَمَلُ
اَلْمَوْتُ اَحْلٰی عِنْدَنَا مِنَ الْعَسَلُ

''ہم ضبہ کے بیٹے اور اس اونٹ کے پاسبان ہیں۔ موت ہمارے نزدیک شہد سے زیادہ شیریں ہے۔''

نَحْنُ بَنُو الْمَوْتِ اِذَا الْمَوْتُ نَزَلْ
نَنْعِی ابْنَ عَفَّانَ بِاَطْرَافِ الْاَسَلِ
رُدُّوْا عَلَیْنَا شَیْخَنَا ثُمَّ بَجَلْ

''ہم موت کے آغوش میں پلے ہیں۔ جب موت اترتی ہے، ہم عفان کے بیٹے عثمان (رضی اللہ عنہ) کی موت کی خبر کا اعلان نیزوں کی نوکوں سے کرتے ہیں۔ ہمارے سردار کو واپس کر دو پھر کوئی بات نہیں۔''

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جوش کا یہ عالم تھا کہ بنوضبہ کا ایک ایک آدمی آگے بڑھتا اور اونٹ کی نکیل پکڑ کر کھڑا ہو جاتا۔ وہ کام آتا تو دوسرا اس فرض کو انجام دینے کو آگے بڑھتا۔ وہ مارا جاتا تو تیسرا دوڑ کر نکیل تھام لیتا۔ اسی طرح ستر آدمیوں نے اپنی جانیں دیں۔ سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما پاس کھڑے تھے، جس نے دشمنوں میں سے اونٹ کی طرف ہاتھ بڑھایا، اس کا ہاتھ اڑا دیا۔ کہتے ہیں: فضا میں گلیوں کی طرح ہاتھ اڑ رہے تھے۔ یہ دیکھ کر سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ بھیڑ کے چھانٹنے کو خود آگے بڑھے۔ اشتر نخعی (اصلی نام مالک) سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے قریب پہنچ گئے۔ دونوں مشہور بہادر تھے۔ تلواروں کے رد وبدل ہونے لگے۔ دونوں زخمی ہو گئے تو دوڑ کر ایک دوسرے کو لپٹ گئے۔ سیدنا ابن زبیر رضی اللہ عنہما نے چلا کر کہا:

اُقْتُلُوْنِیْ وَ مَالِکًا
اُقْتُلُوْا مَالِکًا مَعِیَ

''مجھ کو اور مالک کو مار ڈالو۔ میرے ساتھ مالک کو بھی مار ڈالو۔''

اشتر کہتے تھے کہ مالک کے نام سے مجھ کو لوگ جانتے نہ تھے، ورنہ میری بوٹی بوٹی اڑا دیتے۔ بنوضبہ کے کچھ لوگ ادھر سے بھی شریک تھے۔ یہ دیکھ کر کہ اونٹ ان کی نظروں سے اوجھل نہ ہو گیا تو ہمارا قبیلہ اس طرح کٹ کٹ کر مر جائے گا، ایک ضبی پیچھے سے آیا اور اونٹ کے پیچھے پاؤں پر ایسی تلوار ماری کہ اونٹ دھم سے گر پڑا۔ سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ اور محمد بن ابی بکر نے دوڑ کر ہودے کو سنبھالا۔ محمد بن ابی بکر نے اندر ہاتھ لے جا کر دیکھنا چاہا کہ کہیں زخم تو نہیں آیا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ڈانٹا کہ یہ کس ملعون کا ہاتھ ہے؟ محمد بن ابی بکر نے کہا: ''تمھارے بھائی محمد کا۔ بہن! کوئی چوٹ تو نہیں آئی۔'' فرمایا: ''تم محمد نہیں، مذمم ہو۔'' اتنے میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ پہنچے، انھوں نے خیریت دریافت کی۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کہ ''اچھی ہوں''۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ان کو ان کے طرف دار بصری رئیس کے گھر اتارا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی فوج کے تمام زخمیوں نے اسی گھر کے ایک گوشہ میں آ کر پناہ لی۔ اس کے بعد سیدنا علی اور سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہم وغیرہ ملنے آئے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو اچھی طرح معلوم ہو گیا تھا کہ اس گھر میں زخمی پناہ گزیں ہیں، مگر انھوں نے کسی سے کچھ تعرض نہیں کیا۔ اس کے بعد بحرمت تمام، محمد بن ابی بکر کی نگرانی میں چالیس معزز عورتوں کے جھرمٹ میں ان کو حجاز کی طرف رخصت کیا۔ عام مسلمانوں نے اور خود سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے دور تک مشایعت کی۔ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ میلوں تک ساتھ گئے۔ چلتے وقت تمام مجمع کے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

سامنے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اقرار کیا کہ مجھ کو علی (رضی اللہ عنہ) سے نہ کسی قسم کی کدورت تھی، اور نہ اب ہے۔ ہاں! ساس داماد میں کبھی کبھی جو بات ہو جایا کرتی ہے، اس کی میں نفی نہیں کرتی۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے بھی اسی قسم کے الفاظ فرمائے۔ اس کے بعد یہ مختصر قافلہ حجاز کی طرف روانہ ہوا۔ ①

حج کے چند مہینے باقی تھے، اتنے عرصہ تک سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے مکہ معظّمہ میں بسر کیا۔ پھر وہ بدستور روضۂ نبوی کی کے پاس (حجرے میں) قیام پزیر رہیں۔ اور اپنی اس اجتہادی غلطی پر، کہ اصلاح کا جو طریقہ انھوں نے اختیار کیا تھا، وہ کہاں تک مناسب تھا، ان کو عمر بھر افسوس رہا۔

ابن سعد میں ہے کہ وہ کہا کرتی تھیں: ''اے کاش! میں درخت ہوتی، اے کاش! میں پتھر ہوتی، ② اے کاش! میں روڑا ہوتی، اے کاش! میں نیست و نابود ہوتی۔'' ③

تاریخ طبری میں ہے کہ ایک دفعہ ایک بصری سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی ملاقات کو آیا۔ پوچھا کہ ''تم ہماری لڑائی میں شریک تھے؟'' اس نے کہا: ''ہاں!'' پوچھا کہ تم اس کو جانتے ہو جو یہ رجزیہ شعر پڑھتا تھا: "یَا اُمَّنَا یَا خَیرَ اُمٍّ نَعلَمُ" اس نے کہا: ''وہ میرا بھائی تھا۔'' راوی بیان کرتا ہے کہ وہ اس کے بعد اس قدر روئیں کہ میں سمجھا کہ پھر کبھی چپ نہ ہوں گی۔ بخاری میں ہے کہ وفات کے وقت انھوں نے وصیت کی کہ مجھے روضۂ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ کے ساتھ دفن نہ کرنا، بقیع میں اور ازواج کے ساتھ دفن کرنا، ④ میں نے آپ کے بعد ایک جرم کیا ہے۔ ⑤ ابن سعد میں ہے کہ جب وہ یہ آیت پڑھتی تھیں:

﴿وَ قَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ﴾ (الاحزاب: ۳۳/ ۳۳)

''(اے پیغمبر کی بیویو!) اپنے گھروں میں ٹھہری رہو۔''

تو اس قدر روتی تھیں کہ روتے روتے آنچل تر ہو جاتا تھا۔ ⑥

سیدہ عائشہ اور سیدنا علی رضی اللہ عنہما کے باہمی ملالِ خاطر کی تردید

بعض کور باطنوں نے یہ مشہور کر رکھا ہے کہ جنگ میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی شرکت کا اصلی سبب

---

① اس فصل کے تمام واقعات حرفاً حرفاً تاریخ طبری، جلد ششم سے ماخوذ ہیں۔ افسوس کہ ان واقعات کے متعلق زیادہ معتبر سند ہمارے پاس کوئی اور نہیں، حدیث کی کتابوں میں یہ واقعات مذکور نہیں۔

② طبقات ابن سعد، جز نساء، ص ۵۱، مطبوعہ لائیڈن۔

③ طبقات ابن سعد، جز نساء، ص ۵۱، مطبوعہ لائیڈن۔

④ صحیح بخاری، الجنائز، باب ما جاء فی قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم، حدیث: ۱۳۹۱۔

⑤ مستدرك حاکم (۴/ ۶) جز عائشة رضی اللہ عنہا طبقات ابن سعد (۸/ ۷۴)

⑥ طبقات ابن سعد (۸/ ۸۰)، جزء نساء، بروایة الواقدی بسند ضعیف۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

یہ تھا کہ چونکہ واقعہ افک میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ رائے دی تھی کہ آپ چاہیں تو ان کو الگ کر سکتے ہیں، اس بنا پر ان کی طرف سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو ملال خاطر تھا۔ لیکن جنگ کی ساری روداد تمھارے سامنے ہے، اور اسی غرض سے تطویل کے باوجود ہم نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے جنگ کے زمانہ کے تمام خطوط اور خطبے نقل کر دیے ہیں۔ ان میں کہیں بھی سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی طرف روئے سخن ہے؟ جنگ بالکل اتفاقی تھی اور متعمدین جرم کے سوا دونوں فریق بے قصور تھے۔

یہ سچ ہے کہ واقعہ کے لحاظ سے ان کو سبائیوں کے اس دعویٰ سے انکار تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات کے وقت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے لیے خلافت کی وصیت کی۔ فرماتی تھیں کہ ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری گود میں سر رکھے ہوئے انتقال فرمایا، آپ نے وصیت کس وقت کی؟''[1] لیکن اس سے باہمی ناگواریِ خاطر کا ثبوت نہیں ہوتا، یہ ایک واقعہ کا تاریخی بیان ہے۔ ایک شخص نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس آیت کا مطلب دریافت کیا:

﴿ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا ۚ فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ۚ وَ مِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ۚ وَ مِنْهُمْ سَابِقٌۢ بِالْخَيْرٰتِ﴾ (فاطر: ۳۵/ ۳۲)

''پھر ہم نے کتاب الٰہی کی وراثت ان بندوں کو عطا کی جن کو ہم نے چن لیا۔ ان میں سے بعض اپنی جان پر ظلم کرنے والے ہیں، بعض معتدل، اور بعض نیکیوں میں سبقت کرنے والے ہیں۔''

فرمایا کہ ''فرزندمن! یہ تینوں فرقے جنت میں داخل ہوں گے۔'' یہ اس آیت کی طرف اشارہ تھا، جو پہلی آیت کے بعد ہی واقع ہے:

﴿جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا﴾ (الرعد: ۱۳/ ۲۳)

''یہ لوگ جنت عدن میں رہیں گے۔''

پھر فرمایا: "سابق الی الخیرات تو وہ صحابہ ہیں جنھوں نے آپ کے سامنے وفات پائی اور آپ نے ان کو بشارت دی۔ متوسط وہ ہیں جنھوں نے آپ کی پوری پوری پیروی کی، یہاں تک کہ وہ مر گئے۔ اور ظالم وہ ہیں جو ہماری تمھاری طرح ہیں۔''[2]

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الوصایا، باب الوصایا، حدیث: ۲۷۴۱۔
صحیح مسلم، الوصیة، باب ترك الوصیة لمن لیس له شيء یوصی فیه، حدیث: ۱۶۳۶۔

[2] مسند الطیالسی (۱۵۰۷)...... مستدرك حاکم (۲/ ۴۲۶)
مجمع الزوائد (۷/ ۹۷) واسنادہ ضعیف۔ اس کی سند میں صلت راوی ضعیف ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما اور اشترنخعی جو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے طرف دار اور اس لڑائی کے ہیرو تھے، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے ملنے آئے۔ سیدنا عمار رضی اللہ عنہ نے کہا: ''اے میری ماں!'' فرمایا: ''میں تمھاری ماں نہیں ہوں۔'' عرض کی: ''آپ میری ماں ہی ہیں، گو آپ کو ناگوار ہو۔'' پھر دریافت کیا کہ ''تمھارے ساتھ کون ہے؟'' بتایا کہ ''اشترنخعی'' اشترنخعی سے خطاب کر کے کہا کہ ''تم ہی تھے جو میرے بھانجے کو مار ڈالنا چاہتے تھے؟'' اشتر نے کہا کہ ''وہ مجھ کو مار ڈالنا چاہتے تھے، میں ان کو مار ڈالنا چاہتا تھا۔'' سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ''اگر تم ایسا کرتے تو کبھی فلاح نہ پاتے۔''[1] مسند احمد کی روایت ہے کہ اس کے بعد فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے سنا ہے، اور طیالسی[2] میں ہے کہ انھوں نے کہا: ''اے عمار! تم جانتے ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ کسی مومن کا خون بہانا حلال نہیں، لیکن تین اسباب سے: ''یا وہ مرتد ہو گیا ہو، یا زنا کا مرتکب ہوا ہو، یا کسی کو قتل کیا ہو۔'' اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ اس فوج کشی سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا مقصد خون ریزی نہ تھا۔

اس اشتباہ اور تعریض کی ابتدا بنوامیہ☆ نے کی۔ واقعہ اتنا ہے کہ افک کے قصہ میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دلجوئی کی خاطر عرض کیا تھا کہ اگر آپ کو منافقین کے کہنے کا خیال ہے تو الگ کر دیجیے۔ شاہان بنوامیہ کو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو بدنام کرنے کے لیے جب کوئی دستاویز ہاتھ نہ آسکی تو انھوں نے اس واقعہ کو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے مثالب میں داخل کر لیا۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ قرآن مجید میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے اتہام میں جو لوگ ساعی تھے ان کو دوزخی کہا گیا ہے۔ ایک دفعہ امام زہری رحمہ اللہ ولید بن عبدالملک کے دربار میں تھے، ولید نے کہا کہ وہ علی (رضی اللہ عنہ) ہی نہ تھے، جن کی نسبت قرآن نے کہا ہے:

﴿وَالَّذِیْ تَوَلّٰی کِبْرَہٗ مِنْهُمْ لَهٗ عَذَابٌ عَظِیْمٌ﴾ (النور: ۲۴/ ۱۱)

''اس افترا پردازی میں جس کا بڑا حصہ ہے، اس کے لیے بڑا عذاب ہے۔''

امام زہری رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ چند لمحوں کے لیے میرے دل نے مرعوب ہو کر حق گوئی کی جرأت نہ کی، لیکن پھر میں نے کہا: ''اللہ امیر کو صلاحیت بخشے، اس کے دو ہم خاندانوں نے مجھ سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی زبانی روایت کی ہے:

---

[1] مسند احمد (۶/ ۲۰۵) واللفظه له۔...... سنن نسائی، کتاب المحاربة، باب ذکر ما یحل به دم المسلم، حدیث: ۴۰۲۲، ۴۰۲۳ مختصراً۔

[2] مسند الطیالسی (۱۵۴۳)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

((كَانَ عَلِيٌّ مُسَلَّمًا فِي شَأْنِهَا))

''سیدنا علی رضی اللہ عنہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے واقعہ میں محفوظ تھے۔''

تاہم ولید کو تسکین نہ ہوئی۔ [1]

مرض الموت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سیدنا عباس اور سیدنا علی رضی اللہ عنہما سہارا دے کر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں لائے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا جب اس واقعہ کو بیان کرتی تھیں تو کہتی تھیں کہ آپ عباس (رضی اللہ عنہ) اور ایک اور آدمی کے سہارے آئے۔ بعض بدگمانوں نے اس سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ملال خاطر کے سبب سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا نام نہیں لیا۔ حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ ایک طرف سیدنا عباس رضی اللہ عنہ برابر سہارا دیے ہوئے لائے، اور دوسری طرف کبھی سیدنا علی رضی اللہ عنہ سہارا دیتے تھے اور کبھی سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما۔ اس بنا پر سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کا نام انھوں نے لیا اور دوسرے کی نسبت عدم تعیین کے سبب یا اختصار کی بنا پر کہہ دیا کہ ''ایک اور آدمی''۔ [2]

اس باہمی ملال خاطر کی تردید طبری کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے جس میں سیدہ عائشہ اور سیدنا علی رضی اللہ عنہما دونوں نے اپنی دلی صفائی کا اعتراف مجمع عام میں کیا ہے۔ حدیثوں میں ایسی متعدد روایتیں ہیں جن میں سیدہ عائشہ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہما کے مناقب بیان فرمائے ہیں۔ ایک شخص نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے محبوب کون تھا؟'' بولیں: ''فاطمہ'' پھر عرض کی کہ ''مردوں میں؟'' فرمایا: ''ان کے شوہر، بہت نماز گزار اور بہت روزہ دار تھے۔'' [3]

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا اہل بیت اور آل عبا میں داخل ہونا ہم اہل السنۃ کو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہی کے ذریعے سے معلوم ہوا ہے۔ [4] متعدد دفعہ ایسا ہوا ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس مستفتی آئے ہیں اور انھوں نے ان کو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں جانے کی ہدایت کی ہے۔ [5] وہ کبھی سفر سے واپس

---

[1] صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب حدیث الافك، حدیث: ۴۱۴۲۔
یہ واقعہ صحیح بخاری میں دو موقعوں پر بیان ہوا ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھو: فتح الباری، شرح حدیث افک۔

[2] صحیح بخاری، المغازی، باب مرض النبی صلی اللہ علیہ وسلم ووفاته، حدیث: ۴۴۴۲۔
صحیح مسلم، کتاب الصلاة، باب استخلاف الامام، حدیث: ۴۱۸۔

[3] سنن ترمذی، المناقب، باب ما جاء فی فضل فاطمة رضی اللہ عنہا، حدیث: ۳۸۷۴۔

[4] صحیح مسلم، فضائل الصحابة، باب فضائل اهل بیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم، : ۲۴۲۴۔

[5] مسند احمد (۱/ ۹۶)...... صحیح مسلم، کتاب الطهارة، باب التوقیت فی المسح علی الخفین، حدیث: ۲۷۶۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

آتے تو داماد کی ضیافت کرتیں۔[1] سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے کوفہ میں جب خوارج کے ہاتھوں شہادت پائی اور لوگوں نے وہاں سے آکر واقعہ بیان کیا، تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک صاحب سے پوچھا کہ "اے عبداللہ! میں تم سے جو پوچھوں گی، سچ سچ بیان کرو گے؟" عرض کی: "کیوں نہ بیان کروں گا۔" فرمایا: "یہ لوگ جن کو علی (رضی اللہ عنہ) نے قتل کیا، ان کا کیا واقعہ ہے؟" انھوں نے سیدنا امیر معاویہ اور سیدنا علی رضی اللہ عنہما کی مصالحت اور تحکیم، خوارج کی مخالف، سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا سمجھانا، ان کا نہ ماننا، سب بیان کیا۔ یہ سن کر فرمایا: "اللہ، علی (رضی اللہ عنہ) پر رحمت بھیجے، ان کو جب کوئی بات پسند آتی تو یہی کہتے: "صَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ" اہل عراق ان پر جھوٹ تہمت باندھتے ہیں اور بات کو بڑھا کر بیان کرتے ہیں۔"[2]

سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا زمانہ

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کی مدت صرف چار برس ہے، اس کے بعد سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے تخت حکومت پر قدم رکھا اور تقریباً بیس برس پوری اسلامی دنیا کے اکیلے فرمانروا رہے۔ ان کی مدت حکومت کے اختتام سے دو برس پہلے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے وفات پائی۔ اس حساب سے سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی حکومت میں انھوں نے اپنی زندگی کے اٹھارہ سال بسر کیے، اور یہ پورا زمانہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے جزئی واقعات کے سوا خاموشی میں گزارا۔

ایک دفعہ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ آئے تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے ملنے گئے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: "تم اس طرح بے خطر تنہا میرے گھر آ گئے، ممکن تھا کہ میں کسی کو چھپا کر کھڑا کر دیتی، کہ جیسے ہی تم آتے، وہ تمھارا سر اڑا دیتا۔" سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: "یہ دارالامان ہے، یہاں آپ ایسا نہیں کر سکتی تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ایمان، قتل ناگہانی کی زنجیر ہے۔" پھر دریافت کیا کہ "میرا برتاؤ آپ کے ساتھ کیسا ہے؟" بولیں کہ "ٹھیک ہے۔" سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ "پھر میرا اور ان کا (بنو ہاشم) معاملہ چھوڑ دیجیے، اللہ کے یہاں سمجھا جائے گا۔"[3]

حجر بن عدی رضی اللہ عنہ ایک صحابی، سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے بڑے طرف دار اور کوفہ میں علوی فرقہ کے سرکردہ تھے۔ کوفہ کے والی نے کچھ لوگوں کی شہادت پر ان تمام اشخاص کو گرفتار کر کے دمشق بھیج دیا۔

---

[1] مسند احمد (۶/ ۱۵۵)

[2] مسند احمد (۱/ ۸۶۔۸۷)...... خلق افعال العباد للبخاری (ص:۱۹۱)

[3] مسند احمد (۴/ ۹۲) واسنادہ ضعیف مرسل۔ علی بن زید بن جدعان راوی ضعیف ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

حجر رضی اللہ عنہ یمن کے خاندان کندہ سے تھے۔کوفہ عرب کے بڑے بڑے قبائل کا مرکز تھا، خود کندہ کا قبیلہ یہاں موجود تھا، لیکن کسی نے حجر رضی اللہ عنہ کی حفاظت کے لیے انگلی تک نہ ہلائی۔ تاہم حجر رضی اللہ عنہ کا صحابہ میں اس وقت نہایت اقتدار تھا، اس لیے اس واقعہ کو تمام ملک نے ناگواری کے ساتھ سنا۔ قبائل کے رئیسوں نے ان کے حق میں سفارش کی، لیکن قبول نہ ہوئی۔ مدینہ خبر پہنچی تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنی طرف سے ایک قاصد ان کی سفارش کے لیے روانہ فرمایا، لیکن افسوس! کہ قاصد کے پہنچنے سے پہلے حجر رضی اللہ عنہ کا کام تمام ہو چکا تھا۔[1] اس وقت جب سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ملنے آئے، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے سب سے پہلے جو گفتگو ان سے کی، وہ یہ تھی: ''معاویہ! حجر کے معاملہ میں تمھارا تحمل کہاں تھا؟ حجر کے قتل میں تم اللہ سے نہ ڈرے؟'' سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: ''اس میں میرا قصور نہیں، قصور ان کا ہے جنھوں نے گواہی دی۔''[2] دوسری روایت میں ہے کہ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ''یا ام المومنین! کوئی صاحب الرائے میرے پاس موجود نہ تھا۔''[3] مسروق تابعی رحمہ اللہ راوی ہیں کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی تھیں کہ:

''اللہ کی قسم! اگر معاویہ (رضی اللہ عنہ) کو معلوم ہوتا کہ کوفہ میں کچھ بھی جرأت اور خوداری باقی ہے تو کبھی وہ حجر کو ان کے سامنے پکڑوا کر شام میں قتل نہ کرتے۔ لیکن اس جگر خوارہ ہند کے بیٹے[4] نے اچھی طرح سمجھ لیا کہ اب لوگ اٹھ گئے۔ اللہ کی قسم! کوفہ شجاع وخودداری والے عرب رئیسوں کا مسکن تھا۔ لبید نے سچ کہا ہے:[5]

ذَهَبَ الَّذِيْنَ يُعَاشُ فِي اَكْنَافِهِمْ
وَ بَقِيْتُ فِي خَلَفٍ كَجِلْدِ الْاَجْرَبِ

''وہ لوگ چلے گئے جن کے سائے میں زندگی بسر کی جاتی ہے۔ اب ایسے اخلاف کے درمیان رہ گیا ہوں جو خارشی اونٹ کی کھال کی طرح ہیں۔''

لَا يَنْفَعُوْنَ وَلَا يُرْجٰى خَيْرُهُمْ
وَيُعَابُ قَائِلُهُمْ وَ اِنْ لَّمْ يَتْعَبِ

---

[1] تاریخ طبری (۷/ ۱۴۵)...... [2] تاریخ طبری (۷/ ۱۴۵)

[3] تاریخ طبری (۷/ ۱۱۶)

[4] سیدہ رضی اللہ عنہا، سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ماں غزوۂ احد میں سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کا سینہ چیر کر ان کا جگر چبا گئی تھیں۔

[5] یہ پورا واقعہ طبری جلد ہفتم میں ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

''نہ وہ نفع پہنچاتے ہیں، نہ ان سے بھلائی کی امید ہے۔ ان سے باتیں کرنے والوں کی عیب گیری کی جاتی ہے۔''

عراق اور مصر کے لوگ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو برا کہتے تھے، شامی سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی شان میں گستاخی کرتے تھے، خوارج دونوں کو برا جانتے تھے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو ان فرقوں کا حال معلوم ہوا تو فرمایا: ''قرآن میں تو اللہ نے یہ فرمایا ہے کہ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تم رحمت و مغفرت کی دعا مانگو، اور یہ لوگ ان کو گالی دیتے ہیں۔''[1] خوارج کا فرقہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے جدا ہو کر سب سے پہلے مقام حرورا میں جمع ہوا تھا، اس لیے ان کا پہلا نام حروریہ ہے۔ کسی عورت ☆ نے آ کر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مسئلہ پوچھا کہ ایام مخصوص میں روزہ کی طرح نماز کی بھی قضا کیوں نہ کریں؟ انھوں نے نہایت برہمی کے ساتھ فرمایا: ''کیا تو حروریہ ہے؟''[2] یعنی وہ اس فرقہ سے نفرت کرتی تھیں۔

سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ ان کو خط لکھا کہ مجھ کو مختصر سی نصیحت کیجیے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب میں لکھا: ''سلام علیکم! اما بعد!! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے سنا ہے کہ جو شخص انسانوں کی نارضامندی کی پروا نہ کر کے اللہ کی رضا جوئی کرے گا، اللہ انسانوں کی نارضامندی کے نتائج سے اس کو محفوظ رکھے گا؛ اور جو اللہ کو نارضامند کر کے انسانوں کی رضامندی کا طلبگار ہو گا، اللہ اس کو انسانوں کے ہاتھ میں سونپ دے گا۔ والسلام علیک!''[3]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی نصیحت کے یہ فقرے درحقیقت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حالات زندگی پر ایک مختصر تبصرہ ہے۔

سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے بعد یزید کو اپنا جانشین بنانا چاہا۔ مروان (رضی اللہ عنہ) ان کی طرف سے مدینہ کا گورنر تھا۔ مجمع عام میں اس نے یزید کا نام پیش کیا، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بھائی سیدنا عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے اٹھ کر مخالفت کی۔ مروان نے ان کو گرفتار کرنا چاہا، وہ دوڑ کر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں گھس گئے۔ مروان (رضی اللہ عنہ) اندر گھسنے کی جرأت نہ کر سکا، کھسیانا ہو کر بولا: ''یہی وہ ہے جس کی شان میں یہ آیت اتری ہے: ﴿وَ الَّذِیْ قَالَ لِوَالِدَیْهِ اُفٍّ لَّكُمَآ﴾ (الاحقاف: ٤٦/ ١٧) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اوٹ کے پیچھے سے فرمایا: ''ہم لوگوں کی شان میں اللہ نے کوئی آیت نہیں

---

[1] صحیح مسلم، التفسیر، باب فی تفسیر آیات متفرقة، حدیث: ۳۰۲۲۔ مختصراً

[2] صحیح بخاری، کتاب الحیض، باب تقضی الحائض الصلاة، حدیث: ۳۲۱۔..... مسلم، الحیض، باب وجوب قضاء الصوم علی الحائض، حدیث: ۳۳۵۔

[3] سنن ترمذی، کتاب الزهد، باب (۶۴)، حدیث: ۲۴۱۴۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اتاری، بجز اس کے کہ میری براءت [1] فرمائی۔" اس سے اشارہ معلوم ہوتا ہے کہ یزید کی جانشینی سے وہ خوش نہ تھیں۔

سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کی تدفین کا واقعہ

سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے ۴۹ھ میں سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں مدینہ منورہ میں وفات پائی۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، سیدنا ابوبکر اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہما مدفون ہیں۔ ایک گوشہ میں ایک قبر کی جگہ اور باقی تھی۔ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے وصیت کی تھی کہ میری لاش اسی خالی جگہ میں دفن کی جائے، اور اگر اس میں کوئی مزاحم ہو تو جنگ وجدال کی ضرورت نہیں۔ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے جب وصیت کی تعمیل کرنی چاہی تو مروان بن حکم (رضی اللہ عنہ) نے مخالفت کی کہ جب یہاں عثمان رضی اللہ عنہ کو باغیوں نے دفن نہ ہونے دیا تو کسی اور کو بھی اجازت نہیں ہوسکتی۔ ادھر سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ تمام بنوہاشم، اور اُدھر مروان (رضی اللہ عنہ) کی معیت میں بنوامیہ ہتھیاروں سے آراستہ ہو کر باہر نکلے۔ قریب تھا کہ ایک خوں ریز جنگ شروع ہو، کہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے آکر بیچ بچاؤ کیا۔ مروان (رضی اللہ عنہ) سے کہا کہ "نواسا اگر اپنے نانا کے پہلو میں دفن ہوتا ہے تو تم کو اس میں دخل دینے کا کیا حق ہے؟" سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں عرض کی کہ "امام مرحوم کی یہ بھی تو وصیت تھی کہ اگر مزاحمت ہو تو جنگ وجدال سے پرہیز کیا جائے۔" الغرض جنازہ جنت البقیع میں لایا گیا اور یہیں سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے پہلو میں دفن کیا گیا۔

سوال یہ ہے کہ اس معاملہ میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا طرز عمل کیا تھا؟ بعض شیعی مورخین نے لکھا ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کچھ سپاہیوں کے ساتھ خود ایک سپید خچر پر سوار ہو کر سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کے جنازے کو روکنے کے لیے نکلیں۔ سپاہیوں نے تیر چلائے، اتنے میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بھائی آئے اور انھوں نے کہا: "ابھی جنگ جمل کی شرم ہمارے خاندان سے مٹی نہیں کہ تم ایک اور جنگ کے لیے آمادہ ہو۔" یہ سن کر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا واپس چلی گئیں۔ یہ روایت تاریخ طبری کے ایک پرانے فارسی ترجمہ میں، جو ہندوستان میں چھپ بھی گیا ہے، نظر سے گزری ہے، لیکن جب اصل متن عربی مطبوعہ یورپ کی طرف رجوع کیا تو جلد ہفتم کا ایک ایک حرف پڑھنے کے بعد بھی یہ واقعہ نہ ملا۔ طبری کے اس فارسی ترجمہ میں درحقیقت بہت سے حذف واضافے ہیں۔ مترجم نے مقدمہ میں اس کی تصریح بھی کر دی ہے۔ یعقوبی، جو تیسری صدی کا ایک شیعی مورخ ہے، اس نے اس واقعہ کو البتہ نقل کیا

[1] صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ الاحقاف، حدیث: ۴۸۲۷۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

ہے۔ لیکن علاوہ اس کے کہ وہ روایت کی سند نہیں لکھتا، اصل واقعہ کے بیان کے بعد، کہ درحقیقت مروان (رضی اللہ عنہ) کا فعل تھا، قیل یعنی ضعف روایت کے صیغہ کے ساتھ اس کا بھی ذکر کیا گیا ہے، لیکن یہ نہیں لکھا ہے کہ انھوں نے، نعوذ باللہ، تیر چلائے یا جنگ کی۔

ابوالفداء میں اتنا مذکور ہے کہ بنو ہاشم اور بنو امیہ میں جب جنگ وجدال شروع ہو گیا تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہلا بھیجا کہ ''یہ گھر میری ملکیت ہے، میں کسی اور کو یہاں دفن ہونے کی اجازت نہیں دیتی۔'' لیکن یہ بھی صحیح نہیں۔ ابن اثیر اور تمام معتبر تاریخوں میں مذکور ہے کہ ام المومنین نے بطیب خاطر اجازت دے دی۔ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے مدینہ کا جو گورنر تھا۔ اس نے بھی نہیں روکا، لیکن مروان (رضی اللہ عنہ) چند آدمیوں کو لے کر فساد پر آمادہ ہو گیا۔ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے وصیت کی تھی کہ اگر فتنہ وفساد کا ڈر ہو تو مسلمانوں کے عام قبرستان میں دفن کرنا۔ چنانچہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو اس شرارت پر گو بہت غصہ آیا، تاہم بھائی کی اس وصیت سے انحراف کرنا نہ چاہا۔[1] محدث ابن عبدالبر رحمہ اللہ ''استیعاب'' میں، ابن اثیر رحمہ اللہ ''اسدالغابہ'' میں اور سیوطی رحمہ اللہ ''تاریخ الخلفاء'' میں ایک ہی عبارت کے ساتھ راوی ہیں، اور یہ روایت اس شخص کی زبانی ہے جو سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کی وفات کے وقت ان کے پاس موجود تھا:

((وَقَدْ كُنْتُ طَلَبْتُ اِلٰى عَائِشَةَ اِذَا مِتُّ اَنْ تَأْذَنَ لِىْ فَاُدْفَنَ فِىْ بَيْتِهَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَتْ نَعَمْ، وَ اِنِّىْ لَاَدْرِىْ لَعَلَّهَا كَانَ ذَالِكَ مِنْهَا حَيَاءً فَاِنْ طَابَتْ نَفْسُهَا فَادْفِنِّىْ فِىْ بَيْتِهَا، وَمَا اَظُنَّ اِلَّا الْقَوْمَ سَيَمْنَعُوْنَكَ اِذَا اَرَدْتَّ ذٰلِكَ فَاِنْ فَعَلُوْا فَلَا تُرَاجِعْهُمْ فِىَّ وَ ادْفِنِّىْ فِى الْبَقِيْعِ الْغَرْقَدِ...... فَلَمَّا مَاتَ الْحَسَنُ اَتَى الْحُسَيْنُ عَائِشَةَ فَطَلَبَ ذٰلِكَ اِلَيْهَا فَقَالَتْ نَعَمْ وَ كَرَامَةً فَبَلَغَ ذٰلِكَ مَرْوَانَ فَقَالَ كَذَبَ وَكَذَبَتْ وَاللّٰهِ لَا يُدْفَنُ هُنَاكَ اَبَدًا...... مَنَعُوْا عُثْمَانَ مِنْ دَفْنِهٖ فِى الْمَقْبَرَةِ وَ يُرِيْدُوْنَ دَفْنَ الْحَسَنِ فِىْ بَيْتِ عَائِشَةَ))

''سیدنا حسن رضی اللہ عنہ وصیت فرماتے ہیں کہ میں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے درخواست کی تھی کہ مجھے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اپنے گھر میں دفن ہونے کی اجازت دیں۔ انھوں نے

---

[1] الکامل لابن الاثیر (۳/ ۳۸۳)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اجازت دے دی تھی، لیکن معلوم نہیں شرما شرمی میں انھوں نے اجازت دی، یا کیا۔ میرے مرنے کے بعد ان سے جا کر پھر اجازت لینا، اگر وہ خوشی سے اجازت دیں تو وہیں دفن کرنا۔ میں سمجھتا ہوں کہ لوگ تم کو ایسا کرنے سے روکیں گے۔ اگر واقعتاً وہ روکیں تو اس میں ان لوگوں سے ردوکد کی ضرورت نہیں، مجھے بقیع میں دفن کر دینا......

جب سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے جا کر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے اجازت طلب کی۔ انھوں نے کہا: ''بخوشی''۔ مروان (رضی اللہ عنہ) کو واقعہ معلوم ہوا تو اس نے کہا: ''حسین اور عائشہ (رضی اللہ عنہما) جھوٹ (غلط) کہتے ہیں، حسن وہاں کبھی دفن نہیں کیے جا سکتے۔ عثمان (رضی اللہ عنہ) کو قبرستان تک میں دفن کرنے نہ دیا گیا، اور حسن (رضی اللہ عنہ) عائشہ (رضی اللہ عنہا) کے گھر میں دفن ہوں گے؟''

وفات

سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کا آخری حصہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی زندگی کا آخری زمانہ ہے۔ اس وقت ان کی عمر سرسٹھ (۶۷) برس کی تھی۔ ۵۸ھ میں رمضان کے مہینا میں بیمار پڑیں، چند روز تک علیل رہیں۔ کوئی خیریت پوچھتا، فرماتیں: ''اچھی ہوں۔''[۱] جو لوگ عیادت کو آتے، بشارت دیتے۔ فرماتیں: ''اے کاش! میں پتھر ہوتی، اے کاش! میں کسی جنگل کی جڑی بوٹی ہوتی۔''[۲] سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اجازت چاہی تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو تامل ہوا کہ وہ آ کر تعریف نہ کرنے لگیں۔ بھانجوں نے سفارش کی تو اجازت دی۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: ''آپ کا نام ازل سے ام المومنین تھا، آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے محبوب بیوی تھیں، رفقا سے ملنے میں اب آپ کو اتنا ہی وقفہ باقی ہے کہ روح بدن سے پرواز کر جائے، اللہ نے آپ ہی کے ذریعے سے تیمم کی اجازت فرمائی، آپ کی شان میں قرآن کی آیتیں نازل ہوئیں جو اب ہر محراب و مسجد میں شب و روز پڑھی جاتی ہیں۔'' فرمایا: ''ابن عباس! مجھے اپنی اس تعریف سے معاف رکھو۔ مجھے یہ پسند تھا کہ میں معدوم محض ہوتی۔''[۳]

---

[۱] طبقات ابن سعد (۸/ ۷۵)

[۲] طبقات ابن سعد (۸/ ۷۴)

[۳] صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ النور، باب (ولو لا اذا سمعتوہ......)، حدیث: ۴۷۵۳۔ ...... مسند احمد (۱/ ۲۲۰) ...... صحیح ابن حبان (۷۱۰۸) مستدرک حاکم (۴/ ۸۔۹) ...... طبقات ابن سعد (۸/ ۷۴)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

اس روایت کا صرف پہلا ٹکڑا (بخاری، مناقب عائشہ رضی اللہ عنہا) میں مذکور ہے، اور اس سے زیادہ تفسیر سورۂ نور میں ہے، لیکن پوری روایت مستدرک حاکم میں ہے، علیٰ شرط الصحیحین. امام احمد رحمہ اللہ نے مسند میں بھی یہ پوری روایت نقل کی ہے۔

مرض الموت میں وصیت کی کہ اس حجرہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مجھے دفن نہ کرنا، میں نے ایک جرم کیا ہے، مجھے دیگر ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے ساتھ جنت البقیع میں دفن کرنا، اور رات ہی کو دفن کر دی جاؤں، (۱) صبح کا انتظار نہ کیا جائے۔ کسی نے عرض کی کہ ''آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ وغیرہ کے ساتھ دفن ہوتیں تو بہتر تھا۔'' فرمایا: ''اگر ایسا ہو تو پچھلا عمل جاتا رہے اور نیا شروع کروں۔'' (۲) ۵۸ھ تھا اور رمضان کی سترہ تاریخ، مطابق ۱۳ جون ۶۷۸ء تھی کہ نماز وتر کے بعد شب کے وقت وفات پائی۔ ماتم کا شور سن کر انصار اپنے گھروں سے نکل آئے۔ جنازہ میں اتنا ہجوم تھا کہ لوگوں کا بیان ہے کہ رات کے وقت اتنا مجمع کبھی نہیں دیکھا گیا۔ بعض روایتوں میں ہے کہ عورتوں کا ازدہام دیکھ کر روز عید کے ہجوم کا دھوکا ہوتا تھا۔ (۳) سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نوحہ اور ماتم سن کر بولیں: عائشہ رضی اللہ عنہا کے لیے جنت واجب ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے پیاری بیوی تھیں۔ یہ حاکم کی روایت ہے۔ مسند طیالسی میں ہے کہ انھوں نے کہا: ''اللہ ان پر رحمت بھیجے کہ اپنے باپ کے سوا وہ آپ کو سب سے زیادہ محبوب تھیں۔'' (۴)

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ان دنوں مدینہ کے قائم مقام حاکم تھے، انھوں نے جنازہ کی نماز پڑھائی۔ قاسم بن محمد بن ابی بکر، بھتیجوں اور بھانجوں نے قبر میں اتارا، (۵) اور حسب وصیت جنت البقیع میں مدفون ہوئیں۔ مدینہ میں قیامت برپا تھی کہ آج حرم نبوت کی ایک اور شمع بجھ گئی۔ مسروق تابعی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ اگر ایک بات کا مجھ کو خیال نہ ہوتا تو ام المومنین کے لیے میں ماتم کا حلقہ قائم

---

(۱) صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب ما جاء فی قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم، حدیث: ۱۳۹۱، ۷۳۲۷، مختصرًا ...... مستدرك حاكم (۴/ ۶) ...... طبقات ابن سعد (۸/ ۷۴)

(۲) موطا امام محمد (۲/ ۴۸۱) باب النوادر، بسند منقطع۔ اصل عبارت یہ ہے: انی اذ لانا المتبذته بعملی۔

(۳) طبقات ابن سعد (۸/ ۷۵)

(۴) مستدرك حاكم (۴/ ۱۳۔۱۴) ...... مسند الطيالسى (۱۶۱۳) ...... حلية الاولياء (۲/ ۴۴)

(۵) مستدرك حاكم (۴/ ۵، ۶)۔ ...... تمام واقعات حاکم کی مستدرک سے ماخوذ ہیں۔ حاکم نے ان میں سے اکثر روایتوں کی نسبت لکھا ہے کہ علی شرط الصحیحین ہیں۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کرتا۔[۱] ایک مدنی سے لوگوں نے پوچھا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی وفات کا غم اہل مدینہ نے کتنا کیا؟'' جواب دیا: ''جس جس کی وہ ماں تھیں (یعنی تمام مسلمان)، اسی کو ان کا غم تھا۔''[۲]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے کچھ متروکات چھوڑے جن میں ایک جنگل بھی تھا۔ یہ ان کی بہن سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا کے حصہ میں آیا۔ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے تبرکاً اس کو ایک لاکھ درہم میں خریدا۔ تم جانتے ہو کہ سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا نے یہ کثیر رقم کیا کی؟...... ! عزیزوں میں تقسیم کر دی۔[۳]

تبنی

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔[۴] لیکن ان کی پوری زندگی میں کوئی واقعہ ایسا مذکور نہیں جس سے یہ ثابت ہو کہ ان کو قسمت سے اس کا گلہ تھا۔ عرب کے شریفوں میں دستور تھا کہ نام کے علاوہ اپنی اولاد کے نام سے کنیت رکھتے تھے۔ معززین کا نام نہیں لیتے تھے، کنیت سے مخاطب کرتے تھے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک دفعہ عرض کی: ''یا رسول اللہ! آپ کی تمام بیویوں نے اپنے (پہلے شوہروں کے) بیٹوں کے نام سے اپنی کنیتیں رکھ لی ہیں، میں کس نام سے رکھوں؟'' آپ نے فرمایا: ''تم بھی اپنے بیٹے عبداللہ کے نام سے رکھو۔''[۵] ابن الاعرابی کو اس سے شبہ ہوا، اور انھوں نے روایت کی ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ایک ناتمام بچہ ساقط ہوا تھا، اسی کا نام عبداللہ تھا۔[۶] لیکن یہ روایت سرے سے ماننے کے قابل نہیں اور سند کے اعتبار سے نہایت کمزور ہے۔ تمام صحیح روایتوں کی متفقہ خاموشی کے علاوہ احادیث میں تصریح بھی ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا لاولد تھیں۔[۷]

اس عبداللہ سے مقصود سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما ہیں، جو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بھانجے اور سیدہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما کے صاحبزادہ ہیں۔ ہجرت کے بعد مسلمانوں میں سب سے پہلے وہی پیدا ہوئے تھے۔ کافر کہنے لگے کہ مسلمان بیبیاں۔ لہاں آ کر بانجھ ہو گئیں۔ جب یہ پیدا ہوئے تو مسلمانوں کو

---

[۱] طبقات ابن سعد (۸/ ۷۸)

[۲] طبقات ابن سعد (۸/ ۷۸)

[۳] صحیح بخاری، کتاب الھبۃ، باب ھبۃ الواحد للجماعۃ، تعلیقًا فی ترجمہ الباب

[۴] سنن ابی داود، کتاب الادب، باب فی المرأۃ تکنی، حدیث: ۴۹۷۰۔
مسند احمد (۶/ ۹۳)

[۵] سنن ابی داود، کتاب الادب، باب فی المرأۃ تکنی، حدیث: ۴۹۷۰۔ مسند احمد (۶/ ۹۳)

[۶] زرقانی شرح موطا (۳/ ۲۶۹)

[۷] مسند احمد

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بڑی خوشی ہوئی۔ رسول اللہ ﷺ نے خود اپنے دست مبارک سے ان کے تالو میں چھوارا اور اپنا لعاب دہن ملا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے گویا بیٹا بنا لیا تھا اور ان کو دل سے چاہتی تھیں۔ وہ بھی ماں سے زیادہ ان سے محبت کرتے تھے۔ [1] ان کے علاوہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے آغوش تربیت میں اور بھی متعدد بچوں کو لے کر پرورش کی۔ [2] خود رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں ایک انصاریہ لڑکی کی پرورش اور بیاہ کا ذکر حدیثوں میں ہے۔ [3] مسروق بن اجدع، [4] عمرہ بنت عائشہ بنت طلحہ، عمرہ بنت عبدالرحمٰن انصاریہ، اسماء بنت عبدالرحمٰن بن ابی بکر صدیق، عروہ بن زبیر، [5] قاسم بن محمد [6] اور ان کے بھائی اور عبداللہ بن یزید وغیرہ (رضی اللہ عنہم) [7]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پروردہ تھے۔ محمد بن ابی بکر کی لڑکیوں کو بھی انھی نے پالا تھا۔ [8] ان کی شادی بیاہ بھی وہی کر دیتی تھیں۔ [9]

حلیہ اور لباس

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ان لڑکیوں میں سے تھیں جن کی جسمانی بالیدگی نہایت سرعت سے ترقی کرتی ہے۔ نو دس برس میں وہ اچھی خاصی بالغ ہوگئی تھیں۔ [10] لڑکپن میں وہ دبلی پتلی چھریری سی

---

[1] صحیح بخاری، کتاب مناقب الانصار، باب هجرة النبی ﷺ، حدیث: ۳۹۰۹، ۳۹۱۰۔
صحیح مسلم (۲۱۴۶)

[2] موطا امام مالك (۱/ ۲۵۱) کتاب الزكاة۔

[3] مسند احمد (۶/ ۲۶۹)

[4] تذكرة الحفاظ (۱/ ۴۹)

[5] اسماء الرجال میں ان کے حالات پڑھیں۔

[6] موطا امام مالك (۱/ ۲۵۱) کتاب الزكاة، حدیث: ۱۳۔

[7] مسند احمد (۶/ ۳۲)
صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب من صلی علیه مائة، حدیث: ۹۴۷۔

[8] موطا امام مالك (۱/ ۲۵۰)، کتاب الزكاة، حدیث: ۱۰۔

[9] موطا امام مالك (۲/) کتاب الطلاق

[10] صحیح بخاری، کتاب مناقب الانصار، باب تزویج النبی ﷺ عائشة رضی اللہ عنہا، ح: ۳۸۹۴۔
صحیح مسلم، کتاب النكاح، باب جواز تزويج الاب البكر الصغيرة، حدیث: ۱۴۲۲۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تھیں، [۱] جب سن کچھ زیادہ ہوا تو کسی قدر بدن بھاری ہو گیا تھا۔ [۲] رنگ سرخ و سپید تھا۔ [۳] خوش رُو اور صاحب جمال تھیں۔ [۴]

زہد و قناعت کی وجہ سے صرف ایک جوڑا پاس رکھتی تھیں، اسی کو دھو دھو کر پہنتی تھیں۔ [۵] ایک کرتا تھا جس کی قیمت پانچ درہم (۴/ عہ) تھی۔ یہ اس زمانہ کے لحاظ سے اس قدر بیش قیمت تھا کہ تقریبوں میں دلھن کے لیے عاریت مانگا جاتا۔ [۶] کبھی کبھی زعفران میں رنگ کر کپڑے پہنتی تھیں۔ [۷] گاہے گاہے زیور بھی پہن لیتی تھیں۔ گلے میں یمن کا بنا ہوا خاص قسم کے سیاہ و سپید مہروں کا ہار تھا۔ [۸] انگلیوں میں سونے کی انگوٹھیاں پہنتی تھیں۔ [۹]

---

[۱] صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب حدیث الافك، حدیث: ۴۱۴۱۔
صحیح مسلم، کتاب التوبة، باب فی حدیث الافك، حدیث: ۲۷۷۰۔
وسنن ابی داود، کتاب الجهاد، باب فی السبق۔

[۲] سنن ابی داود، کتاب الجهاد، باب السبق علی الرجل، حدیث: ۲۵۷۸۔

[۳] مسند احمد (۶/ ۱۳۸) نیز آپ کا لقب حمیرا۔

[۴] صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب حدیث الافك، حدیث: ۴۱۴۱۔ و کتاب التفسیر سورة التحریم، حدیث: ۴۹۱۳۔
صحیح مسلم، کتاب التوبة، باب فی حدیث الافك، حدیث: ۲۷۷۰۔ وکتاب الطلاق، باب فی الایلا، حدیث: ۱۴۷۹۔

[۵] صحیح بخاری، کتاب الحیض، باب هل تصلی المرأة فی ثوب حاضت فیه، حدیث: ۳۱۲۔

[۶] صحیح بخاری، کتاب الهبة، باب الاستعارة للعروس عند البناء، حدیث: ۲۶۲۸۔

[۷] صحیح بخاری، کتاب الحج، باب ما یلبس المحرم من الثیاب تعلیقاً فی ترجمة الباب۔
سنن کبریٰ بیهقی (۵/ ۵۹)
طبقات ابن سعد (۸/ ۷۰) موصولًا

[۸] صحیح بخاری، کتاب التیمم، باب (۱) حدیث: ۳۳۴۔ و کتاب المغازی، باب حدیث الافك، حدیث: ۴۱۴۱۔
صحیح مسلم، کتاب الحیض، باب التیمم، حدیث: ۳۶۷۔ و کتاب التوبة، باب فی حدیث الافك، حدیث: ۲۷۷۰۔

[۹] صحیح بخاری، کتاب اللباس، باب الخاتم للنساء: تعلیقًا فی ترجمة الباب۔
طبقات ابن سعد (۸/ ۷۰) موصولًا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اخلاق و عادات

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بچپن سے جوانی تک کا زمانہ اس ذات اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں بسر کیا جو دنیا میں مکارم اخلاق کی تکمیل کے لیے آئی تھی اور جس کے رُوئے جمال کا غازہ ﴿ اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ﴾ (القلم: ٤/ ٦٨) ہے۔ اس تربیت گاہِ روحانی یعنی کاشانہ نبوت نے پروگیانِ حرم کو حسن اخلاق کے اس رتبہ تک پہنچا دیا تھا جو انسانیت کی روحانی ترقی کی آخری منزل ہے۔

چنانچہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا اخلاقی مرتبہ نہایت بلند تھا۔ وہ نہایت سنجیدہ، فیاض، قانع، عبادت گزار اور رحم دل تھیں۔

قناعت پسندی

عورت اور قناعت پسندی دو متضاد مفہوم ہیں۔ صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "میں نے دوزخ میں سب سے زیادہ عورتوں کو دیکھا۔" وجہ پوچھی گئی تو فرمایا کہ "شوہروں کی ناشکر گزاری کی وجہ سے۔"[1] لیکن سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی ذات میں وہ دونوں مجتمع ہیں۔ انھوں نے اپنی ازدواجی زندگی جس عسرت اور فقر و فاقہ سے بسر کی، وہ پچھلے صفحوں میں تفصیل کے ساتھ گزر چکی ہے، لیکن وہ کبھی شکایت کا کوئی حرف زبان پر نہیں لائیں۔ بیش بہا لباس، گراں قیمت زیور، عالی شان عمارت، لذیذ الوان نعمت، ان میں سے کوئی چیز شوہر کے ہاں ان کو حاصل نہیں ہوئی، اور دیکھ رہی تھیں کہ فتوحات کا خزانہ سیلاب کی طرح ایک طرف سے آتا ہے اور دوسری طرف نکل جاتا ہے، تاہم کبھی ان کی طلب بلکہ ہوس بھی ان کو دامن گیر نہیں ہوئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ایک دفعہ انھوں نے کھانا طلب کیا پھر فرمایا: "میں کبھی سیر ہو کر نہیں کھاتی کہ مجھے رونا نہ آتا ہو۔" ان کے ایک شاگرد نے پوچھا: "یہ کیوں؟" فرمایا: "مجھے وہ حالت یاد آتی ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کو چھوڑا۔ اللہ کی قسم! دن میں دو دفعہ کبھی سیر ہو کر آپ نے روٹی اور گوشت نہیں کھایا۔"[2]

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الحیض، باب ترك الحائض الصوم، حدیث: ۳۰۴۔
صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان نقصان الایمان بنقص الطاعات، حدیث: ۷۹، ۸۰۔

[2] سنن ترمذی، کتاب الزھد، باب ما جاء فی معیشة النبی صلی اللہ علیہ وسلم واھله، حدیث: ۲۳۵۶۔
واسنادہ ضعیف۔ اس کی سند میں مجالد بن سعید راوی ضعیف ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اللہ نے اولاد سے محروم کیا تھا، تو عام مسلمانوں کے بچوں کو، اور زیادہ تر یتیموں کو لے کر پرورش کیا کرتی تھیں، ان کی تعلیم و تربیت کرتی تھیں اور ان کی شادی بیاہ کے فرائض انجام دیتی تھیں۔ ①

ہم جنسوں کی امداد

اللہ نے ان کو کاشانۂ نبوت کی ملکہ بنایا تھا، اس فرض کو وہ نہایت خوبی سے انجام دیتی تھیں۔ عورتیں جب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں کوئی ضرورت لے کر آتیں، اکثر ان کی اعانت اور سفارش رسول اللہ ﷺ سے کیا کرتی تھیں۔ ②

شوہر کی اطاعت

رسول اللہ ﷺ کی اطاعت وفرمانبرداری اور آپ کی مسرت و رضا کے حصول میں شب و روز کوشاں رہتیں۔ اگر ذرا بھی آپ کے چہرے پر حزن و ملال وکبیدہ خاطری کا اثر نظر آتا، بے قرار ہو جاتیں۔ ③ رسول اللہ ﷺ کے قرابت داروں کا اتنا خیال تھا کہ ان کی کوئی بات ٹالتی نہ تھیں۔ ایک دفعہ سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے خفا ہو کر ان سے نہ ملنے کی قسم کھا بیٹھی تھیں، لیکن جب رسول اللہ ﷺ کے ننہالی لوگوں نے سفارش کی تو انکار کرتے نہ بنا۔ ④ آپ کے دوستوں کی بھی اتنی ہی عزت کرتی تھیں، اوران کی کوئی بات بھی رد نہیں کرتی تھیں۔ ⑤

غیبت اور بدگوئی سے احتراز

وہ کبھی کسی کی برائی نہیں کرتی تھیں۔ ان کی روایتوں کی تعداد ہزاروں تک ہے، مگر اس دفتر

---

① موطا امام مالك (١/ ٢٥١) كتاب الزكاة۔

② مسند احمد (٦/ ٢٢٦)

صحیح بخاری، کتاب الشهادات، باب شهادة القاذف والسارق، حدیث: ٢٦٤٨۔

صحیح مسلم، کتاب الحدود، باب قطع السارق الشریف، حدیث: ٩/ ١٦٨٨۔

③ صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب ما ینهی من النوح والبكاء، حدیث: ١٣٠٥۔

صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب التشدید فی النیاحة، حدیث: ٩٣٥۔

مسند احمد، جلد ٦ ص ١١، واقعه حنا۔ مسند جلد ٤ ص ٥٨۔ مسند جلد ٦ ص١٣٨۔

④ صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب مناقب قریش، حدیث: ٣٥٠٣، ٣٥٠٥۔

⑤ صحیح بخاری، کتاب الاعتصام، باب ما ذكر النبی ﷺ وحض علی اتفاق اهل العلم، حدیث: ٧٣٢٨۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

میں کسی شخص کی توہین یا بدگوئی کا ایک حرف بھی نہیں ہے۔ سوکنوں کو برا کہنا عورتوں کی خصوصیت ہے، مگر اوپر گزر چکا ہے کہ وہ کس کشادہ پیشانی سے اپنی سوکنوں کی خوبیوں کو بیان اور ان کے فضائل و مناقب کا ذکر کرتی تھیں۔ سیدنا حسان رضی اللہ عنہ جن سے افک کے واقعہ میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو سخت صدمہ پہنچا تھا، ان کی مجلس میں شریک ہوتے، اور وہ ان کو بڑی خوشی سے جگہ دیتیں۔ ایک دفعہ سیدنا حسان رضی اللہ عنہ آئے اور اپنا ایک قصیدہ سنانے لگے۔ اس کے ایک شعر کا مطلب یہ تھا کہ ''وہ بھولی بھالی عورتوں پر تہمت نہیں لگاتی'' سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو افک کا واقعہ یاد آ گیا، اس پر صرف اسی قدر فرمایا: ''لیکن تم ایسے نہیں ہو۔'' [1] بعض عزیزوں نے افک کے واقعہ میں ان کی شرکت کے سبب سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے سیدنا حسان رضی اللہ عنہ کو برا کہنا چاہا، تو انھوں نے سختی سے روکا کہ ان کو برا نہ کہو، کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مشرک شاعروں کو جواب دیا کرتے تھے۔ [2]

ایک دفعہ ایک شخص کا ذکر چلا، آپ نے اس کو اچھا نہیں کہا۔ لوگوں نے کہا: ''ام المومنین! اس کا تو انتقال ہو گیا۔'' یہ سن کر فوراً ہی اس کی مغفرت کی دعا مانگی۔ سب نے پوچھا کہ ''ابھی تو آپ نے اس کو اچھا نہیں کہا، اور ابھی آپ اس کی مغفرت کی دعا مانگتی ہیں؟'' جواب دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ''مُردوں کو بھلائی کے سوا یاد نہ کرو۔'' [3]

عدمِ قبول احسان

کسی کا احسان کم قبول کرتی تھیں، اور کرتی بھی تھیں تو اس کا معاوضہ ضرور ادا کرتی تھیں۔ فتوحات عراق کے مالِ غنیمت میں موتیوں کی ایک ڈبیا آئی۔ عام مسلمانوں کی اجازت سے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے وہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو نذر بھیجی۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ڈبیا کھول کر کہا: ''الٰہا! مجھے ابن خطاب کا احسان اٹھانے کے لیے اب زندہ نہ رکھ۔'' [4] اطراف ملک سے ان کے پاس ہدیے اور تحفے آیا

---

[1] صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب حدیث الافك، حدیث: ۴۱۴۶۔
صحیح مسلم، کتاب المغازی' باب حدیث الافك' حدیث: ۲۴۸۸۔

[2] صحیح بخاری، کتاب فضائل الصحابة، باب فضائل حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ، ح: ۴۱۴۵۔
صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب فضائل حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ، ح: ۲۴۸۷۔

[3] مسند الطیالسی (۱۴۹۴)
سنن نسائی، کتاب الجنائز، باب النهی عن ذکر الهلكی الا بخیر، حدیث: ۱۹۳۷ مختصراً

[4] مستدرك حاکم (۴/ ۸)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

کرتے تھے۔ حکم تھا کہ ہر تحفہ کا معاوضہ ضرور بھیجا جائے۔ [1] عبداللہ بن (رضی اللہ عنہ) عامر عرب کے ایک رئیس نے کچھ روپے اور کپڑے بھیجے۔ ان کو یہ کہہ کر واپس کر دینا چاہا کہ ہم کسی کی کوئی چیز قبول نہیں کرتے، لیکن پھر آپ کا ایک فرمان یاد آ گیا، تو واپس لے لیا۔ [2]

خودستائی سے پرہیز

اپنے منہ سے اپنی تعریف پسند نہیں کرتی تھیں۔ مرض الموت میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے عیادت کے لیے آنا چاہا، لیکن وہ سمجھ چکی تھیں کہ وہ آ کر میری تعریف کریں گے، اس لیے اجازت دینے میں تامل کیا۔ لوگوں نے سفارش کی تو منظور کیا۔ اتفاق یہ کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے آ کر واقعاً تعریف شروع کی۔ سن کر بولیں: ''کاش! میں پیدا نہ ہوئی ہوتی۔'' [3]

خودداری

اس عجز و خاکساری کے باوجود خوددار بھی تھیں۔ کبھی کبھی یہ خودداری دوسروں کے مقابلے میں تنک مزاجی کی حد تک پہنچ جاتی اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں وہ نازِ محبوبانہ بن جاتی۔ یاد ہوگا، واقعہ افک کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے براءت کی آیتیں پڑھ کر سنائیں اور ماں نے کہا: ''بیٹی! شوہر کا شکریہ ادا کرو۔'' بولیں: ''میں صرف اپنے پروردگار کا شکریہ ادا کروں گی، جس نے مجھ کو پاکدامنی وطہارت کی عزت بخشی۔'' [4] یہ بھی پڑھ چکے ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خفا ہوتیں تو آپ کا نام لے کر قسم کھانا چھوڑ دیتیں۔ یہ سب محبوبانہ انداز ہیں، جن کو اس نظر سے دیکھنا چاہیے کہ میاں بیوی کے درمیان کے معاملات ہیں۔

سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما اکثر اپنی خالہ کی خدمت کیا کرتے تھے، اور وہ فیاض طبعی سے اس کو ہمیشہ اِدھر اُدھر دے دیا کرتی تھیں۔ سیدنا ابن زبیر رضی اللہ عنہما نے تنگ آ کر کہا کہ اب ان کا ہاتھ روکنا ضروری ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہ معلوم ہوا تو قسم کھا لی کہ اب بھانجے کی کوئی چیز نہ چھوؤں گی۔

---

[1] الادب المفرد للبخاری (۱۱۵۱)، باب الکتابت الی النساء

[2] مسند احمد (۶/ ۷۷)

[3] صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ النور، باب: (ولو لا اذ سمعتموہ......) ح: ۴۷۵۳۔
مسند احمد (۱/ ۲۲۰)
صحیح ابن حبان (۷۱۰۸)

[4] صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب حدیث الافک، حدیث: ۴۱۴۱۔
صحیح مسلم، کتاب التوبۃ، باب فی حدیث الافک، حدیث: ۲۷۷۰۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

لوگوں نے بڑی بڑی سفارشیں کیں اور رسول اللہ ﷺ کے اعزہ کو درمیان میں ڈالا، تب جا کر صاف ہوئیں۔ [1]

عام خوددار انسانوں سے انصاف پسندی کا ظہور کم ہوتا ہے، لیکن پروردگانِ تربیتِ نبوی سے کمالِ اخلاق ہی کی توقع رکھی جاسکتی ہے، جس کی بڑی مثال باہم متضاد اخلاقی انواع میں تطبیق ہے۔ سیدہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کمال خودداری کے ساتھ انصاف پسند بھی تھیں۔

صحیح مسلم میں ہے کہ ایک دفعہ مصر کے ایک صاحب، ام المومنین کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ ''تمھارے ملک کے موجودہ حاکم ووالی کا رویہ میدان جنگ میں کیسا رہتا ہے؟'' جواب میں عرض کیا: ''ہم کو اعتراض کے قابل کوئی بات نظر نہیں آئی، کسی کا اونٹ مرجاتا ہے تو دوسرا اونٹ دیتے ہیں، اور خادم نہ رہے تو خادم دیتے ہیں، خرچ کی ضرورت پڑتی ہے تو خرچ بھی دیتے ہیں۔'' ارشاد فرمایا کہ ''انھوں نے بھائی محمد بن ابی بکر کے ساتھ جو بھی بدسلوکی کی ہو، تاہم ان کی یہ بدسلوکی مجھے تم کو یہ بتانے سے باز نہیں رکھ سکتی کہ رسول اللہ ﷺ نے میرے اسی گھر کے اندر یہ دعا فرمائی کہ ''اے اللہ! جو میری امت کا والی ہو، اگر وہ امت پر سختی کرے تو تو بھی اس کے ساتھ سختی کرنا، اور جو نرمی کرے، اس کے ساتھ نرمی فرمانا۔'' [2]

دلیری

نہایت شجاع اور پر دل تھیں۔ راتوں کو تنہا اٹھ کر قبرستان چلی جاتی تھیں۔ [3] میدان جنگ میں آکر کھڑی ہو جاتی تھیں۔ غزوۂ احد میں جب مسلمانوں میں اضطراب برپا تھا، اپنی پیٹھ پر مشک لادلاد کر زخمیوں کو پانی پلاتی تھیں۔ [4] غزوۂ خندق میں جب چاروں طرف سے مشرکین محاصرہ کیے ہوئے تھے اور شہر کے اندر یہودیوں کے حملہ کا خوف تھا، وہ بے خطر قلعہ سے نکل کر مسلمانوں کے نقشہ جنگ کا معاینہ کرتی تھیں۔ [5] رسول اللہ ﷺ سے لڑائیوں میں بھی شرکت کی اجازت چاہی تھی، لیکن نہ ملی۔ [6] جنگ جمل میں وہ جس شان سے فوجوں کو لائیں، وہ بھی ان کی طبعی شجاعت کا ثبوت ہے۔

---

[1] صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب مناقب قریش، حدیث: ۳۵۰۵۔
[2] صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب فضیلۃ الامیر العادل، حدیث: ۱۸۲۸۔
[3] صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب ما یقال عند دخول القبور، حدیث: ۹۷۴۔
[4] صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب اذ ھمت طائفتان منکم......، حدیث: ۴۰۶۴۔
صحیح مسلم، کتاب الجھاد، باب غزوۃ النساء مع الرجال، حدیث: ۱۸۱۱۔
[5] مسند احمد (۶/ ۱۴۱۔۱۴۲)
[6] صحیح بخاری، کتاب جزاء الصید، باب حج النساء، حدیث: ۱۸۶۱۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

فیاضی

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے اخلاق کا سب سے ممتاز جوہر ان کی طبعی فیاضی اور کشادہ دستی تھی۔ دونوں بہنیں سیدہ عائشہ اور سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا نہایت کریم النفس اور فیاض تھیں۔ سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ ''ان دونوں سے زیادہ سخی اور صاحب کرم میں نے کسی کو نہیں دیکھا۔'' فرق یہ تھا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ذرا ذرا جوڑ کر جمع کرتی تھیں، جب کچھ رقم اکٹھی ہو جاتی تھی، بانٹ دیتی تھیں، اور سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا کا یہ حال تھا کہ جو کچھ پاتی تھیں، اس کو اٹھا نہیں رکھتی تھیں۔ [1] اکثر مقروض رہتی تھیں اور اِدھر اُدھر سے قرض لیا کرتی تھیں۔ لوگ عرض کرنے لگے کہ آپ کو قرض کی کیا ضرورت ہے؟'' فرماتیں کہ ''جس کی قرض ادا کرنے کی نیت ہوتی ہے، اللہ اس کی اعانت فرماتا ہے۔ میں اس کی اسی اعانت کو ڈھونڈتی ہوں۔'' [2]

خیرات میں تھوڑے بہت کا لحاظ نہ کرتیں، جو موجود ہوتا سائل کی نذر کر دیتیں۔ ایک دفعہ ایک سائلہ آئی جس کی گود میں دو ننھے ننھے بچے تھے۔ اتفاق سے اس وقت گھر میں کچھ نہ تھا، صرف ایک چھوارا تھا، اس کے دو ٹکڑے کر کے دونوں میں تقسیم کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب باہر سے تشریف لائے تو ماجرا عرض کیا۔ [3] ایک دفعہ سائل آیا، سامنے کچھ انگور کے دانے پڑے تھے، ایک دانہ اٹھا کر اس کے حوالہ کیا۔ اس نے دانہ کو حیرت سے دیکھا، کہا: ''ایک دانہ بھی کوئی دیتا ہے؟'' فرمایا: ''یہ دیکھو کہ اس میں کتنے ذرے ہیں۔'' [4] یہ اس آیت کی طرف اشارہ تھا:

﴿فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ﴾ (الزلزال: ۹۹/ ۷)

''جس نے ایک ذرّہ بھر بھی نیکی کی، وہ اس کو دیکھے گا۔''

سیدنا عروہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کے سامنے پوری ستر ہزار کی رقم اللہ کی راہ میں دے دی اور دوپٹا کا گوشہ جھاڑ دیا۔ [5]

---

[1] الادب المفرد للبخاری (۲۸۳)، باب سخاوۃ النفس۔

[2] مسند احمد (۶/ ۹۹)

[3] صحیح بخاری، کتاب الزکاۃ، باب اتقوا النار ولو بشق تمرۃ، حدیث: ۱۴۱۸۔
صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ، باب فضل الاحسان الی البنات، حدیث: ۲۶۲۹۔

[4] موطا امام مالک (۲/ ۹۹۷) کتاب الصدقۃ، بلاغاً بدون السند۔

[5] طبقات ابن سعد (۸/ ۶۶)، حزء نساء

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک لاکھ درہم بھیجے، شام ہوتے ہوتے ایک حبہ بھی پاس نہ رکھا، سب محتاجوں کو دے دلا دیا۔ اتفاق سے اس دن روزہ رکھا تھا، لونڈی نے عرض کی: ''افطار کے سامان کے لیے تو کچھ رکھنا تھا۔'' فرمایا کہ ''تم نے یاد دلایا ہوتا۔''[1] اسی قسم کا ایک اور واقعہ ہے، سیدنا ابن زبیر رضی اللہ عنہما نے ایک دفعہ دو بڑی تھیلیوں میں ایک لاکھ کی رقم بھیجی، انھوں نے ایک طبق میں یہ رقم رکھ لی اور اس کو بانٹنا شروع کیا، اور اس دن بھی روزہ سے تھیں۔ شام ہوئی تو لونڈی سے افطاری لانے کو کہا، اس نے عرض کی: ''ام المومنین! اس رقم سے ذرا سا گوشت افطار کے لیے نہیں منگوا سکتی تھیں؟'' فرمایا: ''اب ملامت نہ کرو، تم نے اس وقت کیوں یاد نہیں دلایا؟''[2]

ایک دفعہ اور اس قسم کا واقعہ پیش آیا۔ روزے سے تھیں، گھر میں ایک روٹی کے سوا کچھ نہ تھا، اتنے میں ایک سائلہ نے آواز دی، لونڈی کو حکم دیا کہ وہ ایک روٹی بھی اس کی نذر کر دو۔ عرض کی کہ ''شام کو افطار کس چیز سے کیجیے گا؟'' فرمایا: ''یہ تو دے دو۔'' شام ہوئی، کسی نے بکری کا سالن ہدیتاً بھیجا۔ لونڈی سے کہا: ''دیکھو! یہ تمھاری روٹی سے بہتر چیز اللہ نے بھیج دی۔''[3] اپنے رہنے کا مکان سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ فروخت کر دیا تھا۔ قیمت جو آئی، وہ سب راہ للہ میں صرف کر دی۔[4]

سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما گو بھانجے تھے، اور خالہ کی نظر میں سب سے زیادہ چہیتے تھے، وہ زیادہ تر خدمت کیا کرتے تھے، لیکن اس فیاضی کو دیکھتے دیکھتے وہ بھی گھبرا گئے، کہیں ان کے منہ سے نکل گیا کہ اب ان کا ہاتھ روکنا چاہیے۔ خالہ کو معلوم ہوا تو انھوں نے قسم کھا لی کہ اب کبھی ابن زبیر (رضی اللہ عنہما) سے بات نہیں کروں گی، وہ میرا ہاتھ روکے گا؟ سیدنا ابن زبیر رضی اللہ عنہما مدت تک معتوب رہے اور آخر بڑی مشکل سے ان کو معاف فرمایا۔[5]

خشیتِ الٰہی و رقیق القلبی

دل میں خوف اور خشیت الٰہی تھی، رقیق القلب بھی بہت تھیں۔ حجۃ الوداع کے موقع پر جب نسوانی مجبوری سے حج کے بعض فرائض کے ادا کرنے سے معذوری پیش آ گئی، تو اپنی محرومی پر بے

---

[1] مستدرك حاكم (۴/ ۱۳)

حلية الاولياء (۲/ ۴۷)

[2] طبقات ابن سعد (۸/ ۶۷)، جزء نساء۔

[3] موطا امام مالك (۲/ ۹۹۷)، كتاب الصدقة، بلاغا بدون السند۔

[4] طبقات ابن سعد، ذكر حجرات امهات المومنين رضي الله عنهن۔

[5] صحيح بخاري، كتاب المناقب، باب مناقب قريش، حديث: ۳۵۰۵۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اختیار رونے لگیں۔ رسول اللہ ﷺ نے تشفی دی تو قرار آیا۔ ① ایک دفعہ دجال کا خیال کر کے اس قدر رقت طاری ہوئی کہ رونے لگیں۔ ② جنگ جمل کی شرکت کا واقعہ یاد آ جاتا تو پھوٹ پھوٹ کر روتیں۔ ③ مرض الموت میں بعض اجتہادی غلطیوں پر اس قدر ندامت ہوتی کہ فرماتی تھیں: ''کاش! میں نیست و نابود ہوگئی ہوتی۔'' ④

ایک دفعہ کسی بات پر قسم کھالی تھی، پھر لوگوں کے اصرار پر ان کو اپنی قسم توڑنی پڑی، اور گو اس کے کفارے میں چالیس غلام آزاد کیے، تاہم ان کے دل پر اتنا گہرا اثر تھا کہ جب یاد کرتیں تو روتے روتے آنچل تر ہو جاتا۔ (بخاری، باب الہجرت) واقعہ افک میں تم پڑھ چکے ہو کہ جب منافقین کی اس تہمت کا حال ان کو معلوم ہوا تو رونے لگیں، والدین لاکھ تشفی دیتے تھے، لیکن ان کے آنسو نہیں تھمتے تھے۔ ⑤

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ ایک سائلہ ان کے دروازہ پر آئی، دو ننھے ننھے بچے اس کے ساتھ تھے۔ اس وقت گھر میں کچھ اور نہ تھا، تین کھجوریں اس کو دلوادیں۔ سائلہ نے ایک ایک کھجور ان بچوں کو دی اور ایک اپنے منہ میں ڈال لی۔ بچوں نے اپنا اپنا حصہ کھا کر حسرت سے اپنی ماں کی طرف دیکھا۔ ماں نے اپنے منہ سے کھجور نکال کر آدھی آدھی دونوں میں بانٹ دی، اور خود نہیں کھائی۔ ماں کی محبت کا یہ حسرت ناک منظر اور اس کی یہ بے کسی دیکھ کر بے تاب ہوگئیں اور ان کی دونوں آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ ⑥

عبادت الٰہی

عبادت الٰہی میں اکثر مصروف رہتیں۔ چاشت کی نماز پڑھا کرتی تھیں اور فرماتی تھیں کہ اگر میرا باپ بھی قبر سے اٹھ کر آئے اور مجھ کو منع کرے تو میں باز نہ آؤں۔ ⑦ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ

① صحیح بخاری، کتاب الحج، باب التمتع والقران، حدیث: ۱۵۶۱۔
صحیح مسلم، کتاب الحج، باب بیان وجوه الاحرام، حدیث: ۱۲۱۱۔
② مسند احمد (۶/ ۷۵)
③ طبقات ابن سعد (۸/ ۷۳، ۷۴)، جزء نسا۔
④ طبقات ابن سعد (۸/)، جزء نسا۔
⑤ صحیح بخاری، کتاب الادب، باب الھجرة، حدیث: ۶۰۷۳۔ ۶۰۷۵۔
⑥ مستدرك حاکم (۴/ ۱۷۷)...... مسند الطیالسی (۱۴۴۷)...... مسند البزار (۱۸۹۰)
مسند احمد (۶/ ۹۲) نحوه۔ ...... ⑦ مسند احمد (۶/)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

راتوں کو اٹھ کر نماز تہجد ادا کرتی تھیں۔ ① آپ ﷺ کی وفات کے بعد بھی اس قدر پابند تھیں کہ اگر اتفاق سے آنکھ لگ جاتی اور وقت پر نہ اٹھ سکتیں، تو سویرے اٹھ کر نماز فجر سے پہلے تہجد ادا کر لیتیں۔ ایک دفعہ اسی موقع پر ان کے بھتیجے قاسم رحمہ اللہ پہنچ گئے تو انھوں نے دریافت کیا کہ ''پھوپھی جان! یہ کیسی نماز ہے؟'' فرمایا: ''میں رات کو نہیں پڑھ سکی اور اب اس کو چھوڑ نہیں سکتی ہوں۔'' ②

رمضان میں تراویح کا خاص اہتمام کرتی تھیں۔ ذکوان نام کا ایک خواندہ غلام تھا، وہ امام ہوتا تھا، سامنے قرآن رکھ کر پڑھتا تھا، یہ مقتدی ہوتیں۔ ③

اکثر روزے رکھا کرتی تھیں، اور بعض روایتوں میں ہے کہ ہمیشہ روزے سے رہتی تھیں۔ ④ ایک دفعہ گرمی کے دنوں میں عرفہ کے روز روزے سے تھیں۔ گرمی اور تپش اس قدر شدید تھی کہ سر پر پانی کے چھینٹے دیے جاتے تھے۔ سیدنا عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ آپ کے بھائی نے کہا کہ اس گرمی میں روزہ کچھ ضروری نہیں، افطار کر لیجیے۔ فرمایا کہ ''جب رسول اللہ ﷺ کی زبانی یہ سن چکی کہ عرفہ کے دن روزہ رکھنا سال بھر کے گناہ معاف کرا دیتا ہے، تو میں روزہ توڑ دوں گی؟'' ⑤

حج کی شدت سے پابند تھیں۔ کوئی ایسا سال بہت کم گزرتا تھا جس میں وہ حج نہ کرتی ہوں۔ ⑥ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے اخیر زمانے میں سیدنا عثمان اور سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہما کو ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے ساتھ حج کے سفر میں روانہ کیا تھا۔ ⑦ حج میں ان کے ٹھہرنے کے مقامات مقرر تھے۔ پہلے رسول اللہ ﷺ کی تبعیت کے خیال سے میدان عرفہ کی آخری سرحد نمرہ میں اترا کرتی تھیں، جب یہاں لوگوں کا ہجوم ہونے لگا تو وہاں سے ذرا ہٹ کر اراک میں اپنا خیمہ کھڑا کرتی تھیں۔ کبھی کوہ ثبیر کے دامن میں آ کر ٹھہرتی تھیں۔ جب تک یہاں قیام رہتا، وہ خود اور جو لوگ ان کے ساتھ رہتے، تکبیر پڑھا کرتے۔ جب یہاں سے چل کھڑی ہوتیں تو تکبیر موقوف کرتیں۔ پہلے یہ

---

① مسند احمد (۶/ ۹۲) سند میں ابن لہیعہ راوی سوء حفظ کی وجہ سے ضعیف ہے۔

② سنن الدارقطنی (۱/ ۲۴۶)، کتاب الصلوٰۃ۔
مصنف ابن ابی شیبۃ (۱/ ۴۱۶) ح ۴۷۸۴

③ صحیح بخاری، کتاب الاذان، باب امامۃ العبد والمولی، تعلیقًا فی ترجمۃ الباب
موطا امام مالک (۱/ ۱۱۶) موصولًا باب قیام رمضان۔

④ طبقات ابن سعد (۸/ ۶۸)، جزء نساء۔

⑤ مسند احمد (۶/ ۱۲۸)۔ سند مرسل ہے۔

⑥ صحیح بخاری، کتاب جزاء الصید، باب حج النساء، حدیث: ۱۸۶۱۔

⑦ صحیح بخاری، کتاب جزاء الصید، باب حج النساء، حدیث: ۱۸۶۰۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

دستور تھا کہ حج کے بعد ذی الحجہ ہی کے مہینا میں عمرہ ادا کرتی تھیں، بعد کو اس میں ترمیم کی۔ ماہ محرم سے پہلے وہ جحفہ میں جا کر ٹھہرتی تھیں۔ محرم کا چاند دیکھ کر عمرہ کی نیت کرتیں۔ (۱) عرفہ کے دن روزے سے ہوتیں۔ شام کو جب سب لوگ یہاں سے روانہ ہو جاتے، افطار کرتیں۔ (۲)

معمولی باتوں کا لحاظ

منہیات کی چھوٹی چھوٹی باتوں تک سے بھی پرہیز کرتی تھیں۔ راستہ میں اگر کبھی ہوتیں اور گھنٹے کی آواز آتی تو ٹھہر جاتیں کہ کان میں اس کی آواز نہ آئے۔ (۳) ان کے ایک گھر میں کچھ کرایہ دار تھے، یہ شطرنج کھیلا کرتے تھے۔ ان کو کہلا بھیجا کہ اگر اس حرکت سے باز نہ آؤ گے تو گھر سے نکلوا دوں گی۔ (۴)

ایک دفعہ گھر میں ایک سانپ نکلا، اس کو مار ڈالا۔ کسی نے کہا: ''آپ نے غلطی کی، ممکن ہے کہ یہ کوئی مسلمان جن ہو؟'' فرمایا ''اگر یہ مسلمان ہوتا تو امہات المومنین کے حجروں میں نہ در آتا۔'' اس نے کہا: ''آپ ستر پوشی کی حالت میں تھیں، جب وہ آیا۔'' یہ سن کر متاثر ہوئیں اور اس کے فدیہ میں ایک غلام آزاد کیا۔ (۵)

غلاموں پر شفقت

صرف ایک قسم کے کفارہ میں ایک دفعہ انھوں نے چالیس غلام آزاد کیے۔ (۶) آپ کے کل آزاد کیے ہوئے غلاموں کی تعداد ۶۷ تھی۔ (۷) تمیم کے قبیلہ کی ایک لونڈی ان کے پاس تھی، رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے سنا کہ یہ قبیلہ بھی سیدنا اسماعیل علیہ السلام ہی کی اولاد میں سے ہے، رسول

---

(۱) موطا امام مالك (۱/ ۳۳۸-۳۳۹)، كتاب الحج۔
صحيح بخاري، كتاب الحج، باب طواف النساء، حديث:

(۲) موطا امام مالك، كتاب الحج۔

(۳) مسند احمد (۶/ ۱۵۲)

(۴) الادب المفرد للبخاري (۱۳۱۰)، باب الادب۔
موطا امام مالك (۲/ ۹۵۸)، كتاب الرؤيا۔

(۵) مسند احمد (۶/)

(۶) صحيح بخاري، كتاب الادب، باب الهجرة، حديث: ۶۰۷۳-۶۰۷۵۔

(۷) سبل السلام (۴/ ۲۱۴) امير اسماعيل، بحوالة النجم الوهاج۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

اللہ ﷺ کے اشارہ سے اس کو آزاد کر دیا۔ ① بریرہ (رضی اللہ عنہا) نامی مدینہ میں ایک لونڈی تھیں، ان کے مالکوں نے ان کو مکاتب کیا تھا۔ یعنی کہہ دیا تھا کہ اگر تم اتنی رقم جمع کر دو، آزاد ہو۔ اس رقم کے لیے انھوں نے لوگوں سے چندہ مانگا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے سنا تو پوری رقم اپنی طرف سے ادا کر کے ان کو آزاد کر دیا، ② ایک دفعہ بیمار پڑیں، لوگوں نے کہا: ''کسی نے ٹوٹکا کیا ہے۔'' انھوں نے ایک لونڈی کو بلا کر پوچھا کہ ''کیا تو نے ٹوٹکا کیا ہے؟'' اس نے اقرار کیا۔ پوچھا: ''کیوں؟'' بولی: ''تا کہ آپ جلد مر جائیں تو میں جلد چھوٹوں۔'' حکم دیا کہ اس کو کسی شریر کے ہاتھ بیچ ڈالو، اور اس کی قیمت سے دوسرا غلام خرید کر آزاد کر دو۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ ③ گویا ایک قسم کی سزا تھی، لیکن کتنی عجیب!

فقرا کی حسب حیثیت اعانت

فقرا اور اہل حاجت کی اعانت ان کی حسب حیثیت کرنی چاہیے۔ اگر کسی نیچے طبقے کا آدمی تمھارے پاس آتا ہے تو اس کی حاجت براری ہی اس کے درد کی دوا ہے۔ لیکن اگر اس سے بلند درجہ کا آدمی ہے تو وہ اس کے ساتھ کسی قدر عزت و تعظیم کا بھی مستحق ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اس نکتہ کو ہمیشہ مدنظر رکھتی تھیں۔ ایک دفعہ ایک معمولی سائل آیا، اس کو روٹی کا ٹکڑا دے دیا، وہ چل دیا۔ اس کے بعد ایک اور شخص آیا جو کپڑے وپڑے پہنے تھا اور کسی قدر عزت دار معلوم ہوتا تھا۔ اس کو بٹھا کر کھانا کھلایا اور پھر رخصت کیا۔ لوگوں نے عرض کی کہ ان دونوں آدمیوں کے ساتھ دو قسم کے برتاؤ کیوں کیے گئے؟ فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ لوگوں کے ساتھ ان کے حسب حیثیت برتاؤ کرنا چاہیے۔ ④

---

① صحیح بخاری، کتاب العتق، باب من ملك من العرب رقیقا...... ، حدیث: ۲۵۴۳۔
صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل غفار و اسلم، حدیث: ۲۵۲۵۔

② صحیح بخاری، کتاب المکاتب، باب المکاتب ونجومه، حدیث: ۲۵۶۰۔
صحیح مسلم، کتاب العتق، باب بیان ان الولاء لمن اعتق، حدیث: ۱۵۰۴۔

③ مستدرك حاكم (۴/ ۲۱۸۔۲۱۹) ...... سنن الدارقطنی (۴/ ۱۴۰)

یہ حدیث دارقطنی، موطا امام مالك (من روایة العضبی) موطا امام محمد، باب العتق، مستدرك حاكم (کتاب الطب) میں ہے۔ لونڈی کو سزا خلافِ شریعت امر کے ارتکاب پر دی۔

④ سنن ابی داود، کتاب الادب، باب فی تنزیل الناس منازلهم، حدیث: ۴۸۴۲۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

پردہ کا اہتمام

پردہ کا بہت خیال رکھتی تھیں۔ آیت حجاب کے بعد تو یہ تاکیدی فرض ہو گیا تھا۔ ① جن ہونہار طالب علموں کا اپنے یہاں بے روک ٹوک آ جانا روا رکھنا چاہتی تھیں، رسول اللہ ﷺ کی ایک خاص حدیث کے مطابق اپنی کسی بہن یا بھانجی سے ان کو دودھ پلوا دیتی تھیں ② اور اس طرح ان کی رضاعی خالہ یا نانی بن جاتی تھیں ③ اور ان سے پھر پردہ نہیں ہوتا۔ ورنہ ہمیشہ طالب علموں کے اور ان کے درمیان پردہ پڑا رہتا تھا۔ ④ ایک دفعہ حج کے موقع پر چند بیبیوں نے عرض کی کہ ''اے ام المومنین! چلیے، حجر اسود کو بوسہ دے لیں۔'' فرمایا: ''تم جا سکتی ہو، میں مردوں کے ہجوم میں نہیں جا سکتی۔'' ⑤ کبھی دن کو طواف کا موقع پیش آتا تو خانہ کعبہ مردوں سے خالی کرا لیا جاتا تھا۔ ⑥ ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ طواف کی حالت میں بھی چہرے پر نقاب پڑی رہتی تھی۔ ⑦ ایک غلام کو مکاتب کیا تھا، اس سے کہا کہ جب تمھارا زر فدیہ اتنا ادا ہو جائے تو میں تمھارے سامنے نہیں آ سکتی۔ ⑧ اسحاق تابعی نابینا تھے، وہ خدمت میں حاضر ہوئے تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان سے پردہ کیا۔ وہ بولے کہ مجھ سے کیا پردہ؟ میں تو آپ کو دیکھتا نہیں۔ فرمایا: ''تم مجھے نہیں دیکھتے تو میں تو تم کو دیکھتی ہوں۔'' ⑨ مُردوں

---

① صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب حدیث الافك، حدیث: ۴۱۴۱۔
صحیح مسلم، کتاب التوبة، باب فی حدیث الافك، حدیث: ۲۷۷۰۔

② صحیح مسلم، کتاب الرضاع، باب رضاعة الکبیر، حدیث: ۱۴۵۳۔
مسند احمد (۶/ ۲۷۱)

③ اس اجتہادی مسئلہ میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا تنہا ہیں، دوسری امہات المومنین رضی اللہ عنہن کا یہ عمل نہ تھا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ اجتہادی مسئلہ ایک حدیث پر مبنی ہے جس کی تفصیل آیندہ فقہ کے اختلافی مسائل کے ایک حاشیہ میں آئے گی۔

④ صحیح بخاری، کتاب الحج، باب طواف النساء مع الرجال، حدیث: ۱۶۱۸۔

⑤ صحیح بخاری، کتاب الحج، باب طواف النساء مع الرجال، حدیث: ۱۶۱۸۔

⑥ مسند احمد (۶/ ۱۱۷) واسنادہ ضعیف۔ سند میں کریمہ راوی مجہولہ ہے۔

⑦ اخبار مکة ازرقی (۲/ ۱۰)
سنن ابی داود، کتاب المناسك، باب فی المحرمة تعطی وجهها، حدیث: ۱۸۳۳۔ واسنادہ ضعیف۔ سند میں یزید بن ابی زیاد راوی ضعیف ہے۔

⑧ مسند احمد (۶/ ۸۵) ...... ⑨ طبقات ابن سعد (۸/ ۶۹)، جزء نساء۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سے شریعت میں پردہ نہیں، لیکن ان کا کمال احتیاط دیکھئے کہ وہ اپنے حجرہ میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دفن ہونے کے بعد بے پردہ نہیں جاتی تھیں۔ ①

مناقب

صحیح مسلم کتاب الفضائل میں ہے کہ آپ نے فرمایا:

((اَنَا تَارِكٌ فِيكُمُ الثَّقَلَيْنِ اَوَّلُهُمَا كِتَابُ اللّٰهِ...... وَاَهْلُ بَيْتِي)) ②

''میں تمھارے درمیان دو عظیم الشان چیزیں چھوڑ جاتا ہوں: ایک اللہ کی کتاب اور دوسری اہل بیت۔''

مقصد یہ ہے کہ کتاب الٰہی گو اپنی سہولت بیان کے لحاظ سے ہر عملی مثال سے بے نیاز ہے، تاہم دنیا میں ہمیشہ ایسے اشخاص کی ضرورت رہے گی جو اس کے اسرار و رموز کو حل کر سکیں اور ان کی علمی و عملی تعبیر بتا سکیں۔ آپ کے بعد ان اشخاص کو آپ کے اہل بیت میں تلاش کرنا چاہیے۔ اہل بیت سے جو مقصود ہے، اللہ تعالیٰ سورۂ احزاب کی آیتوں میں، جن کو ہم اوپر لکھ آئے ہیں، بتا چکا ہے۔

اس قدر شناسی کے لحاظ سے، جو آپ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی بابت فرماتے تھے، اس صحبت و تعلیم کی بنا پر جو ان کو میسر آئی تھی، اور اس فطری جوہر اور صلاحیت کے لحاظ سے جو قدرت کاملہ نے ان کو عطا کی تھی، اس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ اہل بیت نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو خاص مرتبہ حاصل تھا۔ اس بنا پر کتاب اللہ کا ترجمان، سنت رسول کا معبر اور احکام اسلامی کا معلم، ان سے بہتر کون ہو سکتا تھا؟ اور لوگ پیغمبر کو صرف جلوت میں دیکھتے تھے، اور یہ خلوت و جلوت دونوں میں دیکھتی تھیں۔ اسی بنا پر وحی کی زبان ﴿مَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى﴾ (النجم: ۵۳/ ۳) نے فیصلہ کیا:

((فَضْلُ عَائِشَةَ عَلَى النِّسَاءِ كَفَضْلِ الثَّرِيدِ عَلٰى سَائِرِ الطَّعَامِ)) ③

---

① مسند احمد (۶/ ۲۰۲) ...... مستدرك حاكم (۳/ ۶۱)

② صحيح مسلم، كتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل على بن ابى طالب رضی اللہ عنہ، حديث: ۲۴۰۸۔

③ صحيح بخارى، كتاب فضائل اصحاب النبى صلی اللہ علیہ وسلم، باب فضل عائشة رضی اللہ عنہا، حديث: ۳۷۷۰، ۳۷۷۱۔

صحيح مسلم، كتاب الصحابة، باب فى فضائل عائشة رضی اللہ عنہا، حديث: ۲۴۴۶۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

"عائشہ کو عام عورتوں پر اسی طرح فضیلت ہے جس طرح ثرید کے کھانے کو عام کھانوں پر۔"

خود رسول اللہ ﷺ کو رؤیائے صادقہ نے ان کے حرم نبوی میں ہونے کی خوشخبری سنائی۔[1] سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بستر کے سوا کسی دوسری ام المومنین کے بستر پر وحی نازل نہیں ہوئی۔[2] جبریل امین علیہ السلام نے ان کی جائے رہائش (حجرہ) پر اپنا سلام بھیجا۔[3] دوبار ناموس اکبر کو ان مادی آنکھوں سے دیکھا۔[4] عالم ملکوت کی صدائے بے جہت نے ان کی عفت وعصمت پر شہادت دی۔ نبوت کے الہام صادق نے ان کو آخرت میں پیغمبر کی چہیتی بیویوں میں ہونے کی بشارت سنائی۔[5]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرمایا کرتی تھیں کہ میں فخر نہیں کرتی، بلکہ بطور واقعہ کے کہتی ہوں کہ اللہ نے مجھ کو نو باتیں ایسی عطا کی ہیں جو دنیا میں میرے سوا کسی اور کو نہیں ملیں: خواب میں فرشتے نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے میری صورت پیش کی۔ جب میں سات برس کی تھی تو آپ نے مجھ سے نکاح کیا۔ جب میرا سن نو برس کا ہوا تو رخصتی ہوئی۔ میرے سوا کوئی اور کنواری بیوی آپ کی خدمت میں نہ تھی۔ آپ جب میرے بستر پر ہوتے، تب بھی وحی آتی تھی۔ میں آپ کی محبوب ترین بیوی تھی۔ میری شان میں قرآن کی آیتیں اتریں۔ میں نے جبریل کو اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ آپ نے میری ہی گود میں سر رکھے ہوئے وفات پائی۔[6]

فضل وکمال

علمی حیثیت سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو نہ صرف عام عورتوں پر، نہ صرف امہات المومنین رضی اللہ عنہن پر، نہ صرف خاص خاص صحابیوں پر، بلکہ چند بزرگوں کو چھوڑ کر تمام صحابہ رضی اللہ عنہم پر فوقیت عام حاصل تھی۔ صحیح ترمذی میں سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

---

[1] صحیح بخاری، کتاب مناقب الانصار، باب تزویج النبی ﷺ عائشۃ رضی اللہ عنہا، ح: ۳۸۹۵۔
صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ، باب فی فضائل عائشۃ رضی اللہ عنہا، ح: ۲۴۳۸۔

[2] صحیح بخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی ﷺ، باب فضل عائشۃ رضی اللہ عنہا، ح: ۳۷۷۵۔

[3] صحیح بخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی ﷺ، باب فضل عائشۃ رضی اللہ عنہا، ح: ۳۷۶۸۔
صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ، باب فی فضائل عائشۃ رضی اللہ عنہا، ح: ۲۴۴۷۔

[4] مستدرك حاکم (۴/ ۱۰) ...... طبقات ابن سعد (۸/ ۶۳)

[5] مستدرك حاکم (۴/ ۱۰) ...... طبقات ابن سعد (۸/ ۶۳)

[6] مستدرك حاکم (۴/ ۱۰) ...... طبقات ابن سعد (۸/ ۶۳) ...... سیر اعلام النبلاء (۲/ ۱۴۶)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

((مَا اَشْکَلَ عَلَیْنَا اَصْحَابَ مُحَمَّدٍ ﷺ حَدِیْثٌ قَطُّ فَسَأَلْنَا عَائِشَةَ اِلَّا وَجَدْنَا عِنْدَهَا مِنْهُ عِلْمًا)) ①

''ہم صحابیوں کو کوئی ایسی مشکل بات کبھی نہیں پیش آئی کہ جس کو ہم نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا ہو اور ان کے پاس اس کے متعلق کچھ معلومات ہم کو نہ ملی ہوں۔''

سیدنا عطا بن ابی الرباح تابعی رحمہ اللہ، جن کو متعدد صحابہ رضی اللہ عنہم کے تلمذ کا شرف حاصل تھا، کہتے ہیں:

((کَانَتْ عَائِشَةُ اَفْقَهَ النَّاسِ وَ اَعْلَمَ النَّاسِ وَ اَحْسَنَ رَأْیًا فِی الْعَامَّةِ)) ②

''سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سب سے زیادہ فقیہ، سب سے زیادہ صاحب علم اور عوام میں سب سے زیادہ اچھی رائے والی تھیں۔''

امام زہری رحمہ اللہ، جو تابعین کے پیشوا تھے، جنھوں نے بڑے بڑے صحابہ رضی اللہ عنہم کے آغوش میں تربیت پائی تھی، کہتے ہیں:

((کَانَتْ عَائِشَةُ اَعْلَمَ النَّاسِ یَسْئَلُهَا الْاَکَابِرُ مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ)) ③

''سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا تمام لوگوں میں سب سے زیادہ عالم تھیں۔ بڑے بڑے صحابہ رضی اللہ عنہم ان سے پوچھا کرتے تھے۔''

سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے سیدنا ابوسلمہ رحمہ اللہ، کہ وہ بھی جلیل القدر تابعی تھے، کہتے ہیں:

((مَا رَأَیْتُ اَحَدًا اَعْلَمَ بِسُنَنِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَلَا اَفْقَهَ فِیْ رَأْیٍ اِنْ اُحْتِیْجَ اِلٰی رَأْیِهٖ وَلَا اَعْلَمَ بِاٰیَةٍ فِیْمَا نَزَلَتْ وَلَا فَرِیْضَةٍ مِنْ عَائِشَةَ)) ④

''میں نے رسول اللہ ﷺ کی سنتوں کا جاننے والا اور رائے میں، اگر اس کی ضرورت پڑے، ان سے زیادہ فقیہ اور آیتوں کے شان نزول اور فرائض کے مسئلہ کا واقف کار سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر کسی کو نہیں دیکھا۔''

---

① سنن ترمذی، کتاب المناقب، باب من فضل عائشة رضی اللہ عنہا، حدیث: ۳۸۸۳۔

② مستدرك حاکم (۴/ ۱۴) ...... طبقات ابن سعد (۸/ ۸۱)

③ طبقات ابن سعد (۲/ ۳۷۴) من طریق الواقدی۔

④ طبقات ابن سعد (۲/ ۳۷۵) من طریق الواقدی۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

ایک دن سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک درباری سے پوچھا کہ ''لوگوں میں سب سے بڑا عالم کون ہے؟'' اس نے کہا: ''امیر المومنین! آپ ہیں۔'' انھوں نے کہا: ''نہیں، میں قسم دیتا ہوں، سچ سچ بتاؤ۔'' اس نے کہا: ''اگر یہ ہے تو عائشہ (رضی اللہ عنہا)۔'' [1]

حواریِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لختِ جگر سیدنا عروہ بن زبیر رحمہ اللہ کا قول ہے:

((مَا رَأَیْتُ اَحَدًا اَعْلَمَ بِالْحَلَالِ وَالْحَرَامِ وَ الْعِلْمِ وَالشِّعْرِ وَالطِّبِّ مِنْ عَائِشَةَ اُمِّ الْمُؤْمِنِیْنَ)) [2]

''میں نے حلال وحرام وعلم وشاعری اور طب میں ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر کسی کو نہیں دیکھا۔''

ایک اور روایت میں یہ الفاظ اس طرح ہیں:

((مَا رَأَیْتُ اَحَدًا اَعْلَمَ بِالْقُرْآنِ وَ لَا بِفَرِیْضَةٍ وَ لَا بِحَلَالٍ وَ لَا بِفِقْهٍ وَ لَا بِشِعْرٍ وَ لَا بِطِبٍّ وَ لَا بِحَدِیْثِ الْعَرَبِ وَ لَا نَسَبٍ مِنْ عَائِشَةَ)) [3]

''قرآن، فرائض، حلال، فقہ، شاعری، طب، عرب کی تاریخ اور نسب کا سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر عالم کسی کو نہیں دیکھا۔''

ایک شخص نے سیدنا مسروق تابعی رحمہ اللہ سے، جو تمام تر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے تربیت یافتہ تھے، دریافت کیا کہ ''کیا ام المومنین فرائض کا فن جانتی تھیں؟'' جواب دیا:

((اِیْ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ لَقَدْ رَأَیْتُ مَشْیَخَةَ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم یَسْئَلُوْنَهَا عَنِ الْفَرَائِضِ)) [4]

''اللہ کی قسم! میں نے بڑے بڑے صحابہ کو ان سے فرائض کے مسئلے دریافت کرتے دیکھا ہے۔''

حفظ حدیث اور سننِ نبوی علیہ الصلاۃ والسلام کی اشاعت کا فرض گو دیگر ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن بھی ادا کرتی تھیں، تاہم سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے رتبہ کو ان میں سے کوئی بھی نہیں پہنچیں۔ سیدنا محمود بن لبید رحمہ اللہ

---

[1] مستدرك حاكم (۴/ ۱۴)

[2] مستدرك حاكم (۴/ ۱۱)

[3] معجم كبير طبرانی (۲۳/ ۱۸۲) نیز دیکھیے حوالہ سابق

[4] مستدرك حاكم (۴/ ۱۱) ...... طبقات ابن سعد (۸/ ۶۶) ...... مسند الدارمی (۲۸۵۹)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

کا بیان ہے:

((كَانَ اَزْوَاجُ النَّبِيِّ ﷺ يَحْفَظْنَ مِنْ حَدِيْثِ النَّبِيِّ ﷺ كَثِيْرًا وَلَا مِثْلًا لِعَائِشَةَ وَاُمِّ سَلَمَةَ)) [۱]

''ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن بہت سی حدیثیں زبانی یاد رکھتی تھیں، لیکن سیدہ عائشہ اور سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہما کے برابر نہیں۔''

امام زہری رحمہ اللہ کی شہادت ہے:

((لَوْ جُمِعَ عِلْمُ النَّاسِ كُلِّهِمْ وَعِلْمُ اَزْوَاجِ النَّبِيِّ ﷺ فَكَانَتْ عَائِشَةُ اَوْسَعَهُمْ عِلْمًا)) [۲]

''اگر تمام مردوں کا اور امہات المومنین کا علم ایک جگہ جمع کیا جاتا، تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا علم ان میں سب سے وسیع ہوتا۔''

بعض محدثین نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے فضائل میں یہ حدیث نقل کی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

((خُذُوْا شَطْرَ دِيْنِكُمْ عَنْ حُمَيْرَاءَ))

''اپنے مذہب کا ایک حصہ اس گوری عورت سے سیکھو۔''

اس حدیث کو ابن اثیر رحمہ اللہ ''نہایہ'' میں اور علامہ دیلمی مسند الفردوس میں (بہ تغیر الفاظ) لائے ہیں، لیکن لفظاً اس کی سند ثابت نہیں اور اس کا شمار موضوعات میں [۳] ہے تاہم معناً اس کے صحیح ہونے میں کس کو شک ہے۔

علم واجتہاد

یہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی سیرت کا وہ باب ہے جہاں وہ نہ صرف عورتوں میں بلکہ مردوں میں بھی علانیہ ممتاز نظر آتی ہیں۔ کتاب وسنت اور فقہ واحکام میں ان کا مرتبہ اس قدر بلند ہے کہ سیدنا عمر فاروق، علی مرتضیٰ، سیدنا عبداللہ بن مسعود وسیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم کے ساتھ بے تکلف ان کا نام لیا جا سکتا ہے۔ اہمیت کے لحاظ سے ہم کتاب اللہ سے اس باب کا آغاز کرتے ہیں۔

---

[۱] طبقات ابن سعد (۲/ ۳۷۵) من طریق الواقدی۔

[۲] مستدرك حاکم (۴/ ۱۱) ...... معجم کبیر طبرانی (۲۳/ ۱۸۴) کما فی المجمع (۹/ ۲۴۳)

[۳] موضوعات شوکانی، ص ۱۳۵، خاتمہ مجمع البحار، ص ۵۱۴، مقاصد حسنہ ص ۹۴ وغیرہ۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

قرآن مجید

سب کو معلوم ہے کہ قرآن مجید تیئس سال کے اندر نازل ہوا ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نبوت یا نزول قرآن کے چودھویں سال ۹ برس کی عمر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں آئیں۔ اس لیے ان کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہنے کا زمانہ تقریباً دس سال ہے۔ اس سے ظاہر ہوگا کہ نزول قرآن کا نصف سے زیادہ حصہ ان کے ابتدائے ہوش سے پہلے کا واقعہ ہے۔ لیکن اس غیر معمولی دل و دماغ کی ہستی نے اس زمانہ کو بھی، جو عموماً طفلانہ بے خبری اور لہو ولعب کا عہد ہے، رائگاں نہیں کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روزانہ بلاناغہ سیدنا صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لاتے تھے۔ (۱) سیدنا صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر میں ایک مسجد بنالی تھی، اس میں بیٹھ کر نہایت رقت اور خشوع کے ساتھ قرآن مجید کی تلاوت کرتے تھے۔ (۲) ناممکن ہے کہ ان موقعوں سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے فوق الفطرت حافظہ نے فائدہ نہ اٹھایا ہو۔ فرماتی تھیں کہ جب یہ آیت اتری تھی:

﴿بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ اَدْهٰی وَ اَمَرُّ﴾ (القمر: ۵۴/ ۴۶)

''بلکہ قیامت کا روز ان کے وعدہ کا دن ہے، وہ گھڑی نہایت سخت اور نہایت تلخ ہوگی۔''

تو میں کھیل رہی تھی۔ (۳)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو تیرہ چودہ برس کے سن تک (۵ ھ تک) قرآن زیادہ یاد نہ تھا۔ خود اس کا اقرار کرتی ہیں:

((وَاَنَا جَارِيَةٌ حَدِيثَةُ السِّنِّ لَا اَقْرَأُ مِنَ الْقُرْآنِ كَثِيرًا)) (۴)

''میں اس وقت کم سن تھی، زیادہ قرآن پڑھی ہوئی نہیں تھی۔''

لیکن اس عالم میں بھی وہ قرآن ہی کا حوالہ دیتی تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک قرآن تحریراً کتاب میں مدون نہ تھا۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد میں اس کو کاغذ پر مرتب کرایا۔ اسی اثنا میں اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی اپنے اپنے طور پر روزانہ تلاوت کے لیے قرآن ترتیب دے لیا تھا۔ ان میں صرف سورتوں کے تقدم و تاخر کا اختلاف تھا۔

---

(۱) صحیح بخاری، کتاب مناقب الانصار، باب هجرة النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابه، ح: ۳۹۰۵۔

(۲) صحیح بخاری، کتاب مناقب الانصار، باب هجرة النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابه، ح: ۳۹۰۵۔

(۳) صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورة اقتربت الساعة، حدیث: ۴۸۷۶، ۴۹۹۳۔

(۴) صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب حدیث الافك، حدیث: ۴۱۴۱۔

صحیح مسلم، کتاب التوبة، باب فی حدیث الافك، حدیث: ۲۷۷۰۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

ابو یونس سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ایک غلام تھے، [1] کتابت فن سے واقف تھے، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کے ہاتھ سے اپنے لیے قرآن لکھوایا تھا۔ [2] اختلاف قراءت کا اثر عجم کے میل جول سے عراق میں سب سے زیادہ تھا۔ عراق کے ایک صاحب ان سے ملنے آئے تو درخواست کی کہ ''ام المومنین! مجھے اپنا قرآن دکھایئے۔'' [3] وجہ دریافت کی تو کہا: ''ہمارے ہاں قرآن اب تک بے ترتیب پڑھتے ہیں، چاہتا ہوں کہ اپنے قرآن کی ترتیب آپ ہی کے قرآن کے مطابق کر دوں۔'' فرمایا: ''سورتوں کے آگے پیچھے ہونے میں کوئی نقصان نہیں۔'' پھر اپنا قرآن نکال کر ہر سورہ کی سر آیات پڑھ کر لکھوا دیں۔ [4]

عادت یہ تھی کہ جس آیت کریمہ کا مطلب سمجھ میں نہ آتا، خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کر لیتیں۔ چنانچہ صحیح حدیثوں میں متعدد آیتوں کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کا سوال [5] مذکور ہے۔

امہات المومنین رضی اللہ عنہن کو اللہ کی طرف سے حکم تھا:

﴿وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلَىٰ فِي بُيُوتِكُنَّ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ وَالْحِكْمَةِ﴾ (الاحزاب: ۳۳/ ۳۴)

''تمھارے گھروں میں اللہ کی جو آیتیں اور حکمت کی جو باتیں پڑھ کر سنائی جا رہی ہیں، ان کو یاد کیا کرو۔''

اس حکم کی تعمیل بھی ضروری تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تہجد کی نماز میں قرآن مجید کی بڑی بڑی سورتیں نہایت غور و فکر اور خشوع و خضوع سے تلاوت فرماتے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ان نمازوں میں آپ کے پیچھے ہوتیں۔ [6] قرآن کا نزول سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے سوا کسی اور بیوی کے بستر پر نہیں ہوا۔ [7] قرآن اترتا تو پہلی آواز انھی کے کانوں میں پڑتی۔ فرماتی ہیں کہ سورۂ بقرہ اور سورۂ نساء جب اتریں تو

---

[1] صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب الدلیل لمن قال الصلاۃ الوسطی......، حدیث: ۶۲۹ سنن ترمذی (۲۹۸۲)

[2] صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب الدلیل لمن قال الصلاۃ الوسطی......، ح: ۶۲۹۔ سنن ترمذی (۲۹۸۲)

[3] صحیح بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب تالیف القرآن، حدیث: ۴۹۹۳۔

[4] صحیح بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب تالیف القرآن، حدیث: ۴۹۹۳۔

[5] دیکھو باب تعلیم و تربیت۔

[6] مسند احمد (۶/ ۹۲) سند میں ابن لہیعہ راوی ضعیف ہے۔

[7] صحیح بخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم، باب فضل عائشۃ رضی اللہ عنہا، ح: ۳۷۷۵۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

میں آپ کے پاس تھی۔ [۱] غرض یہ اسباب و مواقع ایسے تھے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو قرآن مجید کی ایک ایک آیت کی طرز قراءت، محمل معنوی، موقع استدلال اور طریقہ استنباط پر عبور کامل حاصل ہو گیا تھا۔ وہ ہر مسئلہ کے جواب کے لیے پہلے عموماً قرآن پاک کی طرف رجوع کرتی تھیں۔ عقائد و فقہ و احکام کے علاوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق و سوانح کو بھی، جو ان کے سامنے کی چیزیں تھیں اور جن کا تعلق تاریخ و خبر سے ہے، وہ قرآن پاک ہی کے حوالے کرتی تھیں۔ ایک دفعہ چند صاحب زیارت کو آئے، عرض کی کہ ''ام المومنین! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ اخلاق بیان فرمائیں؟'' بولیں: ''کیا تم قرآن نہیں پڑھتے؟ آپ کا اخلاق سرتا پا قرآن تھا۔'' پھر دریافت کیا کہ آپ کی عبادت شبانہ کا کیا طریقہ تھا؟ فرمایا: ''کیا سورۂ مزمل میں نہیں پڑھا؟'' [۲]

عقائد اور فقہ و احکام کے استنباط و استدلال میں وہ جس طرح قرآن مجید کی آیتوں سے استناد کرتی ہیں، وہ مختلف عنوانوں کے تحت میں آگے آتا ہے، جس سے ظاہر ہوگا کہ مغزِ سخن تک ان کی نگاہ کیونکر پہنچ جاتی تھی۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے قرآن مجید کی تفسیریں بطریق صحیح بہت کم مروی ہیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے جامع صحیح میں تفسیر کا بہت بڑا حصہ داخل کیا، لیکن زیادہ تر ان میں تابعین کی روایتوں سے لغات کا حل ہے، یا اپنی عادت کے مطابق مختلف واقعات کو کسی آیت کی ذرا سی مناسبت کی وجہ سے تفسیر میں نقل کرتے ہیں، ورنہ اصل تفسیر کا حصہ بہت کم ہے۔ ترمذی میں بھی حقیقی تفسیر کا حصہ کم ہے۔

امام مسلم رحمہ اللہ نے البتہ نہایت احتیاط سے خالص تفسیر کا حصہ صحیح کے آخر میں یکجا کر دیا ہے، لیکن وہ بہت مختصر ہے۔ تاہم جو کچھ ہے، وہ زیادہ تر سیدنا ابن عباس اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی مرویات ہیں۔ بہرحال سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی تفسیری روایتیں کم نہیں ہیں۔ لیکن ہم انھی آیتوں کی تفسیروں پر اکتفا کرتے ہیں، جن میں کوئی خاص نکتہ ہے۔

1 اعمال حج میں سے ایک کوہ صفا و مروہ کے درمیان دوڑنا بھی ہے۔ قرآن مجید میں اس کے متعلق حسب ذیل الفاظ ہیں:

﴿إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِن شَعَآئِرِ اللهِ ۖ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَن يَطَّوَّفَ بِهِمَا﴾ (البقرۃ: ۲/ ۱۵۸)

---

[۱] صحیح بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب تالیف القرآن، حدیث: ۴۹۹۳۔

[۲] صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب جامع صلاۃ اللیل، حدیث: ۷۴۶۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

''صفا اور مروہ کی پہاڑیاں شعائر الٰہی میں سے ہیں، پس جو خانہ کعبہ کا حج یا عمرہ کرے کچھ مضایقہ نہیں اگر ان کا بھی وہ طواف کرے۔''

عروہ رحمہ اللہ نے کہا: ''خالہ جان! اس کے تو یہ معنی ہیں کہ اگر کوئی طواف نہ کرے تو بھی کچھ حرج نہیں؟'' فرمایا: ''بھانجے! تم نے ٹھیک نہیں کہا۔ اگر آیت کا مطلب وہ ہوتا جو تم سمجھے ہو تو اللہ یوں فرماتا: لَا جُنَاحَ اَنْ لَّا يَطَّوَّفَ بِهِمَا ''اگر ان کا طواف نہ کرو تو کچھ حرج نہیں۔'' اصل میں یہ آیت انصار کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ اوس وخزرج اسلام سے پہلے منات کی جے پکارا کرتے تھے۔ منات مشلل میں نصب تھا، اس لیے صفا اور مروہ کا طواف برا جانتے تھے۔ اسلام لائے تو رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ ہم لوگ پہلے ایسا کرتے تھے، اب کیا حکم ہے؟ اس پر اللہ نے ارشاد فرمایا کہ صفا اور مروہ کا طواف کرو، اس میں کوئی مضائقہ کی بات نہیں۔ اس کے بعد انھوں نے کہا: ''رسول اللہ ﷺ نے صفا و مروہ کا طواف فرمایا ہے، اب کسی کو اس کے ترک کرنے کا حق نہیں۔''

سیدنا ابوبکر بن عبدالرحمٰن رحمہ اللہ ایک محدث تھے، ان کو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ تقریر معلوم ہوئی تو انھوں نے کہا: ''علم اس کو کہتے ہیں۔''[1] اور یہ واقعہ ہے کہ چند فقروں میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اصول تفسیر کی ایک بہت بڑی گرہ کھول دی۔ ہر تفسیر میں ہمیشہ اس اصول کو مدنظر رکھنا چاہیے کہ عرب کے محاورات کے مطابق الفاظ کے جو معنی متبادر ہوتے ہیں، انھی کو قرآن کا مقصود سمجھنا چاہیے۔ ورنہ جیسا کہ ام المومنین فرماتی ہیں، اللہ تعالیٰ اس کو دوسری عبارت میں اس طرح ادا فرما سکتا تھا کہ دوسرے غیر متبادر اور مخفی معنی متبادر اور واضح ہو جاتے۔

۲ قرآن مجید کی ایک آیت ہے جو سورۂ یوسف میں ہے:

﴿حَتّٰٓى اِذَا اسْتَيْئَسَ الرُّسُلُ وَ ظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا جَآءَهُمْ نَصْرُنَا﴾

(یوسف: ۱۲/ ۱۱۰)

''یہاں تک کہ جب پیغمبر ناامید ہوگئے اور ان کو خیال ہوا کہ وہ جھوٹ بولے گئے، تو ہماری مدد آ گئی۔''

سیدنا عروہ رحمہ اللہ نے پوچھا: كُذِبُوْا (جھوٹ بولے گئے، یعنی ان سے جھوٹا وعدہ کیا گیا) یا

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الحج، باب وجوب الصفا والمروۃ، حدیث: ۱۶۴۳۔
صحیح مسلم، کتاب الحج، باب بیان ان السعی بین الصفا والمروۃ.....، ح: ۱۲۷۷۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کُذِبُوْا (وہ جھٹلائے گئے)۔" فرمایا: "کُذِّبُوْا" (جھٹلائے گئے)۔سیدنا عروہ رحمہ اللہ نے کہا: "اس کا تو ان کو یقین تھا کہ وہ جھٹلائے گئے اور ان کی قوم نے ان کی نبوت کی تکذیب کی، یہ ظن اور خیال تو نہ تھا، اس لیے کُذِبُوْا (ان سے جھوٹا وعدہ کیا گیا) صحیح ہے۔"[1] بولیں: "معاذ اللہ! پیغمبرانِ الٰہی اللہ کی نسبت یہ گمان نہیں کر سکتے کہ اس نے ان سے امداد و نصرت کا جھوٹا وعدہ کیا۔" سیدنا عروہ رحمہ اللہ نے پوچھا: "پھر آیت کا مطلب کیا ہے؟" فرمایا: "یہ پیغمبروں کے پیروؤں سے متعلق ہے کہ جب انھوں نے ایمان قبول کیا اور نبوت کی تصدیق کی اور ان کی قوم نے ان کو ستایا اور مدد الٰہی میں ان کو تاخیر معلوم ہوئی، یہاں تک کہ پیغمبر اپنی قوم کے منکرین کے ایمان سے ناامید ہو گئے، خیال ہوا کہ شاید اس تاخیر کے سبب مومنین بھی ہماری تکذیب نہ کر دیں، کہ دفعتاً نصرت الٰہی جلوہ گر ہو جاتی ہے۔[2]

۳ جس آیت پاک میں چار بیویوں تک کی اجازت دی گئی ہے، اس کے الفاظ یہ ہیں:

﴿وَ اِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِی الْیَتٰمٰی فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰی وَ ثُلٰثَ وَ رُبٰعَ ۚ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً﴾ (النساء: ٤/ ٣)

"اگر تمھیں ڈر ہو کہ یتیموں کے بارے میں انصاف نہ کر سکو گے تو عورتوں میں سے دو دو، تین تین، چار چار سے نکاح کر لو۔ (اگر عدل نہ کر سکو تو ایک۔)"

بظاہر آیت کے پہلے اور پچھلے ٹکڑوں میں باہم ربط نہیں معلوم ہوتا۔ یتیموں کے حقوق میں عدم انصاف اور نکاح کی اجازت میں باہم کیا مناسبت ہے؟ ایک شاگرد نے ان کے سامنے اس اشکال کو پیش کیا۔ فرمایا: "آیت کا شان نزول یہ ہے کہ بعض لوگ یتیم لڑکیوں کے ولی بن جاتے ہیں، ان سے موروثی رشتہ داری ہوتی ہے، وہ اپنی ولایت کے زور سے چاہتے ہیں کہ اس سے نکاح کر کے اس کی جائداد پر قبضہ کر لیں، اور چونکہ اس کی طرف سے کوئی بولنے والا نہیں ہے، اس لیے مجبور پا کر اس کو ہر طرح دباتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان مردوں کو خطاب کرتا ہے کہ تم ان یتیم لڑکیوں کے معاملہ میں انصاف سے نہ پیش آ سکو تو ان کے علاوہ اور عورتوں سے دو تین چار نکاح کر لو، مگر ان یتیم لڑکیوں کو اپنے نکاح میں لے کر اپنے بس میں نہ لے آؤ۔[3]

---

[1] عام قراءت یہی ہے، اور سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کی بھی یہی روایت ہے۔

[2] صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ یوسف، حدیث: ۴۶۹۵۔

[3] صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب الاکفاء فی المال، حدیث: ۵۰۹۲۔۵۰۹۸۔
صحیح مسلم، کتاب التفسیر، باب فی تفسیر آیات متفرقۃ، حدیث: ۳۰۱۸۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۴ اسی سورہ میں ایک اور آیت ہے:

﴿وَيَسْتَفْتُونَكَ فِي النِّسَآءِ ۖ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيكُمْ فِيهِنَّ ۙ وَمَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ فِي يَتٰمَى النِّسَآءِ الّٰتِي لَا تُؤْتُونَهُنَّ مَا كُتِبَ لَهُنَّ وَ تَرْغَبُونَ اَنْ تَنْكِحُوهُنَّ﴾

(النساء:۴/ ۱۲۷)

''ان لڑکیوں کی نسبت لوگ تجھ سے پوچھتے ہیں۔ کہہ دے کہ اللہ ان کے حق میں فیصلہ کرتا ہے۔ اس کتاب (قرآن) میں جو کچھ تم لوگوں کو پڑھ کر سنایا گیا ہے، ان یتیم لڑکیوں کی نسبت جن کو تم ان کے مقررہ حقوق دیتے ہو اور نہ خود ان سے نکاح کرنا چاہتے ہو۔''

اسی پہلے سائل نے اس کے بعد اس آیت کا مطلب دریافت کیا۔ فرمایا کہ اس آیت میں یہ جو ارشاد ہوا ہے کہ قرآن میں پہلے جو کچھ ان کے بارے میں پڑھ کر سنایا گیا ہے، اس سے مقصد وہی پہلی آیت ہے۔ یہ حکم ان اولیا سے متعلق ہے جو یتیم لڑکیوں کو نہ خود اپنے نکاح میں لیتے ہیں کہ وہ حسن و جمال سے محروم ہیں اور نہ دوسروں سے ان کا نکاح کر دینا پسند کرتے ہیں، کہ جائداد کے ہاتھ سے نکل جانے کا خوف ہے۔ [1]

۵ اس آیت کے مطلب میں لوگوں کا اختلاف ہے:

﴿وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ ۚ وَ مَنْ كَانَ فَقِيرًا فَلْيَاْكُلْ بِالْمَعْرُوفِ﴾

(النساء:۴/ ۶)

''اور جو تونگر ہو اس کو اس سے بچنا چاہیے، اور جو تنگدست ہو وہ قاعدہ کے مطابق اس سے لے۔''

فرمایا: ''یہ آیت یتیموں کے اولیا کی شان میں ہے کہ یتیموں کے مال میں سے اگر محتاج ہوں تو لے کر کھا سکتے ہیں۔''

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ یہ اجازت حسب ذیل آیت سے منسوخ ہے: [2]

﴿اِنَّ الَّذِينَ يَاْكُلُونَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَاْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ نَارًا﴾

(النساء:۴/ ۱۰)

---

[1] صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب الاکفاء فی المال، حدیث: ۵۰۹۲۔۵۰۹۸۔
صحیح مسلم، کتاب التفسیر، باب فی تفسیر آیات متفرقة، حدیث: ۳۰۱۸۔

[2] سنن ابی داود، کتاب الوصایا، باب مخالطة الیتیم فی الطعام، حدیث: ۲۸۷۱ نحوہ۔
نووی شرح مسلم، کتاب التفسیر

www.KitaboSunnat.com
کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

''جو لوگ ظلم کر کے یتیموں کا مال کھاتے ہیں، وہ اپنے پیٹ میں آگ بھرتے ہیں۔''

لیکن اس آیت میں تو یہ سزا ان لوگوں کے لیے بیان کی گئی ہے جو ظلم کر کے یتیموں کا مال کھاتے ہیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جس آیت میں کھانے کی اجازت ہے، وہ ان لوگوں کے لیے ہے جو یتیموں کی جائداد کی دیکھ بھال کرتے ہیں اور ان کا کاروبار سنبھالتے ہیں۔ اگر یہ ولی کھاتا پیتا ہے تو اس کو اس کی خدمت کا کوئی معاوضہ نہ لینا چاہیے۔ اگر وہ مفلس و تنگدست ہے تو قاعدہ کے مطابق حسب حیثیت لے سکتا ہے۔ (۱) اس تفسیر کی بنا پر دونوں آیتوں میں کوئی تخالف نہیں ہے۔

۶ عورت کو اگر اپنے شوہر سے شکایت ہو تو اس موقع کی آیت ہے:

﴿وَ اِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْۢ بَعْلِهَا نُشُوْزًا اَوْ اِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يُّصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا ؕ وَالصُّلْحُ خَيْرٌ﴾ (النساء: ٤/ ١٢٨)

''اور اگر کسی عورت کو اپنے شوہر کی طرف سے ناراضا مندی اور اعراض کا خوف ہو، تو اس میں مضایقہ نہیں کہ دونوں آپس میں صلح کر لیں، اور صلح تو ہر حال میں بہتر ہے۔''

ناراضی دور کرنے کے لیے صلح کر لینا تو بالکل ایک کھلی ہوئی بات ہے، اس کے لیے اللہ تعالیٰ کو ایک خاص حکم کے نزول کی کیا حاجت تھی؟ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ یہ آیت اس عورت کی شان میں ہے جس کا شوہر اس کے پاس زیادہ آتا جاتا نہیں، یا بیوی سن سے اتر گئی ہے اور شوہر کی خدمت گزاری کے قابل نہیں رہی ہے، اس خاص حالت میں اگر بیوی طلاق لینا پسند نہ کرے اور بیوی رہ کر شوہر کو اپنے حق سے سبکدوش کر دے تو یہ باہمی مصالحت بری نہیں، بلکہ قطعی علیحدگی سے یہ صلح بہتر ہے۔

۷ قرآن مجید میں جہاں کہیں کسی ہیبت ناک منظر یا خوف کا ذکر ہے، مفسرین کا عام طرز یہ ہے کہ اس کو قیامت سے متعلق سمجھتے ہیں۔ لیکن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم چونکہ ہر آیت کے محمل کو جانتے تھے، اس لیے صحیح طریقہ سے اس کی تعیین کر سکتے تھے۔ ایک آیت میں ہے کہ جس دن آسمان دھواں لائے گا ﴿يَوْمَ تَاْتِي السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ﴾ (الدخان: ۴۴/ ۱۰) سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ ہجرت سے پہلے مکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بددعا سے جو قحط پڑا تھا، اس کے متعلق یہ آیت ہے۔ (۲)

---

(۱) صحيح بخاری، کتاب الوصايا، باب وما للوصی ان يعمل فی مال اليتيم، ح: ۲۷۶۵۔
صحيح مسلم، کتاب التفسير، باب فی تفسير آيات متفرقة، حديث: ۳۰۱۹۔

(۲) صحيح بخاری، کتاب التفسير، سورة حم الدخان، حديث: ۴۸۲۱۔
صحيح مسلم، کتاب صفات المنافقين، باب الدخان، حديث: ۲۷۹۸۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اسی طرح قرآن میں ایک موقع پر ہے:

﴿اِذْ جَآءُوْکُمْ مِّنْ فَوْقِکُمْ وَمِنْ اَسْفَلَ مِنْکُمْ وَاِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَ بَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ﴾ (الاحزاب: ۳۳/ ۱۰)

''جب وہ تمھارے سامنے سے آئے اور تمھارے پیچھے سے آئے اور جب نگاہیں ماند ہوگئیں اور کلیجے منہ کو آ گئے۔''

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ یہ غزوۂ خندق کا واقعہ ہے۔[1] یعنی یہ غزوۂ خندق کے موقع پر مسلمانوں کے اضطراب اور ابتلا و امتحان کی تصویر ہے۔

8 قرآن مجید میں نماز کے متعلق حکم ہے:

﴿حٰفِظُوْا عَلَی الصَّلَوٰتِ وَ الصَّلٰوۃِ الْوُسْطٰی﴾ (البقرہ: ۲/ ۲۳۸)

''نمازوں کی پابندی کرو، خصوصاً بیچ کی نماز کی۔''

''بیچ کی نماز'' سے کیا مراد ہے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم کا اس باب میں اختلاف ہے۔ مسند احمد میں سیدنا زید بن ثابت اور سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اس سے ظہر کی نماز مراد ہے۔[2] بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کہتے ہیں کہ اس سے صبح کی نماز مقصود ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ''بیچ کی نماز'' سے عصر کی نماز مقصود ہے۔ اپنی اس تفسیر کی صحت پر ان کو اس قدر اعتماد تھا کہ اپنے مصحف کے حاشیہ پر انھوں نے اس کو لکھوا دیا تھا۔[3] اس تفسیر کی صحت سیدنا علی، سیدنا عبداللہ بن مسعود، سیدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہم کی روایتوں سے بھی ثابت ہوتی ہے۔[4] ''بیچ کی نماز'' سے دن کی نمازوں کا بیچ مقصود ہے، اور وہ عصر ہے، کیونکہ ظہر اور مغرب کے بیچ میں ہے۔

9 سورۂ بقرہ کے آخر میں ہے:

﴿وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِیْٓ اَنْفُسِکُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ یُحَاسِبْکُمْ بِهِ اللّٰهُ ؕ فَیَغْفِرُ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیُعَذِّبُ مَنْ یَّشَآءُ﴾ (البقرہ: ۲/ ۲۸۴)

''جو تمھارے دل میں ہے، اس کو ظاہر کرو یا چھپاؤ، اللہ اس کا حساب لے گا۔ پھر جس کو

---

[1] صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ الخندق، حدیث: ۴۱۰۳۔
صحیح مسلم، کتاب التفسیر، باب فی تفسیر آیات متفرقۃ، حدیث: ۳۰۲۰۔

[2] مسند احمد (۵/ ۲۰۶) واسنادہ ضعیف۔ سند منقطع ہے۔

[3] صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب الدلیل لمن قال الصلاۃ الوسطی، حدیث: ۶۲۹۔

[4] سنن ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورۃ البقرۃ، حدیث: ۲۹۸۳، ۲۹۸۴۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

چاہے گا بخش دے گا اور جس کو چاہے گا سزا دے گا۔''

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ دل تک میں جو خیالات اور اندیشے آتے ہیں، اللہ ان کا بھی حساب لے گا۔ پھر اگر چاہے گا تو بخش دے گا، اور اگر چاہے گا تو ان پر سزا دے گا۔ لیکن دل میں بے ارادہ جو وسوسے اور خیالات آتے ہیں، اگر اللہ ان پر بھی دار و گیر کرے تو انسان کے لیے جینا مشکل ہو جائے۔ سیدنا علی اور سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ آیت اپنے بعد کی اس آیت سے منسوخ ہے: ①

﴿لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ۭ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ﴾

(البقرہ: ۲/ ۲۸۶)

''اللہ کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ کی تکلیف نہیں دیتا۔ وہ جو کچھ کرے گا، اس کا نفع یا نقصان اس کو ملے گا۔''

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی بھی یہی رائے ہے۔ ②

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے کسی نے اس اوپر کی آیت کا مطلب پوچھا تو اسی کے ساتھ اس کی ہم معنی ایک آیت اور پیش کی:

﴿مَنْ يَّعْمَلْ سُوْۗءًا يُّجْزَ بِهٖ﴾ (النساء: ٤/ ١٢٣)

''جو کوئی برائی کرے گا، اس کو اس کا بدلہ دیا جائے گا۔''

سائل کا مطلب یہ تھا کہ اگر یہ سچ ہے، تو مغفرت اور رحمت الٰہی کی شان کہاں ہے اور نجات کی کیونکر امید ہے؟ فرمایا: ''میں نے جب سے رسول اللہ ﷺ سے اس آیت کی تفسیر پوچھی ہے، تم ہی پہلے شخص ہو جس نے اس کو مجھ سے دریافت کیا۔ اللہ کا فرمان سچ ہے لیکن پروردگار اپنے بندے کے چھوٹے چھوٹے گناہ، ذرا ذرا سی مصیبت اور ابتلا کے معاوضہ میں بخش دیتا ہے۔ مومن جب بیمار ہوتا ہے، اس پر کوئی مصیبت آتی ہے۔ یہاں تک کہ جیب میں کوئی چیز رکھ کر بھول جاتا ہے اور اس کی تلاش میں اس کو پریشانی لاحق ہوتی ہے، (یعنی ان ابتلاآت میں اس کی مغفرت و رحمت کا دروازہ کھل جاتا ہے)، پھر یہ حال ہوتا ہے کہ جس طرح سونا آگ سے خالص ہو کر نکلتا ہے، اسی طرح مومن دنیا

① سنن ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورۃ البقرۃ، حدیث: ۲۹۹۰، ۲۹۹۱۔

② صحیح بخاری، کتاب التفسیر سورۃ البقرۃ، باب (وان تبدوا ما فی انفسکم) حدیث: ۴۵۴۵، ۴۵۴۶۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سے پاک وصاف ہوکر نکلتا ہے۔ [1]

ان آیات کی تفسیروں کے علاوہ اور آیات کی تفسیریں بھی ان سے مروی ہیں، لیکن ہم صرف اس لیے ان کو قلم انداز کرتے ہیں کہ وہ عام طور سے معلوم اور مفسرین میں معروف ہیں، اور ان کو اپنے دوسرے معاصروں سے ان کی تفسیر میں کوئی اختلاف نہیں۔ قرآن مجید کے متعلق سیدہ عائشہ ؓ کی معلومات کی وسعت کا اندازہ حدیث وفقہ اور کلام کے عنوانوں سے بھی ہوگا۔

قرآن مجید کی موجودہ متواتر، حرف وکلمات وآیات کے علاوہ کوئی دوسرا زائد حرف یا کلمہ یا آیت بطریق غیر متواتر کسی صحابی سے مروی ہو تو اس کو ''قراءتِ شاذہ'' کہتے ہیں۔ اس قسم کی دو ایک قراءتیں سیدہ عائشہ ؓ سے بھی مروی ہیں۔ ایک تو اس آیت میں:

حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَ الصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى (والصلوة العصر)

''نمازوں کی پابندی کرو، خصوصاً بیچ کی نماز کی (اور عصر کی نماز)۔''

ابو یونس سیدہ عائشہ ؓ کے غلام کہتے ہیں کہ مجھ کو انھوں نے ایک قرآن لکھنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ جب اس آیت پر پہنچو تو مجھے اطلاع دینا۔ جب میں اس آیت پر پہنچا تو انھوں نے آیت بالا کو اس طرح لکھوایا اور کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے اسی طرح سنا ہے۔ [2] اصل قرآن میں وَصَلٰوةِ الْعَصْرِ کا لفظ نہیں ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اس سے ''وَصَلٰوةِ الْعَصْرِ'' کی زیادتی قرآن میں مقصود نہ تھی، بلکہ الصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى کی تفسیر مقصود تھی۔ اس میں راوی کی غلط فہمی کو دخل ہے۔

رضاعت کے متعلق ان سے مروی ہے کہ پہلے یہ آیت اتری تھی کہ دس گھونٹ پینے سے رضاعت ثابت ہوتی ہے، پھر پانچ گھونٹ کا حکم ہوا، اور رسول اللہ ﷺ کی وفات تک یہ آیت قرآن میں موجود تھی۔ [3] لیکن قرآن مجید میں بالاتفاق اس قسم کی کوئی آیت نہ تھی۔ سیدہ عائشہ ؓ کی

---

[1] مسند احمد (٦/ ٢١٨)
سنن ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورة البقرة، حدیث: ٢٩٩١۔ واسناده ضعیف۔ سند میں علی بن زید بن جدعان راوی ضعیف ہے۔

[2] صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب الدلیل لمن قال الصلاة الوسطی، حدیث: ٦٢٩۔
سنن ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورة البقرة، حدیث: ٢٩٨٢۔

[3] صحیح مسلم، کتاب الرضاع، باب التحریم بخمس رضعات، حدیث: ١٤٥٢۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

طرف اس حدیث کی نسبت اگر صحیح ہے تو شاید ان کو وہم ہوا ہوگا، اور یا انھوں نے یہ کہا ہو کہ پہلے ایسا حکم تھا۔ یہ اضافہ کہ ''قرآن میں یہ حکم تھا'' راوی کی غلط فہمی ہوگی۔ ①

---

① بعض راویوں نے (جیسا کہ دارقطنی اور ابن ماجہ، کتاب النکاح، باب الرضاعہ میں ہے) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ رضاعت کی یہ حدیث کاغذ پر لکھی ہوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض الموت میں سرھانے پڑی تھی۔ ہم لوگ آپ کی تیمارداری میں مصروف تھے، اتفاق سے بکری آئی اور کاغذ چبا گئی۔ یہ تمام تر باطل اور جھوٹ ہے، مرض الموت میں باتفاق علما، کوئی آیت نازل نہیں ہوئی۔ اور اگر مرض الموت سے پہلے یہ آیت نازل ہوئی ہوتی تو وہ کاتبین وحی کے پاس ہوتی اور تمام مسلمانوں کو یاد ہوتی، نہ کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بستر کے سرھانے پڑی ہوتی۔ اس کے راوی محمد بن اسحاق ہیں، جو احادیث اور احکام میں معتبر نہیں۔ صحیح مسلم و موطا وغیرہ زیادہ معتبر کتابوں میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ خمس رضعات والی حدیث موجود ہے، لیکن بکری کے کاغذ چبانے والا ٹکڑا اس میں نہیں ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کسی شریر راوی کا اضافہ ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

حدیث

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن

علم الحدیث کا موضوع درحقیقت ذات نبوی ہے۔ اس لیے اس فن کی واقفیت کے ذریعے سب سے زیادہ اس کو حاصل تھے جس کو سب سے زیادہ آپ کا تقرب حاصل تھا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو قدرتاً اس قسم کے مواقع زیادہ مل سکتے تھے۔ ہجرت سے تین برس پہلے ان کا نکاح ہوا تھا، اس اثنا میں روزانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے گھر تشریف لاتے تھے۔ [1] ہجرت کے بعد چھ مہینے تک البتہ وہ دیدار نبوت سے محروم رہیں۔ شوال میں رخصت ہو کر وہ کاشانہ نبوی میں آئیں۔ اس وقت سے تادم مرگ اس ذات اقدس سے الگ نہ ہوئیں۔ اسلام کی ابتدائی زندگی گو ان کے بچپن کا عہد تھا، لیکن ان کی فطری ذہانت اور قوت حفظ اس کی پوری تلافی کرتی ہے۔ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رہنے میں ان سے چند مہینے زیادہ ہیں، لیکن ایک تو فہم اور ادراک اور سمجھ اور استعداد کا اختلاف، دوسرے یہ کہ سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا ضعیف العمر تھیں [2] ان کے قویٰ میں انحطاط آچکا تھا، اور آپ کی وفات سے چند سال پہلے وہ خدمت گزاری سے بھی معذور ہو چکی تھیں۔ [3] اس کے برخلاف، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نوجوان تھیں اور نوجوانی کے سبب بھی ان کی عقلی اور دماغی قوتوں میں روز افزوں ترقی تھی اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اخیر عمر تک ہمیشہ خدمت گزار اور شرف صحبت سے ممتاز رہیں، اس لیے ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال اور احکام سے زیادہ واقفیت تھی۔

سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ دوسری ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بہت بعد حبالۂ نکاح میں آئیں۔ اس پر بھی ان کو آٹھ روز میں ایک دن خدمت گزاری کا موقع ملتا تھا، اور چونکہ سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا نے بھی اپنی باری سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو دے دی تھی، اس لیے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو آٹھ روز میں دو دن یہ شرف حاصل ہوتا تھا۔ [4] ان کا حجرہ مسجد نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے، جو معلم نبوت کا درسگاہ عام تھا، بالکل متصل تھا۔ اس بنا پر ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں سے کوئی بھی احادیث کی واقفیت اور اطلاع میں ان کا حریف نہیں۔

ان کی روایت کی ہوئی حدیثوں کی تعداد اس قدر زیادہ ہے کہ نہ صرف ازواج مطہرات، نہ

---

[1] صحیح بخاری، کتاب مناقب الانصار، باب ھجرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ، ح: ۳۹۰۵۔
[2] صحیح مسلم، کتاب الرضاع، باب جواز ھبتھا نوبتھا لضرتھا، حدیث: ۱۴۶۳۔
[3] صحیح مسلم، کتاب الرضاع، باب جواز ھبتھا نوبتھا لضرتھا، حدیث: ۱۴۶۳۔
[4] صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب المرأۃ تھب یومھا من زوجھا لضرتھا، ح: ۵۲۱۲۔
صحیح مسلم، کتاب الرضاع، باب جواز ھبتھا نوبتھا لضرتھا، حدیث: ۱۴۶۳۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

صرف عام عورتوں، بلکہ مردوں میں بھی چار پانچ کے سوا کوئی ان کی برابری کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔ اکابر صحابہ، مثلاً سیدنا ابوبکر، سیدنا عمر، سیدنا عثمان اور سیدنا علی رضی اللہ عنہم کا پایہ شرفِ صحبت، اختصاصِ کلام اور قوتِ فہم وذکا میں اگرچہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے بہت بلند تھا، لیکن ایک تو قدرتاً بیوی کو مہینوں میں جو کچھ معلوم ہوسکتا ہے، احباب خاص کو بھی برسوں میں اس کی واقفیت ہوسکتی ہے، دوسرے ان بزرگوں کو سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ہی خلافت کے عظیم الشان فرائض اور مہمات میں مصروف رہنا پڑا، اس لیے ان کو احادیث کی روایت کی فرصت بہت کم ہاتھ آسکی تھی۔ اس پر بھی جو کچھ حدیثیں ان سے آج تک محفوظ ہیں، وہ خلافت کے تعلق سے ان کے فیصلے اور احکام ہیں جن پر ہماری فقہ کی اصل بنیاد ہے۔ اس بنا پر اصل روایت حدیث کا فرض دوسرے فارغ البال لوگوں نے انجام دیا۔

ان بزرگوں کی روایات کی کثرت اور قلت کا ایک اور راز بھی ہے۔ اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم کا زمانہ خود صحابہ کا عہد تھا، جن کو دوسروں سے سوال و پرسش کی حاجت ہی نہ تھی۔ تابعین جو اس گوہر نایاب کے جویاں ہوسکتے تھے، وہ عموماً پچیس تیس برس کے بعد پیدا ہوئے۔ لوگ اپنے پیغمبر کے حالات جاننے کے لیے بے قرار تھے۔ بڑے بڑے صحابہ رضی اللہ عنہم اپنی زندگی کی منزلیں طے کر چکے تھے اور دنیا ان کے وجود سے محروم ہوچکی تھی۔ کم عمر اصحاب اب عالم شباب میں تھے، اور جب تک ہجرت کی پہلی صدی منقرض نہ ہوئی ان کا آخری سلسلہ منقطع نہ ہوا۔ اس بنا پر کثیر الروایت صحابہ جن کی روایات سے کتب حدیث کے اوراق مالا مال ہیں، وہ یہی کم سن بزرگوار ہیں۔ [1]

کثیر الروایت صحابہ، جن کی روایتوں کی تعداد ہزاروں تک پہنچی ہے، سات اشخاص ہیں: [2]

نام	سنہ وفات	تعداد مرویات
۱ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ	۵۷ھ، ۵۸ھ، ۵۹ھ	۵۳۷۴
۲ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما	۶۸ھ	۲۶۶۰
۳ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما	۷۳ھ	۲۶۳۰
۴ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ	۷۴ھ	۲۵۴۰
۵ سیدنا انس رضی اللہ عنہ	۹۱ھ	۲۲۸۶
۶ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ	۷۴ھ	۲۲۷۰
۷ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا	۵۷۔۵۸ھ	۲۲۱۰

[1] ابن سعد جزء ثانی

[2] یہ فہرست سخاوی رحمہ اللہ کی فتح المغیث شرح الفیۃ الحدیث سے ماخوذ ہے، ص ۳۷۱، لکھنؤ۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

مکثرین روایت میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا درجہ

کثرت روایت میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا چھٹا نمبر ہے۔ جن لوگوں کا نام ان سے اوپر ہے ان میں سے اکثر امہات المومنین کے بعد بھی زندہ رہے ہیں اور ان کی روایت کا سلسلہ چند سال اور جاری رہا ہے۔ اس کے بعد سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی نسبت اگر یہ بھی لحاظ رہے کہ وہ ایک پردہ نشین خاتون تھیں اور اپنے مرد معاصرین کی طرح نہ وہ ہر مجلس میں حاضر رہ سکتی تھیں اور نہ مسلمان طالبین علم ان تک ہر وقت پہنچ سکتے تھے، اور نہ ان بزرگوں کی طرح ممالک اسلامیہ کے بڑے بڑے شہروں میں ان کا گزر ہوا، تو ان کی حیثیت ان سبع سیاروں میں سب سے زیادہ روشن نظر آئے گی۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایتوں کی تعداد

فہرست بالا سے معلوم ہو چکا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی کل روایتوں کی تعداد دو ہزار دو سو دس ہے۔ جن میں سے صحیحین میں دو سو چھیاسی حدیثیں ان کی روایت سے داخل ہیں۔ ان میں سے ایک سو چوہتر حدیثیں دونوں میں مشترک ہیں۔ چون حدیثیں ایسی ہیں جو صرف بخاری میں ہیں اور اٹھاون صرف مسلم میں۔ اس حساب سے بخاری میں ان کی دو سو اٹھائیس اور مسلم میں دو سو بتیس حدیثیں اور بقیہ حدیثیں حدیث کی دوسری اور کتابوں میں مذکور ہیں۔ امام احمد رحمہ اللہ کی مسند کی چھٹی جلد میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیثیں ہیں، جو مصر کے مطبوعہ باریک ٹائپ کے ۲۵۳ صفحوں پر پھیلی ہوئی ہیں۔ ① اگر ان کو الگ جمع کیا جائے تو حدیث کی ایک مستقل اور ضخیم کتاب تیار ہو جائے۔

مکثرین میں روایت کے ساتھ درایت

لیکن محض روایت کی کثرت ان کی فضیلت اور مزیت کا باعث نہیں ہے، اصل چیز دقت رسی اور نکتہ فہمی ہے۔ قلیل الروایت بزرگوں میں بڑے بڑے فقہائے صحابہ داخل ہیں، لیکن عموماً وہ اشخاص جو ہر شخص سے ہر قسم کی باتیں روایت کر دیا کرتے ہیں، فہم و درایت سے عاری ہوتے ہیں۔ مکثرین روایت میں جن سات بزرگوں کے نام داخل ہیں، ان میں سے پانچ اصحاب، اصولیین کے نزدیک صرف روایت کش سمجھے جاتے ہیں، ان کا شمار فقہائے صحابہ میں نہیں ہے۔ چنانچہ روایت کا جو ذخیرہ اس وقت ہمارے پاس موجود ہے، اس میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، سیدنا عبداللہ بن عمر، سیدنا انس بن مالک، سیدنا جابر، سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہم سے کوئی فقہی اجتہاد اور قرآن و سنت نے کسی غیر منصوص

---

① اور شیخ شعیب ارناؤوط کی تحقیق سے چھپنے والی مسند احمد میں ان کی احادیث کی تعداد تقریباً ۲۴۰۰ ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مسئلہ کا استنباط ثابت نہیں۔ اس مخصوص فضیلت میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ صرف سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما شریک ہیں جو روایت کی کثرت کے ساتھ تفقہ، اجتہاد، فکر اور قوت استنباط میں بھی ممتاز تھے۔

روایات کی کثرت کے ساتھ تفقہ اور قوت استنباط کے علاوہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایتوں کی ایک خاص خصوصیت یہ بھی ہے کہ وہ جن احکام اور واقعات کو نقل کرتی ہیں، ان کے علل واسباب بھی بیان کرتی ہیں، وہ خاص حکم جن مصلحتوں پر مبنی ہوتا ہے، ان کی تشریح کرتی ہیں۔ صحیح بخاری میں سیدنا عبداللہ بن عمر، سیدنا ابوسعید خدری اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہم تینوں سے پہلو بہ پہلو روایتیں ہیں کہ جمعہ کے دن غسل کرنا چاہیے۔ اب تینوں بزرگوں کی روایتوں کے الفاظ کو پڑھو۔

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں:

((سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ مَنْ جَاءَ مِنْكُمُ الْجُمُعَةَ فَلْيَغْتَسِلْ)) [1]

''میں نے رسول اللہ ﷺ کو کہتے سنا کہ جو جمعہ میں آئے، وہ غسل کرلے۔''

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ غُسْلُ يَوْمِ الْجُمُعَةِ وَاجِبٌ عَلٰى كُلِّ مُحْتَلِمٍ)) [2]

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جمعہ کا غسل ہر بالغ پر فرض ہے۔''

اسی مسئلہ کو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ان الفاظ میں بیان فرماتی ہیں:

((كَانَ النَّاسُ يَنْتَابُوْنَ مِنْ مَّنَازِلِهِمْ وَالْعَوَالِىْ فَيَأْتُوْنَ فِى الْغُبَارِ تُصِيْبُهُمُ الْغُبَارُ وَالْعَرَقُ فَيَخْرُجُ مِنْهُمُ الْعَرَقُ فَاَتٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اِنْسَانٌ مِّنْهُمْ وَهُوَ عِنْدِىْ فَقَالَ النَّبِىُّ ﷺ لَوْ اَنَّكُمْ تَطَهَّرْتُمْ لِيَوْمِكُمْ هٰذَا)) [3]

''لوگ اپنے اپنے گھروں سے اور مدینہ کے باہر کی آبادیوں سے آتے تھے اور گرد وغبار

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الجمعة، باب هل علی من لم يشهد الجمعة غسل، ح: ۸۹۴۔
صحیح مسلم، کتاب الجمعة، باب (۱)، حدیث: ۲/ ۸۴۴۔

[2] صحیح بخاری (۸۹۵) ...... صحیح مسلم (۸۴۶)

[3] صحیح بخاری، کتاب الجمعة، باب من این تؤتی، ح: ۹۰۲۔ ...... صحیح مسلم (۸۴۷)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اور پسینا میں شرابور ہوتے تھے۔ ایک دفعہ ایک صاحب ان میں سے آپ کے پاس آئے اور آپ میرے پاس بیٹھے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''بہتر ہوتا اگر تم اس دن غسل کر لیا کرتے۔''

ان کی دوسری روایت ہے:

((قَالَتْ عَائِشَةُ كَانَ النَّاسُ مَهَنَةَ اَنْفُسِهِمْ كَانُوْا اِذَا رَاحُوْا اِلَى الْجُمُعَةِ رَاحُوْا فِيْ هَيْئَتِهِمْ فَقِيْلَ لَهُمْ لَوِ اغْتَسَلْتُمْ)) [1]

''لوگ اپنے کام اپنے ہاتھ سے کیا کرتے تھے (یعنی کھیتی وغیرہ)۔ جب وہ جمعہ میں جاتے تھے تو اسی ہیئت کذائی میں چلے جاتے۔ اس لیے ان سے کہا گیا کہ تم غسل کر لیتے۔''

ایک سال آپ نے حکم دیا تھا کہ قربانی کا گوشت تین دن کے اندر اندر کھا لیا جائے۔ سیدنا عبداللہ بن عمر اور سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہما وغیرہ نے اس حکم کو دائمی سمجھا۔ [2] چنانچہ بعضوں نے اسی قسم کی ہدایتیں کیں۔ لیکن سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کو حکم استحبابی سمجھا۔ چنانچہ اس حکم کی روایت انھوں نے ان الفاظ میں کی:

((اَلضَّحِيَّةُ كُنَّا نُمَلِّحُ مِنْهَا فَنَقْدَمُ بِهِ اِلَى النَّبِيِّ ﷺ بِالْمَدِيْنَةِ فَقَالَ لَا تَاْكُلُوْا اِلَّا ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ وَلَيْسَتْ بِعَزِيْمَةٍ وَلٰكِنْ اَرَادَ اَنْ نُّطْعِمَ مِنْهُ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ)) [3]

''قربانی کے گوشت کو نمک ڈال کر ہم رکھ چھوڑتے، مدینہ میں اس کو آپ کے سامنے پیش کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تین دن کے بعد نہ کھایا کریں۔'' یہ حکم قطعی نہ تھا

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الجمعة، باب وقت الجمعة اذا زالت الشمس، حدیث: ۹۰۳۔ ابو داؤد، کتاب الطھارة، باب الرخصة فی ترك الغسل یوم الجمعة، رقم: ۳۵۲۔

[2] صحیح بخاری، کتاب الاضاحی، باب ما یؤکل من لحوم الاضاحی، ح: ۵۵۶۸، ۵۵۷۴۔ صحیح مسلم، کتاب الاضاحی، باب بیان ما كان من النھی عن اكل لحوم الاضاحی...... ، حدیث: ۱۹۷۰، ۱۹۷۳۔

[3] صحیح بخاری، کتاب الاضاحی، باب ما یؤکل من لحوم الاضاحی، حدیث: ۵۵۷۰۔ صحیح مسلم، کتاب الاضاحی، باب بیان ما كان من النھی عن اكل لحوم الاضاحی، حدیث: ۱۹۷۱۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بلکہ آپ یہ چاہتے تھے کہ لوگ دوسروں کو کچھ اس میں سے کھلا دیا کریں۔"

پھر دوسری روایت میں اس کی اصل وجہ بتادی۔ ایک شخص نے پوچھا: "ام المومنین! کیا قربانی کا گوشت کھانا منع ہے؟" فرمایا:

((لَا وَلٰكِنْ قَلَّ مَنْ كَانَ يُضَحِّي مِنَ النَّاسِ فَاَحَبَّ اَنْ يُّطْعِمَ مَنْ لَّمْ يَكُنْ يُضَحِّي)) ①

"نہیں، لیکن ان دنوں قربانی کرنے والے کم تھے، اس لیے آپ نے چاہا کہ جو قربانی نہیں کر سکتے ان کو کھلائیں۔"

ابوداود کے سوا صحاح کی تمام کتابوں میں سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ کو دست کا گوشت بہت پسند تھا۔ ② لیکن سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ دست کا گوشت آپ کو پسند نہ تھا، بلکہ چونکہ گوشت کم میسر آتا تھا اور دست کا گوشت جلد پک جاتا تھا، اس لیے آپ اسی کو کھاتے تھے۔ ③

احادیث میں مذکور ہے کہ آپ ہر سال ایک آدمی خیبر بھیجتے تھے، وہ پیداوار کو جا کر دیکھتا اور تخمینہ لگاتا تھا۔ ④ دوسرے راوی اس واقعہ کو صرف اسی قدر بیان کر کے رہ جاتے ہیں، لیکن سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا جب اس روایت کو بیان کرتی ہیں تو فرماتی ہیں:

((وَاِنَّمَا كَانَ اَمْرُ النَّبِيِّ ﷺ بِالْخَرْصِ لِكَيْ يُحْصَى الزَّكٰوةُ قَبْلَ اَنْ تُؤْكَلَ الثَّمَرَةُ وَتُفَرَّقَ)) ⑤

"آپ ﷺ نے تخمینہ لگانے کا اس لیے حکم دیا کہ پھل کھانے اور اس کی تقسیم سے پہلے

---

① سنن ترمذی، کتاب الاضاحی، باب ما جاء فی الرخصة فی اکلها بعد ثلاث، ح: ۱۵۱۱۔

② صحیح بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب قول الله تعالیٰ: (ولقد ارسلنا نوحا الی قومه)، حدیث: ۳۳۴۰ مطولاً۔
صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب ادنی اهل الجنة منزلة فیها، حدیث: ۱۹۴۔ مطولاً۔
سنن ترمذی (۱۸۳۷) ...... سنن کبریٰ نسائی (التفسیر: ۳۰۶) ...... سنن ابن ماجه (۳۳۰۷)

③ سنن ترمذی، کتاب الاطعمة، باب ما جاء فی ای اللحم کان احب الی رسول الله ﷺ
حدیث: ۱۸۳۸۔ شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس روایت کو منکر (ضعیف) قرار دیا ہے۔ نیز دیکھیے مختصر شمائل ترمذی (۱۴۴)

④ سنن ابی داود، کتاب البیوع، باب فی المساقاة، حدیث: ۳۴۱۰، ۳۴۱۴۔
سنن ابن ماجه، کتاب الزکاة، باب خرص النخل والعنب، حدیث: ۱۸۲۰۔

⑤ سنن ابی داود، کتاب البیوع، باب فی الخرص، حدیث: ۳۴۱۳۔
مسند احمد (۶/ ۱۶۳) واسناده ضعیف۔ سند میں راوی مجہول ومبہم ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

زکوٰۃ کا اندازہ کرلیا جائے۔''

بار بار پوچھنا

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایتوں میں غلطی کم ہونے کا ایک خاص سبب یہ بھی ہے کہ عام لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک دفعہ کوئی بات سن لیتے یا کوئی واقعہ دیکھ لیتے تھے، اس کی پھر اسی طرح روایت کر دیتے تھے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا اصول یہ تھا کہ جب تک وہ واقعہ کو اچھی طرح سمجھ نہیں لیں، (اس کی روایت نہیں کرتی تھیں۔ اگر آپ کی کوئی بات ان کی سمجھ میں نہ آتی تو آپ سے اس کو بار بار پوچھ کر تسکین کر لیتی تھیں۔ ① یہ موقع دوسروں کو کم مل سکتا تھا۔ ایسی بہت سی روایتیں ہیں جن میں ان کے اور دوسرے صحابہ کی روایتوں میں مصالح واسباب کی بنا پر روایت کا فرق نظر آتا ہے۔ چنانچہ ان کی تفصیل آئندہ علم اسرار الدین میں آئے گی۔

وہ جس روایت کو آپ سے بلا واسطہ نہیں سنتی تھیں بلکہ دوسروں سے حاصل کرتی تھیں، ان میں سخت احتیاط کرتی تھیں اور اچھی طرح جانچ لیتی تھیں، تب اس پر اعتماد کرتی تھیں۔ ایک دفعہ سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما نے ایک حدیث بیان کی، ایک سال کے بعد جب وہ پھر آئے تو ایک آدمی کو بھیجا کہ ان سے جا کر پھر وہی حدیث پوچھے۔ انھوں نے بے کم وکاست وہی حدیث بیان کی۔ اس نے لوٹ کر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے دہرائی، سن کر بہت تعجب سے فرمایا کہ ''اللہ کی قسم! ابن عمرو کو بات یاد رہی۔'' ②

روایت میں احتیاط

اسی اصول کی بنا پر وہ کوئی روایت اگر کسی دوسرے سے لیتی تھیں اور کوئی شخص اس روایت کو ان سے دریافت کرنے آتا، تو بجائے اپنے، وہ خود اصل راوی کے پاس سائل کو بھیجتی تھیں۔ اس سے مقصود یہ بھی تھا کہ بیچ کے واسطے جس قدر کم ہو سکیں اور سند عالی ہو سکے بہتر ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عصر کے بعد گھر آ کر سنت ادا فرماتے تھے، حالانکہ حکم قطعی تھا کہ نماز عصر کے بعد کوئی نماز نہیں کچھ لوگوں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آدمی بھیجا کہ آپ کی روایت سے یہ حدیث بیان کی جاتی ہے،

① صحیح بخاری، کتاب العلم، باب من سمع شیئا فراجع حتی یعرفه، حدیث: ۱۰۳۔

② صحیح بخاری، کتاب الاعتصام، باب ما یذکر من ذم الرأی، حدیث: ۷۳۰۷۔
صحیح مسلم، کتاب العلم، باب رفع العلم وقبضه، حدیث: ۲۶۷۳۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اس کی اصلیت کیا ہے؟ جواب دیا کہ ام سلمہ (ؓ) سے جا کر پوچھو، اصل راوی وہی ہیں۔ ① اسی طریقہ سے ایک شخص نے موزوں پر مسح کرنے کا مسئلہ پوچھا، فرمایا کہ علی (ؓ) کے پاس جاؤ، وہ رسول اللہ ﷺ کے سفروں میں ساتھ رہتے تھے۔ ②

امام حازمی ؒ نے کتاب الاعتبار میں، جو حیدر آباد میں چھپ گئی ہے، سیدہ عائشہ ؓ کے اصول کی طرف مختصراً اشارہ کیا ہے۔ (ص ۱۱)

نہ صرف اسی قدر کہ اپنی روایتوں کو انھوں نے مسامحات سے پاک رکھا، بلکہ جہاں تک ممکن ہوتا، وہ دوسروں کی روایتوں کی بھی تصحیح کر دیتی تھی۔ فن حدیث بلکہ مذہب اسلام پر ان کا بڑا احسان یہ تھا کہ انھوں نے اپنے معاصرین کے مسامحات کی نہایت سختی سے دار و گیر اور ان کی غلط فہمیوں کی اصلاح کی۔ محدثین کی اصطلاح میں اس کو ''استدراک'' کہتے ہیں۔ متعدد ائمہ حدیث نے ان استدراکات کو یکجا کیا ہے۔ سب سے آخری رسالہ جلال الدین سیوطی ؒ کی ''عین الاصابہ فی ما استدرکتہ عائشہ ؓ علی الصحابہ'' ہے۔ مصنف نے فقہ کے ابواب پر اس رسالہ کو مرتب کیا ہے۔ ③

صحابہ ؓ کے زمانہ تک گو فن حدیث کے اصول مدون نہیں ہوئے تھے، تاہم ابتدائی مراتب پیدا ہو چکے تھے۔ سیدہ عائشہ ؓ نے اپنے معاصرین پر جو استدراکات کیے ہیں، غور کرنے سے وہ حسب ذیل وجوہ پر مبنی معلوم ہوتے ہیں:

روایت مخالف قرآن حجت نہیں

فن حدیث میں سیدہ عائشہ ؓ کا سب سے پہلا اصول یہ معلوم ہوتا ہے کہ روایت، کلام الٰہی کی مخالف نہ ہو۔

① اس اصول کی بنا پر انھوں نے متعدد روایتوں کی صحت سے انکار کیا ہے اور ان روایتوں کی اصل حقیقت اور مفہوم کو اپنے علم کے مطابق ظاہر کیا ہے۔ سیدنا عبداللہ بن عباس، سیدنا عبداللہ بن عمر اور بعض صحابہ ؓ کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

((اِنَّ الْمَيِّتَ يُعَذَّبُ بِبُكَاءِ اَهْلِهٖ عَلَيْهِ))

---

① صحیح بخاری، کتاب السهو، باب اذا کلم وهو یصلی فاشار بیده، حدیث: ۱۲۳۳۔ صحیح مسلم، کتاب صلاة المسافرین، باب معرفة الرکعتین اللتین کان……، ح: ۸۳۴۔

② صحیح مسلم، کتاب الطهارة، باب التوقیت فی المسح علی الخفین، حدیث: ۲۷۶۔

③ یہ رسالہ حیدر آباد دکن کے ایک مطبع میں چھپا تھا، وہی میرے پیش نظر ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

”مردہ پر اس کے گھر والوں کے رونے سے عذاب ہوتا ہے۔“

سیدہ عائشہ ؓ کے سامنے جب روایت بیان کی گئی تو اس کی تسلیم سے انھوں نے انکار کیا اور کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ کبھی نہیں فرمایا۔ واقعہ یہ ہے کہ ایک دن آپ ﷺ ایک یہودیہ کے جنازہ پر گزرے، اس کے رشتہ دار اس پر واویلا کر رہے تھے۔ آپ نے فرمایا: ”یہ روتے ہیں اور اس پر عذاب ہو رہا ہے۔“ سیدہ عائشہ ؓ کا مقصود یہ ہے، کہ جیسا کہ بخاری غزوۂ بدر میں تصریح ہے کہ رونا عذاب کا سبب نہیں ہے، بلکہ دونوں واقعے الگ الگ ہیں۔ یعنی یہ نوحہ کرنے والے اس کی موت پر روتے ہیں اور مرنے والا اپنے گزشتہ اعمال کی سزا میں مبتلا ہے۔ کیونکہ رونا دوسروں کا فعل ہے، جس کا عذاب یہ رونے والے خود اٹھائیں گے،[1] مردہ اس کا ذمہ دار کیوں ہو، ہر شخص اپنے فعل کا جواب دہ ہے۔ اس بنا پر سیدہ عائشہ ؓ نے اس کے بعد کہا: ”قرآن تم کو کافی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَ لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی﴾ (الاسراء: ۱۷/ ۱۵)

”اور کوئی کسی دوسرے کے گناہ کا بوجھ نہیں اٹھاتا۔“

راوی کا بیان ہے کہ سیدنا ابن عمر ؓ نے جب سیدہ عائشہ ؓ کے اس بیان اور استدلال کو سنا تو کچھ جواب نہ دے سکے۔[2]

امام بخاری ؒ نے سیدہ عائشہ اور ابن عمر ؓ کے درمیان محاکمہ کیا ہے کہ اگر یہ نوحہ و زاری خود اس مرنے والے کا دستور تھا اور اس نے اپنے اعزہ کو بھی اس فعل سے منع نہیں کیا، تو ان کے رونے کا عذاب اس پر ہوگا، کیونکہ ان کی تعلیم و تربیت کا فرض اس نے ادا نہیں کیا۔

---

[1] یہاں پر ایک مسئلہ سمجھ لینا چاہیے کہ کسی عزیز یا دوست کی موت کے صدمہ پر بے اختیاری سے رونا گناہ نہیں ہے، خود رسول اللہ ﷺ اپنے صاحبزادہ حضرت قاسم (ؓ) کی وفات پر روئے ہیں، بلکہ درحقیقت اس کی موت پر رونا، بین اور چیخنا چلانا، کپڑے پھاڑنا، خلاف شرع کلمات کا منہ سے نکالنا، منہ پر تھپڑ مارنا وغیرہ افعال منع ہیں۔ اسی لیے بعض حدیثوں میں تصریح ہے کہ رونے کے بعض اقسام جن میں یہ خلاف شرع امور شامل ہوں منع ہیں، نفس گریہ اور رونا اور آنسو بہانا منع نہیں ہے۔

[2] صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب قول النبی ﷺ: "یعذب المیت ببعض بکاء اهله" حدیث: ۱۲۸۶۔۱۲۸۸۔
صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب المیت یعذب ببکاء اهله علیه، حدیث: ۹۲۸۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتا ہے:

﴿يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا﴾ (التحریم: ٦٦/ ٦)

''مومنو! اپنے کو اور اپنے خاندان والوں کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ۔''

اور اگر اس کی اس تعلیم اور ہدایت کے باوجود اس کے اہل خاندان اس پر نوحہ کرتے ہیں، تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی رائے صحیح ہے، جیسا کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

﴿وَ لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى﴾ (الاسراء: ١٧/ ١٥)

''اور کوئی کسی دوسرے کے گناہ کا بوجھ نہیں اٹھاتا۔''

نیز دوسری جگہ فرماتا ہے:

﴿وَ اِنْ تَدْعُ مُثْقَلَةٌ اِلٰى حِمْلِهَا لَا يُحْمَلْ مِنْهُ﴾ (فاطر: ۳۵/ ۱۸) [1]

سیدنا عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ کا بھی یہی فیصلہ ہے۔[2]

لیکن ہمارے نزدیک ثالثی کا یہ فیصلہ صحیح نہیں۔ صورت اُولیٰ میں درحقیقت وہ خود اپنے فعل عدم ادائے فرض کا مجرم ہے اور اسی جرم پر اس کو عذاب ہوگا، نوحہ کے جرم کا وہ مجرم نہیں ہے۔ اس لیے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا استدلال اس صورت میں بھی صحیح ہے۔ مجتہدین میں امام شافعی،[3] امام محمد اور ابوحنیفہ رحمہما اللہ[4] اس مسئلہ میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پیرو ہیں۔

۲۔ غزوۂ بدر میں جو کفار مارے گئے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے مدفن پر کھڑے ہو کر فرمایا:

﴿فَهَلْ وَجَدْتُّمْ مَّا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا﴾ (الاعراف: ۷/ ٤٤)

''اللہ نے تم سے جو وعدہ کیا تھا، تم نے اس کو سچا پایا؟''

صحابہ رضی اللہ عنہم نے (ایک اور روایت میں ہے کہ صرف سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے) عرض کی: ''یا رسول

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم: "یعذب المیت ببعض بکاء اھلہ علیہ"۔

[2] سنن ترمذی، کتاب الجنائز، باب ما جاء فی کراھیۃ البکاء علی المیت، تحت الحدیث: ۱۰۰۲۔

[3] سنن ترمذی، کتاب الجنائز، باب ما جاء فی الرخصۃ فی البکاء علی المیت، تحت الحدیث: ۱۰۰۴۔

[4] موطا امام محمد (۲/ ۱۱۲)، کتاب الجنائز۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

اللہ! آپ مُردوں کو پکارتے ہیں؟'' سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما غالباً سیدنا عمر رضی اللہ عنہما اور سیدنا انس بن مالک سیدنا ابوطلحہ رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے اس کے جواب میں فرمایا:

((مَا اَنْتُمْ بِاَسْمَعَ مِنْهُمْ وَلٰكِنْ لَّا يُجِيبُوْنَ))

''تم ان سے زیادہ نہیں سنتے، لیکن وہ جواب نہیں دے سکتے۔''

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے جب یہ روایت بیان کی گئی تو انھوں نے کہا کہ آپ نے یہ نہیں بلکہ یہ ارشاد فرمایا:

((اِنَّهُمْ لَيَعْلَمُوْنَ الْاٰنَ اَنَّ مَاكُنْتُ اَقُوْلُ لَهُمْ حَقٌّ))

''وہ اس وقت بہ تیقن جانتے ہیں کہ میں ان سے جو کچھ کہتا تھا وہ سچ تھا۔''

اس کے بعد سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے قرآن کی یہ آیت پڑھی:

﴿ اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى ﴾ (النمل: ۸۰)

''اے پیغمبر! تو مردوں کو اپنی بات نہیں سنا سکتا۔''

﴿ وَ مَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ ﴾ (فاطر: ۳۵/ ۲۲)

''آپ ان لوگوں کو جو قبروں میں ہیں، نہیں سنا سکتے۔''

محدثین نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے استدلال کو مان کر ان دونوں روایتوں میں تطبیق دینے کی کوشش کی ہے۔ سیدنا قتادہ تابعیؒ کہتے ہیں کہ تھوڑی دیر تک ان میں جان ڈال دی گئی تھی۔ ① یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے گویا بطور معجزہ کے ان کافر مُردوں میں سننے کی طاقت تھوڑی دیر کے لیے آ گئی تھی۔

لوگوں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے آکر بیان کیا کہ ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: ''بدشگونی تین چیزوں میں ہے: عورت میں، گھوڑے میں، گھر میں۔'' سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ''یہ صحیح نہیں، ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) نے آدھی بات سنی اور آدھی نہیں سنی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پہلا فقرہ کہہ چکے تھے کہ ابوہریرہ پہنچے۔ آپ نے فرمایا کہ یہود کہتے ہیں کہ بدشگونی تین چیزوں میں ہے: عورت میں، گھوڑے میں، گھر میں۔'' ②

---

① صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب قتل ابی جهل، حدیث: ۳۹۷۶۔ ۳۹۸۱۔
صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب المیت یعذب ببکاء اهله علیه، حدیث: ۹۳۲۔
وکتاب الجنة باب عرض مقعد المیت، حدیث: ۲۸۷۳۔۲۸۷۵۔

② مسند الطیالسی (۱۵۳۷) ...... مسند احمد (۶/ ۲۴۰، ۲۴۶) بمعناه من طریق آخر۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

امام احمد رحمہ اللہ نے مسند میں روایت کی ہے کہ ایک صاحب نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں آ کر خواہش ظاہر کی کہ کوئی حدیث سنائیے۔ بولیں کہ آپ فرماتے تھے کہ بدشگونی تقدیر سے ہوتی ہے۔ آپ کو تفاؤل اور اچھا نام البتہ پسند تھا۔ [1] ایک اور روایت میں ہے کہ انھوں نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سن کر کہا: ''قسم ہے اس ذات کی جس نے ابو القاسم پر قرآن اتارا! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح نہیں فرمایا۔ اس کے بعد یہ آیت پڑھی:

﴿مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِیْبَةٍ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِیْٓ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا﴾ (الحدید: ۵۷/ ۲۲)

''زمین پر اور تمھاری جانوں پر کوئی مصیبت نہیں آتی لیکن وہ کتاب (تقدیر) میں اس سے پہلے کہ ہم ان کو پیدا کریں، موجود ہے۔'' [2]

بعض روایتیں ایسی بھی ہیں جن میں سیدہ عائشہ اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما کی روایتوں میں تطبیق ہو جاتی ہے، اور وہ یہ ہے کہ آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ ان تینوں میں بدشگونی ہوتی ہے بلکہ یہ فرمایا ہے کہ اگر بدشگونی کوئی چیز ہوتی، تو ان چیزوں میں ہوتی۔ یہ بطور واقعہ کے نہیں بلکہ بطور تعلیق کے ہے۔

۴۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے (جس کو غالباً انھوں نے کعب تابعی رحمہ اللہ سے سنا) کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو بار اللہ عزوجل کو دیکھا۔ [3] مسروق تابعی رحمہ اللہ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے جا کر پوچھا کہ ''مادر من! کیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کو دیکھا تھا؟'' سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ''تم ایسی بات بولے جس کو سن کر میرے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ جو تم سے یہ کہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کو دیکھا، وہ جھوٹ کہتا ہے۔'' پھر یہ آیت پڑھی:

﴿لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِیْفُ الْخَبِیْرُ﴾

(الانعام: ۶/ ۱۰۳)

''نگاہیں اس کو نہیں پا سکتیں اور وہ نگاہوں کو پا لیتا ہے کہ وہ ذات لطیف ہے اور دانا ہے۔''

اس کے بعد دوسری آیت پڑھی:

---

[1] مسند احمد (۶/ ۱۲۹۔۱۳۰)

[2] مسند احمد (۶/ ۲۴۶)

[3] مستدرک حاکم (۱/ ۱۲۳)۔ (۲/ ۳۰۹)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

﴿وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ﴾

(الشوری: ۴۲/ ۵۱)

''اور کسی بشر میں یہ طاقت نہیں کہ وہ اس سے باتیں کر سکے، مگر بذریعہ وحی کے یا پردہ کے پیچھے سے۔'' ①

بعض اور حدیثوں سے بھی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی تائید ہوتی ہے۔ صحیح مسلم میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ ''وہ نور ہے، میں اس کو کیونکر دیکھ سکتا ہوں؟'' الفاظ یہ ہیں: نور انی اراہ۔ ②

⑤ متعہ یعنی ایک مدت معین تک کے لیے نکاح، جاہلیت اور آغاز اسلام میں ۷ھ تک جائز تھا۔ خیبر میں اس کی حرمت کا اعلان کیا گیا۔ اس کے بعد روایتوں میں کسی قدر اختلاف ہے۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما اور بعض لوگ اس کے جواز کے قائل تھے، لیکن جمہور صحابہ اس کی حرمت کے قائل ہیں اور اپنے دعویٰ کی توثیق میں حدیثیں پیش کرتے ہیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے جب ان کے ایک شاگرد نے جواز متعہ کی روایت کی نسبت پوچھا تو انھوں نے اس کا جواب حدیثوں سے نہیں دیا بلکہ فرمایا: ''میرے تمھارے درمیان اللہ کی کتاب ہے۔'' پھر یہ آیت پڑھی:

﴿وَ الَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ۙ اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ﴾ (المومنون: ۲۳/ ۵، ٦)

''جو لوگ کہ اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں، مگر اپنی بیویوں کے ساتھ یا اپنی باندیوں کے ساتھ، ان پر کوئی ملامت نہیں۔''

اس لیے ان دو صورتوں کے علاوہ کوئی اور صورت جائز نہیں۔ ③ ظاہر ہے کہ ممتوعہ عورت نہ بیوی ہے نہ باندی، اس لیے وہ جائز نہیں۔

⑥ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ ناجائز لڑکا تینوں میں (ماں، باپ اور بچہ) بدتر ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے سنا تو فرمایا: ''یہ صحیح نہیں ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ ایک شخص منافق تھا، آپؐ کو برا بھلا کہا کرتا تھا، لوگوں نے عرض کی: ''یا رسول اللہ! اس کے علاوہ وہ ولد الزنا بھی ہے۔'' آپ نے

---

① صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورة والنجم، حدیث: ۴۸۵۵۔
صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب معنی قول اللہ عزوجل: (ولقد رآہ نزلۃ اخری) حدیث: ۱۷۷۔

② صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب فی قولہ علیہ السلام: "نور انی اراہ" حدیث: ۱۷۸۔

③ مستدرك حاكم (۲/ ۳۹۳)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

فرمایا کہ ''وہ تینوں میں بدتر ہے۔'' یعنی اپنے ماں باپ سے زیادہ برا ہے۔ یہ ایک خاص واقعہ تھا، عام نہ تھا۔ اللہ فرماتا ہے:

﴿وَ لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ أُخْرٰى﴾ (الاسراء: ۱۷/ ۱۵)

''اور کوئی کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھاتا۔''

یعنی قصور تو ماں باپ کا ہے، بچے کا کیا گناہ؟ [۱]

مغز سخن تک پہنچنا

بعض مسائل کی نسبت صحابہ رضی اللہ عنہم میں جو اختلاف روایت ہے، وہ کسی قدر اختلاف فہم پر مبنی ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس فہم و ذکا کے عطیہ الٰہی سے بھی حظ وافر ملا تھا اور انھوں نے اس دولت عظمیٰ سے فن حدیث میں بہت فائدہ اٹھایا۔

① سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے ایک قصہ مذکور ہے [۲] کہ ایک عورت نے بلی باندھ دی تھی اور اس کو کچھ کھانے پینے کو نہیں دیتی تھی، بلی اسی حالت میں بھوک سے مرگئی اور اس کو اس بنا پر عذاب ہوا۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ایک دفعہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے ملنے گئے۔ انھوں نے کہا: ''تم ہی ہو جو ایک بلی کے بدلے ایک عورت کے عذاب کی روایت بیان کرتے ہو؟'' سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا ہے۔'' فرمایا: ''اللہ کی نظر میں ایک مومن کی ذات اس سے بہت بلند ہے کہ ایک بلی کے لیے اس پر عذاب کرے۔ وہ عورت اس گناہ کے علاوہ کافرہ بھی تھی۔ اے ابوہریرہ! جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی بات روایت کرو تو دیکھ لو کہ کیا کہتے ہو۔'' [۳]

② سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا انتقال ہونے لگا تو انھوں نے نئے کپڑے منگوا کر پہنے اور سبب یہ بیان کیا کہ مسلمان جس لباس میں مرتا ہے، اسی میں اٹھایا جاتا ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہ واقعہ معلوم ہوا تو کہا: ''اللہ تعالیٰ ابوسعید پر رحمت نازل کرے، لباس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصود

---

[۱] مستدرك حاكم (۲/ ۲۱۵) واسناده ضعيف۔ ابن اسحاق مدلس راوی ہے اور سماع کی صراحت نہیں ہے۔ مختصراً یہ سنن ابو داود (۳۹۶۳) اور مسند احمد (۲/ ۳۱۱) میں مروی ہے۔

[۲] صحیح بخاری، کتاب بدء الخلق، باب اذا وقع الذباب فی شراب احدکم، ح: ۳۳۱۸۔ صحیح مسلم، کتاب السلام، باب تحریم قتل الهرة، حدیث: ۲۲۴۲، ۲۲۴۳ عن ابی هريرة و ابن عمر رضی اللہ عنہما

[۳] مسند الطیالسی (۱۴۰۰)
مسند احمد (۲/ ۵۱۹) سند میں صالح بن رستم الخزاز کثیر الخطا راوی ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

انسان کے اعمال ہیں۔ ① ورنہ رسول اللہ ﷺ کا تو یہ صاف ارشاد ہے کہ لوگ قیامت میں برہنہ تن، برہنہ پا اور برہنہ سر اٹھیں گے۔'' ②

③ اسلام میں حکم یہ ہے کہ مطلقہ عورت عدت کے دن شوہر کے گھر میں گزارے۔ اس حکم کے خلاف فاطمہ رضی اللہ عنہا نامی ایک صحابیہ اپنا ایک واقعہ بیان کرتی ہیں کہ مجھ کو رسول اللہ ﷺ نے عدت کے زمانہ میں شوہر کے گھر سے منتقل ہونے کی اجازت دے دی تھی۔ انھوں نے مختلف اوقات میں متعدد صحابہ کے سامنے اپنے واقعہ کو بطور استدلال کے پیش کیا۔ بعض نے قبول کیا، اور اکثر نے اس کے ماننے سے انکار کیا۔ اتفاق سے مروان (رضی اللہ عنہ) کی امارت مدینہ کے زمانہ میں اسی قسم کا ایک مقدمہ پیش ہوا، فریق نے فاطمہ رضی اللہ عنہا کے قول سے استدلال کیا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو جب معلوم ہوا تو انھوں نے فاطمہ رضی اللہ عنہا پر سخت نکتہ چینی کی اور فرمایا کہ فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کے لیے بھلائی نہیں ہے کہ وہ اپنے اس واقعہ کو بیان کرے۔ رسول اللہ ﷺ نے عدت کی حالت میں ان کو شوہر کے گھر سے منتقل ہونے کی اجازت بے شک دی، لیکن سبب یہ تھا کہ ان کے شوہر کا گھر ایک غیر محفوظ اور خوفناک مقام میں تھا۔ ③

④ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ ''مجھے اللہ کی راہ میں ایک کوڑا بھی ملے تو مجھ کو کسی ناجائز بچہ کے آزاد کرنے کے مقابلہ میں پسند ہے۔'' اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ناجائز لڑکے اگر غلامی کی حالت میں ہوں تو ان کو آزاد کرنا کوئی ثواب کا کام نہیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہ روایت معلوم ہوئی تو انھوں نے کہا: ''اللہ ابو ہریرہ پر رحم کرے! اچھی طرح سنا نہیں، تو اچھی طرح کہا بھی نہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ جب یہ آیت اتری:

﴿فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ ۝ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْعَقَبَةُ ۝ فَكُّ رَقَبَةٍ﴾

(البلد: ۹۰/ ۱۱، ۱۳)

''وہ گھاٹی میں گھسا نہیں۔ معلوم ہے کہ گھاٹی کیا چیز ہے؟ کسی کو آزاد کرنا۔''

---

① عربی زبان میں ثیاب سے مجاز أمراد دل اور عمل ہوتا ہے۔

② سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا واقعہ ابو داؤد، کتاب الجنائز اور ابن حبان و حاکم میں ہے۔ ننگے اٹھنے کی حدیث اکثر حدیث کی کتابوں میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔ یہ خاص انکار و تاویل کی روایت سیوطی رحمہ اللہ نے عین الاصابہ میں زرکشی کے حوالہ سے نقل کی ہے۔

③ صحیح بخاری، کتاب الطلاق' باب قصة فاطمة بنت قيس رضی اللہ عنہا، حدیث: ۵۳۲۵، ۵۳۲۶۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کسی نے کہا: ''یا رسول اللہ! ہم غریبوں کے پاس لونڈی غلام کہاں؟ کسی کسی کے پاس کوئی ایک حبشن ہے جو گھر کا کام کاج کرتی ہے۔ اس کو نا جائز طریقہ کی اجازت دی جائے۔ اس سے جو بچہ ہو، اسے آزاد کیا جائے۔ ارشاد ہوا کہ ''مجھ کو اللہ کی راہ میں کوئی کوڑا بھی ملے تو مجھ کو اس سے پسند ہے کہ میں اس بری بات کی اجازت دوں، اور پھر اس سے بچہ پیدا ہو، اس کو کہوں کہ آزاد کرو۔''[1]

۵ ابو داود کے سوا بقیہ تمام صحاح میں حدیث مذکور ہے کہ آپ ﷺ کو بکری کے دست کا گوشت بہت پسند تھا۔[2] سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ''دست کا گوشت فی نفسہ پسند نہ تھا، بلکہ بات یہ تھی کہ گوشت روز نہیں ملتا تھا، دست کا گوشت پکنے میں جلد گل جاتا تھا، اس لیے آپ ﷺ اس کو پسند کرتے تھے۔''[3]

۶ سیدنا عمر اور متعدد صحابہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ صبح اور عصر کی نماز کے بعد کسی قسم کی کوئی نماز نہیں پڑھنی چاہیے۔[4] سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ''اللہ عمر پر رحم کرے! ان کو وہم ہوا، رسول اللہ ﷺ نے یہ فرمایا ہے کہ آفتاب کے غروب اور طلوع کے وقت کو تاک کر نماز نہیں پڑھنی چاہیے۔''[5] فقہا نے ان اوقات میں نماز کی ممانعت کی علت یہ بیان کی ہے کہ آفتاب پرستی کے اوقات ہیں، اس لیے اشتباہ اور آفتاب پرستوں کی مماثلت سے احتراز کرنا چاہیے۔ اگر یہ تعلیل صحیح

---

[1] مستدرك حاكم (۲/ ۲۱۵) واسناده ضعيف۔ ابن اسحاق مدلس راوی ہے اور سماع کی صراحت نہیں۔

[2] صحيح بخاری، كتاب احاديث الانبياء، حديث قول الله عزوجل: (ولقد ارسلنا نوحا الى قومه)، حديث: ۳۳۴۰۔

صحيح مسلم، كتاب الايمان، باب ادنى اهل الجنة منزلة فيها، حديث: ۱۹۴۔

[3] سنن ترمذی، كتاب الاطعمة، باب ما جاء في اى اللحم كان احب الى رسول الله ﷺ، حديث: ۱۸۳۸۔ شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس روایت کو منکر قرار دیا ہے۔

[4] صحيح بخاری، كتاب مواقيت الصلاة، باب الصلاة بعد الفجر، حديث: ۵۸۱۔

صحيح مسلم، كتاب صلاة المسافرين، باب الاوقات التى نهى عن الصلاة فيها، ح: ۸۲۶۔

[5] مسند احمد (۶/ ۱۲۴)

صحيح مسلم، كتاب صلاة المسافرين، باب لا تتحروا بصلاتكم طلوع الشمس ولا غروبها، حديث: ۸۳۳۔

تنبیہ: امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ دونوں روایات میں جمع ممکن ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث اس بات پر محمول ہے کہ فرض نماز کو طلوع یا غروب آفتاب تک مؤخر کرنا، اور سیدنا عمر یا دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کی مطلق ممانعت سے فرائض کے بعد ان اوقات میں عام نوافل کی ادائیگی منع ہے۔ واللہ اعلم!

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

ہے تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت زیادہ قرین صواب، صحیح اور انسب ہے، اور معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے ممانعت کے اصل مقصد کو سمجھ لیا تھا۔

ایک روایت ہے کہ صبح کی سنت اگر قضا ہو جائے، تو نماز جماعت کے بعد اس کو پڑھ لینا چاہیے۔ [۱] اور اہل مکہ کا اسی پر عمل ہے۔ احادیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عصر کے بعد دو رکعتیں پڑھا کرتے تھے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ ''آپ نے یہ دو رکعتیں میرے گھر میں کبھی نہیں چھوڑیں۔'' [۲] چنانچہ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ پڑھا کرتے تھے، بعض صحابہ رضی اللہ عنہم اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مخصوصات میں سمجھتے تھے۔ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ انھوں نے رسول اللہ سے ان دو رکعتوں کا حال پوچھا، تو فرمایا کہ ظہر کی دو رکعتیں ایک دن چھوٹ گئی تھیں، یہ ان کی قضا ہے۔ [۳]

بہرحال، عقلی حیثیت، نیز گزشتہ روایتوں کی بنا پر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت زیادہ معقول اور مصلحت شرعی پر زیادہ مبنی نظر آتی ہے۔ لیکن سیدنا عمر رضی اللہ عنہ ایسے رتبے کے آدمی نہ تھے جو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صحیح مقصد نہ سمجھ سکے۔ شریعت کا ایک اصول یہ ہے کہ جب وہ ایک شے کو منع کرتی ہے تو احتیاطاً اس کے مبادی کو بھی ممنوع قرار دے دیتی ہے۔ اصل میں آفتاب کے طلوع اور غروب کے وقت نماز ممنوع ہے، لیکن احتیاطاً بعد نماز صبح و عصر کا اطلاق کیا گیا، تاکہ نمازوں کے بعد سے آفتاب کے نکلنے اور ڈوبنے کے وقت تک کوئی نماز ہی نہ پڑھی جائے۔

⑤ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کی ((مَنْ لَّمْ یُوتِرْ فَلَا صَلٰوۃَ لَہٗ)) ''جس نے وتر نہیں پڑھی، اس کی کوئی نماز نہیں۔'' سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے سنا تو فرمایا: ''ہم سب نے ابو القاسم (صلی اللہ علیہ وسلم) کو کہتے سنا اور اب تک ہم بھولے نہیں کہ جو پانچوں وقت کی نمازیں وضو کے ساتھ، وقت پر، پورے

---

[۱] سنن ترمذی، کتاب الصلاۃ، باب ما جاء فیمن تفوتہ الرکعتان قبل الفجر، حدیث: ۴۲۲۔ سنن ابی داود، کتاب اقامۃ الصلوات، باب ما جاء فیمن فاتتہ الرکعتان قبل الفجر، حدیث: ۱۱۵۴۔

[۲] صحیح بخاری، کتاب مواقیت الصلاۃ، باب ما یصلی بعد العصر من الفوائت، ح: ۵۹۱۔ صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب معرفۃ الرکعتین اللتین کان یصلیھما، حدیث: ۲۹۹/ ۸۳۵۔

[۳] صحیح بخاری، کتاب السھو، باب اذا کلم وھو یصلی......، حدیث: ۱۲۳۳۔ صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب معرفۃ الرکعتین اللتین کان یصلیھا......، حدیث: ۸۳۴۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

رکوع و سجود کے ساتھ ادا کرتا رہا اور اس میں کوئی کمی نہیں کی، اس نے اللہ سے عہد لے لیا کہ وہ اس پر عذاب نہ کرے گا، اور جس نے کمی کی اس نے عہد نہیں لیا، اللہ چاہے تو بخش دے اور چاہے تو عذاب کرے۔''[1] مقصود یہ ہے کہ وتر سنت ہے، اس کے اتفاقی ترک پر یہ عذاب کہ اس کی کوئی نماز مقبول نہ ہو، اس کے یہ معنی ہیں کہ اس کی بخشش یقینی نہیں رہی، حالانکہ یہ عذاب صرف فرائض کے ترک پر ہوگا، نہ کہ سنن کے ترک پر۔

ذاتی واقفیت

یہ امر مسلم ہے کہ محرم اسرار سے محرم اسرار دوست کی بہ نسبت بیوی بہت کچھ زیادہ جان سکتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمہ تن مثال اور اسوہ تھے، اس لیے گویا آپ کا ہر فعل قانون تھا۔ اس بنا پر آپ کی بیویوں کو اس کے متعلق جس قدر ذاتی واقفیت کے ذرائع حاصل تھے، دوسروں کے لیے ناممکن تھے۔ متعدد مسائل ایسے ہیں جن میں صحابہ رضی اللہ عنہم نے اپنے اجتہاد یا کسی روایت کی بنا پر کوئی مسئلہ بیان کر دیا اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنی ذاتی واقفیت کی بنا پر اس کو رد کر دیا، اور آج تک ان مسائل میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہی کا قول مستند ہے۔

❶ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما فتویٰ دیتے تھے کہ عورت کو نہاتے وقت چوٹی کھول کر بالوں کو بھگونا ضروری ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے سنا تو فرمایا: ''وہ عورتوں کو یہی کیوں نہیں کہہ دیتے کہ وہ اپنے چونٹے منڈوا ڈالیں۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے نہاتی تھی اور بال نہیں کھولتی تھی۔''[2]

❷ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے تھے کہ تقبیل سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو معلوم ہوا تو فرمایا: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تقبیل کے بعد تازہ وضو نہیں کرتے تھے۔''[3] یہ کہہ کر مسکرائیں۔

❸ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی نسبت معلوم ہوا کہ وہ کہتے ہیں کہ نماز میں مرد کے سامنے سے

---

[1] معجم اوسط طبرانی (۴۰۱۲)
مجمع الزوائد (۲/ ۲۲) یہ روایت موضوع ہے۔ (الضعیفة للالبانی: ۵۲۲۴)

[2] صحیح مسلم، کتاب الحیض، باب حکم ضفائر المغتسلة، حدیث: ۳۳۱۔
سنن نسائی، کتاب الغسل، باب ترك المرأة نقض رأسها عند الاغتسال، حدیث: ۴۱۶۔
سنن ابن ماجه، کتاب الطهارة، باب ما جاء فی غسل النساء من الجنابة، حدیث: ۶۰۴۔
صحیح مسلم میں سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کا نام ہے، اور سنن نسائی میں اس بات کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ واللہ اعلم! آخری فقرہ صرف نسائی میں ہے۔

[3] سنن الدار قطنی (۱/ ۱۳۶)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

عورت، یا گدھا، یا کتا گزر جائے تو مرد کی نماز ٹوٹ جاتی ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہ سن کر غصہ آیا اور فرمایا کہ تم نے ہم عورتوں کو گدھے اور کتے کے برابر کر دیا؟ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پاؤں پھیلائے سوتی رہتی (حجرہ میں جگہ نہ تھی) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں مصروف ہوتے، جب آپ سجدے میں جاتے، ہاتھ سے ٹھوکر دیتے، میں پاؤں سمیٹ لیتی اور جب آپ کھڑے ہوتے تو پھر پاؤں پھیلا دیتی، (۱) کبھی ضرورت ہوتی تو بدن چرا کر سامنے سے نکل جاتی۔ (۲)

۴ سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ نے ایک دن وعظ میں یہ مسئلہ بیان کیا کہ اگر صبح ہو جائے اور وتر قضا ہو گئی ہو تو پھر وتر نہ پڑھے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے سنا تو فرمایا: ''ابو درداء نے صحیح نہیں کہا، صبح ہو جاتی تب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر پڑھ لیتے تھے۔'' (۳)

۵ بعض لوگوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یمنی چادر میں کفنایا گیا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے سنا تو کہا: ''اتنا صحیح ہے کہ لوگ اس غرض سے چادر لائے تھے، لیکن آپ کو اس میں کفنایا نہیں گیا۔'' (۴)

۶ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ایک دن وعظ میں بیان کیا کہ اگر روزے کے دنوں میں کسی کو صبح نہانے کی ضرورت پیش آ جائے تو اس دن وہ روزہ نہ رکھے۔ لوگوں نے جا کر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا (اور سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا) سے اس کی تصدیق چاہی۔ فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طرز عمل اس کے خلاف تھا۔ لوگوں نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو جا کر ٹوکا، آخر ان کو اپنے پہلے فتوے سے رجوع کرنا پڑا۔ (۵)

۷ حج میں کنکری پھینک لینے (رمی) اور سر منڈانے کے بعد خوشبو اور عورت کے سوا ہر چیز جائز ہو جاتی ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ''خوشبو ملنے میں کوئی حرج نہیں، میں نے خود اپنے ہاتھ

---

(۱) صحیح بخاری، کتاب الصلاۃ، باب استقبال الرجل وھو یصلی، حدیث: ۵۱۱۔۵۱۴۔
صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، باب الاعتراض بین یدی المصلی، حدیث: ۵۱۲۔

(۲) صحیح بخاری، کتاب الصلاۃ، باب استقبال الرجل وھو یصلی، حدیث: ۵۱۱۔۵۱۴۔
صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، باب الاعتراض بین یدی المصلی، حدیث: ۵۱۲۔

(۳) صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب فی کفن المیت، حدیث: ۹۴۱۔

(۵) صحیح بخاری، کتاب الصوم، باب الصائم یصبح جنبا، حدیث: ۱۹۲۵، ۱۹۲۶۔
صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب صحۃ صوم من طلع علیہ الفجر وھو جنب، حدیث: ۱۱۰۹۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سے آپ ﷺ کے خوشبو ملی ہے۔‘‘ ①

۸ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فتویٰ دیتے تھے کہ اگر کوئی حج نہ کرے، صرف اپنی قربانی حرم محترم میں بھیج دے تو جب تک وہ وہاں پہنچ کر ذبح نہ ہو جائے، اس پر بھی وہی شرائط عائد ہوتی ہیں جو حاجی پر ہوتی ہیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ’’میں نے خود اپنے ہاتھ سے آپ کی قربانی کے جانوروں کے قلادے بٹے ہیں۔ آپ نے اپنے دست مبارک سے وہ قلادے قربانی کے جانوروں کی گردن میں ڈالے اور میرا باپ ان کو لے کر مکہ گیا۔ تمام چیزیں حلال تھیں، ان میں سے کوئی چیز قربانی تک حرام نہ ہوئی۔‘‘ ②

۹ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے تھے کہ جس صبح کو احرام باندھنا ہو، اس صبح کو خوشبو لگانا میں پسند نہیں کرتا، میں بدن میں تارکول ملنا پسند کروں گا لیکن خوشبو نہیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے استفسار ہوا تو انھوں نے کہا: ’’میں نے خود اپنے ہاتھ سے رسول اللہ ﷺ کے عطر ملا ہے۔‘‘ اور کبھی کہتیں: ’’مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ شب احرام کی صبح کو عطر کی چمک آپ کی مانگ میں تھی، مجھ کو اچھی طرح یاد ہے۔‘‘ ③

قوت حفظ

حفظ کی قوت قدرت کا ایک گراں مایہ عطیہ ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اس عطیہ الٰہی سے بدرجہ اتم سرفراز تھیں۔ گزشتہ صفحات میں گزر چکا ہے کہ لڑکپن میں کھیلتے کھیلتے بھی اگر کوئی آیت ان کے کانوں میں پڑ گئی، تو یاد رہ گئی۔ احادیث کا دارومدار زیادہ تر اسی قوت پر ہے۔ عہد نبوت کے روزمرہ واقعات کو یاد رکھنا اور ان کو ہر وقت کماھی بیان کرنا، رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے جو الفاظ جس طرح سنے، ان کو بعینھا (اسی طرح) ادا کرنا، ایک محدث کا سب سے بڑا فرض ہے۔ ام المومنین نے اپنے معاصرین پر جو نکتہ چینیاں کی ہیں، ان میں قوت حفظ کے تفاوت مراتب کو بھی دخل ہے۔

---

① صحیح بخاری، کتاب الحج، باب الطیب عند الاحرام، حدیث: ۱۵۳۹، ۲۶۷۔
صحیح مسلم، کتاب الحج، باب استحباب الطیب قبیل الاحرام، حدیث: ۱۱۹۲۔

② صحیح بخاری، کتاب الحج، باب من قلد القلائد بیده، حدیث: ۱۷۰۰۔
صحیح مسلم، کتاب الحج، باب استحباب بعث الهدی الی الحرم......، حدیث: ۳۶۹/ ۱۳۲۱۔

③ صحیح بخاری، کتاب الحج، باب الطیب عند الاحرام، حدیث: ۱۵۳۷۔ ۱۵۳۹، ۲۶۷۔
صحیح مسلم، کتاب الحج، باب استحباب الطیب قبیل الاحرام، حدیث: ۱۱۹۲۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

❶ سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے وفات پائی تو ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے چاہا کہ مسجد میں ان کا جنازہ آئے تو وہ بھی نماز پڑھیں۔ لوگوں نے اعتراض کیا۔ فرمایا: ''لوگ کس قدر جلد بات بھول جاتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سہل بن بیضا (رضی اللہ عنہ) کے جنازہ کی نماز مسجد ہی میں پڑھی تھی۔''[1]

❷ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے لوگوں نے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرہ کتنی دفعہ کیا؟ جواب دیا: ''چار دفعہ، جن میں سے ایک رجب میں۔'' سیدنا عروہ رحمہ اللہ نے پکار کر کہا: ''خالہ جان! آپ نہیں سنتیں، یہ کیا کہہ رہے ہیں؟'' پوچھا: ''کیا کہتے ہیں؟'' عرض کی کہ کہتے ہیں: ''آپ نے چار عمرے کیے جن میں سے ایک رجب میں۔'' فرمایا: ''اللہ ابوعبدالرحمٰن (سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کی کنیت) پر رحم فرمائے، آپ نے کوئی عمرہ ایسا نہیں کیا، جس میں وہ شریک نہ رہیں، رجب میں کوئی عمرہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا۔''[2]

❸ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک دفعہ اپنے شاگردوں سے بیان کیا کہ مہینا ٢٩ دن کا ہوتا ہے۔ لوگوں نے عند التذکرہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس کو بیان کیا۔ بولیں: ''اللہ ابوعبدالرحمٰن پر رحم فرمائے! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے کہ مہینا کبھی ٢٩ دن کا بھی ہوتا ہے۔''[3]

❹ دو تین صاحبوں سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عزیزوں کے رونے سے مردہ پر عذاب ہوتا ہے۔ جب سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے لوگوں نے یہ روایت کی تو فرمایا:

((اِنَّكُمْ لَتُحَدِّثُوْنَ مِنْ غَيْرِ كَاذِبِيْنَ وَلَا مُكَذَّبِيْنَ وَلٰكِنِ السَّمْعَ يُخْطِئُ))

''تم نہ جھوٹوں سے روایت کرتے ہو اور نہ جھٹلائے ہوئے لوگوں سے، لیکن کان کبھی غلطی بھی کرتے ہیں۔''

ایک اور روایت میں ہے کہ کہا:

((رَحِمَ اللّٰهُ اَبَا عَبْدِالرَّحْمٰنِ سَمِعَ شَيْئًا فَلَمْ يَحْفَظْ))

''اللہ ابوعبدالرحمٰن پر رحم فرمائے، انھوں نے کچھ سنا لیکن محفوظ نہیں رکھا۔''

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب الصلاۃ علی الجنازۃ فی المسجد، حدیث: ٩٧٣۔
[2] صحیح بخاری، کتاب العمرۃ، باب کم اعتمر النبی صلی اللہ علیہ وسلم، حدیث: ١٧٧٥، ١٧٧٦۔
صحیح مسلم، کتاب الحج، باب بیان عدد عمر النبی صلی اللہ علیہ وسلم، حدیث: ١٢٥٥۔
[3] مسند احمد (٦/ ٢٤٣) واسنادہ ضعیف۔ سند میں ایک راوی مجہول ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

دوسری حدیث میں اس کے بجائے یہ فقرہ مروی ہے:

((يَغْفِرُ اللّٰهُ لِاَبِي عَبْدِالرَّحْمٰنِ اَمَّا اِنَّهٗ لَمْ يَكْذِبْ وَلٰكِنَّهٗ نَسِيَ اَوْ اخْطَاءَ))

''اللہ ابوعبد الرحمٰن کو معاف کرے، وہ جھوٹ نہیں بولے، لیکن یا تو بھول گئے یا غلطی کی۔''

اس کے بعد فرمایا کہ واقعہ یہ ہے کہ ایک دفعہ اتفاقاً آپ کا گزر ایک یہودیہ کے جنازہ پر ہوا، اس کے اعزہ آہ و واویلا کر رہے تھے۔ آپ نے فرمایا: ''یہ لوگ رو رہے ہیں اور اس پر عذاب ہو رہا ہے۔'' (۱)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیثوں کی ترتیب وتدوین

صحابہ رضی اللہ عنہم کی روایات و احادیث کو قید تحریر و کتابت میں لانا پہلی ہی صدی کے وسط سے شروع ہو چکا تھا۔ ہجرت کی جب ایک صدی پوری ہو رہی تھی، تو سیدنا عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ ۱۰۱ھ میں سریر آرائے خلافت تھے۔ اس زمانہ میں مدینہ منورہ کے صیغہ قضا پر سیدنا ابوبکر بن عمرو بن حزم الانصاری رحمہ اللہ مامور تھے۔ ان کا علم و فضل ان کی خالہ عمرہؒ کا ممنون احسان تھا۔ عمرہ رحمہا اللہ تمام تر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے آغوش تعلیم میں پلی تھیں۔ سیدنا عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے سیدنا ابوبکر رحمہ اللہ کے نام شاہی فرمان جاری کیا کہ عمرہ رحمہا اللہ کی روایتیں قلم بند کر کے ان کے پاس بھیجی جائیں۔ (۲)

فقہ وقیاس

علمی حیثیت سے کتاب وسنت درحقیقت بمنزلہ دلائل کے ہیں اور فقہ ان دلائل کے نتائج اور مستنبطات کا نام ہے۔ قرآن اور حدیث کی سرخیوں کے تحت میں جو واقعات لکھے گئے ہیں اور فتاویٰ وارشاد کے تحت میں جو واقعات آئیں گے، ان سے روشن ہوگا کہ علم فقہ میں ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا کیا پایہ (ومقام) تھا اور ان کے فقہ اور قیاس کے کیا اصول تھے۔

عہد نبوت تک تو خود ذات نبوی علم وفتویٰ کا مرکز تھی، اس مقدس عہد کے انقراض کے بعد

---

(۱) صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب قتل ابی جھل، حدیث: ۳۹۷۶۔ ۳۹۸۱۔
صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب المیت یعذب ببکاء اھله علیه، حدیث: ۹۲۸۔ ۹۳۲۔

(۲) طبقات ابن سعد (۲/ ۳۸۷) ...... تهذیب التهذیب، جزء نساء۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

[illegible]

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

’’اور جو لوگ اپنی عصمت کی حفاظت کرتے ہیں، لیکن اپنی بیویوں کے ساتھ یا اپنی باندیوں کے ساتھ، ان پر کوئی ملامت نہیں۔‘‘

ممتوعہ نہ بیوی ہے نہ باندی ہے، اس لیے متعہ جائز نہیں۔

ایک شخص نے پوچھا کہ اہل عجم اپنے تہواروں میں جو جانور ذبح کرتے ہیں، ان کا کھانا جائز ہے؟ فرمایا: ’’خاص اس دن کے لیے جو جانور ذبح کریں وہ جائز نہیں۔‘‘[1] اس حکم کے استنباط میں انھوں نے غالباً حسب ذیل آیت کو مبنیٰ قرار دیا ہے:

﴿وَ مَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ﴾ (البقرہ: ۲/ ۱۷۳)

’’اور جو جانور غیر اللہ کے نام سے ذبح کیا جائے، وہ تم پر حرام ہے۔‘‘

سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے ایک عورت سے ۸۰۰ میں ادھار ایک لونڈی خریدی اور شرط کی کہ جب وظیفہ کا روپیہ ملے گا تو ادا کر دیں گے۔ اسی اثنا میں انھوں نے اسی عورت کے ہاتھ اسی لونڈی کو ۶۰۰ نقد میں بیچ ڈالا۔ اس عورت نے معاملہ کی اس صورت کو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے پیش کیا، تو فرمایا: ’’تم نے بھی برا کیا اور زید بن ارقم (رضی اللہ عنہ) نے بھی۔ ان سے کہہ دینا کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں جہاد کا جو ثواب حاصل کیا تھا وہ باطل ہو گیا، لیکن یہ کہ وہ توبہ کر لیں۔‘‘

مطلب یہ کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس خاص صورت میں اس ۲۰۰ کی زیادتی کو سود قرار دیا۔

بعض روایتوں میں یہیں تک واقعہ مذکور ہے، اس لیے اختلاف ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کا کیونکر فیصلہ کیا، لیکن مصنف عبدالرزاق اور سنن دارقطنی کی دوسری روایت میں تصریح ہے کہ ان کا ماخذ حسب ذیل آیت تھی:[2]

﴿فَمَنْ جَآءَهٗ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰى فَلَهٗ مَا سَلَفَ﴾ (البقرہ: ۲/ ۲۷۵)

’’جس کو اپنے پروردگار کی طرف سے (سود کے بارے میں) نصیحت آ چکی تھی، پھر باز آیا تو اس کو اسی قدر لینا چاہیے جس قدر پہلے دیا تھا۔‘‘

قرآن مجید میں ہے کہ طلاق کے بعد عورت کو تین ’’قرؤ‘‘ تک انتظار کرنا چاہیے، یعنی عدت کا زمانہ تین قرؤ ہے۔ قرؤ کے معنی میں اختلاف ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی بھتیجی کو ان کے شوہر نے طلاق دی، تین طہر گزر کر جب نیا مہینا آیا تو انھوں نے شوہر کے گھر سے ان کو بلوا لیا۔ اس پر بعض لوگوں

---

[1] تفسیر ابن کثیر (جلد نمبر ...... ص:۱۴۰) ...... تفسیر قرطبی (۲/ ۲۱۰)

[2] سنن الدارقطنی (۳/ ۵۲)، کتاب البیوع۔ ... سنن کبری بیھقی (۵/ ۳۳۱)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

نے اعتراض کیا کہ یہ قرآن کے خلاف ہے اور ثلاثۃ قرؤ کی آیت سے استدلال کیا۔ ام المومنین نے کہا: ثلاثۃ قرؤ صحیح ہے، لیکن جانتے ہو قرؤ کیا ہے؟ قرؤ سے مراد طہر ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ اپنے شیوخ سے نقل کرتے ہیں [1] کہ مدینہ منورہ کے تمام فقہا نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی پیروی کی ہے۔ اہل عراق قرؤ سے ایام مخصوصہ مراد لیتے تھے۔

حدیث

قرآن مجید کے بعد حدیث کا درجہ ہے۔ مسئلہ یہ پیش ہوا کہ اگر شوہر اپنی بیوی کو طلاق لے لینے کا اختیار عطا کر دے اور بیوی اس اختیار کو واپس کر کے اپنے شوہر ہی کو قبول کر لے تو کیا بیوی پر کوئی طلاق پڑے گی؟ سیدنا علی اور سیدنا زید رضی اللہ عنہما کے نزدیک ایک طلاق واقع ہو جائے گی۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے نزدیک اس صورت میں ایک طلاق بھی واقع نہ ہوگی۔ اس کے ثبوت میں انھوں نے تخییر کا واقعہ پیش کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیویوں کو اختیار دیا کہ خواہ دنیا قبول کریں یا کاشانۂ نبوت میں رہ کر فقر و فاقہ پسند کریں، سب نے دوسری صورت پسند کی، کیا اس سے ازواج مطہرات (رضی اللہ عنہن) پر ایک طلاق واقع ہوگئی؟ [2]

کسی غلام کو جب کوئی آزاد کرتا ہے تو باہم آقا اور غلام میں ولایت کا ایک رشتہ قائم ہو جاتا ہے، جس کا اثر یہ ہے کہ ترکہ میں شرکت ہو سکتی ہے، غلام قانوناً اس کا ہم نسب قرار دیا جائے گا۔ اسی بنا پر ولایت کو اہمیت حاصل ہے۔ ایک غلام نے حاضر ہو کر عرض کی: ''میں عتبہ بن ابی لہب کی غلامی میں تھا، دونوں میاں بیوی نے مجھے بیچ ڈالا اور شرط یہ کی کہ ولایت انھی کے ہاتھ میں رہے گی، اب میں کس کا مولیٰ ہوں؟'' فرمایا: ''بریرہ کا یہی واقعہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ بریرہ کو خرید کر آزاد کر دو، ولایت تم ہی کو حاصل رہے گی، گو خریدار احکام الٰہی کے خلاف جس قدر شرطیں چاہیں لگائیں۔ [3]

سیدہ بریرہ رضی اللہ عنہا ایک لونڈی تھیں، ان کے قدیم آقاؤں نے ان کو اس شرط کے ساتھ بیچنا چاہا کہ ولایت کا حق ان کو ملے۔ سیدہ بریرہ رضی اللہ عنہا سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئیں اور اپنی حالت عرض کی۔

---

[1] موطا امام مالک (۲/ ۵۷۷)، کتاب الطلاق۔

[2] صحیح بخاری، کتاب الطلاق، باب من خیر ازواجه، حدیث: ۵۲۶۳۔
صحیح مسلم، کتاب الطلاق، باب بیان ان تخییره امرأته، حدیث: ۲۵/ ۱۴۷۷۔

[3] سنن کبریٰ بیهقی (۱۰/ ۳۳۹)، کتاب البیوع۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے خریداری کا ارادہ ظاہر کیا، لیکن ولایت والی شرط منظور نہیں کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب تشریف لائے تو صورت حال دریافت کی۔ فرمایا کہ تم بے تکلف خرید کر آزاد کر دو، خلاف قانون شرطیں خود کالعدم ہو جائیں گی۔ وہ آزاد ہوئیں تو اپنے شوہر کو، جن سے غلامی میں شادی ہوئی تھی، قبول نہ کیا۔ لوگ ان کو صدقہ دیتے، وہ لے لیتیں، اور اس میں سے کبھی کچھ کھانے کی چیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہدیتاً پیش کرتیں، تو آپ قبول کر لیتے۔

یہ معمولی واقعات ہیں لیکن سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان سے فقہ و قانون کے متعدد کلیات استنباط کیے۔ فرماتی تھیں: بریرہ (رضی اللہ عنہا) کے ذریعے سے اسلام کے تین احکام معلوم ہوئے:[1]

① ((اَلْوَلَاءُ لِمَنْ اَعْتَقَ))

"یعنی ولایت کا حق آزاد کنندہ کو ملے گا۔"

② غلامی کی حالت میں اگر ایک غلام اور ایک لونڈی کا بیاہ ہوا ہو اور بیوی آزاد جائے اور شوہر غلامی کی حالت میں رہے تو بیوی کو حق حاصل ہے کہ اپنے اس سابق شوہر کو شوہری میں قبول کرے یا نہ کرے۔

③ اگر کسی مستحق کو صدقہ کا کوئی مال ملے اور وہ اپنی طرف سے غیر مستحق کو ہدیتاً پیش کرے تو اس غیر مستحق کو اس کا لینا جائز ہوگا، یعنی اس کی حیثیت بدل جائے گی۔

بعض استنباطات ایسے ہیں جن کی تفصیل گو خود انھوں نے نہیں کی، لیکن ان کے سلسلۂ بیان میں ایسے اشارات ہیں جن پر فقہا اور مجتہدین نے بڑی بڑی عمارتیں کھڑی کر لی ہیں۔ حجۃ الوداع میں کم و بیش ایک لاکھ مسلمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ تمام اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم ہم رکاب تھے۔ اس سفر میں جو واقعات پیش آئے، وہ سب کو یاد تھے اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بھی اپنے واقعات محفوظ رکھے اور وہ احادیث میں بتامہا مذکور ہیں۔ لیکن سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے جو واقعہ بیان کر دیا ہے، وہ فقہا اور مجتہدین کے اصول میں داخل ہو گیا ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اثنائے حج میں معذور ہو گئی تھیں، اس کا ان کو بہت صدمہ تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تشفی کی، اور آپ کے حکم سے تنعیم جا کر نئے احرام کے ساتھ انھوں نے طواف کیا۔[2] حافظ ابن قیم رحمہ اللہ اس روایت کو نقل کر کے لکھتے ہیں:

---

① صحیح بخاری، کتاب الطلاق، باب لا یکون بیع الامۃ طلاقا، حدیث: ۵۲۷۹۔
صحیح مسلم، کتاب العتق، باب بیان ان الولاء لمن اعتق، حدیث: ۱۴/ ۱۵۰۴۔

② صحیح بخاری، کتاب الحج، باب التمتع والقران، حدیث: ۱۵۶۱۔
صحیح مسلم، کتاب الحج، باب بیان وجوہ الاحرام، حدیث: ۱۲۱۱۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

(۸۱۷)((وَحَدِيثُ عَائِشَةَ هٰذَا يُؤْخَذُ مِنْهُ أُصُولٌ عَظِيمَةٌ مِنْ أُصُولِ الْمَنَاسِكِ))

(۸۱۷) ''سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث سے حج کے چند ذیل عظیم الشان اصول و قواعد مستنبط ہوتے ہیں:

1. جو شخص ایک ساتھ حج اور عمرہ دونوں کی نیت کرے (قارن)، اس کے لیے دونوں کے واسطے ایک ہی طواف اور سعی کافی ہے۔
2. طواف القدوم ''معذوری'' کی حالت میں عورت سے ساقط ہو جاتا ہے۔
3. حج کے بعد عمرہ کی نیت کر لینا معذور عورت کے لیے جائز ہے۔
4. عورت معذوری کی حالت میں خانہ کعبہ کے طواف کے علاوہ حج کے اور تمام مناسک ادا کر سکتی ہے۔
5. تنعیم، حرم میں داخل نہیں، وہ حل ہے۔
6. عمرہ ایک سال میں دو دفعہ بلکہ ایک مہینا میں بھی دو دفعہ ادا ہو سکتا ہے۔
7. جو شخص متمتع ہو، یعنی جس نے حج اور عمرہ کی علیحدہ علیحدہ نیت کی ہو اور اس کو خوف ہو کہ عمرہ فوت نہ ہو جائے تو حج کے بعد عمرہ ادا کر سکتا ہے۔
8. عمرۂ مکیہ کے جواز کا استدلال صرف اسی واقعہ سے کیا جاتا ہے۔[1]

سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کا ایک واقعہ ہے کہ حج میں وہ آخری طواف سے پہلے معذور ہو گئیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے انھوں نے مسئلہ پوچھا تو فرمایا کہ اس سے پہلے طواف نہیں کر لیا تھا؟ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس واقعہ سے یہ مسئلہ استنباط کیا کہ آخری طواف ضروری نہیں اور معذور عورتیں اس سے مستثنیٰ ہیں۔ چنانچہ حج کے زمانہ میں جو عورتیں ان کی اقتدا کرتی تھیں، وہ اسی مسئلہ پر عمل کرتی تھیں۔[2]

قیاس عقلی

اس کے بعد قیاس عقلی کا درجہ ہے۔ قیاس عقلی کے یہ معنی نہیں کہ ہر کس و ناکس صرف اپنی عقل سے شریعت کے احکام کا فیصلہ کر دے، بلکہ مقصود یہ ہے کہ علما جو شریعت کے راز داں اور علوم دینی

---

[1] زاد المعاد (۱/ ۲۰۷)

[2] موطا امام مالک (۱/ ۴۱۲، ۴۱۳)، افاضۃ الحائض...... صحیح بخاری، کتاب الحج، باب التمتع والقران، حدیث: ۱۵۶۱...... صحیح مسلم، کتاب الحج، باب بیان وجوہ الاحرام، حدیث: ۱۲۱۱۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کے ماہر ہیں، کتاب و سنت کی ممارست سے ان میں یہ ملکہ پیدا ہو جاتا ہے کہ ان کے سامنے جب کوئی نیا مسئلہ پیش کیا جاتا ہے تو وہ اس ملکہ کی بنا پر سمجھ لیتے ہیں کہ اگر شارع علیہ السلام زندہ ہوتے، تو اس کا یہ جواب دیتے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ کسی لائق وکیل کے سامنے کسی خاص عدالت کے نظائر اس کثرت سے گزریں کہ گزشتہ نظائر پر قیاس کر کے کسی خاص مقدمہ کی نسبت یہ رائے دے کہ اگر اس عدالت کے سامنے یہ مقدمہ پیش ہو گا تو یہ فیصلہ ہو گا۔ شریعت کے نظائر اور فیصلوں سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا جس قدر آگاہ تھیں، آپ کو معلوم ہے۔ اس لیے ان کے قیاس عقلی کی غلطی کی بہت کم امید ہو سکتی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں عموماً عورتیں مسجدوں میں آتی تھیں اور جماعت کی نمازوں میں شریک ہوتی تھیں۔ مردوں کے بعد بچوں کی اور ان کے پیچھے عورتوں کی صفیں ہوتی تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عام حکم دیا تھا کہ لوگ عورتوں کو مسجدوں میں آنے سے نہ روکیں۔ ارشاد تھا:

((لَا تَمْنَعُوْا اِمَاءَ اللّٰهِ مِنْ مَّسَاجِدِ اللّٰهِ)) [1]

''اللہ کی بندیوں کو اللہ کی مسجدوں سے روکا نہ کرو۔''

عہد نبوت کے بعد مختلف قوموں کے میل جول، تمدن کی وسعت اور دولت کی فراوانی کے سبب سے عورتوں میں زیب و زینت اور رنگینی آ چلی تھی۔ یہ دیکھ کر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ''اگر آج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہوتے تو عورتوں کو مسجدوں میں آنے سے روک دیتے۔'' خاص الفاظ یہ ہیں:

((عَنْ عُمْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ لَوْ اَدْرَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم مَا اَحْدَثَ النِّسَاءُ لَمَنَعَهُنَّ الْمَسْجِدَ كَمَا مُنِعَتْ نِسَاءُ بَنِي اِسْرَائِيْلَ))

''عمرہ رحمۃ اللہ علیہا سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتی ہیں کہ انھوں نے فرمایا: ''عورتوں نے اب جو نئی باتیں پیدا کی ہیں، اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس زمانہ میں ہوتے اور دیکھتے تو جس طرح یہود کی عورتیں مسجدوں میں آنے سے روکی گئی ہیں، یہ بھی روک دی جاتیں۔'' [2]

---

[1] صحيح بخاری، كتاب الجمعة، باب (۱۳)، حديث: ۹۰۰۔
صحيح مسلم، كتاب الصلاة، باب خروج النساء الى المساجد، حديث: ۴۴۲۔

[2] صحيح بخاری، كتاب الاذان، باب انتظار الناس قيام الامام العالم، حديث: ۸۶۹۔
صحيح مسلم، كتاب الصلاة، باب خروج النساء الى المساجد، حديث: ۴۴۵۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

اس رائے پر گو اس وقت عمل نہ ہوا، لیکن اس استنباط کا منشا وہی قیاس عقلی ہے۔

۲ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا فتویٰ تھا کہ جو مردہ کو غسل دے، اس کو غسل کرنا چاہیے، اور کوئی جنازہ اٹھائے تو دوبارہ وضو کرے۔ ① سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے سنا تو فرمایا:

((اَوَ يُنْجِسُ مَوْتَى الْمُسْلِمِيْنَ وَمَا عَلٰى رَجُلٍ لَوْ حَمَلَ عُوْدًا))

''کیا مسلمان مردہ بھی ناپاک ہوتا ہے؟ اور اگر کوئی لکڑی اٹھائے تو اس کو کیا ہوتا ہے؟'' ②

۳ شرعی غسل کے ضروری ہونے کے لیے خروجِ ماء کی ضرورت ہے یا نہیں؟ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کہتے تھے: ضروری ہے، کہ ''الماء من الماء''۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے سنا تو پہلے اس کے خلاف ایک حدیث پیش کی، اس کے بعد فرمایا: ''اگر کوئی ناجائز فعل کا مرتکب ہو، اور خروجِ ماء نہ ہو، تو رجم کرو گے؟ پھر غسل کیوں نہ ضروری ہو؟'' ③

سنن کی تقسیم

فقہ کا ایک بڑا نازک نکتہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو افعال صادر ہوئے، ان میں سے کون مذہبی حیثیت سے اور کون محض عادت کے طور پر یا کسی خاص وقتی مصلحت سے انجام پائے۔ آپ سے جو فعل صادر ہوا، اس کو سنت کہتے ہیں۔ فقہا نے اولاً سنت کو دو قسموں پر منقسم کیا ہے: عبادی اور عادی۔ عبادی وہ افعال ہیں جو ثواب کی نیت سے عبادت کے طور پر انجام پائیں۔ ان کی بھی دو قسمیں ہیں: مؤکدہ، جس کو آپ نے ہمیشہ کیا ہو اور کبھی ترک نہ فرمایا ہو۔ سنت مستحبہ، جس کو کبھی کبھی ترک بھی فرما دیا ہو۔ عادی وہ فعل ہے جس کو آپ ثواب کے لیے عبادت کے طور پر نہیں، بلکہ بطور عادت کیا کرتے تھے، یا کسی ذاتی یا وقتی ضرورت سے آپ نے کبھی کیا۔ امت پر رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے افعال عادی کا اتباع ضروری نہیں، البتہ اہل محبت طلب برکت کے لیے ان افعال کا اتباع بھی محبت کا

① سنن ابی داود، کتاب الجنائز، باب فی الغسل من غسل المیت، حدیث: ۳۱۶۱ مرفوعًا

② سنن ابی داود، کتاب الجنائز، باب فی الغسل من غسل المیت، حدیث: ۳۱۶۰ میں اس کے خلاف مروی ہے۔ آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چار وجہ سے غسل کرتے تھے، ایک ان میں سے میت کا غسل بھی ہے۔ واللہ اعلم! (کاشف)

③ المعرفة والتاریخ للنسوی (۱/ ۲۶۷) وإسناده ضعیف۔ سند میں عثمان بن عطا بن ابی مسلم خراسانی راوی ضعیف ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ثمرہ سمجھتے ہیں کہ:

ع ہر ادا محبوب کی محبوب ہے

احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فقہا سے پہلے خود بھی یہ اصول ذہن نشین کر لیے تھے۔ تراویح کے متعلق ان سے اور صرف ان سے مروی ہے کہ رمضان میں تین روز آپ نے باجماعت تراویح پڑھائی، چوتھے دن آپ تشریف نہ لائے۔ صبح کو صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ میں اس لیے نہیں آیا کہ میں ڈرا کہ تم پر یہ نماز فرض نہ کر دی جائے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ان کو اس کا علم تھا کہ دوام کے ساتھ جس فعل کو آپ ادا فرمائیں، وہ مؤکد ہو جاتا ہے، اور جس کو کبھی کبھی ترک فرما دیں، وہ وجوب اور تاکید کے درجہ کو نہیں پہنچتا۔

صحابہ رضی اللہ عنہم میں سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما عبادی اور عادی سنن کی تقسیم نہیں کرتے تھے۔ ان کے نزدیک آپ نے جو فعل جس سبب سے بھی کیا، وہ سنت ہے۔ اسی لیے وہ سفر کے منازل تک میں بھی آپ کی پیروی کرتے تھے۔ اگر کسی منزل میں اتفاق سے آپ نے طہارت فرمائی تو وہ بھی بلا ضرورت طہارت کرتے تھے۔ لیکن سیدہ عائشہ اور سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما اس تفریق کے قائل تھے۔ حج کے موقع پر وادیِ ابطح میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑاؤ ڈالا تھا، لیکن وہ اس کو سنت نہیں سمجھتی تھیں۔ صحیح مسلم اور مسند احمد میں ہے:

((نُزُوْلُ الْاَبْطَحِ لَيْسَ بِسُنَّةٍ اِنَّمَا نَزَلَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم لِاَنَّهُ كَانَ اَسْمَحَ لِخُرُوْجِهٖ اِذَا خَرَجَ)) [1]

''ابطح میں منزل کرنا سنت نہیں، وہاں آپ اس لیے اتر پڑے تھے کہ وہاں سے نکلنا آپ کے لیے آسان تھا۔''

معاصرین سے اختلاف

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بہت سے فقہی احکام میں اپنے معاصرین سے اختلاف کیا ہے اور حق انھی کی جانب رہا، اور فقہائے حجاز کا زیادہ تر انھی پر عمل رہا۔ ہم نے اس قسم کے اخلاقی احکام کی یہ فہرست جامع ترمذی وغیرہ کتب حدیث سے انتخاب کی ہے:

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الحج، باب المحصب، حدیث: ۱۷۶۵۔
صحیح مسلم، کتاب الحج، باب استحباب نزول المحصب یوم النفر، حدیث: ۱۳۱۱۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا		دیگر صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین
۱۔ بوسہ سے وضو نہیں ٹوٹتا۔		سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، ٹوٹ جاتا ہے۔
۲۔ جنازہ اٹھانے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔		سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، ٹوٹ جاتا ہے۔
۳۔ عورت کو غسل میں بال کھولنا ضروری نہیں۔		سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما، ضروری ہے۔
۴۔ غسل التقا سے واجب ہو جاتا ہے۔		سیدنا جابر رضی اللہ عنہ، خروجِ ماء شرط ہے۔
۵۔ قروٗ سے مراد طہر ہے۔		دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم، حیض ہے۔
۶۔ مردہ کو غسل دینے سے غسل واجب نہیں ہوتا۔		سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، واجب ہو جاتا ہے۔
۷۔ عورت کی میت کے بال نہیں سنوارنے چاہئیں۔ ①		سیدہ ام عطیہ صحابیہ رضی اللہ عنہا، سنوارنے چاہئیں۔
۸۔ نماز میں عورت کے سامنے آجانے سے نماز باطل نہیں ہوتی۔		سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، باطل ہو جاتی ہے۔
۹۔ صبح کی نماز اندھیرے وقت پڑھنی چاہیے۔		سیدنا رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ، اجالا ہو جائے تب پڑھے۔
۱۰۔ عصر میں جلدی کرنی چاہیے۔		سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا، تاخیر۔
۱۱۔ نماز مغرب میں جلدی چاہیے۔		سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، تاخیر۔
۱۲۔ بحالت جنابت صبح ہو جانے سے روزہ نہیں جاتا۔		سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، چلا جاتا ہے۔
۱۳۔ افطار میں جلدی چاہیے۔		سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ، تاخیر۔
۱۴۔ قربانی کا گوشت ۳ دن کے بعد بھی کھانا جائز ہے۔		سیدنا علی و سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہم، نہیں جائز ہے۔
۱۵۔ حج میں وادی محصب میں اترنا سنت نہیں۔		سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما، سنت ہے۔

① احناف کا عمل سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے فتویٰ پر ہے دیکھو ہدایہ کتاب الجنائز، بحوالہ عبدالرزاق۔ سیدہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا کی حدیث صحاح کی اکثر کتابوں کی کتاب الجنائز میں ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۱۶۔حج میں بال منڈانے کے بعد خوشبو ملنا جائز ہے۔	سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما جائز نہیں۔
۱۷۔کعبہ میں قربانی بھیجنے سے بھیجنے والے پر حج کی پابندیاں عائد نہیں ہوتیں۔	سیدنا ابن عباس پابندیاں رضی اللہ عنہما عائد ہو جاتی ہیں۔
۱۸۔حج میں حائض کو طواف وداع کا انتظار نہیں کرنا چاہیے۔	سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کرنا چاہیے۔ (مؤطا مع زرقانی)
۱۹۔ حج میں عورت زعفرانی کپڑے پہن سکتی ہے	سیدنا عمر رضی اللہ عنہ مکروہ ہے۔ (صحیح بخاری، فتح الباری، باب مایلبس المحرم من الثیاب)
۲۰۔ حج میں عورت کو صرف کسی طرف کا ذرا سا بال ترشوا دینا کافی ہے۔	سیدنا ابن زبیر رضی اللہ عنہما کم از کم چار انگل ضروری ہے۔
۲۱۔زیور میں زکوٰۃ نہیں، (جیسا کہ بعض روایات میں ان کی طرف منسوب ہے۔)	زکوٰۃ ہے۔
۲۲۔یتیم و نابالغ کے مال میں بھی زکوٰۃ ہے۔	سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نہیں ہے۔
۲۳۔کوئی حاملہ اگر بیوہ ہو جائے تو اس کی عدت کی مدت وضع حمل ہے۔	سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیوگی کی عام مدت اور حمل کی مدت میں جو زمانہ زیادہ ہوگا، وہی عدت کا زمانہ ہوگا۔
۲۴۔ اگر شوہر بیوی کو طلاق اور مفارقت کا اختیار دے دے اور بیوی اس اختیار کو واپس کر کے شوہر ہی کو پسند کرے تو طلاق نہ ہوگی۔	سیدنا زید بن ثابت اور سیدنا علی رضی اللہ عنہما ایک طلاق ہوگی۔
۲۵۔اگر بالغ آدمی بھی کسی عورت کا دودھ پیے تو حرمت ثابت ہو جاتی ہے۔	(۱) دیگر امہات المومنین رضی اللہ عنہن نہیں ثابت ہوتی۔

(۱) واقعہ یہ ہے کہ سیدنا ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ صحابی کے ایک نابالغ غلام سالم تھے، جو مولیٰ ابی حذیفہ کی نسبت سے مشہور ہیں، وہ اپنے آقا کے گھر میں رہتے تھے اور زنانہ میں آمد و رفت رکھتے تھے، اور سیدنا ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ کی ←

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۲۶۔ رضاعت کم از کم پانچ گھونٹ دودھ پینے سے ثابت ہوتی ہے۔		بعض ① صحابہ رضی اللہ عنہم، ایک گھونٹ بھی پی لے تب بھی ثابت ہو جاتی ہے۔
۲۷۔ جب تک غلام پر ایک حبہ بھی واجب الادا ہے، وہ مکاتب ہے۔		سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ، ایک درہم سے کم ہے تو مکاتب نہیں۔ ②
۲۸۔ چوری کے مال کی قیمت اگر کم سے کم تین درہم بھی ہے تو ہاتھ کاٹا جائے گا۔ ③		سیدنا ابن عباس اور سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہما، دس درہم کی مالیت سے کم نہ ہونا چاہیے۔ ④
۲۹۔ اگر شوہر کو ڈرا دھمکا کر اس کی مرضی کے خلاف اس سے بیوی کو طلاق دلوائی جائے یا کسی آقا سے غلام آزاد کرایا جائے تو نہ طلاق واقع ہوگی نہ غلام آزاد ہوگا۔		ائمہ احناف کے نزدیک طلاق واقع ہو جائے گی، اور غلام بھی آزاد ہو جائے گا۔

← بیوی سہل بنت سہیل کا ان سے پردہ نہ تھا، جب سالم بالغ ہوئے تو سیدنا ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ کو اپنی بیوی کا ان سے پردہ نہ کرنا پسند نہ آیا، وہ بیوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض پرداز ہوئیں کہ یا رسول اللہ! اب سالم بالغ ہوئے ہیں سمجھتی ہوں کہ میرا ان کے سامنے آنا ابوحذیفہ کو ناگوار ہے، فرمایا کہ سالم کو اپنا دودھ پلا دو تو ابوحذیفہ کی ناگواری دور ہو جائے گی، چنانچہ ان کی بیوی نے اسی پر عمل کیا اور واقعاً اس کے بعد سیدنا ابوحذیفہ کی وہ ناگواری دور ہوگئی، اس واقعے کی بنا پر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا مسلک یہ تھا کہ بالغ لڑکے کو بھی اگر کسی عورت نے دودھ پلایا تو رضاعت کی حرمت ثابت ہو جائے گی، لیکن دیگر ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن نے اس اجازت کو مخصوص سیدنا سالم اور سیدنا ابوحذیفہ کی بیوی کے متعلق سمجھا اور اس کو حکم عام نہیں مانا، ائمہ مجتہدین میں امام داود ظاہری کے علاوہ جمہور ائمہ اور فقہا ازواج مطہرات کے ساتھ ہیں، صرف داود ظاہری نے اسی حدیث کی بنا پر سیدنا عائشہ رضی اللہ عنہا کا مسلک اختیار کیا اور دوسری صحیح احادیث سے بھی ثابت ہے کہ حرمت صرف بچپن کی رضاعت سے ثابت ہوتی ہے اور کلام پاک میں بھی رضاعت کی مدت دو سال بتائی گئی ہے اس لیے جمہور فقہا نے اس باب میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے مسلک کو قبول نہیں کیا۔ (شرح مسلم صحیح نووی باب رضاعہ الکبیر)

① صحیح بخاری، کتاب العتاق

② نسائی میں ہے کہ سیدنا علی اور سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہما کا یہی مذہب تھا۔

③ بخاری، سرقہ و حدود

④ دارقطنی، کتاب الحدود۔ مسند دارمی، کتاب الفرائض

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

لَا طَلَاقَ وَلَا عِتَاقَ فِی اِغْلَاقٍ	(ابوداود: کتاب الطلاق، رقم ۲۱۹۳)
۳۰۔ جس کو تین طلاقیں دی گئی ہوں وہ بھی زمانہ عدت تک اپنے شوہر کے گھر رہے۔	سیدہ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا، وہ شوہر کے گھر نہ رہے۔
۳۱۔ اگر کوئی دو بیٹیاں، ایک پوتی اور ایک پوتا چھوڑ دے، تو ثلث بیٹیوں کا حصہ ہوگا اور باقی میں پوتے اور پوتی دونوں کا حصہ ہوگا۔	سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، باقی حصہ صرف پوتے کا ہے، پوتی کو کچھ نہیں ملے گا۔

ان کے علاوہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے فقہی مسائل کا اور بہت بڑا ذخیرہ ہے، جس کا اکثر حصہ امام مالک رحمہ اللہ کی مؤطا میں محفوظ ہے اور مدینہ کی فقہ کی اس پر بنیاد ہے۔

علم کلام وعقائد

اسلام ایک سادہ دین ہے، اس کے عقائد بھی سیدھے سادھے تھے، لیکن غیر مذہب والوں کے میل جول اور عقلی بحث مباحثوں کے سبب سے صحابہ رضی اللہ عنہم کے اخیر زمانہ میں نئی نئی بحثیں پیدا ہونی شروع ہوگئی تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہر مسئلہ کا قطعی فیصلہ صرف آپ کا ارشاد تھا۔ جس کو جو شک پیدا ہوا، اس نے جا کر تسلی کر لی۔ اس عہد مبارک کے بعد ایسے موقعوں پر مسلمانوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف رجوع کیا۔ ان کو اس باب میں کوئی صریح آیت یا حدیث معلوم ہوتی تو پیش کر دی جاتی، ورنہ کتاب وسنت کے زیر سایہ ان کے جواب دیے جاتے۔ اس سلسلہ میں ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے جو روایات ثابت ہیں، ان کا ذکر کیا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے لیے اعضا کا اطلاق:

دوسری صدی ہجری میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے زمانہ کے بہت بعد اس مسئلہ نے بہت وسعت حاصل کی تھی، کہ اللہ کے لیے قرآن مجید اور احادیث میں ہاتھ، پاؤں، آنکھ، مختلف اعضا کا اطلاق ہوا ہے، ان سے مراد ان کے حقیقی معنی ہیں یا مجازی؟ مثلاً ہاتھ سے یہی ہاتھ مراد ہے یا قدرت؟ آنکھ سے بصارت مقصود ہے یا علم؟ وغیرہ۔ گو عام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اس مسلک کی تفصیل منقول نہیں، لیکن سلف صالحین کا عقیدہ یہی ہے کہ ان صفات الٰہی پر یقین کیا جائے اور ان کے حقیقی لغوی معنوں پر ایمان رکھا جائے، اور ان کی تفصیل میں نہ پڑا جائے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا میلان اسی مسلک کی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

طرف معلوم ہوتا ہے، چنانچہ بخاری میں ان کا مقولہ مذکور ہے:

((اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ وَسِعَ سَمْعَ الْاَصْوَاتِ))[1]

''اس اللہ کی حمد جس کے کان میں تمام آوازوں کی گنجائش ہے۔''

رؤیت باری تعالیٰ:

معتزلہ اور معتزلہ کے ہم خیال لوگوں کا اعتقاد ہے کہ اللہ کا دیدار نہ اس دنیا میں کسی کو ہوسکتا ہے نہ آخرت میں۔ جمہور اہل اسلام نہ صرف اس کے امکان بلکہ وقوع کے قائل ہیں۔ اہل حق کا مسلک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا دیدار اس دنیا میں نہیں ہوسکتا، لیکن آخرت میں اس کا دیدار اس طرح ہو گا جس طرح چودھویں کا چاند سب کو ایک ساتھ نظر آتا ہے۔ مگر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے نہایت مصرح روایتیں مروی ہیں، انھوں نے اپنے شاگردوں سے کہا کہ ''جو شخص تم میں سے یہ کہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا، وہ جھوٹ بولا۔'' اس دعوے پر انھوں نے قرآن مجید کی دو آیتوں سے استدلال کیا ہے، اور آج تک معتزلہ کو اس سے زیادہ قوی دلیلیں قرآن مجید سے نہیں مل سکی ہیں:

﴿لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ ؗ وَ هُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ ۚ وَ هُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ﴾

(الانعام: ۶/ ۱۰۳)

''اس کو (اللہ کو) نگاہیں نہیں پاسکتیں اور وہ نگاہوں کو پالیتا ہے، اور وہ لطیف اور خبردار ہے۔''

یعنی چونکہ وہ لطیف ہے، اس لیے نگاہیں اس کو نہیں پاسکتیں، اور چونکہ وہ خبردار اور آگاہ ہے، اس لیے وہ سب کی نگاہوں کو پالیتا ہے۔ دوسری آیت یہ ہے:

﴿وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ﴾

(الشوریٰ: ۵۱/ ۴۲)

''اور کسی بشر میں یہ طاقت نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس سے باتیں کر سکے، مگر وحی کے ذریعے سے یا پردہ کی اوٹ سے۔''

---

[1] صحیح بخاری، کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالیٰ: (وکان اللہ سمیعا بصیرا) تعلیقًا۔
سنن نسائی، کتاب الطلاق، باب الظهار، حدیث: ۳۴۹۰۔
سنن ابن ماجه، کتاب الطلاق، باب الظهار، حدیث: ۲۰۶۳۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما اس بات کے قائل تھے کہ رسول اللہ ﷺ معراج میں دیدار الٰہی سے مشرف ہوئے تھے، اور سورۂ نجم کی ان آیتوں سے استدلال کرتے تھے:

﴿وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى﴾ (النجم: ۵۳/ ۱۳)

''اور اس کو دوبارہ اترتے دیکھا۔''

﴿لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى﴾ (النجم: ۵۳/ ۱۸)

''پیغمبر نے اللہ کی بڑی نشانیوں کو دیکھا۔''

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس سے مراد اللہ تعالیٰ نہیں بلکہ جبریل علیہ السلام ہیں۔ چنانچہ مسلسل آیتوں کے پڑھنے سے بالکل واضح ہو جاتا ہے:

﴿عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى ۝ ذُوْمِرَّةٍ ۭ فَاسْتَوٰى ۝ وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰى ۝ ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى ۝ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى ۝ فَاَوْحٰٓى اِلٰى عَبْدِهٖ مَآ اَوْحٰى ۝ مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى ۝ اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰى مَا يَرٰى ۝ وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى ۝ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى﴾ (النجم: ۵۳/ ۵، ۱۴)

''پیغمبر کو ایک طاقتور نے سکھایا اور وہ افق اعلیٰ پر تھا، پھر قریب آیا، پھر لٹکا، پھر دو کمانوں کے برابر نزدیک تھا، پھر اس کے بندے (یا اپنے بندے) کی طرف وحی کی جو کچھ وحی کی، قلب نے جو کچھ دیکھا، اس میں جھوٹ نہیں بولا۔ کیا وہ جو کچھ دیکھتا ہے، اس پر تم اس سے جھگڑتے ہو؟ حالانکہ اس نے اس کو دوبارہ اترتے دیکھا، سدرۃ المنتہیٰ کے پاس۔''

ان روایات کی بنا پر معتزلہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو رؤیت باری کے منکروں میں شمار کرتے ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اس عالم میں رؤیت کی قائل نہیں ہیں، قیامت کی رؤیت کی منکر نہیں۔ روایت کے الفاظ یہ ہیں:[1]

((مَنْ حَدَّثَكَ اَنَّ مُحَمَّدًا رَاٰى رَبَّهٗ فَقَدْ كَذَبَ))

''جو تم سے بیان کرے کہ محمد ﷺ نے (معراج میں) اپنے رب کو دیکھا، وہ جھوٹ

---

[1] صحيح بخاری، كتاب التفسير۔ سورة والنجم، حديث: ۴۸۵۵۔
صحيح مسلم، كتاب الايمان، باب معنى قول الله عزوجل: (ولقد راه نزلة اخرىٰ) حديث: ۱۷۷۔
سنن ترمذی، كتاب التفسير القرآن، باب ومن سورة النجم، حديث: ۳۲۷۸۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بولا۔"

اس سے مقصود معراج میں رسول اللہ ﷺ کے دیدار الٰہی سے مشرف ہونے کا انکار ہے، نہ کہ آخرت میں۔ اس لیے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس ارشاد کو مطلق انکار رؤیت کے عقیدہ سے کوئی تعلق نہیں۔

علم غیب

غیب کی باتیں اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ عالم الغیب ہونا صرف اللہ تعالیٰ کی شان ہے:

﴿عٰلِمِ الْغَيْبِ وَ الشَّهَادَةِ﴾ (المومنون:۲۳/ ۹۲)

"وہی غیب اور شہادت کا جاننے والا ہے۔"

دوسری آیت میں ہے:

﴿لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ﴾ (النمل: ۲۷/ ٦٥)

"جتنی مخلوقات آسمانوں اور زمین میں موجود ہیں، غیب کی باتوں کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بھی نہیں جانتا۔"

بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ پیغمبر کے خصائص میں غیب کی ساری باتوں کا جاننا بھی ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس سے سختی کے ساتھ انکار فرمایا۔ فرماتی تھیں کہ "جو تم سے یہ بیان کرے کہ رسول اللہ ﷺ غیب کی باتیں جانتے تھے، وہ جھوٹا ہے۔" استدلال قرآن مجید کی اس آیت سے کرتی تھیں:[1]

﴿وَ مَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا﴾ (لقمان: ۳۱/ ۳٤)

"اور کوئی نہیں جانتا کہ کل وہ کیا کرے گا۔"

جب کوئی نہیں جانتا تو رسول اللہ ﷺ کو بھی اس کی خبر نہیں ہوگی۔ اس سے غیب کے کلی علم کی نفی ہوتی ہے۔

ایک اور واقعہ ہے کہ ایک دفعہ چند چھوکریاں کچھ گا رہی تھیں، گاتے گاتے یہ مصرع پڑھا:

((وَفِيْنَا نَبِيٌّ يَعْلَمُ مَا فِيْ غَدٍ))

"ہم میں ایک پیغمبر ہے جو کل کی بات جانتا ہے۔"

---

[1] صحیح بخاری، کتاب التفسیر۔ سورۃ والنجم، حدیث: ۴۸۵۵۔
صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب معنی قول اللہ عزوجل: ﴿لقد رآہ نزلة اخری﴾، حدیث: ۱۷۷۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ نہیں! وہی گاؤ جو پہلے گا رہی تھیں۔'' ①

اس ارشاد سے رسول اللہ ﷺ کی ذات پاک سے علم غیب کلی کے دعویٰ کی نفی ہوتی ہے۔ ہاں! البتہ اللہ تعالیٰ غیب کے بعض امور سے اپنے انبیاء علیہم السلام کو اپنی مصلحت وحکمت کے مطابق مطلع فرماتا رہتا ہے۔

پیغمبر اور اخفائے وحی

پیغمبر کی نسبت یہ سوءِ ظن نہیں ہو سکتا کہ اس کو جو کچھ وحی ہوتی ہے، اس میں سے وہ کچھ چھپا لیتا ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ''جو تم سے یہ بیان کرے کہ محمد ﷺ نے اللہ کے احکام میں سے کچھ چھپا لیا اور مخلوق پر ظاہر نہیں کیا، تو اس کو سچ نہ جانیو، اللہ فرماتا ہے: ②

﴿يَاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ وَ اِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ﴾ (المائدہ: ۵/ ٦٧)

''اے پیغمبر! اللہ کی طرف سے تجھ پر جو کچھ اترا وہ لوگوں کو پہنچا دے۔ اگر تو نے ایسا نہ کیا تو تو نے پیغمبری کا حق ادا نہ کیا۔''

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اس دعوے پر ایک اور واقعہ سے استدلال کرتی ہیں۔ دنیا میں کوئی شخص نہیں چاہتا کہ اپنی ادنیٰ سے ادنیٰ کمزوری کا بھی علی رؤس الاشہاد اعلان کرے، حالانکہ قرآن مجید میں متعدد آیتیں ایسی ہیں جن میں پیغمبر کو اس کی اجتہادی خطاؤں پر تنبیہ کی گئی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا منہ بولے بیٹے کی بیوی سے نکاح کرنا جہلائے عرب کے نزدیک سخت اعتراض کے قابل تھا۔ اس واقعہ کا ذکر قرآن مجید میں بتصریح مذکور ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اگر محمد ﷺ اللہ کی کسی وحی کو چھپا سکتے ③ تو اس آیت کو ضرور چھپا دیتے، (تاکہ جاہلوں کو اعتراض کا موقع نہ ملے):

﴿وَ اِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِيْٓ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاَنْعَمْتَ عَلَيْهِ اَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللّٰهَ وَتُخْفِيْ فِيْ نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِيْهِ وَ تَخْشَى النَّاسَ ۚ وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشٰىهُ﴾ (الاحزاب: ۳۳/ ۳۷)

---

① صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب ضرب الدف فی النکاح والولیمة، حدیث: ۵۱۴۷۔

② صحیح بخاری، کتاب التفسیر۔ سورة المائدة، باب: (یایها الرسول بلغ......) ح: ۴٦۱۲۔ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب معنی قول اللّٰہ عزوجل: (ولقد راہ نزلة اخریٰ)، حدیث: ۱۷۷ مطولاً۔

③ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب معنی قول اللہ عزوجل: (ولقد راہ نزلة اخری) حدیث: ۲۸۸/ ۱۷۷۔ ...... مسند احمد (٦/ ۲۴۱)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

’’اور جب تم اس شخص (زید رضی اللہ عنہ) سے کہہ رہے تھے، جس پر اللہ نے احسان کیا اور تم نے احسان کیا کہ اپنی بیوی اپنے پاس رکھو اور اللہ سے ڈرو، اور دل میں تم وہ چھپائے ہو جس کو اللہ ظاہر کرنے والا ہے۔ تم لوگوں سے ڈرتے ہو، حالانکہ اللہ زیادہ مستحق ہے کہ تم اس سے ڈرو۔‘‘

حالانکہ ایسا نہیں کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جو کچھ وحی آئی، وہ سب بے کم و کاست آپ نے تمام مسلمانوں پر ظاہر فرما دی۔

انبیا علیہم السلام معصوم ہیں

سورۂ یوسف میں ایک آیت ہے جس کی قراءت میں سیدہ عائشہ اور سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما میں اختلاف ہے۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ اس طرح پڑھتے ہیں: [1]

﴿وَ ظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا﴾ (یوسف: ۱۲/ ۱۱۰)

’’پیغمبروں نے گمان کیا کہ ان سے جھوٹ وعدہ کیا گیا۔‘‘

یعنی اللہ نے ان سے جھوٹا وعدہ کیا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ایک شاگرد نے پوچھا: ’’کیا یہ صحیح ہے؟‘‘ فرمایا:

((مَعَاذَ اللّٰهِ لَمْ تَكُنِ الرُّسُلُ تَظُنَّ ذٰلِكَ بِرَبِّهَا))

’’معاذ اللہ! پیغمبر، اللہ کی نسبت یہ گمان نہیں کر سکتے۔‘‘

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ”كُذِّبُوْا“ پڑھتی تھیں، یعنی وہ اپنی قوم کی طرف سے جھٹلائے گئے۔ [2] یعنی جب عذاب الٰہی آنے میں دیر ہوئی تو ان کو ڈر ہوا کہ کہیں کفار ان کو عذاب الٰہی کے آنے کی پیشین گوئی کرنے میں جھوٹا نہ سمجھیں، لیکن اس مایوسی کے قریب ہونے کے بعد ہی عذاب الٰہی آ جاتا ہے، کفار ہلاک ہوتے ہیں اور انبیا علیہم السلام کی نصرت ہوتی ہے۔

معراج روحانی

بعض روایتوں کے مطابق اس امر میں اختلاف ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج جسمانی ہوئی تھی یا روحانی؟ بیداری میں ہوئی تھی یا خواب میں؟ قرآن مجید نے اس کو رؤیا کہا ہے:

---

[1] صحیح بخاری، کتاب التفسیر سورة البقرة، باب (ام حسبتم ان تدخلوا الجنة) ح: ۴۵۲۴۔

[2] صحیح بخاری، کتاب التفسیر۔ سورة یوسف، باب قوله: (حتی اذا استئس الرسل)، حدیث: ۴۶۹۵۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

﴿وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِيْٓ اَرَيْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ﴾ (الاسراء: ۱۷/ ۶۰)

''اور ہم نے تجھ کو جو خواب دکھایا، وہ نہیں دکھایا، لیکن اس لیے کہ وہ لوگوں کے لیے آزمائش ہو۔''

قرآن مجید نے دوسری جگہ اس کو رؤیت قلب کہا ہے:

﴿مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى﴾ (النجم : ۵۳/ ۱۱)

''قلب نے جو کچھ دیکھا، اس میں وہ جھوٹ نہیں بولا۔''

صحاح کی ایک روایت میں یہ تصریح ہے کہ آپ اس وقت ''بَیْنَ النَّائِمِ وَالْیَقْظَانِ'' [۱] یعنی کچھ سوتے کچھ جاگتے تھے۔ ایک روایت میں معراج کے تمام مشاہدات وواقعات کے ذکر کے بعد آخری لفظ ہے: فَاسْتَیْقَظْتُ ''پھر میں جاگ پڑا۔'' [۲] ابن اسحاق کی روایت ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا معراج روحانی کی قائل تھیں۔ روایت کے الفاظ یہ ہیں:

((قَالَ ابْنُ اِسْحَاقَ وَحَدَّثَنِیْ بَعْضُ اٰلِ اَبِیْ بَکْرٍ اَنَّ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا زَوْجَ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم کَانَتْ تَقُوْلُ مَا فُقِدَ جَسَدُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَلٰكِنْ اُسْرِیَ بِرُوْحِهٖ)) [۳]

''ابن اسحاق نے کہا کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے خاندان کے ایک آدمی نے مجھ سے کہا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی تھیں کہ آپ کا جسم گم نہیں پایا گیا، بلکہ ان کی روح کو فرشتے لے گئے۔''

قاضی عیاض رحمہ اللہ نے شفا میں اس روایت پر یہ اعتراض کیا ہے [۴] اور قسطلانی رحمہ اللہ نے حرفاً حرفاً اسی کو نقل کر دیا ہے کہ معراج سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے لڑکپن کا واقعہ ہے، اس وقت تک وہ آپ کے حبالہ نکاح میں بھی نہیں آئی تھیں، بلکہ ایک روایت کے مطابق وہ پیدا بھی نہیں ہوئی تھیں، اس لیے یہ روایت صحیح نہیں۔ قاضی عیاض رحمہ اللہ کا یہ اصول تنقید اگر صحیح ہے تو ہم کو بہت سی ایسی حدیثوں سے

---

[۱] صحیح بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ذکر الملائکة صلوات الله علیهم، ح: ۳۲۰۷۔ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الاسراء برسول الله صلی اللہ علیہ وسلم، حدیث: ۱۶۴۔

[۲] الشفا قاضی عیاض (۱/ ۱۶۰)

[۳] سیرة ابن هشام (ص:۱۸۴)، واسناده ضعیف لجهالة الراوی۔

[۴] الشفا خفاجی (۱/ ۱۶۸، ۱۶۹)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

دستبردار ہونا پڑے گا، جن کا نقطہ نقطہ خود ان کے نزدیک اور جمہور محدثین کے نزدیک صحیح ہے، لیکن وہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس زمانہ سے متعلق ہیں جب وہ پیدا بھی نہیں ہوئی تھیں۔ آغاز وحی کے حالات، صحاح میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ کسی نے مفصل بیان نہیں کیے، بلکہ انھی کی روایت پر ان واقعات کے تفصیلی علم کا دارو مدار ہے۔ اس لیے روایت معراج سے زیادہ خود یہی روایت آغاز وحی اس دائرۂ تنقید کے اندر ہے کہ وہ بالیقین اس وقت تک پیدا بھی نہیں ہوئی تھیں، اور معراج کا واقعہ تو اس کے کئی برس بعد پیش آیا ہے۔

اصل یہ ہے، جیسا کہ زرقانی، ابن وہبہ اور ابن سریج نے تصریح کی ہے، کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ثابت ہی نہیں۔ [۱] ابن اسحاق جو اس کے راوی ہیں، خود بعض محدثین کے نزدیک ضعیف ہیں، پھر اپنے راوی کا وہ نام نہیں بتاتے، خاندان ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کا ایک شخص کہتے ہیں۔ وہ راوی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا نام لیتا ہے، حالانکہ اس کے اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے درمیان کم از کم ایک راوی اور چاہیے۔ اس لیے یہ روایت حجت کے قابل ہی نہیں۔

الصحابة عدول

اہل سنت کا مسلک یہ ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم تمام تر عدول، ثقہ اور مامون تھے، ☆ تا آنکہ کسی خاص شخص کی نسبت کوئی بات عدالت وثقاہت کے خلاف ثابت نہ ہو۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے واقعہ کے بعد سیدنا علی اور سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کی خانہ جنگیوں میں اہل مصر و عراق اور اہل شام ایک دوسرے کے حامی اور طرف دار صحابہ رضی اللہ عنہم کو لعن وطعن کرتے تھے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کو حکم الٰہی کے خلاف سمجھا اور اس پر قرآن مجید سے استدلال کیا، فرمایا:

((يَا ابْنَ أُخْتِي أُمِرُوا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوا لِاَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ فَسَبُّوا)) [۲]

”اے بھانجے! حکم دیا گیا تھا کہ رسول کے اصحاب کے لیے رحمت کی دعا کریں، تو یہ لوگ گالی دیتے ہیں۔“

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ حکم قرآن مجید کی اس آیت سے مستنبط کیا، جو مہاجرین و انصار کی تعریف کے سلسلہ میں ہے:

---

[۱] زرقانی (۶/ ۵)

[۲] صحیح مسلم، کتاب التفسیر، باب فی تفسیر آیات متفرقة، حدیث: ۳۰۲۲۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

﴿وَالَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ﴾ (الحشر: ۵۹/ ۱۰)

''اوران (صحابہ) کے بعد جو نسل آئے، وہ کہے کہ الٰہا! ہم کو معاف کر اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی جو ہم سے پہلے ایمان کے ساتھ گزر گئے اور ہمارے دلوں میں ایمان والوں کے ساتھ کینہ نہ پیدا کر، اے ہمارے پروردگار! تو مہربان اور رحیم ہے۔''

ترتیب خلافت

مسلم میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض الموت میں ان سے فرمایا کہ ''ابوبکر اپنے باپ اور اپنے بھائی کو بلوا بھیجو، تاکہ میں لکھ دوں۔ مجھے ڈر ہے کہ کوئی آرزومند (خلافت) یہ کہے کہ میں مستحق ہوں، حالانکہ اللہ اور مسلمان ابوبکر کے سوا کسی اور کو نہیں چاہتے۔'' اسی کتاب میں ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ایک عزیز شاگرد ابن ابی ملیکہ نے دریافت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود کسی کو خلیفہ بناتے تو کس کو بناتے؟ فرمایا: ''ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کو۔'' پوچھا: ''ان کے بعد؟'' جواب دیا: ''عمر (رضی اللہ عنہ) کو۔'' سوال کیا: ''پھر؟'' کہا: ''ابوعبیدہ بن جراح (رضی اللہ عنہ) کو۔'' اس کے بعد چپ ہوگئیں۔ [1]

عذاب قبر

قرآن مجید میں قبر کے ساتھ عذاب کا ذکر نہیں، البتہ برزخ (یعنی موت کے بعد اور قیامت سے پہلے) عذاب کا ذکر ضرور ہے، لیکن اس سے قبر میں عذاب ہونے کی طرف بتصریح ذہن منتقل نہیں ہوتا۔ چنانچہ معتزلہ اس کے اب تک منکر ہیں۔

اسلام میں اس مسئلہ کی تحقیق سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہی کی ذات سے ہوئی۔ دو یہودی عورتیں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں آئیں۔ باتوں باتوں میں انھوں نے کہا: ''اللہ آپ کو عذاب قبر سے بچائے۔'' سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے لیے یہ بالکل نئی آواز تھی، سن کر چونک پڑیں، انکار کیا کہ قبر میں عذاب نہ ہوگا، پھر تسکین نہ ہوئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو دریافت کیا۔ فرمایا: ''سچ ہے۔'' [2] پھر

---

[1] صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل ابی بکر الصدیقؓ، ح: ۲۳۸۵۔

[2] صحیح بخاری، کتاب الدعوات، باب التعوذ من عذاب القبر، حدیث: ۶۳۶۶۔
صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب استحباب التعوذ من عذاب القبر، حدیث: ۵۸۶۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ کی دعاؤں کو غور سے سنا، تو دیکھا کہ عذاب قبر سے بھی پناہ مانگتے تھے، پہلے ان کی گویا ادھر توجہ نہیں ہوئی تھی۔

سماع موتی

مردے سنتے ہیں یا نہیں؟ صحابہ رضی اللہ عنہم کے اقوال اس میں مختلف ہیں۔ سیدنا عمر، عبداللہ بن عمر اور سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم سماع کے قائل ہیں، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اس کی منکر ہیں۔ ان کا انکار صرف قیاس و عقل پر مبنی نہیں بلکہ وہ اپنے اس دعویٰ پر آیت ذیل سے ثبوت پیش کرتی ہیں:[1]

﴿اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى﴾ (النمل: ۲۷/ ۸۰)

''اے پیغمبر! تو مُردوں کو اپنی بات نہیں سنا سکتا۔''

﴿وَ مَاۤ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِی الْقُبُوْرِ﴾ (فاطر: ۳۵/ ۲۲)

''اور نہ ان کو سنا سکتا ہے جو قبروں میں ہیں۔''

اس سے معلوم ہوا کہ مردے موت کے بعد سماعت سے محروم ہیں۔ الا یہ کہ بعض خاص حالات میں ان کو کوئی خاص آواز سنادی جائے۔

علم اسرار الدین

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ شریعت کے سارے احکام مصلحتوں پر مبنی ہیں، لیکن ان مصلحتوں پر بندوں کا مطلع ہونا ضروری نہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے لطف و کرم سے ان مصلحتوں کا بیان بھی فرما دیا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اپنے احکام کے بہت سے مصالح خود بتائے ہیں، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو احکام دیے، ان کی مصلحتیں کبھی خود ظاہر فرما دی ہیں اور کبھی کسی نے پوچھا ہے تو بتا دیا ہے۔ صحابہ میں جو لوگ شریعت کے راز داں تھے، وہ بھی ان نکتوں سے بخوبی آگاہ تھے۔ شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ نے علم اسرار شریعت میں ''حجة الله البالغه'' کے نام سے جو کتاب تصنیف کی ہے، اس میں اس سوال کا جواب کہ جب سلف نے اسرار شریعت کے ساتھ اعتنا نہ کیا، تو تم کیونکر کر سکتے ہو، یہ جواب دیا ہے:

---

[1] صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب قتل ابی جهل، حدیث: ۳۹۷۸، ۳۹۷۹۔
صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب المیت یعذب ببکاء اهله علیه، حدیث، ۹۳۲۔

www.KitaboSunnat.com
کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

((قُلْنَا لَا یَضُرُّ عَدَمُ تَدْوِیْنِ السَّلَفِ اِیَّاہُ بَعْدَ مَا مَھَّدَ النَّبِیُّ ﷺ اُصُوْلَہٗ وَ فَرَّعَ فُرُوْعَہٗ وَاقْتَفٰی اَثَرَہٗ فُقَھَاءُ الصَّحَابَۃِ کَاَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ عُمَرَوَ عَلِیٍّ وَ کَزَیْدٍ وَ ابْنِ عَبَّاسٍ وَ عَائِشَۃَ وَغَیْرِھِمْ بَحَثُوْا عَنْہُ وَ اَبْرَزُوْا وُجُوْھًا مِّنْہُ))

''ہم کہتے ہیں کہ سلف کا اس علم کا مدون نہ کرنا ہمارے دعویٰ کو مضر نہیں، جب کہ خود رسول اللہ ﷺ نے اس کے اصول و فروع ممہد فرمائے اور فقہائے صحابہ رضی اللہ عنہم مثلاً سیدنا عمر، سیدنا علی، سیدنا زید بن ثابت، سیدنا ابن عباس اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہم وغیرہ نے آپ کی اس میں تقلید کی، ان امور کی تحقیق اور ان کے وجوہ ظاہر کیے۔'' (مقدمہ)

اگر مجھ پر ہیرو پرستی کا الزام نہ قائم کیا جائے تو شاہ صاحب کی فہرست میں آخر کے بجائے سب سے اول سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا نام لکھ دوں۔ اس سے مقصود یہ نہیں کہ ان کو دو پہلے بزرگوں سے اسرار شریعت کی زیادہ واقفیت تھی، بلکہ یہ ہے کہ انھوں نے ان سربمہر خزانوں کو سب سے زیادہ وقف عام کیا۔ چنانچہ اس دعویٰ کی دلیل احادیث کے اوراق اور صفحات ہیں۔

اوپر گزر چکا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں عورتیں بے تکلف مسجد نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں آتی تھیں اور جماعت کی نماز میں مردوں اور بچوں سے پیچھے ان کی صف ہوتی تھی۔ رسول اللہ ﷺ کا بھی تاکیدی حکم تھا کہ ان کو آنے سے روکا نہ جائے۔ لیکن عہد نبوت کے انقضا کے بعد مال و دولت کی فراوانی اور غیر قوموں کے اختلاط نے ان کی سادگی، بے تکلفی اور پاکیزہ نفسی کو باقی نہ رکھا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے جب یہ حالت دیکھی تو فرمایا: ''اگر آج رسول اللہ ﷺ زندہ ہوتے اور عورتوں نے اب جو جدتیں پیدا کر لی ہیں، ان کو وہ دیکھتے تو ان کو مسجدوں میں آنے سے روک دیتے۔''[1] یہ ایک جزئی واقعہ ہے، لیکن اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک شریعت کے احکام مصالح اور اسباب پر مبنی ہیں، اور ان کے بدلنے سے احکام بھی بدل جاتے ہیں۔

ایک دفعہ ایک صاحب سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے ملنے آئے اور اندر آنے کی اجازت چاہی۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کی بھاوج کا دودھ پیا تھا، انھوں نے اجازت نہ دی۔ رسول اللہ ﷺ جب

[1] صحیح بخاری، کتاب الاذان، باب انتظار الناس قیام الامام العالم، حدیث: ۸۶۹۔
صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، باب خروج النساء الی المساجد، حدیث: ۴۴۵۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تشریف لائے تو واقعہ عرض کیا۔ فرمایا: ''تم کو اجازت دے دینی چاہیے تھی۔'' عرض کی: ''اس کے بھائی نے مجھ کو دودھ نہیں پلایا، اس کے بھائی کی بیوی نے پلایا۔'' (یعنی بھاوج اور دیور میں کوئی نسبتی تعلق نہیں ہے، جو حرمت ثابت ہو۔) آپ نے فرمایا: ''نہیں، وہ تمھارا چچا ہوا۔''[1] اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ احکام کے اندر مصالح عقلی کو بھی تلاش کرتی تھیں۔

اب ہم ذیل میں ان مسائل کو لکھتے ہیں، جن کے اسرار و حقائق احادیث میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ظاہر کیے ہیں۔ گو ہم نے اس کے لیے حدیث کی تمام کتابوں کا استقصاء کر لیا ہے، تاہم ممکن ہے کہ بہت سی باتیں رہ گئی ہوں۔ والکمال للہ وحدہ۔

قرآن مجید کی ترتیب نزول

مقام نزول کے لحاظ سے قرآن مجید کے دو حصے ہیں: مکی اور مدنی۔ یعنی ایک قرآن مجید کا وہ حصہ جو مکہ میں نازل ہوا، اور دوسرا جو ہجرت کے بعد مدینہ میں نازل ہوا۔ یہ دونوں ٹکڑے معنوی خصوصیات کے لحاظ سے بھی ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ گو عام لوگوں کو اس کا مطلق احساس نہیں ہوتا، لیکن جو لوگ عربی زبان پر عبور رکھتے ہیں اور اس کے رموز سے واقف ہیں، وہ صرف سورہ کے الفاظ کو سن کر فیصلہ کر سکتے ہیں کہ مکی سورہ ہے یا مدنی۔ ان دونوں میں جلی امتیازات حسب ذیل ہیں:

مکی سورتیں	مدنی سورتیں
زیادہ تر پر جوش اور جذبات سے بھری ہوئی ہیں۔	ٹھوس اور عمیق ہیں۔
الفاظ پر عظمت اور شاندار ہوتے ہیں۔	قانونی الفاظ ہوتے ہیں۔
زیادہ تر نصائح، مواعظ، توحید، ذکر قیامت اور آیات حشر و نشر پر مشتمل ہیں۔	احکام اور قوانین پر مشتمل ہیں۔
ان میں اکثر قافیوں کا لحاظ رکھا گیا ہے، اور عموماً قافیے بھی چھوٹے چھوٹے۔	قافیوں کا لحاظ کم ہے، اور اگر کہیں ہے تو بڑے بڑے قافیے۔

[1] صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب ما یحل من الدخول والنظر الی النساء، ح: ۵۲۳۹۔ صحیح مسلم، کتاب الرضاع، باب تحریم الرضاعۃ من ماء الفحل، حدیث: ۵/ ۱۴۴۵۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ان میں یہود و نصاریٰ سے مناظرہ نہیں، سیدھی سیدھی باتیں ہیں۔	یہود و نصاریٰ سے بکثرت مناظرے ہیں۔
ان میں اعمال و عبادات کا مطالبہ کم تر ہے۔	زیادہ تر عقائد کی بحث ہے۔
جہاد کا ذکر نہیں بلکہ صرف دعوت و تبلیغ اور نرمی کلام کا۔	دعوت و تبلیغ کے ساتھ جہاد کا حکم ہوتا ہے۔

اس فرق و امتیاز کے اکتشاف پر یورپ کے علمائے مستشرقین کو بڑا ناز ہے، لیکن انھیں خبر نہیں کہ وہ رازدار و محرم نبوت (رضی اللہ عنہا) آج سے ۱۳۳۵ برس پہلے اس سر مکتوم کو علی الاعلان فاش کر چکی تھی۔ صحیح بخاری میں ہے:

((اِنَّمَا نَزَلَ اَوَّلَ مَا نَزَلَ مِنْهُ سُوْرَةٌ مِّنَ الْمُفَصَّلِ فِيْهَا ذِكْرُ الْجَنَّةِ وَ النَّارِ حَتّٰى اِذَا ثَابَ النَّاسُ اِلَى الْاِسْلَامِ ثُمَّ نَزَلَ الْحَلَالُ وَالْحَرَامُ وَلَوْ نَزَلَ اَوَّلَ شَيْءٍ لَا تَشْرَبُوا الْخَمْرَ لَقَالُوْا لَا نَدَعُ الْخَمْرَ اَبَدًا وَلَوْ نَزَلَ لَا تَزْنُوْا لَقَالُوْا لَا نَدَعُ الزِّنَا اَبَدًا لَقَدْ نَزَلَ بِمَكَّةَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَاِنِّيْ لَجَارِيَةٌ اَلْعَبُ ﴿بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ اَدْهٰى وَ اَمَرُّ﴾ (القمر: ۴۶/ ۲۷) وَمَا نَزَلَتْ سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ وَالنِّسَاءِ اِلَّا وَاَنَا عِنْدَهٗ)) [۱]

”قرآن کی جو سب سے پہلے سورہ نازل ہوئی، وہ مفصل کی سورہ ہے، جس میں جنت اور دوزخ کا ذکر ہے، یہاں تک کہ جب لوگ اسلام کی طرف مائل ہوئے تو پھر حلال و حرام اترا۔ اگر پہلے ہی یہ اترتا کہ شراب مت پیو، لوگ کہتے کہ ہم شراب ہرگز نہیں چھوڑیں گے، اور اگر یہ اترتا کہ زنا نہ کرو، تو کہتے کہ ہم ہرگز زنا نہ چھوڑیں گے۔ مکہ میں جب میں کھیلتی تھی، تو یہ اترا: ”ان کے وعدہ کا وقت قیامت ہے اور قیامت نہایت سخت اور تلخ چیز ہے۔“ سورۂ بقرہ و نساء جب اتری تو میں آپ کی خدمت میں تھی۔“

مقصود یہ ہے کہ اسلام نے اپنا اصول یہ رکھا کہ آہستہ آہستہ اور رفتہ رفتہ وہ اپنی تعلیم کا دائرہ وسیع کرتا ہے۔ اسلام ایک جاہل قوم میں آیا، پہلے خطیبانہ اور موثر طریقۂ ادا سے ان کو جنت اور دوزخ کا ذکر سنایا گیا، جب لوگ اس سے متاثر ہوئے تو اسلام کے احکام، قوانین اور اوامر و نواہی

[۱] صحیح بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب تالیف القرآن، حدیث: ۴۹۹۳۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

نازل ہوئے۔ زنا اور شراب خوری وغیرہ عادات بد کے ترک کا اگر پہلے دن مطالبہ کیا جاتا تو اس آواز کو کون سنتا؟ زبان اور طرز ادا کا فرق، معانی اور مطالب کے فرق کی بنا پر ہے۔ کون کہہ سکتا ہے کہ ایک موعظت ونصیحت کی کتاب کی اور قانون تعزیرات کی زبان ایک ہو سکتی ہے۔ سورۂ بقرہ اور نساء جس کی نسبت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ وہ مدینہ میں نازل ہوئیں، چونکہ مدینہ میں یہود ونصاریٰ تھے، اس لیے ان میں ان سے مناظرات ہیں، اور چونکہ اسلام کی دعوت یہاں کام کر چکی تھی، اس لیے ان میں احکام نازل ہوئے، اور احکام وقانون کی زبان کی بنا پر ان میں قافیے کم ہیں، اور سورۂ قمر کے نزول کو مکہ میں بتاتی ہیں، اس میں قیامت کا ذکر ہے کہ آغاز اسلام تھا، مشرکین کی تردید ہے کہ وہاں انھی سے سابقہ تھا، چھوٹے چھوٹے قافیے ہیں کہ ان سے عبادت میں رقت اور تاثیر پیدا کرنا مقصود تھا۔ الغرض مکی اور مدنی سورتوں میں فرق، حالات کے اختلاف کی بنا پر ہے، اور حالات کے اختلاف سے زبان تعبیر اور طرز ادا میں فرق ہے۔

مدینہ میں اسلام کی کامیابی کا سبب

یہ ایک ایسا تاریخی سوال ہے کہ جس کی نسبت یہ سمجھا جا سکتا ہے کہ بیسیویں صدی عیسوی سے پہلے تاریخ نے اتنی ترقی نہیں کی تھی کہ وہ اس قسم کے سوالات پیدا بھی کر سکے۔ آج کل بڑے بڑے مصنفین اور ارباب قلم جب ان عقدوں کو حل کرتے ہیں تو تھوڑی دیر کے لیے یہ سمجھ لیتے ہیں کہ وہ آسمان کے تارے توڑ رہے ہیں۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ جس کے سامنے یہ سب کچھ ہو رہا تھا، اس کی نگاہ سے یہ نکتہ پوشیدہ نہ تھا۔ مخالفتوں کے ہجوم میں اسلام کی ترقی قدرت الٰہی کا ایک معجزہ ہے، لیکن ضروری نہیں کہ معجزہ اسباب عادی کے بغیر ہی ظہور پذیر ہو۔ اللہ تعالیٰ کا اپنے فضل سے کسی شے کے ہونے کے مختلف اسباب کو ایک وقت مناسب میں مہیا اور مجتمع کر دینا بھی تو معجزہ ہے، جو دنیا میں ہر کام کو میسر نہیں آتا، ورنہ اس عالم امکان میں کوئی تحریک کبھی ناکامیاب نہ ہوتی۔ حالانکہ ہزاروں تحریکیں ہیں جو عدم اسباب کی بنا پر سرسبز نہیں ہوتیں۔

اسلام کے ظہور سے پہلے مدینہ کے قبائل باہم خانہ جنگیوں میں مصروف تھے۔ ان لڑائیوں میں ان قبائل کے اکثر ارباب ادّعا قتل ہو گئے، اور یہی لوگ ہمیشہ ہر تحریک کے مانع ہوتے ہیں کہ اس سے ان کی پوزیشن کو صدمہ پہنچتا ہے۔ انصار ان لڑائیوں سے اس قدر چور ہو گئے تھے کہ اسلام آیا تو سب نے اس کو رحمت سمجھا، اور چونکہ ارباب ادّعا کا طبقہ مفقود ہو چکا تھا، اس لیے ان کی راہ میں کسی نے موانع پیدا نہیں کیے۔ اس طریقے سے اللہ تعالیٰ نے اسلام کی ترقی کے راستے مدینہ میں صاف کر

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

دیے تھے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

((كَانَ يَوْمُ بُعَاثَ يَوْمًا قَدَّمَهُ اللّٰهُ لِرَسُوْلِهٖ فَقَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَقَدِ افْتَرَقَ مَلَؤُهُمْ وَقُتِلَتْ سَرَوَاتُهُمْ وَجُرِّحُوْا قَدَّمَهُ اللّٰهُ لِرَسُوْلِهٖ فِي دُخُوْلِهِمْ فِي الْإِسْلَامِ)) [1]

”جنگ بعاث وہ واقعہ تھا جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول (ﷺ) کے لیے پہلے سے پیدا کر دیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ مدینہ آئے تو ان کی جمعیت منتشر ہوگئی تھی اور ان کے سردار مارے جا چکے تھے، اور اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول (ﷺ) کے لیے ان کے اسلام میں داخل ہونے کے لیے یہ واقعہ پہلے ہی سے مہیا کر دیا تھا۔“

جمعہ کے دن نہانا

جمعہ کے دن غسل واجب ہے، اس وجوب کا سبب سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی زبانی سننا چاہیے:

((كَانَ النَّاسُ يَنْتَابُوْنَ الْجُمُعَةَ مِنْ مَنَازِلِهِمْ وَالْعَوَالِيْ فَيَأْتُوْنَ فِي الْغُبَارِ يُصِيْبُهُمُ الْغُبَارُ وَالْعَرَقُ فَيَخْرُجُ مِنْهُمُ الْعَرَقُ فَأَتَى رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ إِنْسَانٌ مِنْهُمْ وَهُوَ عِنْدِيْ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ وَلَوْ تَطَهَّرْتُمْ لِيَوْمِكُمْ هٰذَا)) [2]

”لوگ اپنے گھروں سے اور مدینہ کی باہر کی آبادی سے جمعہ کی نماز میں آ کر شریک ہوتے تھے، گرد و غبار میں اَٹے ہوتے تھے، پسینا چلتا تھا۔ ان میں سے ایک آدمی آپ ﷺ کے پاس آیا، آپ میرے یہاں تشریف فرما تھے۔ آپ نے فرمایا: ”اس دن کے لیے تم نہا لیتے۔“

سفر میں دو رکعت نماز

وہ نمازیں جو چار رکعت ہیں، قصر کی حالت میں صرف دو رکعتیں ادا کی جاتی ہیں۔ بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ چار میں سے دو سہولت کی خاطر ساقط کر دی گئی ہیں، لیکن اصل واقعہ سنو، فرماتی ہیں:

[1] صحیح بخاری، کتاب مناقب الانصار، باب مناقب الانصار رضی اللہ عنہم، حدیث: ۳۷۷۷۔

[2] صحیح بخاری، کتاب الجمعة، باب من این تؤتی الجمعة، حدیث: ۹۰۲۔
صحیح مسلم، کتاب الجمعة، باب وجوب غسل الجمعة……، حدیث: ۸۴۷۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

((فُرِضَتِ الصَّلٰوةُ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ هَاجَرَ النَّبِيُّ ﷺ فَفُرِضَتْ اَرْبَعًا وَتُرِكَتْ صَلٰوةُ السَّفَرِ عَلَى الْاُوْلٰى)) ①

''مکہ میں دو دو رکعتیں فرض تھیں، جب آپ نے ہجرت فرمائی تو چار فرض کی گئیں اور سفر کی نماز اپنی حالت پر چھوڑ دی گئی۔''

نماز صبح اور نماز عصر کے بعد نماز پڑھنے کی ممانعت

احادیث میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ عصر کی اور صبح کی نماز پڑھ لینے کے بعد پھر کوئی نماز یعنی نفل و سنت بھی جائز نہیں۔ بظاہر اس ممانعت کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی۔ عبادت کا تو اللہ تعالیٰ نے ہر وقت حکم دیا ہے۔ یہ حیرت اور استعجاب سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا دور فرماتی ہیں:

((وَهِمَ عُمَرُ اِنَّمَا نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنِ الصَّلٰوةِ اَنْ يُّتَحَرّٰى طُلُوْعُ الشَّمْسِ وَغُرُوْبُهَا)) ②

''عمر (رضی اللہ عنہ) کو وہم ہوا، آپ ﷺ نے نماز سے منع فرمایا ہے کہ کوئی شخص آفتاب کے طلوع یا غروب کے وقت کو تاک کر نماز پڑھے۔''

یعنی آفتاب پرستی کا شبہ نہ ہو، یا آفتاب پرستوں کے ساتھ وقت عبادت میں تشابہ کا گمان نہ ہو۔ اسی قسم کی روایتیں اور صحابہ رضی اللہ عنہم سے بخاری میں مروی ہیں۔

بیٹھ کر نماز پڑھنا

رسول اللہ ﷺ کی نسبت ثابت ہے کہ آپ نوافل بیٹھ کر بھی ادا فرماتے تھے۔ اسی لیے بعض لوگ کسی عذر کے بغیر بھی بیٹھ کر نفل پڑھنا مستحب سمجھتے تھے، حالانکہ بیٹھ کر نماز پڑھنے کا ثواب کھڑے ہو کر پڑھنے سے آدھا ہے۔ ایک شخص نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ آپ بیٹھ کر نماز پڑھتے تھے؟ جواب دیا:

((حِيْنَ حَطَمَهُ النَّاسُ)) ③

---

① صحیح بخاری، کتاب مناقب الانصار، باب التاریخ من این ارخوا التاریخ، ح: ۳۹۳۵۔ صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ المسافرین، باب صلاۃ المسافرین وقصرھا، ح: ۶۸۵۔

② صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب لا تتحروا بصلاتکم طلوع الشمس، حدیث: ۸۳۳۔ …… مسند احمد (۶/ ۱۲۴)

③ صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب جواز النافلۃ قائما وقاعدا، حدیث: ۷۳۲۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

''جب لوگوں نے آپ کو توڑ دیا (یعنی آپ کمزور ہو گئے)۔''

دوسری روایت میں ہے:

((مَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَقْرَءُ فِي شَيْءٍ مِّنْ صَلٰوةِ اللَّيْلِ جَالِسًا قَطُّ حَتّٰى دَخَلَ فِي السِّنِّ)) ①

''میں نے کبھی آپ کو تہجد کی نماز بیٹھ کر پڑھتے نہیں دیکھا۔ لیکن ہاں! جب آپ کی عمر زیادہ ہو گئی۔''

یہ دونوں روایتیں ابوداود (باب صلوٰۃ القاعد) میں ہیں۔ مسلم میں بھی (باب صلوٰۃ اللیل) اسی قسم کی روایتیں ہیں۔ ایک روایت ہے:

((قَالَتْ لَمَّا بَدَّنَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ وَثَقُلَ كَانَ أَكْثَرُ صَلَاتِهِ جَالِسًا)) ②

''جب آپ کا بدن بھاری ہو گیا تو آپ اکثر نفل بیٹھ کر پڑھنے لگے۔''

اس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے بحالت عذر نصف ثواب پر قناعت فرمائی ہے۔ ③ اب جن کی نظر ثواب کی قلت و کثرت پر ہے، وہ تو کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کو اچھا سمجھتے ہیں، لیکن جو محبت کے آشنا ہیں، وہ ثواب کی کثرت پر محبوب کی اتباع کو اہمیت دیتے ہیں۔ اس لیے گو ان کو ان نفلوں کے بیٹھ کر پڑھنے کا ثواب کم ملے گا، مگر ان کی تلافی اتباع محبت کے ثواب سے ان شاء اللہ تعالیٰ پوری ہو جائے گی۔

---

① سنن ابی داود، کتاب الصلاۃ، باب فی صلاۃ القاعد، حدیث: ۹۵۳۔
صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب جواز النافلۃ قائما وقاعدا، حدیث: ۷۳۱۔

② صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب جواز النافلۃ قائما وقاعدا، حدیث: ۱۱۷/ ۷۳۲۔

③ مؤلف رحمہ اللہ کی یہ بات درست نہیں۔ بلکہ رسول اللہ ﷺ کو بیٹھ کر نماز پڑھنے کی صورت میں بھی ثواب پورا ہی ملتا تھا۔ جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کی روایت سے ثابت ہوتا ہے۔ آپ کہتے ہیں کہ مجھے حدیث پہنچی کہ بیٹھ کر نماز پڑھنے سے نصف ثواب ملتا ہے۔ میں آپ ﷺ کے پاس آیا اور آپ کو بیٹھ کر نماز پڑھتے دیکھا اور پوچھا کہ مجھے آپ کی حدیث پہنچی اور آپ کو بھی بیٹھ کر نماز پڑھتے دیکھ رہا ہوں؟ تو آپ نے فرمایا: ''ٹھیک ہے، لیکن میں تمہاری طرح نہیں ہوں۔'' (یعنی مجھے ثواب پورا ملتا ہے۔)
صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب جواز النافلۃ قائما و قاعدا، حدیث: ۷۳۵۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

مغرب میں تین رکعتیں کیوں ہیں؟

ہجرت کے بعد نمازوں میں جب دو رکعتوں کے بجائے چار رکعتیں ہوگئیں، تو مغرب میں تین رکعتیں کیوں رہیں؟ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اس کا جواب دیتی ہیں:

((اِلَّا الْمَغْرِبَ فَاِنَّهَا وِتْرُ النَّهَارِ)) [1]

"مغرب کی رکعتوں میں اضافہ نہ ہوا، کیونکہ وہ دن کی نماز وتر ہے۔"

جس طرح رات کی نمازوں میں تین رکعتیں وتر کی ہیں، اسی طرح یہ دن کی نمازوں میں وتر کی تین رکعتیں ہیں۔

صبح کی نماز دو ہی رکعت کیوں رہی؟

صبح کی نماز میں تو اطمینان زیادہ ہوتا ہے، اس میں اور رکعتیں زیادہ ہونی چاہئیں فرماتی ہیں:

((وَصَلٰوةِ الْفَجْرِ لِطُوْلِ قِرَاءَتِهِمَا)) [2]

"نماز فجر میں بھی رکعتوں کا اضافہ نہ ہوا کیونکہ صبح کی دونوں رکعتوں میں لمبی سورتیں پڑھی جاتی ہیں۔"

صبح کی نماز میں مخصوص طور سے شریعت نے خشوع وخضوع کا لحاظ زیادہ رکھا ہے۔ بار بار کے اٹھنے بیٹھنے سے اس میں فرق آتا ہے، اس لیے کمیت کے بجائے اس میں کیفیت کا اضافہ کر دیا گیا۔ یعنی رکعتوں کی تعداد تو وہی رہی، لیکن قراءت لمبی کر دی گئی۔

صوم عاشورا کا سبب

روز عاشورا یعنی دسویں محرم کو اہل جاہلیت روزہ رکھتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جاہلیت میں اس دن روزہ رکھتے تھے۔ اسلام آیا تو بھی یہ روزہ واجب رہا۔ [3] رمضان کے روزے فرض ہوئے تو اس

---

[1] مسند احمد (۶/ ۲۴۱) واسنادہ ضعیف۔ سند منقطع ہے۔ عامر شعبی نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے کچھ نہیں سنا۔

[2] مسند احمد (۶/ ۲۴۱) واسنادہ ضعیف۔

[3] صحیح بخاری، کتاب الصوم، باب صوم یوم عاشوراء، حدیث: ۲۰۰۰۔۲۰۰۵۔
صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب صوم یوم عاشورا، حدیث: ۱۱۲۵۔۱۱۳۱۔
بخاری، مسلم، ابوداود اور ابن ماجہ میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت اس سے مختلف ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ جب آپ مدینہ آئے تو یہودیوں کو دیکھا کہ اس دن روزہ رکھتے ہیں، سبب دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ چونکہ اس دن اللہ تعالیٰ نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو فرعون پر فتح عطا کی تھی، اس کی یادگار میں یہود اس دن کا روزہ رکھتے ←

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

روزہ کا وجوب منسوخ ہو گیا۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی اسی قسم کی روایت احادیث میں مذکور ہے، لیکن وہ یہ بیان نہیں کرتے کہ جاہلیت میں اس دن کیوں روزہ رکھا جاتا تھا، اس کا سبب سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں:

((كَانُوا يَصُومُونَ يَوْمَ عَاشُورَاءَ قَبْلَ أَنْ يُفْرَضَ رَمَضَانُ وَكَانَ يَوْمٌ تُسْتَرُ فِيهِ الْكَعْبَةُ)) ①

"رمضان کی فرضیت سے پہلے قریش عاشورا کے دن کا روزہ رکھتے تھے۔ اس روز کعبہ کو

← ہیں۔ آپ نے فرمایا: "تو پھر میں اس روزہ رکھنے کا زیادہ مستحق ہوں۔" چنانچہ آپ نے خود بھی اس دن روزہ رکھا اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو بھی رکھنے کا حکم دیا۔ سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے بھی بخاری میں ایک اسی سم کی روایت ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث موطا، بخاری، مسلم، ابوداود اور ترمذی اور مسند احمد میں ہے۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی ایک روایت ابوداود اور ابن ماجہ میں ہے، جو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی تائید میں ہے۔ معجم کبیر طبرانی میں سیدنا زید رضی اللہ عنہ سے جو روایت ہے، وہ بھی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہی کی تائید میں ہے، ابوداود اور ابن ماجہ میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہود کی مخالفت کرنی چاہیے، وہ دس کو روزہ رکھتے ہیں ہم آیندہ نو کو بھی روزہ رکھیں گے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت پر تین اسباب سے ترجیح رکھتی ہے: ① روایات کی کثرت، ② سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کی تائید ③ اور قیاس کا اقتضا۔ یعنی اگر عاشورا کے دن آپ یہود کی پیروی میں روزہ رکھتے تو پھر مخالفت کے اظہار کی کیا حاجت تھی۔ بہرحال دونوں روایتوں میں تطبیق اس طرح ممکن ہے کہ مکہ میں اہل جاہلیت اس دن روزہ رکھتے تھے، آپ بھی رکھتے ہوں گے، اسی دن یہود بھی روزہ رکھتے تھے، اتفاقاً دونوں کی تاریخیں تھیں۔ جب آپ مدینہ تشریف لائے تو یہود کو بھی روزہ سے پایا، آپ نے بھی حسب دستور روزہ رکھا' یہود کی تقلید منظور نہ تھی' اس لیے مسلم اور ابوداود میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب آپ نے اس دن روزہ رکھنے کا حکم دیا تو لوگوں نے عرض کیا کہ "یارسول اللہ! یہود و نصاریٰ اس دن کی بڑی عزت و تعظیم کرتے ہیں۔" آپ نے فرمایا: "آیندہ سال نو تاریخ کو روزہ رکھیں گے، لیکن آیندہ سال آپ زندہ نہ رہے۔ آخری ٹکڑے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ۱۰ھ کا واقعہ ہے، حالانکہ حدیث کی اکثر کتابوں سے ثابت ہوتا ہے کہ ۱ھ میں آپ نے صوم عاشورا کا حکم دیا۔ نو تاریخ کو روزہ رکھنے کا یہ مطلب ہے کہ دس کے ساتھ نو کو بھی روزہ رکھیں گے۔ یعنی نو اور دس دونوں تاریخوں میں۔

① مسند احمد (۶/ ۲۴۴)

صحيح بخاری، كتاب الحج، باب قول الله عزوجل: (جعل الله الكعبة البيت......) حديث: ۱۵۹۲۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

غلاف پہنایا جاتا تھا۔‘‘

پورے رمضان میں آپ ﷺ نے تراویح کیوں نہ پڑھی؟

آپ رات کو جو نمازیں پڑھا کرتے تھے، سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر کوئی ان سے تحقیقی طور سے واقف نہ تھا۔ [1] وہ کہتی ہیں کہ آپ رمضان یا غیر رمضان میں کبھی تیرہ رکعتوں سے زیادہ نہیں پڑھا کرتے تھے۔ رمضان میں آپ ﷺ نے ایک دن مسجد میں تراویح کی نماز پڑھی، آپ کو نماز پڑھتے دیکھ کر کچھ اور لوگ بھی شریک ہو گئے، دوسرے دن اور زیادہ مجمع ہوا، تیسرے دن بھی لوگ جمع ہوئے۔ چوتھے دن اتنا مجمع ہوا کہ مسجد میں جگہ نہ رہی، لیکن آپ باہر تشریف نہ لائے۔ لوگ انتظار کر کے مایوس ہو کر واپس چلے گئے۔ صبح کو آپ ﷺ نے لوگوں سے فرمایا:

((اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّہٗ لَمْ یَخْفَ عَلَیَّ شَأْنُکُمْ لٰکِنِّیْ خَشِیْتُ اَنْ تُفْرَضَ عَلَیْکُمْ صَلَاۃُ اللَّیْلِ فَتَعْجِزُوْا)) [2]

’’آج شب کو تمھاری حالت مجھ سے پوشیدہ نہ تھی، لیکن مجھے ڈر ہوا کہ کہیں تم نماز پر تراویح فرض نہ ہو جائے اور تم اس کی ادائیگی سے قاصر رہو۔‘‘

لیکن رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد جب کہ فرضیت کا گمان جاتا رہا تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے مواظبت کے ساتھ اس کو ادا فرمایا۔ اب جن کی نظر اصل حدیث پر ہے، وہ اس کو مستحب ہی سمجھتے ہیں، لیکن جنھوں نے صحابہ کی پیروی کی، انھوں نے اس کو سنت مؤکدہ قرار دیا۔

حج کی حقیقت

ناواقف اعتراض کرتے ہیں کہ حج کے تمام ارکان، مثلاً، طواف کرنا، بعض مقامات پر دوڑنا، کہیں کھڑا ہونا، حج میں کہیں ٹھہرنا، کہیں کنکری پھینکنا، ایک بے سود عمل ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

---

[1] صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب جامع صلاۃ اللیل، حدیث: ۷۴۶۔

[2] صحیح بخاری، کتاب الجمعۃ، باب من قال فی الخطبۃ بعد الثناء……، حدیث: ۹۲۴۔ صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ المسافرین، حدیث الترغیب فی قیام رمضان، حدیث: ۱۷۸/ ۷۶۱۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

((اِنَّمَا جُعِلَ الطَّوَافُ بِالْبَیْتِ وَ بِالصَّفَا وَ الْمَرْوَۃِ وَرَمْیِ الْجِمَارِ لِاِقَامَۃِ ذِکْرِ اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ)) ①

''خانہ کعبہ، صفا اور مروہ کا طواف، کنکریاں پھینکنا تو صرف اللہ تعالیٰ کی یاد قائم کرنے کے لیے ہے۔''

یعنی اصل مقصود یہ اعمال نہیں ہیں، بلکہ یادِ الٰہی کے مقامات ہیں، اور قرآن سے اشارہ پایا جاتا ہے کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ میں یہ بھی ایک طرزِ عبادت تھا۔ حج جو یادگارِ ابراہیمی ہے، اس میں وہی پہلا طرزِ عبادت باقی رکھا گیا، جس کو ہر مستطیع مسلمان کو عمر بھر میں ایک دفعہ ادا کرنا ضروری ہے۔

وادیِ محصب میں قیام

مکہ معظّمہ کے پاس محصب نام کی ایک وادی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایام حج میں وہاں قیام فرمایا تھا، آپ کے بعد خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم نے بھی یہاں قیام فرمایا۔ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما محصب میں قیام کو بھی اعمالِ حج کے مسنونات میں سمجھتے تھے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اس کو سنت نہیں سمجھتی تھیں، اور یہاں قیام نہیں کرتی تھیں۔ فرماتی تھیں:

((اِنَّمَا نَزَلَہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم لِاَنَّہٗ کَانَ مَنْزِلًا اَسْمَحَ لِخُرُوْجِہٖ))

''آپ نے یہاں صرف اس لیے پڑاؤ ڈالا تھا کہ یہاں سے نکلنے میں آسانی ہوتی تھی۔''

سیدنا ابن عباس اور سیدنا ابورافع رضی اللہ عنہما بھی اس مسئلہ میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ہیں۔ ②

قربانی کا گوشت تین دن سے زیادہ رکھنے کی ممانعت

ایک دفعہ آپ نے حکم دیا کہ قربانی کا گوشت تین دن سے زیادہ نہ رکھا جائے۔ سیدنا علی، سیدنا ابن عمر، سیدنا عبداللہ بن واقد رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ وہ اس حکم کو دائمی سمجھتے تھے، لیکن سیدہ

① سنن الدارمی (۱۸۶۰) ...... سنن کبریٰ نسائی (۵/ ۱۵۶) موقوفاً علی عائشۃ رضی اللہ عنہا۔
سنن ابی داود، کتاب المناسك، باب فی الرمل، حدیث: ۱۸۸۸۔
سنن ترمذی، کتاب الحج، باب ما جاء کیف ترمی الجمار، حدیث: ۹۰۲ مرفوعًا۔

② صحیح بخاری، کتاب الحج، باب المحصب، حدیث: ۱۷۶۵، ۱۷۶۶۔
صحیح مسلم، کتاب الحج، باب استحباب نزول المحصب، حدیث: ۱۳۰۹۔۱۳۱۳۔
سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت مسند احمد، جلد ۶، ص ۱۹۰ میں موجود ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

عائشہ، سیدنا جابر، سیدنا ابوسعید خدری، سیدنا سلمہ بن اکوع، سیدنا ثوبان مولیٰ رسول اللہ ﷺ اور سیدہ بریدہ رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کی ہے کہ یہ وقتی اور فوری حکم تھا، لیکن اس فوری حکم کی علت حقیقی ہم کو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہی نے بتائی۔ ایک شخص نے پوچھا کہ کیا تین دن کے بعد قربانی کا گوشت کھانے کو رسول اللہ رضی اللہ عنہ نے حرام کیا ہے؟ فرمایا:

((لَا وَلٰكِنْ لَّمْ يَكُنْ يُضَحِّيْ مِنْهُمْ اِلَّا قَلِيْلٌ فَفَعَلَ ذٰلِكَ لِيُطْعِمَ مَنْ ضَحّٰى مَنْ لَّمْ يُضَحِّ)) [1]

''نہیں! اس زمانہ میں کم لوگ قربانی کر سکتے تھے، اس لیے آپ نے یہ حکم دیا تھا، تاکہ جو قربانی کریں وہ ان کو کھلائیں جنھوں نے قربانی نہیں کی ہے۔''

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہی حدیث امام مسلم رحمہ اللہ نے جزئی صورت میں بیان کی ہے، یعنی یہ کہ ایک سال مدینہ کے آس پاس کے دیہاتوں میں قحط پڑا۔ اس سال آپ ﷺ نے یہ حکم دیا، اور دوسرے سال جب قحط نہیں رہا، منسوخ فرما دیا۔ سیدنا سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے بھی اسی قسم کی روایت ہے۔ [2]

تعمیر کعبہ اور بعض اعمال حج

کعبہ کی ایک طرف کی دیوار کے بعد کچھ جگہ چھوڑی ہوئی ہے، اس کو حطیم کہتے ہیں۔ طواف میں حطیم بھی اندر داخل کر لیتے ہیں۔ ہر شخص کے دل میں یہ سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ جو حصہ کعبہ کے اندر داخل نہیں، اس کو طواف میں کیوں شامل کرتے ہیں؟ ممکن ہے کہ اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی رسول اللہ ﷺ سے اس راز کی عقدہ کشائی چاہی ہو، لیکن کتب حدیث کی موجودہ خاموش مجالس درس میں اس وقت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے سوا اور کسی کی زبان گویا نظر نہیں آتی۔ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا: ''یارسول اللہ! یہ دیواریں بھی خانہ کعبہ میں داخل ہیں؟'' ارشاد ہوا: ''ہاں!'' عرض کی کہ ''پھر بناتے وقت لوگوں نے ان کو اندر کیوں نہیں کر لیا؟'' فرمایا: ''تمھاری قوم کے پاس

---

[1] مسند احمد (۶/ ۱۰۲)
سنن ترمذی، کتاب الاضاحی، باب فی الرخصة فی اکلها بعد ثلاث، حدیث: ۱۵۱۱۔

[2] صحیح بخاری، کتاب الاضاحی، باب ما یوکل من لحوم الاضاحی، حدیث: ۵۵۶۹۔
صحیح مسلم، کتاب الاضاحی، باب بیان ما کان عن من النهی عن اکل لحوم الاضاحی، حدیث: ۱۹۷۴۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سرمایہ نہ تھا، اس لیے اتنا کم کر دیا۔" پھر عرض کی کہ "اس کا دروازہ اتنا بلند کیوں رکھا؟" فرمایا: "یہ اس لیے کہ تا کہ وہ جس کو چاہیں اندر جانے دیں اور جس کو چاہیں روک دیں۔"

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: "اگر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ روایت صحیح ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ نے اسی لیے ادھر کے دونوں رکنوں کو بوسہ نہیں دیا۔" لیکن سوال یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ معلوم تھا کہ خانہ کعبہ اپنے اصلی اساس پر قائم نہیں ہے تو شریعت ابراہیمی کے مجدد کی حیثیت سے آپ کا فرض تھا کہ اس کو ڈھا کر نئے سرے سے تعمیر کریں۔ یہ شبہ نہ تھا جو جانشین ابراہیم سے پوشیدہ ہوتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "عائشہ! تیری قوم اگر کفر کے زمانہ سے قریب نہ ہوتی تو میں کعبہ کو ڈھا کر اساس ابراہیمی پر تعمیر کراتا۔"[1] یعنی چونکہ عام اہل عرب ابھی نئے نئے مسلمان ہوئے ہیں، ایسا نہ ہو کہ وہ اس سے بھڑک جائیں۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی مصلحت کی بنا پر اگر کسی شرعی کام کی تعمیل میں تاخیر کی جائے تو قابل ملامت نہیں، بشرطیکہ شریعت نے اس کام کی فوری تعمیل کا علی الاعلان مطالبہ نہ کیا ہو۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی اسی روایت کے مطابق آپ کے بھانجے سیدنا ابن زبیر رضی اللہ عنہما نے اپنی خلافت کے زمانہ میں کعبہ کو ڈھا کر اصل ابراہیمی بنیاد پر قائم کیا۔ عبدالملک نے جب سیدنا ابن زبیر رضی اللہ عنہما کی شہادت کے بعد مکہ معظمہ پر قبضہ کر لیا تو یہ سمجھ کر کہ یہ فعل سیدنا ابن زبیر رضی اللہ عنہما نے اپنے اجتہاد سے کیا تھا، ڈھا کر پھر قدیم ہیئت پر اس کو بنوا دیا۔ لیکن جب اس کو ثقات کی روایات سے یہ معلوم ہوا کہ ام المومنین کی روایت کے مطابق اس کی تعمیر ہوئی تھی تو اپنی اس حرکت پر اس کو سخت ندامت ہوئی۔[2]

سوار ہو کر

حجۃ الوداع میں سواری پر بیٹھ کر آپؐ نے طواف کیا تھا، اس سے لوگوں کو شبہ ہوا کہ سواری پر بیٹھ کر طواف کرنا سنت ہے۔ چنانچہ بعض مجتہدین کا یہ مسلک ہے، لیکن حقیقت میں ایسا نہیں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی خاص سبب سے ایسا کیا تھا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے تین صاحبوں نے اس کی

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الحج، باب فضل مکة و بنیانها، حدیث: ۱۵۸۳۔ ۱۵۸۵۔
صحیح مسلم، کتاب الحج، باب نقض الکعبة و بنائها، حدیث: ۱۳۳۳۔

[2] صحیح مسلم، کتاب الحج، باب نقض الکعبة و بنائها، حدیث: ۴۰۳/ ۱۳۳۳۔
مسند احمد (۶/ ۲۶۲)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

تین وجہیں بتائی ہیں: [1]

1. سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ آپ بیمار تھے، اس لیے سوار ہو کر طواف کیا۔
2. سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ ایسا اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا کہ لوگ آپ کو دیکھ سکیں اور آپ سے پوچھ سکیں، کیونکہ ہجوم کے سبب سے آپ لوگوں کو نظر نہ آتے تھے۔
3. سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ نے اس سبب سے ایسا کیا تھا کہ لوگوں کی بے انتہا بھیڑ تھی اور ہر شخص گویا اپنے کو آپ کے پاس پہنچانا چاہتا تھا، کش مکش تھی اور آپ اس بات کو ناپسند فرماتے تھے کہ لوگوں کو زبردستی ہٹایا جائے، اس لیے آپ سوار ہو گئے۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جو وجہ بتائی ہے، اس کے تسلیم کرنے میں اس لیے تردد ہے کہ اگر آپ واقعاً بیمار ہوتے، تو یہ ایسا واقعہ نہ تھا جو صرف سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کو معلوم ہوتا، بلکہ اس عام مجمع میں اس کا اعلان ہو جاتا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ واقعہ کے سبب کو اپنی اپنی فہم کے مطابق سمجھ کر ان صاحبوں نے بیان کیا ہے۔

ہجرت

آج کل ہجرت کے معنی یہ سمجھے جاتے ہیں کہ کوئی اپنا گھر چھوڑ کر مدینہ منورہ یا مکہ معظمہ میں جا کر آباد ہو جائے۔ خواہ وہ جہاں پہلے آباد تھا، وہ کیسے ہی آرام اور امن و امان کا ملک ہو۔ عطا بن ابی رباح رحمہ اللہ، جو ائمہ تابعین میں شمار کیے جاتے ہیں، ایک دفعہ ام المومنین کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سوال کیا کہ ہجرت کی کیا حقیقت ہے؟ فرمایا:

((لَا هِجْرَةَ الْيَوْمَ، كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ يَفِرُّ اَحَدُهُمْ بِدِيْنِهٖ اِلَى اللّٰهِ وَاِلٰى رَسُوْلِهٖ مَخَافَةَ اَنْ يُّفْتَنَ عَلَيْهِ فَاَمَّا الْيَوْمَ فَقَدْ اَظْهَرَ اللّٰهُ الْاِسْلَامَ وَالْيَوْمَ يَعْبُدُ رَبَّهٗ حَيْثُ يَشَاءُ وَلٰكِنْ جِهَادٌ وَّنِيَّةٌ)) [2]

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الحج، باب جواز الطواف علی بعیر وغیرہ، حدیث ۱۲۷۳، ۱۲۷۴ عن جابر و عائشة رضی اللہ عنہما
سنن ابی داود، کتاب المناسك، باب الطواف الواجب، حدیث: ۱۸۸۱ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما واسنادہ ضعیف۔ اس کی سند میں یزید بن ابی زیاد راوی ضعیف ہے۔

[2] صحیح بخاری، کتاب مناقب الانصار، باب هجرة النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابه الی المدینة، حدیث: ۳۹۰۰۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

''اب ہجرت نہیں ہے، ہجرت جب تھی جب مسلمان اپنے مذہب کو لے کر اللہ اور اس کے رسول کے پاس ڈر سے دوڑا آتا تھا کہ اس کو تبدیل مذہب کے سبب سے ستایا نہ جائے۔ اب اللہ نے اسلام کو غالب کر دیا، اب مسلمان جہاں چاہے اپنے خالق کی عبادت کر سکتا ہے۔ ہاں، جہاد اور نیت کا ثواب باقی ہے۔''

اس نکتہ کے واضح ہو جانے کے بعد یہ راز کھل جاتا ہے کہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما یہ کیوں کہا کرتے تھے: ((لَا هِجْرَةَ بَعْدَ الْفَتْحِ)) [1] ''فتح مکہ کے بعد ہجرت نہیں'' کیونکہ اس کے بعد تمام ملک میں امن و امان قائم ہو گیا تھا۔ تاہم اگر کوئی جوارِ الٰہی یا جوارِ نبوی کی نیت سے ترک وطن کر کے وہاں آباد ہو تو نیت کا ثواب ملے گا۔

آپ ﷺ کا حجرہ میں دفن ہونا

رسول اللہ ﷺ کا جب وصال ہوا تو صحابہ رضی اللہ عنہم میں اختلاف ہوا کہ آپ کو کہاں دفن کیا جائے۔ ایک روایت میں ہے کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ پیغمبر جہاں مرتے ہیں وہیں دفن ہوتے ہیں، اس لیے آپ کو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں جہاں آپ نے وفات پائی تھی، دفن کیا گیا۔ [2] ممکن ہے کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ کہا ہو، تاہم یہ ایک تاریخی مسئلہ ہے اور ثبوت کا محتاج ہے، اس کا اصلی سبب سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں:

((قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِيْ مَرَضِهِ الَّذِيْ لَمْ يَقُمْ مِنْهُ لَعَنَ اللّٰهُ الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِيَاءِ هِمْ مَسَاجِدَ، لَوْ لَا ذٰلِكَ اَبْرَزَ قَبْرَهٗ غَيْرَ

---

[1] صحیح بخاری، کتاب مناقب الانصار، باب هجرة النبی ﷺ واصحابه الی المدینة، حدیث: ۳۸۹۹۔ یہ حدیث سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ سے مرفوعاً بھی مروی ہے۔ دیکھیے صحیح بخاری، کتاب الجهاد، باب فضل الجهاد السیر، حدیث: ۲۷۸۳۔

صحیح مسلم، کتاب الامارة، باب المبایعة بعد فتح مکة علی الاسلام، حدیث: ۸۵/ ۱۳۵۳۔ اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی مرفوعاً روایت ہے۔

صحیح مسلم کتاب الامارة، باب المبایعة بعد فتح مکة علی الاسلام، حدیث: ۸۶/ ۱۸۶۴۔

اس حدیث کا ایک مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ فتح مکہ ہو جانے کے بعد مکہ سے ہجرت کی ضرورت نہیں رہی۔

[2] سنن ابن ماجه، کتاب الجنائز، باب ذکر وفاته ودفنه ﷺ، حدیث: ۱۶۲۸۔

سنن ترمذی، کتاب الجنائز، باب (۳۳)، حدیث: ۱۰۱۸۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اَنَّهٗ خَشِيَ اَنْ يُّتَّخَذَ مَسْجِدًا)) ①

''آپ نے مرض الموت میں فرمایا: ''اللہ یہود و نصاریٰ پر لعنت بھیجے کہ انھوں نے اپنے پیغمبروں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا۔'' (سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں:) ''اگر یہ نہ ہوتا تو آپ کی قبر کھلے میدان میں ہوتی، لیکن چونکہ اس کا خوف تھا کہ وہ بھی سجدہ گاہ نہ بن جائے (اس لیے آپ ﷺ حجرہ کے اندر دفن ہوئے)۔''

اسی سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی قبر مبارک کو دیواروں اور سقف (مکان کی چھت) کے اندر محفوظ رکھا جانا اب بھی کیوں ضروری ہے۔

طب، تاریخ وادب وخطابات وشاعری

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے شاگردوں کا بیان ہے کہ تاریخ، ادب، خطابت اور شاعری میں ان کو اچھی دستگاہ حاصل تھی اور طب میں بھی ان کو کسی قدر دخل تھا۔ ہشام بن عروہ رحمہ اللہ کی اپنے والد سے روایت ہے: ②

((مَا رَأَيْتُ اَحَدًا مِّنَ النَّاسِ اَعْلَمَ بِالْقُرْآنِ وَّ لَا بِفَرِيْضَةٍ وَّ لَا بِحَلَالٍ وَّ لَا حَرَامٍ وَّ لَا بِشِعْرٍ وَّ لَا بِحَدِيْثِ الْعَرَبِ وَالنَّسَبِ مِنْ عَائِشَةَ))

''میں نے قرآن، فرائض، حلال وحرام (یعنی فقہ)، شاعری، عرب کی تاریخ ونسب کا سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ واقف کار کسی کو نہ پایا۔''

طب

سیدنا عروہ رحمہ اللہ کہتے ہیں: ''میں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ کسی کو طب کا ماہر نہیں پایا۔'' ③ یہ ظاہر ہے کہ عرب میں فن طب کا باقاعدہ رواج نہ تھا، عرب کا سب سے بڑا طبیب

① صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب ما جاء فی قبر النبی ﷺ، حدیث: ۱۳۹۰۔
صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب النهی عن بناء المسجد علی القبور، حدیث: ۵۲۹۔
مسند احمد (۶/ ۱۲۱)

② تذکرة الحفاظ للذهبی (۱/ ۲۸)۔ ...... سیر اعلام النبلاء (۲/ ۱۸۲)۔
حاکم (۴/ ۱۱)

③ حوالہ سابق۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اس زمانہ میں حارث ابن کلدہ تھا، اور ملک میں چھوٹے چھوٹے طبیب ومعالج تھے۔ ان کا فن طب وہی تھا جو جاہل قوموں میں رائج ہوتا ہے۔ کچھ جڑی بوٹیوں کے خواص معلوم ہوں گے، کچھ بیماریوں کی مجرب دوائیں معلوم ہوں گی۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک شخص نے پوچھا کہ "آپ شعر کہتی ہیں تو میں نے مانا کہ آپ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیٹی ہیں، کہہ سکتی ہیں، لیکن آپ کو طب سے یہ واقفیت کیسے ہوئی؟" فرمایا: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آخر عمر میں بیمار رہا کرتے تھے، اطبائے عرب آیا کرتے تھے، جو وہ بتاتے تھے میں یاد کر لیتی تھی۔"[1]

ہم سمجھتے ہیں کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی طبی واقفیت ویسی ہی ہوگی جیسے پہلے خاندان کی بڑی بوڑھیاں بچوں کا علاج کرتی تھیں اور کچھ اور بیماریوں کے مجرب نسخے یاد رکھتی تھیں۔ مسلمان عورتیں عموماً لڑائیوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جاتی تھیں اور زخمیوں کی مرہم پٹی کرتی تھیں۔[2] خود سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بھی جنگ احد میں مصروف خدمت تھیں۔[3] اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس عہد مبارک میں خاتونان اسلام کو حسب ضرورت اس فن سے واقفیت تھی۔

تاریخ

عرب کے حالات، جاہلیت کے رسوم اور قبائل کے باہمی انساب کی واقفیت میں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو مہارت تامہ حاصل تھی۔[4] سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ان کی بیٹی تھیں، اس لیے ان فنون کی واقفیت ان کا خاندانی ورثہ تھا۔[5] سیدنا عروہ رحمہ اللہ کہتے ہیں:

((مَا رَاَيْتُ اَحَدًا مِنَ النَّاسِ اَعْلَمَ ......بِحَدِيْثِ الْعَرَبِ وَالنَّسَبِ مِنْ عَائِشَةَ))[6]

---

[1] مسند احمد (٦/ ٦٧) ...... مستدرك حاكم (٤/ ١١) ...... حلية الاولياء (٢/ ٥٠)

[2] صحيح بخاری، كتاب الجهاد، باب مداواة النساء الجرحى فی الغزو، حديث: ٢٨٨٢، ٢٨٨٣۔

[3] صحيح بخاری، كتاب الجهاد، باب غزو النساء وقتالهن مع الرجال، حديث: ٢٨٨٠۔
صحيح مسلم، كتاب الجهاد، باب غزوة النساء مع الرجال، حديث: ١٨١١۔

[4] صحيح مسلم، كتاب فضائل الصحابة، باب فضائل حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ، حديث: ٢٤٩٠۔
اصابہ اور استیعاب میں سیدنا ابوبکر اور سیدنا حسان بن ثابت رضی اللہ عنہما کا تذکرہ پڑھو۔

[5] مسند احمد (٦/ ٦٧)

[6] تذكرة الحفاظ (١/ ٢٨) ...... سير اعلام النبلاء للذهبی (٢/ ١٨٢) ...... مستدرك حاكم (٤/ ١١)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

''میں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ کسی کو عرب کی تاریخ ونسب کا ماہر نہ پایا۔''

عربِ جاہلیت کے رسوم اور معاشرتی حالات کے متعلق بعض نہایت قیمتی معلومات حدیث کی کتابوں میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہی کی زبانی منقول ہیں۔ مثلاً عرب میں شادی کے کتنے طریقے جاری تھے۔[1] طلاق کی صورت کیا ہوتی تھی۔[2] شادیوں میں کیا گایا جاتا تھا۔[3] ان کے روزہ کا دن کون سا تھا۔[4] قریش حج میں کہاں اترتے تھے۔[5] میّت کو دیکھ کر کیا کہا جاتا تھا۔[6]

محدثین کی محفل میں انصار کی جنگ بعاث کا تذکرہ ہم نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہی کی زبانی سنا۔[7]

انصار کی بعض مذہبی رسوم، مثلاً یہ کہ وہ جاہلیت میں مشلل کے بت پوجتے تھے، انھی سے ہم کو معلوم ہوئے۔[8] اسلام کے بعض اہم تاریخی واقعات، مثلاً آپ کے آغاز وحی اور ابتدائے نبوت کے مفصل حالات،[9] ہجرت کے تفصیلی واقعات[10] خود اپنے واقعہ افک کی من وعن مفصل

---

[1] صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب من قال: لا نکاح الا بولی، حدیث: ۵۱۲۷۔

[2] سنن ترمذی، کتاب الطلاق، باب (۱۶)، حدیث: ۱۱۹۲۔

[3] معجم صغیر طبرانی (۱/ ۲۱۴)

[4] صحیح بخاری، کتاب الحج، باب قول اللہ تعالیٰ: (جعل اللہ الکعبۃ البیت الحرام......) حدیث: ۱۵۹۲۔

مسند احمد (۶/ ۲۴۴)

[5] صحیح بخاری، کتاب التفسیر۔ سورۃ البقرۃ، باب: (ثم افیضوا من حیث......) حدیث: ۴۵۲۰۔

صحیح مسلم، کتاب الحج، باب فی الوقوف، حدیث: ۱۲۱۹۔

[6] صحیح بخاری، کتاب مناقب الانصار، باب ایام الجاهلیۃ، حدیث: ۳۸۳۷۔

[7] صحیح بخاری، کتاب مناقب الانصار، باب القسامۃ فی الجاهلیۃ، حدیث: ۳۸۴۶۔

[8] صحیح بخاری، کتاب الحج، باب وجوب الصفا و المروۃ، حدیث: ۱۶۴۳۔

صحیح مسلم، کتاب الحج، باب بیان ان السعی بین الصفا و المروۃ، حدیث: ۲۶۱/ ۱۲۷۷۔

[9] صحیح بخاری، کتاب بدء الوحی، باب کیف کان بدء الوحی الی رسول اللہ ﷺ، حدیث: ۳۔

صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بدء الوحی الی رسول اللہ ﷺ، حدیث: ۱۶۰۔

[10] صحیح بخاری، کتاب مناقب الانصار، باب هجرۃ النبی ﷺ واصحابه الی المدینۃ، حدیث: ۳۹۰۵، ۳۹۰۶۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کیفیت [1] کو انھی کی زبان سے لوگوں نے سنا۔ صحاح میں احادیث دو تین سطروں سے زیادہ کی نہیں ہوتیں، لیکن سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے یہ واقعات احادیث کے دو دو تین تین صفحوں میں مسلسل بیان ہوئے ہیں۔ قرآن کیونکر اور کس ترتیب سے نازل ہوا، [2] نماز کی کیا کیا صورت اسلام میں پیدا ہوئی، انھی نے بتایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض الموت کی شروع سے اخیر تک مفصل کیفیت صرف انھی کی زبان سے سن کر دنیا نے جانا۔ [3] آپ کے کفن میں کتنے کپڑے تھے اور کس قسم کے تھے، انھی نے بتایا۔ (صحاح' ابواب الجنائز)

خیر یہ تو گھر کے اندر کی باتیں تھیں، میدان جنگ کے حالات بھی انھوں نے ہم کو سنائے ہیں۔ غزوۂ بدر کے بعض واقعات، [4] جنگ احد کی کیفیت، [5] غزوۂ خندق کے کچھ حالات، [6] غزوۂ بنی قریظہ کے بعض جزئیات، [7] غزوہ ذات الرقاع میں نماز خوف کی کیفیت، [8] فتح مکہ میں عورتوں کی بیعت، حجۃ الوداع کے واقعات کے ضروری اجزا [9] انھی سے ہاتھ آئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی

---

[1] صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب حدیث الافک، حدیث: ۴۱۴۱۔
صحیح مسلم، کتاب التوبۃ، باب فی حدیث الافک، حدیث: ۲۷۷۰۔

[2] صحیح بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب تالیف القرآن، حدیث: ۴۹۹۳۔

[3] صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب مرض النبی صلی اللہ علیہ وسلم ووفاتہ۔

[4] مسند احمد (۶/ ۱۴۹۔ ۱۵۰، ۱۷۰)
صحیح مسلم، کتاب الجهاد، باب کراهة الاستعانة فی الغزو بکافر، حدیث: ۱۸۱۷۔

[5] صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب (اذ همت طائفتان منکم ان تفشلا ......)، حدیث: ۴۰۶۵، ۴۰۷۷۔

[6] صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ خندق، حدیث: ۴۱۰۳، ۴۱۲۲۔
صحیح مسلم، کتاب التفسیر، باب فی تفسیر آیات متفرقة، حدیث: ۳۰۲۱۔
مسند احمد (۶/ ۱۴۱)

[7] صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب مرجع النبی صلی اللہ علیہ وسلم من الاحزاب، ح: ۴۱۱۷، ۴۱۲۲۔
صحیح مسلم، کتاب الجهاد، باب جواز قتال من نقض العهد، حدیث: ۱۷۶۹۔
مسند احمد (۶/ ۱۴۱۔۱۴۲)

[8] مسند احمد (۶/ ۲۷۵)
سنن ابی داود، کتاب صلاۃ السفر، باب من قال یکبرون جمیعا، حدیث: ۱۲۴۲۔

[9] صحیح بخاری، کتاب الطلاق، باب اذا اسلمت المشرکة او النصرانیة، حدیث: ۵۲۸۸۔
صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب کیفیة بیعة النساء، حدیث: ۱۸۶۶۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سیرت پاک کے متعلق صحیح و مفصل معلومات انھی نے بہم پہنچائیں۔ مثلاً قصہ بدء وحی، واقعہ ہجرت، واقعہ وصال کے علاوہ آپ کی عبادت شبانہ، ① آپ کے خانگی مشاغل، ② آپ کے ذاتی اخلاق ③ کا صحیح نقشہ انھی نے ہم کو کھینچ کر دکھایا۔ رسول اللہ ﷺ پر سب سے سخت دن کون سا گزرا، انھی نے ہم کو بتایا۔ ④ آپ کے بعد سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت، سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اور ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کا دعویٰ، سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا ملال خاطر اور پھر بیعت کے تمام مفصل واقعات بروایت صحیح، انھی سے ہم کو معلوم ہوئے۔ ⑤

تاریخ اسلام کے متعلق ان کی معلومات تو ذاتی مشاہدات پر مبنی تھیں لیکن عرب جاہلیت کے حالات انھوں نے کس سے سنے، ایک حدیث کی سند پر معلوم ہوتا ہے کہ یہ فیض ان کو اپنے پدر بزرگوار سے پہنچا تھا۔ ان کے ایک شاگرد ان سے کہتے ہیں:

((لَا اَعْجَبُ مِنْ عِلْمِكَ...... اَيَّامُ الْعَرَبِ اَقُوْلُ اِبْنَةُ اَبِیْ بَكْرٍ)) ⑥

"آپ کے تاریخ عرب کے متعلق معلومات پر مجھ کو تعجب نہیں، میں کہتا ہوں کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیٹی ہیں۔"

---

① صحیح بخاری، کتاب التہجد، باب من نام اول اللیل واحیاء آخرہ، ح: ۱۱۴۶، ۱۱۴۷۔
صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب صلاۃ اللیل وعدد رکعات النبی ﷺ، حدیث: ۷۳۶۔ ۷۴۶۔

② صحیح بخاری، کتاب النفقات، باب خدمۃ الرجل فی اھلہ، حدیث: ۵۳۶۳۔
مسند احمد (۶/ ۱۸۲)

③ صحیح بخاری، کتاب الادب، باب لم یکن النبی ﷺ فاحشا ولا متفاحشا، حدیث: ۶۰۳۰، ۶۰۳۲۔
صحیح مسلم، کتاب السلام، باب النهی عن ابتداء اهل الکتاب بالسلام، حدیث: ۲۱۶۵۔ و کتاب البر والصلۃ۔ باب فی الرفق، حدیث: ۲۵۹۱۔

④ صحیح بخاری، کتاب بدء الخلق، باب اذا قال احدکم آمین والملائکۃ، حدیث: ۳۲۳۱۔
صحیح مسلم، کتاب الجهاد، باب ما لقی النبی ﷺ من اذی المشرکین، حدیث: ۱۷۹۵۔

⑤ صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ خیبر، حدیث: ۴۲۴۰، ۴۲۴۱، ۴۰۳۴۔
صحیح مسلم، کتاب الجهاد، باب قول النبی ﷺ: "لا نورث ما ترکنا فھو صدقۃ"
حدیث: ۱۷۵۸، ۱۷۵۹۔

⑥ مسند احمد (۶/ ۶۷) ...... مستدرک حاکم (۴/ ۱۱)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ادب

ادب سے مراد عام گفتگو کی خوبی اور نثر کی انشا پردازی ہے۔ بہت سی روایتیں اس باب میں متفق ہیں کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نہایت شیریں کلام اور فصیح اللسان تھیں۔ ان کے ایک شاگرد سیدنا موسیٰ بن طلحہؒ کی روایت ہے کہ:

((مَا رَأَيْتُ اَفْصَحَ مِنْ عَائِشَةَ)) [1]

''سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ فصیح اللسان میں نے نہیں دیکھا۔''

احنف بن قیس رحمہ اللہ کہتے ہیں:

((مَا سَمِعْتُ الْكَلَامَ مِنْ فَمِ مَخْلُوقٍ اَفْخَمَ وَلَا اَحْسَنَ مِنْ عَائِشَةَ)) [2]

''کسی مخلوق کے منہ کی بات حسن بیان اور متانت میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے منہ کی بات سے عمدہ اور بہتر نہیں سنی۔''

گو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہزاروں حدیثیں مروی ہیں، تاہم یہ محدثین میں مسلم ہے کہ احادیث بالفاظہا (آپ کی ادائیگی پر) بہت کم محفوظ ہیں۔ بایں ہمہ پوری حدیث میں ایک فقرہ بھی اگر ان کی زبان کا محفوظ رہ گیا ہے تو اس نے پوری حدیث میں جان ڈال دی ہے۔ حدیث بدءِ وحی میں فرماتی ہیں: ''ابتداءً آپ کو رویائے صادقہ ہوتا تھا'' اس موقع پر فرماتی ہیں: ((فَمَا رَاٰى رُؤْيَا اِلَّا جَاءَتْ مِثْلِ فَلَقِ الصُّبْحِ)) ''آپ جو خواب دیکھتے تھے، وہ سپیدۂ صبح کی طرح نمودار ہوتا تھا۔'' آپ پر جب وحی کی کیفیت طاری ہوتی تھی تو پیشانی عرق آلود ہو جاتی تھی۔ اس کو اس طرح ادا کرتی ہیں: ((مَثَلُ الْجُمَانِ)) ''پیشانی پر موتی ڈھلکتے تھے۔'' جب لوگوں نے، معاذ اللہ! ان پر تہمت رکھی، تو اس کرب اور بے چینی میں راتوں کو نیند نہیں آتی تھی، اس مفہوم کو اس طرح ادا فرماتی ہیں:

((وَلَا اَكْتَحِلُ بِنَوْمٍ)) [3]

''میں نے سرمہ خواب نہیں لگایا۔''

---

[1] سنن ترمذی، کتاب المناقب، باب من فضل عائشة رضی اللہ عنہا، حدیث: ۳۸۸۴۔ مستدرك حاكم (۴/ ۱۱)

[2] مستدرك حاكم (۴/ ۱۱) ...... سير اعلام النبلاء (۲/ ۱۹۱)۔ سند میں علی بن عاصم راوی ضعیف ہے۔

[3] ان سب کے حوالہ جات گزر چکے ہیں۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

صحیح بخاری میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی زبانی ام زرع کا جو اخلاقی قصہ مذکور ہے،[1] اس کی عبارت کا ایک ایک فقرہ بلکہ ایک ایک لفظ، عرب کی زبان اور ان کی تشبیہات و استعارات کا خالص نمونہ ہے۔ اہل ادب نے صرف ایک صفحہ کی عبارت کی شرحیں لکھی ہیں اور اس پر حواشی چڑھائے ہیں۔ تعلیم کے عنوان میں ابھی آئے گا کہ وہ اپنے شاگردوں کی زبان اور طرز ادا اور صحت تلفظ کی نگرانی کرتی تھیں۔

خطابت

خطابت یا قوت تحریر عربوں کی آزاد طبیعتوں کا فطری جوہر ہے۔ مردوں سے گزر کر یہ ملکہ عورتوں تک میں موجود تھا۔ اسلام کے ابتدائی قرنوں میں جب مسلمانوں میں عربیت کی روح زندہ تھی، ان میں بڑی بڑی پر زور مقررہ اور خطیبہ گزری ہیں۔ احمد بن ابی طاہر رحمہ اللہ المتوفی ۲۰۴ھ نے "بلاغات النساء" کے نام سے ایک کتاب لکھی تھی، جس میں اس زمانے کی مسلمان عورتوں کی تقریریں اور خطبے قلم بند کیے ہیں، اس میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی تقریریں بھی ہیں۔ طبری میں ان کی وہ تقریریں ہیں جو جنگ جمل کے میدانوں میں انھوں نے کی تھیں۔ ابن عبدربہ نے عقد الفرید میں ان کی ایک تقریر نقل کی ہے۔

احنف بن قیس تابعی بصری رحمہ اللہ، جنھوں نے غالباً بصرہ میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی تقریریں سنی ہوں گی، کہتے ہیں: "میں نے سیدنا ابوبکر، سیدنا عمر، سیدنا عثمان، سیدنا علی رضی اللہ عنہم اور اس وقت تک کے تمام خلفا کی تقریریں سنی ہیں، لیکن سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے منہ سے جو بات نکلتی تھی، اس میں جو خوبی اور بلندی ہوتی تھی، وہ کسی کے کلام میں نہیں ہوتی تھی۔"[2] میری رائے میں سیدنا احنف رحمہ اللہ کا یہ بیان مبالغہ سے خالی نہیں، اس میں خارجی تاثرات کو بھی دخل ہے۔ ایک عورت کی تقریر، اور وہ بھی میدان جنگ میں، یقیناً مؤثر ہوتی ہوگی۔ بہرحال اس میں شک نہیں کہ وہ بڑی فصیح البیان مقررہ تھیں۔

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ میں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ بلیغ، زیادہ فصیح اور زیادہ

---

[1] صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب حسن المعاشرة مع الاهل، حدیث: ۵۱۸۹۔
صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب فی فضائل عائشة رضی اللہ عنہا، حدیث: ۲۴۴۸۔

[2] مستدرك حاكم (۴/ ۱۱)، ذكر عائشه رضی اللہ عنہا۔
سیر اعلام النبلا (۲/ ۱۹۱) سند میں علی بن عاصم راوی ضعیف ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تیز فہم کوئی خطیب نہیں دیکھا۔ ① سیدنا موسیٰ بن طلحہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ فصیح البیان میں نے کسی کو نہیں دیکھا۔ ②

ایک مقرر کے لیے حسن گفتار اور فصاحت لسانی کے ساتھ آواز میں بلندی، لہجہ میں رفعت اور جلالت ہونی ضروری ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی آواز اسی قسم کی تھی۔ طبری میں ہے:

((فَتَكَلَّمَتْ عَائِشَةُ وَكَانَتْ جُهُورِيَّةً يَعْلُو صَوْتُهَا كَثِيرَةٌ كَأَنَّهُ صَوْتُ اِمْرَأَةٍ جَلِيلَةٍ)) ③

"پھر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے تقریر کی، وہ بلند آواز تھیں، ان کی آواز اکثر لوگوں پر غالب آ جاتی تھی، گویا کہ وہ ایک صاحب جلال خاتون کی آواز تھی۔"

جنگ جمل کے تذکرہ میں ہم نے ان کی چند تقریریں نقل کی ہیں، گو ترجمہ سے اصل شان ظاہر نہیں ہو سکتی، تاہم ان سے جوش بیان اور زور کلام کا اندازہ ہو گا۔

شاعری

اسلام سے پہلے عرب کی علمی کائنات جو کچھ تھی، وہ شاعری تھی۔ ایک عرب شاعر جب اپنی زبان کے جوہر دکھاتا تھا تو کہیں آگ لگا دیتا تھا اور کہیں آب حیات برسا دیتا تھا۔ یہ وصف صرف مردوں کے ساتھ مخصوص نہ تھا، بلکہ عورتیں بھی اس میں داخل تھیں۔ اسلام سے پہلے اور اسلام کے بعد بھی سو برس تک، جب تک مسلمانوں میں عربیت کا جوہر باقی رہا، سیکڑوں عورتیں شعر و سخن میں وہ کمال رکھتی تھیں کہ اب تک ان کا کلام عرب کی شاعری کی زینت ہے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اسی عہد میں پیدا ہوئی تھیں۔ ان کے پدر بزرگوار عرب میں شعر و سخن کے جوہری تھے، ④ اس لیے یہ فن آغوش پدر ہی میں انھوں نے سیکھا۔ ان کے شاگرد کہا کرتے تھے، کہ ہم کو آپ کی شاعری پر تعجب نہیں، اس لیے کہ آپ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیٹی ہیں۔ ⑤ امام بخاری رحمہ اللہ

---

① معجم کبیر طبرانی (۲۳/ ۱۸۳)

② سنن ترمذی، کتاب المناقب، باب من فضل عائشة رضی اللہ عنہا، حدیث: ۳۸۸۴۔
مستدرك حاكم (۴/ ۱۱)

③ تاریخ طبری (۳/ ۱۵)

④ مسند احمد(۶/ ۶۷) ...... مستدرك حاكم (۴/ ۱۱) ...... استیعاب واصابه ذكر حسان بن ثابتؓ

⑤ حواله سابق

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

نے ''ادب المفرد'' میں سیدنا عروہ رحمہ اللہ سے روایت کی ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کا پورا قصیدہ یاد تھا۔

ایک قصیدہ میں کم وبیش چالیس شعر تھے۔ ① ایک صاحب نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کسی موقع پر شعر پڑھتے تھے؟'' بولیں: ''عبداللہ بن رواحہ (رضی اللہ عنہ) کے بعض اشعار پڑھتے تھے، ② مثلاً:

((وَيَأْتِيكَ بِالْأَخْبَارِ مَنْ لَّمْ تُزَوِّدِ)) ③

''جس کو زادِ راہ دے کر تم نے نہیں بھیجا، وہ خبریں لے کر آئے گا۔''

ابو کبیر ہذلی ایک جاہلی شاعر ہے، اس نے اپنے سوتیلے بیٹے تابط شراً کی تعریف میں کچھ اشعار کہے تھے، ان میں سے دو شعر یہ ہیں:

وَمُبَرَّءٍ مِّنْ كُلِّ غُبَّرِ حَيْضَةٍ
وَفَسَادِ مُرْضِعَةٍ وَ دَاءٍ مُغْيِلِ

''وہ اپنی ماں کے تمام عوارض شکم سے اور دودھ پلانے والی دایہ کی تمام بیماریوں سے پاک ہے۔''

وَ إِذَا نَظَرْتَ إِلَى أَسِرَّةِ وَجْهِهٖ
بَرَقَتْ كَبَرْقِ الْعَارِضِ الْمُتَهَلِّلِ

''اور جب تم اس کے چہرہ کی لکیروں کو دیکھو تو وہ برستے بادل کی چمکتی ہوئی بجلیوں کی طرح چمکتی ہوئی نظر آئیں۔''

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ دونوں شعر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پڑھ کر عرض کی: ''یا رسول اللہ! ان دونوں شعروں کے زیادہ مستحق تو آپ ہیں۔'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ سن کر مسرور ہوئے۔ ④

---

① الادب المفرد للبخاری (۸۹۰)، باب الشعر حسن کحسن الکلام۔

② سنن ترمذی، کتاب الادب، باب ما جاء فی انشاء الشعر، حدیث: ۲۸۴۸۔ وشمائل ترمذی (۲۴۲) ...... الادب المفرد (۸۹۱)

③ سبعہ معلقہ میں یہ مصرع طرفہ کے قصیدہ میں داخل ہے۔

④ تہذیب الکمال (۲۸/ ۳۱۹) تحت ترجمہ ابی عبیدۃ معمر بن مثنی۔ تاریخ بغداد (۱۳/ ۲۵۳) تاریخ دمشق (۳/ ۳۰۷) واسنادہ ضعیف۔
حافظ ابن قیم رحمہ اللہ نے مدارج السالکین میں یہ واقعہ اور یہ شعر نقل کیے ہیں، ص ۲۷۷ مصر۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

احادیث کی کتابوں میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی زبانی بہت سے اشعار مروی ہیں۔ان کے بھائی سیدنا عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کا وطن سے باہر انتقال ہوا تھا،میت مکہ معظّمہ لاکر دفن کی گئی۔ جب مکہ معظّمہ آنے کا اتفاق ہوا، بھائی کی قبر پر آئیں، اس وقت ایک جاہلی شاعر کے یہ شعر ان کی زبان پر تھے: ①

وَ كُنَّا كَنَدْ مَانَىْ جُذَيْمَةَ حِقْبَةً
مِّنَ الدَّهْرِ حَتّٰى قِيْلَ لَنْ يَّتَصَدَّعَا

''ہم مدت تک بادشاہ جذیمہ کے دونوں مصاحبوں کی طرح ایک ساتھ رہے، یہاں تک کہ لوگ کہنے لگے: اب ہرگز یہ علیحدہ نہ ہوں گے۔''

فَلَمَّا تَفَرَّقْنَا كَاَنِّىْ وَمَالِكًا
لِطُوْلِ اِجْتِمَاعٍ لَمْ نَبِتْ لَيْلَةً مَّعًا

''جب ہم علیحدہ ہوگئے تو گویا میں نے اور مالک نے طول اجتماع کے باوجود ایک شب بھی ساتھ بسر نہیں کی۔''

مہاجرین کو مدینہ کی آب و ہوا ابتداءً راس نہ آئی۔سیدنا ابوبکر، سیدنا عامر بن فہیرہ اور سیدنا بلال رضی اللہ عنہم مدینہ آ کر بیمار پڑ گئے۔اس غربت اور بیماری میں وطن کی یاد ان کو بے چین کر دیتی تھی۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ دونوں صاحب حسرت سے وطن کی یاد میں شعر پڑھتے۔سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو جب زور سے بخار چڑھتا، کہتے: ②

كُلُّ امْرِءٍ مُّصَبَّحٌ فِىْ اَهْلِهٖ
وَالْمَوْتُ اَدْنٰى مِنْ شِرَاكِ نَعْلِهٖ

''ہر شخص اپنے اہل وعیال میں مرتا ہے اور موت اس سے اس کے جوتے کے تسمے سے زیادہ نزدیک ہے۔''

سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو جب ذرا سکون ہوتا، چلا کر یہ شعر پڑھتے:

---

① سنن ترمذی، کتاب الجنائز، باب فی زیارۃ القبور، حدیث: ۱۰۵۵۔
معجم طبرانی کما فی المجمع (۳/ ۶۰)

② صحیح بخاری، کتاب مناقب الانصار، باب مقدم النبی ﷺ واصحابه المدینة، حدیث: ۳۹۲۶۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

اَلَا لَیۡتَ شِعۡرِی هَلۡ اَبِیۡتَنَّ لَیۡلَةً
بِوَادٍ وَحَوۡلِی اِذۡخِرٌ وَّ جَلِیۡلُ

"کاش! معلوم ہوتا کہ میں کوئی شب اب مکہ کی وادی میں بسر کروں گا اور میرے اردگرد اذخر اور جلیل کی گھاسیں ہوں گی۔"

وَهَلۡ اَرِدَنۡ یَوۡمًا مِیَاهَ مُجَنَّةٍ
وَهَلۡ یَبۡدُوَنۡ لِی شَامَةٌ وَّطَفِیۡلُ

"یا مجنہ کے چشمہ پر میرا بھی گزر ہوگا؟ اور کیا شامہ اور طفیل کی پہاڑیاں اب مجھے کبھی نظر آئیں گی؟"

سیدنا عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ سے خیریت پوچھی، تو انھوں نے یہ شعر پڑھا: ①

اِنِّی وَجَدۡتُّ الۡمَوۡتَ قَبۡلَ ذَوۡقِهٖ
اِنَّ الۡجَبَانَ حَتۡفُهٗ مِنۡ فَوۡقِهٖ

"میں نے موت کو اس کا مزا چکھنے سے پہلے پا لیا۔ نامرد کی موت اس کے اوپر سے آتی ہے۔"

غزوۂ بدر میں قریش کے بڑے بڑے صنادید مارے گئے تھے، شعرائے قریش نے ان کا پردرد مرثیہ لکھا تھا، چند شعر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی زبانی محفوظ رہ گئے ہیں: ②

وَمَا ذَا بِالۡقَلِیۡبِ بَدۡرٍ
مِنَ الۡقَیۡنَاتِ وَالشُّرۡبِ الۡکِرَامِ

"بدر کے کنویں میں کیا کیا ناچنے والیاں اور شریف مے خوار پڑے ہیں۔"

تَحَیّٰی بِالسَّلَامَةِ اُمُّ بَکۡرٍ
فَهَلۡ لِّیۡ بَعۡدَ قَوۡمِیۡ مِنۡ سَلَامٍ

"اے بکر کی ماں! سلامتی کی مبارک باد!! اور کیا میرے لیے میرے قوم کی موت کے بعد کوئی سلامتی ہے؟"

---

① مسند احمد (٦/ ٦٥)

② صحیح بخاری، کتاب مناقب الانصار، باب هجرة النبی ﷺ واصحابه الی المدینة، حدیث: ۳۹۲۱۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

يُحَدِّثُنَا الرَّسُوْلُ بِاَنْ سَنَحْيَا ①
وَ كَيْفَ حَيَاةُ اَصْدَاءٍ وَحَامٍ

''رسول ہم سے کہتا ہے کہ ہم زندہ کیے جائیں گے۔صدی اور حام کی زندگی کیونکر ہو سکتی ہے؟''

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میرے پاس ایک سیاہ رنگ کی عورت آیا کرتی تھی اور اکثر یہ شعر پڑھا کرتی تھی:

وَ يَوْمُ الْوِشَاحِ مِنْ تَعَاجِيْبِ رَبِّنَا ②
اَلَا اِنَّهُ مِنْ بَلْدَةِ الْكُفْرِ اَنْجَانِيْ

''ہار والا دن ہمارے پروردگار کے تعجبات میں سے تھا، لیکن شکر ہے کہ اس نے کفر کی آبادی سے نجات دی۔''

سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ غزوۂ خندق میں جو رجز پڑھتے تھے، وہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو یاد تھا:

لَبِّثْ قَلِيْلاً يُدْرِكُ الْهِيْجَا جَمَلْ ③
مَا اَحْسَنُ الْمَوْتِ اِذَا حَانَ الْاَجَلْ

''کاش! تھوڑی دیر میں اونٹ لڑائی کو پالیتا، موت کتنی پیاری ہے، جب موت کا وقت آ گیا۔''

انصار کی عورتیں شادیوں میں یہ اشعار گاتی تھیں:

وَ اَهْدٰى لَهَا اَكْبَشًا
تبحج فِي الْمَرْبَدِ
وَ زَوْجُكِ فِي النَّادِيْ ④
وَ يَعْلَمُ مَا فِي غَدِ

مشرکین قریش نے جب رسول اللہ ﷺ کی ہجو میں قصائد کہے تو مسلمان شعرا نے ان کا کیونکر جواب لکھا؟ یہ ہم کو صرف سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ذریعے سے معلوم ہوا۔

---

① عربوں کا خیال تھا کہ مرنے کے بعد روح چڑیا بن کر اڑ جاتی ہے اور آواز دیتی ہے۔

② صحیح بخاری، کتاب مناقب الانصار، باب ایام الجاهلیة، حدیث: ۳۸۳۵۔

③ مسند احمد (۶/ ۱۴۱) ...... ④ معجم صغیر طبرانی (۱/ ۲۱۴)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ام المومنین بیان کرتی ہیں کہ آپ نے فرمایا: ''قریش کی ہجو لکھو کہ یہ حملہ تیر کی زد سے بھی زیادہ ان پر کارگر ہوگا۔ سیدنا ابن رواحہ رضی اللہ عنہ شاعر تھے، ان کو یہ پیغام بھیجا، انھوں نے چند شعر کہے، لیکن آپ کو پسند نہ آئے۔ اس کے بعد سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ جواب لکھیں، اور آخر میں سیدنا حسان رضی اللہ عنہ کی باری آئی۔ وہ حاضر ہوئے اور عرض کی کہ آخر اس شیر کی ضرورت پیش آئی، پھر گزارش کی کہ ''یارسول اللہ! اس ذات پاک کی قسم جس نے آپ کو رسول برحق بنایا، میں ان کو اس طرح ادھیڑ دوں گا جس طرح لوگ چمڑے کو ادھیڑتے ہیں۔'' فرمایا: ''ابھی عجلت سے کام نہ لو، ابوبکر تمام قریش میں قریش کے نسب ناموں سے زیادہ واقف ہیں۔ میری بھی اس سے قرابت ہے، میرے رشتہ کو ان سے اچھی طرح سمجھ لو۔'' چنانچہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس وہ جا کر رشتوں کے پیچ وخم کو سمجھ آئے اور آ کر عرض کی: ''یارسول اللہ! میں سمجھ آیا، اس ذات پاک کی قسم! جس نے آپ کو رسول برحق بنایا، میں آپ کو ان سے اس طرح کھینچ لوں گا جس طرح آٹے کے خمیر سے لوگ بال کھینچ لیتے ہیں۔ اس پر سیدنا حسان رضی اللہ عنہ نے وہ قصیدہ کہا، جس کا ایک شعر یہ ہے:

وَاِنَّ سَنَامَ الْمَجْدِ مِنْ اٰلِ هَاشِمٍ
بَنُوْبِنْتِ مَخْزُوْمٍ وَوَالِدُكَ الْعَبْدُ

''آل ہاشم کی بزرگی کا کوہان، مخزوم کے نواسے ہیں، اور تیرا باپ غلام تھا۔''

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ ''حسان! جب تک تم اللہ اور رسول کی مدافعت کرتے رہو، روح القدس کی امداد تمھارے ساتھ ہے۔'' اور یہ بھی روایت کرتی ہیں: میں نے آپ کو یہ کہتے سنا ہے کہ ''حسان نے ان کا جواب دے کر غم سے آزاد کیا۔'' اس کے بعد ام المومنین نے قصیدہ کے یہ شعر سنائے:

هَجَوْتَ مُحَمَّدًا فَاَجَبْتُ عَنْهُ
وَ عِنْدَ اللّٰهِ فِيْ ذَاكَ الْجَزَاءُ

''تم نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ہجو کی تو میں نے اس کا جواب دیا۔ میرے اس کام کی جزا اللہ کے پاس ہے۔''

هَجَوْتَ مُحَمَّدًا بَرًّا حَنِيْفًا
رَسُوْلَ اللّٰهِ شِيْمَتُهٗ الْوَفَاءُ

''تم نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ہجو کی، جو نیک، دیندار، اللہ کا پیغمبر ہے، اور اس کی خصلت

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

وفاداری ہے۔"

فَاِنَّ اَبِی وَوَالِدَہٗ وَعِرضِی
لِعِرضِ مُحَمَّدٍ مِنکُم وِقَاءُ

"میرے باپ دادا اور میری عزت و آبرو محمد (ﷺ) کی عزت تم سے بچانے کے لیے سپر ہے۔"

ثَکِلتُ بُنَیَّتِی اِن لَّم تَرَوھَا
تُثِیرُ النَّقعَ مِن کَنَفَی کَدَاءِ

"میں اپنی اولاد کو روؤں، اگر تم اسلام کے لشکر کو نہ دیکھو، کدا کے دونوں کناروں سے گرد اڑاتے۔"

یُبَارِینَ الاَعِنَّۃَ مُصعِدَاتٍ
عَلٰی اَکتَافِھَا الاَسَلُ الظِّمَاءُ

"اونٹنیاں جو مہاروں میں ناز کرتی بلند زمین پر چڑھتی جاتی ہیں، ان کے بازوؤں پر پیاسے نیزے رکھے ہیں۔"

تَظَلُّ جِیَادُ نَا مُتَمَطِّرَاتٍ
تُلَطِّمُھُنَّ بِالخُمُرِ النِّسَاءُ

"ہمارے گھوڑے برستے بادل کی طرح رواں ہیں اور بیویاں اپنی اوڑھنیوں سے ان کے منہ سے گرد وغبار جھاڑتی ہیں۔"

فَاِن اَعرَضتُمُوا عَنَّا اِعتَمَرنَا
وَکَانَ الفَتحُ وَانکَشَفَ الغِطَاءُ

"اگر اے قریش! تم نے انکار کیا تو ہم عمرہ ادا کریں گے اور فتح ہوگی اور پردہ کھل جائے گا۔"

وَ اِلَّا فَاصبِرُوا لِضِرَابِ یَومٍ
یُعِزُّ اللّٰہُ فِیہِ مَن یَّشَاءُ

"ورنہ اس دن کے حملہ کے لیے صبر کرو، جس میں اللہ جس کو چاہے گا عزت دے گا۔"

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

وَ قَالَ اللّٰهُ قَدْ يَسَّرْتُ جُنْدًا
هُمُ الْاَنْصَارُ عُرْضَتُهَا اللِّقَاءُ

"اللہ نے کہہ دیا ہے کہ میں نے اس لشکر کو آسان کر دیا ہے جو انصاری ہیں اور جن کی پیشی میدانِ جنگ کی ملاقات ہے۔"

لَنَا فِيْ كُلِّ يَوْمٍ مِّنْ مَّعَدٍّ
سِبَابٌ اَوْ قِتَالٌ اَوْ هِجَاءٌ

"ہم لوگوں کو ہر روز معد کے قبیلوں سے گالی گفتہ کرنا ہے، یا لڑنا ہے، یا ہجو کرنا ہے۔"

فَمَنْ يَّهْجُوْ رَسُوْلَ اللّٰهِ مِنْكُمْ
وَ يَمْدَحُهٗ وَ يَنْصُرُهٗ سَوَاءٌ

"تم میں سے جو رسول اللہ ﷺ کی ہجو یا مدح کرے اور مدد دے، برابر ہے۔"

وَجِبْرِيْلٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ فِيْنَا
وَرُوْحُ الْقُدُسِ لَيْسَ لَهٗ كِفَاءٌ ①

"جبریل (علیہ السلام) اللہ کا ہمارے درمیان پیغمبر ہے اور پاکیزگی کی روح جس کی کوئی نظیر نہیں۔"

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد جب مدینہ کی بدامنی کا حال ان کو معلوم ہوا تو ان کی زبان پر یہ شعر تھا: ②

وَ لَوْ اَنَّ قَوْمِيْ طَاوَعَتْنِيْ سُرَاتُهُمْ
لَاَنْقَذْتُهُمْ مِنَ الْخِبَالِ اَوِ الْخَبَلِ

"اگر میری قوم کے سردار میرا کہا مانتے تو میں ان کو اس فریب اور بربادی سے نکال لاتی۔"

سرسبز اور آباد راستوں کو چھوڑ کر جب بصرہ پہنچیں، تو یہ دو شعر پڑھے: ③

① صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب فضائل حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ، حدیث: ۲۴۹۰۔
② تاریخ طبری (۳/ ۷)
③ تاریخ طبری (۳/ ۲۴)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

دَعِی بِلَادَ جُمُوعِ الظُّلْمِ اِذْ صَلَحَتْ
فِیهَا الْمِیَاهُ وَ سِیرِی سَیرَ مَذْعُورِ

''اہل ظلم کی آبادیوں کو چھوڑ دے، کہ ان کے تالاب اچھے ہیں، اور خوف زدہ کی چال چل۔''

تَخَیَّرِی النَّبْتَ فَارْعِی ثُمَّ ظَاهِرَةً
وَ بَطْنَ وَادٍ مِنَ الضَّمَادِ مَطْمُورِ

''اس گھاس کو پسند کر، پھر وہاں دھوپ میں چر، ضماد کے سرسبز میدان میں۔''

جنگ جمل میں بعض بہادروں نے جو رجز پڑھے تھے، وہ ان کو یاد تھے۔ ایک دفعہ ان کو پڑھ کر بہت روئی تھیں۔ وہ رجز کے شعر یہ تھے: ①

یَا اُمَّنَا یَا خَیرَ اُمٍّ نَعْلَمُ
اَمَا تَرَیْنَ کَمْ شُجَاعٍ یُکْلَمُ

''اے ہماری ماں! اے ہماری سب سے اچھی ماں! جس کو ہم جانتے ہیں، آپ نہیں دیکھتیں کہ کتنے بہادر زخمی ہوئے۔''

تُخْتَلٰی هَامَتُهٗ وَ الْمُعْصَمُ ②

''اور سر اور ہاتھ گھاس کی طرح کاٹے گئے۔''

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس ذوق شاعری اور سخن فہمی کو دیکھ کر شعرا اپنا کلام ان کو سناتے تھے۔ سیدنا حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ جو انصار میں شاعری کے مسلم الثبوت استاد تھے، گو واقعۂ افک میں شرکت کے باعث سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو ان سے ملال خاطر ہونا چاہیے تھا، تاہم وہ ان کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے اشعار سناتے تھے۔ ③ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ان کی تعریف کرتی تھیں اور ان کے مناقب بیان فرماتی تھیں۔ ④ ان کے علاوہ وہ دربار نبوت کے دوسرے شاعر سیدنا کعب بن مالک اور سیدنا عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہما کے نام بھی اس سلسلہ میں لیتی تھیں۔ ⑤

---

① تاریخ طبری (۳/ ۵۷) ...... ② تاریخ طبری (۳/ ۵۷)

③ صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب حدیث الافک، حدیث: ۴۱۴۶۔
صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب فضائل حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ، ح: ۲۴۸۸۔

④ صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب حدیث الافک، حدیث: ۴۱۴۵۔
صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب فضائل حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ، ح: ۲۴۸۷۔

⑤ صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب فضائل حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ، حدیث: ۲۴۹۰۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

حدیث میں آیا ہے کہ کسی کا پیٹ اگر پیپ سے بھر جائے تو اس سے بہتر ہے کہ اشعار سے بھرے۔[1] یہ حدیث سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، لیکن چونکہ اس سے شاعری کی مذمت ثابت ہوتی ہے، اس لیے بعض راویوں نے بیان کیا ہے کہ یہ حدیث جب سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو معلوم ہوئی تو انھوں نے کہا: ''ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) کو حدیث نہیں رہی۔ آپؐ نے فرمایا ہے کہ کسی کا پیٹ اگر پیپ سے بھر جائے تو اس سے بہتر ہے، کہ ان اشعار سے بھرا ہو جو میری ہجو میں کہے گئے ہیں۔''[2] اس حدیث کا راوی کلبی ہے، جو مشہور کذاب اور دروغ گو ہے۔ چونکہ اس کو یہ معلوم تھا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے صحابہؓ پر استدراک کیا ہے اور نیز ان کو شاعری سے بھی ذوق تھا، اس لیے اس حدیث کے لیے اس کو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے بہتر نام نہیں مل سکتا تھا۔ لیکن محدثین نے تصریح کی ہے کہ حدیث موضوع ہے۔[3]

اصل یہ ہے کہ شاعری فی ذاتہ نہ خیر ہے نہ شر، وہ کلام کی ایک قسم ہے۔ کلام کا حسن و قبح وزن شعری پر نہیں، بلکہ ان مضامین اور مطالب پر موقوف ہے جو اس میں ادا کیے گئے ہوں۔ اگر مضمون تقویٰ اور ثقاہت کے خلاف نہیں تو شعر میں بھی برائی نہیں، ورنہ وہ اخلاق کے چہرہ کا داغ اور انسان کی زبان کا عیب ہے۔ یہ سب کچھ شاعری ہی پر موقوف نہیں بلکہ نثر کا بھی یہی حال ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے ''ادب المفرد'' میں شاعری کے حسن و قبح کے متعلق بعینہٖ یہی فیصلہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا ہے، فرماتی ہیں:

((اَلشِّعْرُ مِنْهُ حَسَنٌ وَمِنْهُ قَبِيحٌ خُذْ بِالْحَسَنِ وَدَعِ الْقَبَائِحَ))[4]

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الادب، باب ما یکرہ ان یکون الغالب......، حدیث: ۶۱۵۵۔
صحیح مسلم، کتاب الشعر، باب فی انشاء الاشعار، حدیث: ۲۲۵۷۔ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ۔ اس کے علاوہ یہ حدیث سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما (صحیح بخاری: ۶۱۵۴) اور سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ (صحیح مسلم: ۲۲۵۸) سے بھی مروی ہے۔ اور امام بخاری رحمہ اللہ نے اس پر ان الفاظ سے باب باندھا ہے: "باب ما یکرہ ان یکون الغالب علی الانسان الشعر حتی یصدہ عن ذکر اللہ والعلم والقرآن" یعنی شعر و شاعری میں اس طرح مشغول ہونا کہ انسان اللہ تعالیٰ کی یاد، حصول علم اور تلاوت قرآن سے باز رہ جائے۔'' مختلف احادیث میں تطبیق کے لیے یہ تشریح کافی ہے۔ واللہ اعلم! (کاشف)

[2] عین الاصابۃ سیوطی بحوالہ ابو عروبہ و ابو منصور بغدادی، ص۲۰۔

[3] الفوائد المجموعۃ شوکانی (ص:۱۰۴)

[4] الادب المفرد للبخاری (۸۹۰)، باب الشعر

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

''بعض اشعار اچھے ہوتے ہیں اور بعض برے ہوتے ہیں۔ اچھے لے لو اور برے چھوڑ دو۔''

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کسی قدر تشریح کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی مفہوم کی روایت کرتے ہیں:

((الشعر بمنزلة الكلام حسنه كحسن الكلام وقبيحه كقبيح الكلام)) [1]

''شاعری بھی ایک قسم کی گفتگو ہے۔ اچھے شعر، جیسے اچھی بات اور برے شعر، جیسے کوئی بری بات۔''

اسی بنا پر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بڑا گنہگار وہ شاعر ہے جو تمام قبیلہ کی ہجو کرے۔'' [2] یعنی صرف ایک دو شخص کی برائی کے سبب سے قبیلہ کے قبیلہ کو برا کہہ دینا ایک اخلاقی لغزش اور شاعری کا بے جا استعمال ہے۔

٭٭٭

---

[1] الادب المفرد للبخاری (۸۸۹) واسناده ضعيف۔ سند میں عبدالرحمٰن بن زیاد بن انعم راوی ضعیف ہے۔

[2] الادب المفرد (۸۹۸)، باب الشعر
مسند ابی یعلی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

تعلیم، افتا اور ارشاد

تعلیم

علم کی ایک خدمت یہ بھی ہے کہ اس کو دوسروں تک پہنچایا جائے، اور اس سے تزکیۂ نفوس اور اصلاح امت کا کام لیا جائے۔ رسول اللہ ﷺ کا حکم تھا کہ ((فَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ)) [1] ''جو حاضر ہو، وہ غائب تک پہنچائے۔'' کیا سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ فرض ادا کیا؟ ہم نے اس کا جواب تعلیم، افتا اور ارشاد کے تین بابوں میں دیا ہے۔

علم کی اشاعت اور تعلیم کو جو مردوں کی مخصوص صفت قرار دیتے ہوں، وہ آ کر دیکھیں کہ حرم نبوت کی یہ شمع مبارک اس بزم میں بھی کس طرح جلوہ افروز ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رسول اللہ ﷺ کے بعد تمام اسلامی ملکوں میں علم کی اشاعت اور اسلام کی دعوت کے لیے پھیل گئے تھے۔ مکہ معظمہ، طائف، بحرین، یمن، دمشق، مصر، کوفہ، بصرہ وغیرہ بڑے بڑے بڑے مرکزی شہروں میں ان مقدس معلّمین کی ایک ایک مختصر جماعت قیام پذیر تھی۔ خلافت اور حکومت کا سیاسی مرکز ۲۷ برس کے بعد مدینہ منورہ سے کوفہ اور پھر دمشق کو منتقل ہو گیا، تاہم مدینہ منورہ کی روحانی عظمت اور علمی مرکزیت ان انقلابات سے بھی مٹ نہ سکی۔ مدینہ پاک میں اس وقت سیدنا ابن عمر، سیدنا ابوہریرہ، سیدنا ابن عباس اور سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہم کی مستقل درس گاہیں قائم تھیں، لیکن درس گاہ اعظم مسجد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا وہ گوشہ تھا جو حجرۂ نبوی کے قریب اور زوجہ رسول کے مسکن کے پاس تھا۔

لڑکے، عورتیں اور جن مردوں کا سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے پردہ نہ تھا، وہ حجرہ کے اندر آ کر مجلس میں بیٹھتے تھے، دیگر حضرات حجرہ کے سامنے مسجد نبوی میں بیٹھتے۔ دروازہ پر پردہ پڑا رہتا، پردہ کی اوٹ میں

---

[1] صحیح بخاری، کتاب العلم، باب لیبلغ العلم الشاهد الغائب، حدیث: ۱۰۴، ۱۰۵۔
صحیح مسلم، کتاب الحج، باب تحریم مکة، حدیث: ۱۳۵۴، ۱۶۷۹۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

وہ خود بیٹھ جاتیں۔ ① لوگ سوالات کرتے، یہ جوابات دیتیں۔ کبھی کوئی سلسلہ بحث چھڑ جاتا اور استاد شاگرد اس خاص موضوع پر گفتگو کرتے۔ ② کبھی خود کسی مسئلہ کو چھیڑ کر بیان کرتیں اور لوگ خاموشی کے ساتھ سنتے۔ اپنے شاگردوں کی زبان، طرز ادا اور صحت تلفظ کی بھی سخت نگرانی کرتی تھیں۔ ایک دفعہ قاسم اور ابن ابی عتیق رحمہم اللہ کہ دونوں بھتیجے تھے، مگر دو ماؤں سے تھے، خدمت بابرکت میں پہنچے۔ سیدنا قاسم رحمہ اللہ کی زبان صاف نہ تھی، اعراب میں غلطیاں کرتے تھے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کو ٹوکا اور فرمایا: ''تم ایسی زبان کیوں نہیں بولتے، جیسی میرا یہ برادرزادہ بولتا ہے؟ ہاں! سمجھ گئی، اس کو اس کی ماں نے اور تم کو تمھاری ماں نے تعلیم دی ہے۔'' سیدنا قاسمؒ کی ماں کنیز تھی۔ ③

ان عارضی طالب علموں کے علاوہ، جو کبھی کبھی حلقہ درس میں شریک ہوتے تھے، وہ خاندانوں کے لڑکوں اور لڑکیوں کو، اور شہر کے یتیم بچوں کو اپنے آغوش تربیت میں لیتی تھیں اور ان کی تعلیم و تربیت کرتی تھیں۔ کبھی ایسا بھی ہوا کہ غیر لڑکوں کو جو گو بڑے ہو چکے ہوں، اپنی بہنوں اور بھانجیوں سے دودھ پلواتی تھیں اور خود ان کی رضاعی خالہ یا نانی بن کر ان کو اندر آنے کی اجازت دیتی تھیں۔ ④ جن کو اندر آنے کی اجازت نہ تھی، یعنی محرم نہ تھے، وہ افسوس کرتے تھے کہ ہم کو حصول علم کا اچھی طرح موقع نہیں ملتا۔ سیدنا قبیصہ رحمہ اللہ کہتے تھے کہ عروہ مجھ سے علم میں اس لیے آگے بڑھ گئے کہ وہ اندر جاتے تھے۔ ⑤ امام نخعی رحمہ اللہ جو عراق کے متفق علیہ امام تھے، وہ لڑکپن ⑥ میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ ان کے دوسرے معاصرین کو اس پر رشک تھا۔ ⑦

معمول تھا کہ ہر سال حج کو جاتیں۔ اسلام کا وسیع دائرہ سال میں ایک دفعہ سمٹ کر ایک نقطہ پر جمع ہو جاتا تھا۔ کوہ حرا اور ثبیر کے درمیان سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا خیمہ نصب ہوتا۔ ⑧ تشنگان علم جوق در

---

① مسند احمد (۶/ ۱۷۲) ...... طبقات ابن سعد (۲/ ۳۷۵) ② مسند احمد (۶/ ۷۵)

③ صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب کراھة الصلاة بحضرة الطعام، حدیث: ۵۶۰۔

④ صحیح مسلم، کتاب الرضاع، باب رضاعة الکبیر، حدیث: ۱۴۵۳۔
مسند احمد (۶/ ۲۷۱) اس مسئلہ میں، جیسا کہ پہلے اوپر گزر چکا ہے، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا متفرد تھیں۔

⑤ تھذیب الکمال (۱۲/ ۳۸۶)

⑥ تذکرہ الحفاظ للذھبی (۱/ ۷۳) ...... ⑦ مسند احمد (۶/ ۱۷۲)

⑧ طبقات ابن سعد (۸/ ۶۸) ...... میں جائے قیام کوہ ثبیر اور حرا کے بیچ میں بتایا گیا ہے، اور صحیح بخاری میں وادیٔ ثبیر کے جوف میں جگہ بتائی گئی ہے: ...... صحیح بخاری، کتاب الحج، باب طواف النساء مع الرجال، حدیث: ۱۶۱۸۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

جوق دور دراز ممالک سے آ کر حلقہ درس میں شریک ہوتے، [1] مسائل پیش کرتے تھے، اپنے شبہات کا ازالہ چاہتے۔ لوگ بعض مسائل کو پوچھتے جھجکتے تو وہ ڈھارس بندھاتیں۔ ایک صاحب ایک بات پوچھنا چاہتے تھے لیکن شرماتے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ جو تم اپنی ماں سے پوچھ سکتے تھے، مجھ سے بھی پوچھ سکتے ہو۔ [2] یہی واقعہ ایک دفعہ سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے ساتھ گزرا، ان کو بھی یہی جواب دیا: [3] ''میں تو تمھاری ماں ہوں''، اور حقیقتاً وہ اپنے شاگردوں کو ماں ہی بن کر تعلیم دیتی تھیں۔ عروہ، قاسم، ابوسلمہ، مسروق، عمرہ اور صفیہ رحمہم اللہ علیہم کی تعلیم و تربیت انھوں نے اسی مادرانہ شفقت کے ساتھ کی تھی، بلکہ ایسے بچوں کو متبنّیٰ کر لیتی تھیں، اور ان کے مصارف کی بھی خود ذمہ دار ہو جاتی تھیں۔ وہ اپنے بعض شاگردوں کے ساتھ وہ برتاؤ کرتی تھیں کہ ان کے عزیزوں کو رشک آتا تھا۔ سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما جو ان کے چہیتے بھانجے تھے، وہ اپنی خالہ کے ایک شاگرد سیدنا اسود رحمہ اللہ سے کہتے ہیں کہ ''ام المومنین تم سے جو راز کی باتیں کہتی تھیں، مجھے بھی بتاؤ۔'' [4] ان کے شاگرد بھی ویسی ہی ان کی عزت کرتے تھے۔ سیدہ عمرہ رحمہا اللہ علیہا انصاریہ تھیں، لیکن سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو وہ خالہ کہتی تھیں۔ [5] سیدنا مسروق بن اجدع تابعی رحمہ اللہ کو انھوں نے متبنّیٰ کر لیا تھا، [6] وہ ان کا نام اس طرح لیتے تھے: ((اَلصِّدِّيقَةُ بِنْتُ الصِّدِّيقِ حَبِيبَةُ حَبِيبِ اللّٰهِ الْمُبَرَّأَةُ مِنَ السَّمَاءِ))

مستفیدین اور تلامذہ کی تعداد کم نہ تھی۔ مسند احمد میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی سب سے زیادہ حدیثیں ہیں۔ ان حدیثوں کو جن لوگوں نے ان سے روایت کیا ہے، جہاں تک گن سکا ہوں، ان کی تعداد تقریباً ۲۰۰ تک پہنچتی ہے۔ ان میں مرد و عورت، صحابی و تابعی، غلام و آزاد، عزیز و بیگانہ، ہر صنف کے اشخاص داخل ہیں۔ ابوداود طیالسی رحمہ اللہ المتوفی ۲۰۴ھ، جو امام بخاری رحمہ اللہ سے مقدم تھے، انھوں نے اپنی مسند میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ایک ایک شاگرد کی روایتیں الگ الگ اس کے نام سے لکھی

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الحج، باب طواف النساء مع الرجال، حدیث: ۱۶۱۸۔
مسند احمد (۶/ ۴۰) ...... طبقات ابن سعد (۸/ ۶۸)

[2] مسند احمد (۶/ ۲۶۵)

[3] مسند احمد (۶/ ۹۷)
صحیح مسلم، کتاب الحیض، باب نسخ الماء من الماء، حدیث: ۳۴۹۔

[4] مسند ابوداود الطیالسی (ص:۱۹۷)

[5] تذکرۃ الحفاظ للذہبی

[6] تذکرۃ الحفاظ للذہبی (۱/ ۴۹)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہیں، لیکن یہ مسند مختصر ہے، اس لیے حدیثیں بھی کم ہیں۔ ابن سعد رحمہ اللہ نے طبقۂ اہل مدینہ میں ان کے شاگردوں کو گنایا ہے اور ان کے حالات لکھے ہیں۔

ابن حجر رحمہ اللہ نے تہذیب التہذیب میں عزیزوں، غلاموں، صحابیوں اور تابعیوں کی الگ الگ فہرست دی ہے۔ چنانچہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں حسب ذیل اشخاص ہیں:

سیدنا ابوموسیٰ اشعری، سیدنا ابوہریرہ، سیدنا ابن عمر، سیدنا ابن عباس، سیدنا عمرو بن العاص، سیدنا زید بن خالد جہنی، سیدنا ربیعہ بن عمرو الجرشی، سائب بن یزید، سیدنا حارث بن عبداللہ وغیرہم رضی اللہ عنہم۔ غلاموں میں ابو یونس، ذکوان، ابوسیدنا عمرو اور ابن فرخ کا نام تو تہذیب ہی میں ہے، ان کے علاوہ ابو مدلہ مولیٰ عائشہ رضی اللہ عنہا کا ذکر ترمذی میں ہے،[1] اور ابولبابہ مروان کا ابن سعد میں ہے،[2] ابویحییٰ[3] اور ابو یوسف کا نام مسند میں ہے۔[4] ان غلاموں میں ذکوان اور ابو یونس زیادہ مشہور ہیں۔

مسند میں عبداللہ بن یزید رضیع عائشہ (رضی اللہ عنہا)[5] کا ذکر ہے۔ رجال کی کتابوں میں بھی اسی قدر مذکور ہے۔ ان بزرگ کا زیادہ حال معلوم نہیں۔

عزیزوں میں ام کلثوم بنت ابی بکر ان کی بہن، عوف بن حارث رضاعی بھائی، قاسم بن محمد اور عبداللہ بن محمد دونوں بھتیجے، حفصہ بنت عبدالرحمٰن اور اسماء بنت عبدالرحمٰن دونوں بھتیجیاں، اور عبداللہ بن عتیق بن محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی بکر ان کے بھائی کے پرپوتے، عبداللہ بن زبیر، قاسم بن زبیر دونوں بھانجے، عائشہ بنت طلحہ ان کی بھانجی، اور عباد بن حبیب اور عباد بن حمزہ بھانجے کے پوتے (رحمہم اللہ)، ان کے علاوہ اور بہت سے اعزہ واقارب کے لڑکے ان کی آغوش تربیت کے پروردہ تھے۔

---

[1] سنن ترمذی، کتاب الدعوات، باب (۱۳۲)، تحت الحدیث: ۳۵۹۸۔

[2] طبقات ابن سعد (۵/ ۲۹۶)، جزء اهلمدنیه ذکر موالی۔

[3] مسند احمد (۶/ ۲۵۸)

[4] مسند احمد (۶/ ۶۷)

[5] مسند احمد (۶/ ۳۲)

صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب من صلی علیه مائة، حدیث: ۹۴۷۔

ان کے نام کے ساتھ ہمیشہ ''رضیع عائشہ'' لکھا جاتا ہے۔ ''رضیع عائشہ'' کے معنی ہیں: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا دودھ پلایا ہوا بچہ۔ اس سے مقصود یہی ہوگا کہ ان کے حکم سے ان کی بہن یا بھانجی نے دودھ پلایا ہوگا، مگر اس کی تصریح مجھے نہیں ملی۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ابن سعد میں ان کی تفصیل ہے۔

تابعین میں سے اس عہد کے تمام علمائے حدیث ان کے خوشہ چیں ہیں۔ ڈیڑھ دو سو نام ہم نے مسانید سے چھانٹے ہیں۔ سب کی تفصیل کے لیے کئی صفحوں کی ضرورت ہوگی، اس لیے قلم انداز کرتے ہیں۔ ان میں صرف عورتوں کے نام لکھتے ہیں کہ ان پردہ نشینوں کو اس پردۂ حرم کے علاوہ کہیں اور بیٹھنے کا موقع نہ ملے گا۔

ا

اسماء بنت عبدالرحمٰن

ب

بریرہ مولاۃ عائشہ رضی اللہ عنہا، بنانہ بنت یزید، بنانہ مولاۃ عبدالرحمٰن، بہینہ۔

ت

تبالہ بنت یزید البشمیہ

ج

جسرۃ

ح

حفصہ بنت عبدالرحمٰن

ش

شمیسہ

ص

صفیہ بنت الحارث، صفیہ بنت شیبہ صاحبہ عائشہ، صفیہ بنت عبید، صفیہ بنت عطیہ۔

ع

عائشہ بنت طلحہ، عمرۃ بنت عبدالرحمٰن، عمرۃ بنت قیس العدویہ،

خ

خیرہ حسن بصری رحمہ اللہ کی ماں

ذ

ذفرہ

ر

رُمَیثہ

ز

زینب بنت ابی سلمہ، زینب بنت محمد، زینب بنت نصر

س

سائبہ، سلمٰی البکریہ، سمیہ البصریہ

ف

فاطمہ بنت ابی حبیش

ک

کریمہ بنت ہمام، کلثم بنت عمرو صاحبہ عائشہ رضی اللہ عنہا

ق

قمیر بنت عمیر الکوفیہ۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

م	ہ
معاذہ، میمونہ بنت عبدالرحمٰن۔	
ہ	ہنید، ہنیدہ
کنیٰ ام عاصم	کنیٰ ام بکر
ام علقمہ	ام جمدر
ام کلثوم بنت ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ	ام حمیدہ
ام کلثوم بنت ثمامہ	ام الدرداء
ام کلثوم اللیعیہ	ام ذرہ مولاۃ عائشہ رضی اللہ عنہا
ام محمد	ام سالم
ام عبداللہ	ام سعیدہ
ام ہلال	

ان تمام مستفیدین اور مسترشدین میں وہ ارباب کمال جو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہی کے آغوش تربیت میں پل کر جوان ہوئے اور حلقہ محدثین میں وہ اسی حیثیت سے ممتاز ہیں کہ وہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے خزانہ علم کے کلید بردار سمجھے جاتے ہیں، حسب ذیل ہیں:

سیدنا عروہ رحمہ اللہ سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ کے بیٹے، سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے نواسے، سیدہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما کے فرزند، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بھانجے۔ خالہ کے بڑے پیارے تھے، انھی کی گود میں پرورش پائی، مدینہ میں فضل و کمال کے تاجدار تھے۔ امام زہری رحمہ اللہ وغیرہ ان کے شاگرد ہیں۔ فن سیرت میں امام سمجھے جاتے ہیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے مرویات اور فقہ وفتاویٰ کا عالم ان سے بڑا اور کوئی نہ تھا۔ ۹۴ھ میں وفات پائی۔

سیدنا قاسم بن محمد رحمہ اللہ، محمد بن ابی بکر کے بیٹے، سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پوتے، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بھتیجے۔ یہ بھی اپنی پھوپھی ہی کے آغوش تربیت میں پلے تھے۔ بچپن سے مذہبی تعلیم پائی تھی۔ بڑے ہو کر مدینہ کے امام الفقہ ہوئے۔ مدینہ میں فقہائے سبعہ کی جو مجلس تھی، اس کے ایک رکن یہ بھی تھے۔ روایت حدیث میں سخت محتاط تھے، ایک ایک حرف کی احتیاط کرتے تھے۔ ۱۰۸ھ میں انتقال ہوا۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

سیدنا ابوسلمہ رحمہ اللہ، سیدنا عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کے فرزند تھے، کم سنی ہی میں باپ کا سایہ سر سے اٹھ گیا تھا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کی پرورش کی۔ یہ سیدنا عروہ رحمہ اللہ کے ہمسر سمجھے جاتے تھے۔ مدینہ کی بارگاہ علمی کے ایک مسند نشین یہ بھی ہیں۔ بڑے بڑے محدثین نے ان سے روایتیں کی ہیں۔ ۹۴ھ میں وفات پائی۔

سیدنا مسروق رحمہ اللہ کوفی تھے، لیکن باہمی خانہ جنگیوں میں شریک نہ ہوئے۔ علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے تذکرہ میں لکھا ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کو متبنّٰی کیا تھا۔ ابن سعد میں ہے کہ ایک دفعہ وہ ملنے آئے تو ام المومنین نے ان کے لیے شربت بنوایا۔ فرمایا کہ میرے بیٹے کے لیے شربت بناؤ۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا تو انھوں نے کہا کہ اگر بعض باتوں کا خیال نہ ہوتا تو میں ام المومنین کے لیے ماتم کی مجلس برپا کرتا۔ امام احمد ابن حنبل رحمہ اللہ نے مسند میں اور امام بخاری رحمہ اللہ نے جامع میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے ان کی اکثر روایتیں لکھی ہیں۔ فقہائے عراق میں شمار ہوتے تھے، بڑے زاہد اور عبادت گزار تھے۔ کوفہ میں قضا کی خدمت انجام دیتے تھے لیکن معاوضہ نہیں لیتے تھے۔ ۶۳ھ میں وفات پائی۔

عورتوں میں سب سے پہلے سیدہ عمرہ بنت عبدالرحمن رحمہا اللہ کا نام لینا چاہیے۔ یہ مشہور صحابی سیدنا اسعد بن زرارہ انصاری رضی اللہ عنہ کی پوتی تھیں۔ عورتوں میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی تعلیم وتربیت کی سب سے بہتر مثال ہیں۔ محدثین ان کا نام عظمت سے لیتے تھے۔ ابن المدینی رحمہ اللہ کا قول ہے، جس کو صاحب تہذیب نے نقل کیا ہے:

((عمرة احد الثقات العلماء بعائشة الاثبات فيها))

''عمرہ رحمہا اللہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیثوں کی ثقہ اور مستند جاننے والوں میں ایک تھیں۔''

اسی کتاب میں ابن حبان رحمہ اللہ کا قول ہے:

((كَانَتْ مِنْ اَعْلَمِ النَّاسِ بِحَدِيْثِ عَائِشَةَ))

''سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیثوں کو سب سے بہتر جانتی تھیں۔''

امام سفیان رحمہ اللہ کہتے ہیں:

((اَثْبَتُ حَدِيْثِ عَائِشَةَ حَدِيْثُ عُمْرَةَ وَالْقَاسِمِ وَعُرْوَةَ))

''سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی مستند ترین حدیث وہ ہے جو عمرہ، قاسم اور عروہ کی حدیث ہے۔''

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ام المومنین ان سے بڑی محبت کرتی تھیں۔ اسی کا اثر تھا کہ لوگ بھی ان کی خاطر داری کرتے تھے۔ (۱) امام بخاری رحمہ اللہ کی روایت کے مطابق وہ ام المومنین کی منشی تھیں۔ لوگ انھی کے توسط سے تحفے اور خطوط سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں بھیجتے تھے۔ (۲) سیدنا ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم رحمہ اللہ قاضی مدینہ، جن کو سیدنا عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے احادیث کی جمع و تحریر کا حکم دیا تھا، وہ انھی کے بھتیجے تھے، اور اسی بنا پر اس خدمت کے لیے ان کا انتخاب ہوا تھا۔ چنانچہ اس فرمان کا ایک فقرہ یہ بھی تھا کہ ''عمرہ رحمہا اللہ کی تمام حدیثیں لکھ کر بارگاہ خلافت میں بھیجی جائیں۔'' (۳) پھوپھی اپنے قاضی بھتیجے کی اجتہادی غلطیوں کی اصلاح کرتی تھیں۔ (۴) امام زہری رحمہ اللہ نے جب تحصیل حدیث شروع کی تو ایک محدث نے کہا: اگر تم کو علم کی حرص ہے تو میں تم کو اس کا خزانہ بتاؤں۔ عمرہ رحمہا اللہ کے پاس جاؤ، وہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی آغوش پروردہ ہیں۔'' امام زہری رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ جب میں ان کے پاس پہنچا تو ان کو اتھاہ سمندر پایا۔ (۵)

سیدہ صفیہ بنت شیبہ رحمہا اللہ مشہور تابعیہ تھیں۔ سیدنا شیبہ رضی اللہ عنہ جو خانہ کعبہ کے کلید بردار تھے، ان کی صاحبزادی تھیں۔ تمام حدیث کی کتابوں میں ان سے روایتیں ہیں۔ ان کا ذکر احادیث میں ''صفیه بنت شیبه، صاحبة عائشه رضی اللہ عنہا'' یعنی ''شیبہ کی لڑکی صفیہ، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی مخصوص شاگرد، یا سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی صحبت یافتہ۔ لوگ ان سے مسائل اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیثیں پوچھنے آتے تھے۔ ابوداود (باب الطلاق علی الغلط) میں ہے:

((خَرَجْتُ مَعَ عَدِيِّ بْنِ عَدِيِّ الْكِنْدِيِّ حَتّٰى قَدِمْنَا مَكَّةَ فَبَعَثَنِي اِلٰى صَفِيَّةَ بِنْتِ شَيْبَةَ وَكَانَتْ حَفِظَتْ مِنْ عَائِشَةَ)) (۶)

---

(۱) الادب المفرد للبخاری (۱۱۵۱)۔ باب المراسلة الی النساء۔ لیکن اس میں عمرہ کے بجائے عائشہ بنت طلحہ رحمہا اللہ کا ذکر ہے۔ واللہ اعلم

(۲) الادب المفرد للبخاری (۱۱۵۱)۔ باب المراسلة الی النساء۔ لیکن اس میں عمرہ کے بجائے عائشہ بنت طلحہ رحمہا اللہ کا ذکر ہے۔ واللہ اعلم

(۳) تهذیب لابن حجر، ترجمه عمرة

(۴) موطا امام مالك (۲/ ۸۴۰) کتاب الحدود، رقم: ۳۵۔

(۵) تذکرہ الحفاظ (۱/ ۹۹)

(۶) مسند احمد (۶/ ۲۷۶)

سنن ابی داود، کتاب الطلاق، باب فی الطلاق علی غلط، حدیث: ۲۱۹۳۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

''عدی کندی کے ساتھ میں حج کو نکلا۔ جب ہم مکہ پہنچے تو مجھ کو صفیہ بنت شیبہ رحمۃ اللہ علیہا کی خدمت میں اس نے بھیجا۔ صفیہ رحمۃ اللہ علیہا نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے حدیثیں یاد کر رکھی تھیں۔''

سیدہ کلثم بنت عمرو القرشیہ رحمۃ اللہ علیہا، رجال کی کتابوں میں ان کے نام کے ساتھ بھی ''صاحبة عائشه رضی اللہ عنہا'' کا لقب لکھا جاتا ہے۔ بعض حدیثیں ان سے بھی مروی ہیں۔

سیدہ عائشہ بنت طلحہ رحمۃ اللہ علیہا سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی، صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی نواسی اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی بھانجی تھیں، خالہ کی گود میں پلی تھیں۔ ابن معین رحمہ اللہ ان کی نسبت کہتے ہیں: ''ثِقَةٌ حُجَّةٌ۔'' عجلی رحمہ اللہ کے الفاظ ہیں: ''مَدَنِيَّةٌ تَابِعِيَّةٌ ثِقَةٌ۔'' ابوزرعہ مشقی رحمہ اللہ کا قول ہے:

((حَدَّثَ عَنْهَا النَّاسُ لِفَضْلِهَا وَادَبِهَا))

''لوگوں نے ان کی بزرگی اوران کا ادب دیکھ کر ان سے حدیث روایت کی۔''

سیدہ معاذہ بنت عبداللہ العدویہ رحمۃ اللہ علیہا، بصرہ وطن تھا، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے تلمذ تھا، احادیث میں ام المومنین کی حدیثیں ان کی زبانی بھی کثرت سے مروی ہیں۔ بڑی عبادت گزار تھیں۔ شوہر کی وفات کے بعد بستر پر کبھی نہ سوئیں۔ ایک دفعہ بیمار پڑیں، طبیب نے نبیذ تجویز کی۔ دوا جب تیار ہوئی، نبیذ کا پیالہ ہاتھ میں لیا اور دعا کی کہ ''الٰہا! تو جانتا ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے مجھ سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نبیذ سے منع فرمایا ہے۔'' پیالہ اسی وقت ہاتھ سے گر پڑا اور وہ اچھی ہوگئیں۔ [1]

○○○

[1] اس فصل کے تمام حالات کتب رجال خصوصاً ابن سعد اور تہذیب ابن حجر سے ماخوذ ہیں۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

افتا

عنوانات سابقہ میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے فضل و کمال کے جو دلائل و شواہد گزرے ہیں، ان سے قیاس ہوسکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنی زندگی کے بقیہ چالیس برس کس مرجعیت عام اور مقتدایانہ حیثیت سے بسر کیے ہوں گے۔ لیکن ہمارے پاس خوش قسمتی سے ایسی تحریری شہادتوں کا ذخیرہ بھی موجود ہے جس سے یہ قیاس یقین اور قطعیت کے درجہ تک پہنچ جاتا ہے۔ خلفائے اسلام، علمائے صحابہ رضی اللہ عنہم عامہ مسلمانانِ بلاد مشکلات کی حالت میں انہی کی طرف رجوع کرتے تھے۔ محدثین نے کثرت وقلت فتاویٰ کی بنا پر علمائے صحابہ کے تین طبقات قرار دیے ہیں:

طبقہ اول...... جس کے فتاویٰ اگر مستقلاً علیحدہ علیحدہ جمع کیے جائیں تو ایک ضخیم جلد تیار ہو جائے۔

طبقہ دوم...... میں وہ اشخاص ہیں جن کے الگ الگ فتاویٰ ایک ایک رسالہ کے بقدر ہیں۔

طبقہ سوم...... تیسرے طبقہ کا مجموعہ فتاویٰ ایک رسالہ کے برابر ہے۔

طبقہ اول میں سیدنا عمر، سیدنا علی، سیدنا عبداللہ بن مسعود، سیدنا زید بن ثابت، سیدنا عبداللہ بن عباس، سیدنا عبداللہ بن عمر اور آخراً زوجہ رسول، جگر گوشہ صدیق، ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہم! ان کے فتاویٰ اس کثرت سے احادیث میں مذکور ہیں کہ اگر ایک جگہ جمع کیے جائیں تو ایک مستقل دفتر تیار ہو جائے۔ [1]

خلفائے اسلام

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ہی اپنے پدر بزرگوار کی زندگی ہی میں مرجعیت عام اور منصب افتا حاصل کرلیا تھا، اور آخر زمانہ تک بقیہ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے زمانوں میں بھی وہ ہمیشہ اس منصب پر ممتاز رہیں۔ سیدنا قاسم رحمہ اللہ جو صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کے بعد مدینہ کے

[1] اعلام الموقعین (۱/ ۲۳، ۲۴)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

سات مشہور تابعیوں میں شمار ہوتے تھے، فرماتے ہیں:

((كَانَتْ عَائِشَةَ قَدِ اسْتَقَلَّتْ بِالْفَتْوٰى فِي خِلَافَةِ اَبِيْ بَكْرٍ وَ عُمَرَ وَ عُثْمَانَ وَهَلُمَّ جَرًّا اِلٰى اَنْ مَّاتَتْ رَحِمَهَا اللّٰهُ)) [1]

''سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت ہی میں مستقل طور سے افتا کا منصب حاصل کر چکی تھیں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ، سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ اور ان کے بعد آخری زندگی تک وہ برابر فتوے دیتی رہیں۔''

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کہ مجتہد اسلام تھے، اس مشکوٰۃ نبوت سے بے نیاز نہ تھے:

((كَانَتْ عَائِشَةُ تُفْتِيْ فِيْ عَهْدِ عُمَرَ وَ عُثْمَانَ بَعْدَهٗ يُرْسِلَانِ اِلَيْهَا فَيَسْئَلَانِهَا عَنِ السُّنَنِ)) [2]

''سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں اور ان کے بعد سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں فتویٰ دیا کرتی تھیں، اور سیدنا عمر و سیدنا عثمان رضی اللہ عنہما ان سے حدیثیں پوچھوا بھیجتے تھے۔''

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں مخصوص صحابہ کبار کے علاوہ اور لوگوں کو افتا کی اجازت نہ تھی۔ اس سے معلوم ہوسکتا ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے علم اور واقفیت پر کس درجہ اعتماد تھا۔

سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ دمشق میں حکومت کرتے تھے، لیکن ضرورت پڑتی تو قاصد شام سے چل کر باب عائشہ (رضی اللہ عنہا) کے سامنے کھڑے ہو کر سلطان وقت کے لیے مسائل دریافت کرتا، [3] مواعظ ونصائح کا ذخیرہ چاہتا۔ [4]

اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم

مدینہ طیبہ اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم کا مرکز تھا۔ خلافت شیخین تک سیدنا عمر، سیدنا علی، سیدنا عبداللہ بن مسعود، سیدنا ابوموسیٰ اشعری، سیدنا معاذ بن جبل، سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف، سیدنا اُبی بن کعب، سیدنا ابودردا، سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہم کا شانۂ اسلام کے اساطین علم وفتویٰ تھے۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد

---

1. طبقات ابن سعد (۲/ ۳۷۵) من روایة الواقدی۔
2. طبقات ابن سعد (۲/ ۳۷۵)
3. مسند احمد (٦/ ۸۷) نحوه
4. سنن ترمذی، کتاب الزهد، باب (٦٤)، حدیث: ۲٤١٤۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

میں ان میں سے اکثر نے وفات پائی۔ ان کے بعد نوجوان صحابہ رضی اللہ عنہم کا دوسرا دور شروع ہوتا ہے، جس کے سر عسکر سیدنا عبداللہ بن عباس، سیدنا عبداللہ بن عمر، سیدنا ابوسعید خدری، سیدنا جابر بن عبداللہ، سیدنا عبداللہ بن زبیر، سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہم تھے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اس صغرسنی اور کم عمری کے باوجود، جیسا کہ ابھی گزر چکا ہے، اول ہی دور سے اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم کی زندگی ہی میں افتا کا منصب حاصل کر چکی تھیں، بڑے بڑے صحابہ کبار معضلاتِ امور میں ان کی طرف رجوع کرتے تھے۔ جامع ترمذی میں ہے:

((مَا اَشْكَلَ عَلَيْنَا اَصْحَابِ مُحَمَّدٍ ﷺ حَدِيْثٌ قَطُّ فَسَأَلْنَا عَائِشَةَ اِلَّا وَجَدْنَا عِنْدَهَا عِلْمًا)) [1]

''ہم اصحاب محمد ﷺ کو کبھی کوئی مشکل مسئلہ پیش نہیں آیا، لیکن سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس اس کا علم موجود پایا۔''

ابن سعد میں ہے:

((يَسْئَلُهَا الْاَكَابِرُ مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ)) [2]

''ان سے بڑے بڑے صحابہ آکر مسائل دریافت کیا کرتے تھے۔''

سیدنا مسروق تابعی رحمہ اللہ قسم کھا کر کہتے تھے:

((لَقَدْ رَأَيْتُ مَشِيْخَةَ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ يَسْأَلُوْنَهَا عَنِ الْفَرَائِضِ)) [3]

''ہم نے شیوخ صحابہ کو ان سے فرائض کے مسائل پوچھتے دیکھا ہے۔''

سیدنا ابن عباس اور سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما وغیرہ جو فقہ و اجتہاد میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے برابر تھے، وہ بھی بعض مسائل میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھ کر تسلی کر لیتے تھے۔ [4] سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ علمائے صحابہ میں داخل ہیں، وہ بھی سیدہ عائشہؓ کی ذات سے بے نیاز نہ تھے۔ [5]

---

[1] سنن ترمذی، كتاب المناقب، باب من فضل عائشة رضی اللہ عنہا، حديث: ۳۸۸۳۔
[2] طبقات ابن سعد (۲/ ۳۷۵)
[3] مستدرك حاكم (۴/ ۱۱) ...... طبقات ابن سعد (۸/ ۶۶) ...... سنن الدارمی (۲۸۶۲)
[4] صحيح مسلم، كتاب صلاة المسافرين، باب جامع صلاة الليل، حديث: ۷۴۶۔
سنن نسائی، كتاب الزينة، باب التشديد فی لبس الحرير، حديث: ۵۳۰۸۔
[5] صحيح مسلم، كتاب الحيض، باب نسخ الماء من الماء، حديث: ۳۴۹۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

عامہ ممالک اسلامیہ

مدینہ ممالک اسلامیہ کا قلب تھا، لوگ زیارت وتبرک کے لیے ہر طرف سے ادھر کا رخ کرتے تھے۔ یہاں آتے تو زوجہ رسول اللہ ﷺ کی علمی مجلس میں پرضرور حاضر ہوتے۔ دور دراز ممالک کے لوگ آداب ورسوم سے ناواقف ہوتے۔ وہ پہلے حضوری کے آداب ورسوم سیکھتے، قاعدہ سے سلام کرتے۔ ① سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ان سے عزت وتعظیم سے پیش آتیں، ② بیچ میں پردہ حائل ہوتا، ③ لوگ مختلف مسائل اورشکوک وشبہات پیش کرتے، جواب سن کرتسلی پاتے۔ کسی سوال وپرسش میں اگر سائل کوشرم آتی تو ((انَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَحْيِ مِنَ الْحَقِّ)) کے مطابق اس کی ڈھارس بندھاتیں۔ فرماتیں: ''میں تمھاری ماں ہوں، ماؤں سے کیا پردہ ہے۔'' ④

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا سالانہ حج کبھی ناغہ نہیں ہوتا تھا۔ موسم حج میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے خیمہ میں، ⑤ جوکوہ ثبیر کے دامن میں نصب ہوتا تھا، سائلوں اور مستفتیوں کا ہجوم ہوتا۔ ⑥ کبھی خانہ کعبہ میں زمزم کی چھت کے نیچے بیٹھ جاتیں اور تشنگان علم کا سامنے پراجم جاتا۔ ⑦ لوگ ہر قسم کے مسائل پوچھتے، اور وہ قرآن وحدیث سے سب کے جواب دیتیں۔

جن مسائل میں صحابہ رضی اللہ عنہم میں اختلاف پیش آتا، لوگ فیصلہ کے لیے انھی کی عدالت میں رجوع کرتے۔ ایک دفعہ سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ حاضر خدمت ہوئے اور عرض کی: ''مجھے ایک مسئلہ میں اصحاب محمد رسول اللہ ﷺ کا اختلاف بہت شاق گزرا، آپ کی رائے کیا ہے؟'' سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کا جواب دیا۔ سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کو اس جواب سے تسلی ہوگئی، اور کہا کہ آپ کے بعد اب کسی

---

① مسند احمد (۶/ ۱۲۶)

② مسند احمد (۶/ ۱۲۹)

③ مسند احمد (۶/ ۱۲۹)
صحیح بخاری، کتاب الحج، باب طواف النساء مع الرجال، حدیث: ۱۶۱۸۔

④ مسند احمد (۶/ ۲۶۵)
صحیح مسلم، کتاب الحیض، باب نسخ الماء من الماء، حدیث: ۳۴۹۔

⑤ صحیح بخاری، کتاب الحج، باب طواف النساء مع الرجال، حدیث: ۱۶۱۸۔

⑥ مسند احمد (۶/ ۲۲۵۔۲۱۹)
صحیح بخاری، کتاب الحج، باب طواف النساء مع الرجال، حدیث: ۱۶۱۸۔

⑦ صحیح بخاری، کتاب الحج، باب طواف النساء مع الرجال، حدیث: ۱۶۱۸۔
مسند احمد (۶/ ۹۵)

www.KitaboSunnat.com

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سے اس مسئلہ کو نہ پوچھوں گا۔[1] سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ فتویٰ دیتے تھے کہ اگر اتفاقاً کسی نے وتر تہجد کے خیال سے نہیں پڑھی اور صبح ہوگئی تو وتر کا وقت نہیں رہتا۔ لوگوں کو تسکین نہ ہوئی، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے۔ آپ نے فرمایا: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح ہو جاتی تھی تب بھی وتر ادا فرما لیتے تھے۔''[2]

سیدنا عبداللہ بن مسعود اور سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما، کہ دونوں اکابر صحابہ میں سے ہیں، ان میں افطار کے وقت کی نسبت اختلاف تھا۔ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ افطار کرتے تھے اور پھر فوراً ہی نماز مغرب کو کھڑے ہو جاتے تھے، سیدنا ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ دونوں میں تاخیر فرماتے تھے۔ لوگوں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے فتویٰ چاہا۔ دریافت کیا کہ ان میں تعجیل کون صاحب کرتے ہیں؟ لوگوں نے کہا: ''عبداللہ بن مسعود (رضی اللہ عنہ)'' فرمایا: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ یہی تھی۔''[3]

اگر کوئی شخص حج کے لیے نہ جائے اور اپنی قربانی کا جانور یہیں سے کعبہ مکرمہ کو روانہ کر دے، اس صورت میں اس شخص کی کیا حالت سمجھی جائے گی؟ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فتویٰ دیتے تھے کہ وہ بحالت حج سمجھا جائے گا اور حاجی پر جو پابندیاں عائد ہوتی ہیں، وہ اس پر بھی عائد ہوں گی۔ زیاد ابن ابیہ،[4] سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے حجاز کا والی تھا۔ اس نے استفتا سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں بھیجا۔ انھوں نے جواب دیا کہ ابن عباس (رضی اللہ عنہما) کا فتویٰ صحیح نہیں، میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قربانی کی بدھیاں اپنے ہاتھ سے بٹی ہیں اور میرا باپ اس قربانی کو لے کر کعبہ گیا، لیکن جو چیزیں اللہ نے حلال کی ہیں، ان میں سے کسی چیز سے بھی آپ نے اس اثنا میں احتراز نہیں فرمایا۔[5]

بیہقی میں ہے کہ امام زہری رحمہ اللہ نے کہا کہ اس مسئلہ میں سب سے پہلے جس نے کشف حقیقت کیا ہے، وہ ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا تھیں۔ لوگوں کو جب ان کا یہ فتویٰ معلوم ہوا تو سب

---

[1] موطا امام مالک (۱/ ۴۶) کتاب الطھارۃ۔

[2] مسند احمد (۶/ ۲۴۲۔ ۲۴۳)

[3] مسند احمد (۶/ ۴۸)

صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب فضل السحور، حدیث: ۱۰۹۹۔

[4] صحیح بخاری، کتاب الحج، باب من قلد القلائد بیدہ، حدیث: ۱۷۰۰۔

صحیح مسلم، کتاب الحج، باب استحباب بعث الھدی الی الحرم، ح: ۳۶۹/ ۱۳۲۱۔

[5] سنن کبریٰ بیہقی (۵/ ۲۳۴)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

نے اس کی تقلید کی، اوراس دن سے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اس فتوے پر عمل متروک ہو گیا۔ ①

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فتویٰ دیتے تھے کہ رمضان میں صبح ہو جائے اور انسان کو غسل کی ضرورت ہو تو اس کا روزہ اس دن کا درست نہ ہو گا۔ ایک صاحب نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے اور اس کے بعد سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے جا کر فتویٰ پوچھا۔ انھوں نے جواب دیا کہ یہ صحیح نہیں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل اس کے خلاف تھا۔ مروان (رضی اللہ عنہ) ان دنوں امیر مدینہ تھا۔ اس نے مستفتی کو سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا۔ اس نے جا کر ٹوکا اور ام المومنین کا فتویٰ بیان کیا۔ انھوں نے سنا تو اپنے فتویٰ سے رجوع کر لیا۔ ②

حالت احرام میں موزہ پہننا درست نہیں۔ اگر کسی کے پاس جوتا نہ ہو تو موزہ کا بالائی حصہ کاٹ دینا چاہیے کہ جوتا ہو جائے۔ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما فتویٰ دیتے تھے کہ عورتیں موزے کاٹ لیں، لیکن ایک تابعیہ نے ان سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا فتویٰ اس کے خلاف نقل کیا تو انھوں نے اپنا قول واپس لے لیا۔ ③

ایک مجلس میں سیدنا ابوہریرہ اور سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما دونوں بزرگ تشریف فرما تھے۔ مسئلہ یہ پیش ہوا کہ اگر کوئی حاملہ عورت بیوہ ہوگئی اور چند روز کے بعد اس کو وضع حمل ہوا تو اس کی عدت کا زمانہ کس قدر ہو گا۔ قرآن مجید میں دونوں کے الگ الگ احکام مذکور ہیں۔ بیوگی کے لیے چار مہینے دس دن اور حاملہ کے لیے تا زمانۂ وضع حمل۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: ''ان دونوں میں سے جو سب سے زیادہ مدت ہو گی، وہ زمانہ عدت ہو گا۔'' سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہم نے کہا کہ وضع حمل تک عدت کا زمانہ ہے۔ دونوں میں فیصلہ نہ ہوا تو لوگوں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا (اور سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا) کے پاس آدمی بھیجا، انھوں نے وضع حمل تک بتایا، اور دلیل میں سیدہ سبیعہ رضی اللہ عنہا کا واقعہ پیش کیا، جن کی بیوگی کے تیسرے ہی دن ولادت ہوئی اور اسی وقت ان کو دوسرے نکاح کی اجازت مل گئی۔ ④ یہ فیصلہ اس

---

① صحیح بخاری، کتاب الصوم، باب الصائم یصبح جنبًا، حدیث: ۱۹۲۵، ۱۹۲۶۔
صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب صحة صوم من طلع علیه الفجر، حدیث: ۱۱۰۹۔

② سنن ابی داود، کتاب المناسك، باب ما یلبس المحرم، حدیث: ۱۸۳۱۔
اس میں ہے کہ تابعیہ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے واسطہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بیان کی تھی۔

③ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورة الطلاق، حدیث: ۴۹۰۹۔
صحیح مسلم، کتاب الطلاق، باب انقضاء عدة المتوفی عنها وغیرها، حدیث: ۱۴۸۵۔
لیکن اس میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا ذکر نہیں ہے۔ واللہ اعلم! ...... مسند الطیالسی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

قدر مدلل تھا کہ اسی پر جمہور کا عمل ہے۔

سیدنا عبداللہ بن عمر اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما میں اس مسئلہ میں اختلاف ہوا کہ جنازہ کے پیچھے چلنے میں ثواب ہے یا نہیں۔ دوسرے صاحب ثواب کے مدعی تھے، اور پہلے صاحب منکر تھے۔ فیصلہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے چاہا گیا، آپ نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی تصدیق کی۔ [1]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے فتاویٰ میں گو ہر قسم کے جوابات ہیں، لیکن زیادہ تر زنانہ مسائل، زن و شوہر کے تعلقات، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات، آپ کے شبانہ عبادات اور ذاتی اخلاق کے متعلق ہیں، اور بقول ابن حزم وحافظ ابن قیم رحمہ اللہ، اگر ان کے فتاویٰ کو یکجا کیا جائے تو ایک دفتر تیار ہو جائے۔

عراق، [2] شام [3] اور مصر [4] سے زن و مرد فتویٰ لے لے کر آتے اور جواب سے تشفی پاتے۔ تلامذہ جو خدمت میں رہتے تھے، لوگ اپنی غرض مندی سے ان سے تقرب حاصل کرتے تھے۔ سیدہ عائشہ بنت طلحہ رحمہ اللہ جو اکثر خدمت گزاری کی عزت حاصل کرتی تھیں، کہتی ہیں:

((كَانَ النَّاسُ يَأْتُونَهَا مِنْ كُلِّ مِصْرٍ فَكَانَ الشُّيُوخُ يَنْتَابُونِي لِمَكَانِي مِنْهَا وَكَانَ الشَّبَابُ يَتَأَخُّونِي فَيُهْدُونَ إِلَيَّ وَيَكْتُبُونَ إِلَيَّ مِنَ الْأَمْصَارِ فَأَقُولُ لِعَائِشَةَ يَا خَالَةُ هٰذَا كِتَابُ فُلَانٍ وَّهَدِيَّتُهُ فَتَقُولُ لِي عَائِشَةُ أَيْ بُنَيَّةِ فَأَجِيبِيهِ وَأَثِيبِيهِ)) [5]

''لوگ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس ہر شہر سے آتے تھے۔ مسن آدمی میرے ان کے تعلقات کی بنا پر مجھ سے ملنے آتے تھے۔ جوان آدمی مجھ سے برادرانہ وخواہرانہ رشتے قائم کر لیتے تھے۔ مجھ کو لوگ تحفے بھیجا کرتے تھے اور شہر شہر سے خط لکھتے تھے۔ میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے عرض کرتی: ''خالہ جان! یہ فلاں شخص کا خط اور تحفہ آیا ہے۔'' فرماتیں: ''اس کا جواب

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب فضل اتباع الجنائز، حدیث: ۱۳۲۳۔
صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب فضل الصلاۃ علی الجنازۃ واتباعھا، حدیث: ۵۵/ ۹۴۵۔

[2] مسند احمد (۶/ ۹۳، ۹۵)

[3] مسند احمد (۶/ ۱۷۳)

[4] مسند احمد (۶/ ۲۵۸)

[5] الادب المفرد للبخاری (۱۱۵۱)، باب الکتابۃ الی النساء۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

لکھ دو اور معاوضہ میں تم بھی کچھ بھیجو!"

لیکن بایں ہمہ، علم وفضل، اگر ان کے سامنے کوئی ایسا استفتا پیش ہوتا جس کے متعلق ان کو کوئی مستند واقفیت نہ ہوتی، یا ان سے بہتر اس کا کوئی جواب دینے والا موجود ہوتا، تو مستفتی کو اس کے پاس جانے کا حکم دیتیں۔ ایک دفعہ ایک شخص نے سفر میں موزوں پر مسح کرنے کے متعلق استفسار کیا، فرمایا: "علی (رضی اللہ عنہ) سے جا کر پوچھو، وہ اکثر سفروں میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہے ہیں۔"[1] ایک دفعہ عصر کے بعد نماز پڑھنے کی بابت کسی نے سوال کیا، بولیں: "ام سلمہ (رضی اللہ عنہا) سے جا کر پوچھو۔"[2] ایک بار کا واقعہ ہے کہ ایک سائل نے حریر پہننے کی نسبت پوچھا، جواب دیا کہ "عبداللہ بن عمر (رضی اللہ عنہما) کے پاس جاؤ۔"[3]

ارشاد

کسی مذہب میں تجدید کی ضرورت اس وقت پیش آتی ہے جب امتداد زمانہ کے ساتھ ساتھ داعی مذہب کی آواز ایک مدت کے بعد پست پڑ جاتی ہے، لیکن قرب عہد میں اس بات کی حاجت ہوتی ہے کہ اس آواز کو بار بار کی صدائے بازگشت سے خاموش نہ ہونے دیا جائے، اور اسی کا نام ارشاد ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فریضہ ارشاد کو جس حد تک ادا کیا، وہ دیگر صحابہ کی کوششوں سے کسی طرح کم نہیں ہے۔ وہ اپنے حجرہ میں، مجمع میں، موسم حج میں، غرض کہیں بھی اس فرض سے غافل نہیں رہتی تھیں۔

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں سازشوں کا جو جال پھیل رہا تھا، اس سے مذہب کا تار و پود ادھڑ رہا تھا، اس کو دیکھ کر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا دل دکھتا تھا۔ جنگ جمل کی شرکت بھی اسی درد دل کا نتیجہ تھا۔

مصر وعجم کی ریشہ دوانیوں سے لوگوں میں سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے اس قدر ناراضی پھیلنی شروع ہوئی کہ بعض لوگ ان پر لعنت بھیجنے لگے۔ مخارق بن شامہ بصرہ کے ایک رئیس تھے، انھوں نے اپنی بہن کو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں بھیجا کہ اس ابتلائے عام کی نسبت وہ اپنی رائے ظاہر

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الطهارة، باب التوقيت فی المسح على الخفين، حديث: ۲۷۶۔
[2] صحیح بخاری، کتاب السهو، باب اذا كلم وهو يصلی......، حدیث: ۱۲۳۳۔
صحیح مسلم، کتاب صلاة المسافرين، باب معرفة الركعتين اللتين كان......، ح: ۸۳۴۔
[3] سنن نسائی، کتاب الزينة، باب التشديد فی لبس الحرير، حديث: ۵۳۰۸۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کریں۔ فرمایا کہ میرے بیٹوں سے میری طرف سے سلام کے بعد کہہ دو کہ میں نے اسی حجرے کے اندر یہ منظر دیکھا ہے کہ جبریل علیہ السلام وحی لاتے ہوتے، آپ تشریف فرما ہوتے، عثمان (رضی اللہ عنہ) پاس ہوتے، آپ ان کے کاندھے پر ہاتھ مار کر کہتے: ''ہاں عثمان! یہ لکھو۔'' اللہ تعالیٰ یہ رتبہ فروتر لوگوں کو نہیں عطا کر سکتا۔ اس بنا پر جو عثمان (رضی اللہ عنہ) کو گالیاں دے، اس پر اللہ کی لعنت ہو۔ ①

امام احمد رحمہ اللہ نے مسند میں اسی روایت کو اور الفاظ میں بیان کیا ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا: ''جو ان پر لعنت بھیجے، اس پر اللہ کی لعنت! میں نے دیکھا ہے کہ وحی آتی ہوتی اور آپ عثمان (رضی اللہ عنہ) کے بدن سے ٹیک لگا کر بیٹھے ہوتے۔ اپنی دو بیٹیاں یکے بعد دیگرے ان کے عقد میں دیں، کتابت وحی کی خدمت ان کے سپرد کی۔ اللہ یہ رتبہ اور تقرب اس کو نہیں عطا کر سکتا تھا جو اللہ اور اس کے رسول کے نزدیک معزز نہ ہو۔'' ②

سیدنا ابوسلمہ رحمہ اللہ، سیدنا عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے تھے۔ ایک زمین کی نسبت چند لوگوں کو ان سے نزاع تھی۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو معلوم ہوا تو انھوں نے سیدنا ابوسلمہ رحمہ اللہ کو بلا کر سمجھایا کہ ''اے ابوسلمہ! اس زمین سے باز آؤ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بالشت بھر زمین کے لیے بھی اگر کوئی ظلم کرے گا تو ساتوں طبقے اس کے گلے میں ڈالے جائیں گے۔'' ③

مدینہ میں جب بچے پیدا ہوتے تو پہلے تبرکاً وہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں لائے جاتے، وہ ان کو دعائیں دیتیں۔ ایک بچہ آیا تو اس کے سر تلے لوہے کا ایک استرا نظر آیا۔ پوچھا: ''یہ کیا ہے؟'' لوگوں نے کہا: ''اس سے بھوت بھاگتے ہیں۔'' یہ سن کر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے استرا اٹھا کر پھینک دیا اور بولیں کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شگون سے منع کیا ہے، ایسا نہ کیا کرو۔'' ④

مسلمانوں اور ایرانیوں میں اختلاط عہد فاروقی میں ہوا، لیکن سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے زور و قوت کا یہ نتیجہ تھا کہ مسلمانوں میں عجمیت کے جراثیم سرایت نہ کر سکے۔ عہد عثمانی میں اس اختلاط نے عرب کی آب و ہوا کو مسموم کرنا شروع کر دیا۔ کبوتر بازی، شطرنج بازی، نرد بازی، یہ تمام لہو و لعب اور تضیع

---

① الادب المفرد للبخاری (۸۵۱)، باب نقص شیء من الاسم۔ واسنادہ ضعیف۔ اس کی سند میں راوی کی جہالت کی وجہ سے ضعیف ہے۔ دیکھیے میزان الاعتدال (۴/ ۶۱۳)

② مسند احمد (۶/ ۲۶، ۲۵۰)

③ صحیح بخاری، کتاب المظالم، باب اثم من ظلم شیئا من الارض، حدیث: ۲۴۵۳۔
صحیح مسلم، کتاب المساقاۃ، باب تحریم الظلم وغصب الارض، حدیث: ۱۶۱۲۔

④ الادب المفرد للبخاری (۹۳۸)، باب الطیرۃ من الجن۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

اوقات کے طریقے اس زمانہ میں پھیلنے لگے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم چونکہ زندہ تھے، انھوں نے سخت دار و گیر شروع کردی۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ایک گھر میں کرایہ دار رہتے تھے، ان کی نسبت معلوم ہوا کہ نرد کھیلتے ہیں۔ سخت برافروختہ ہوئیں اور کہلا بھیجا کہ اگر نرد کی گوٹیوں کو میرے گھر سے باہر نہ پھینک دو گے تو میں اپنے گھر سے نکلوا دوں گی۔ ①

ابن ابی السائب تابعی رحمہ اللہ مدینہ کے واعظ تھے۔ واعظین گرمی مجلس کے لیے نہایت مسجع دعائیں بنا بنا کر پڑھا کرتے اور اپنے تقدس کے اظہار کے لیے موقع بے موقع ہر وقت وعظ کے لیے آمادہ رہتے تھے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان سے خطاب کر کے کہا: ''تم مجھ سے تین باتوں کا عہد کرو، ورنہ میں بزور تم سے باز پرس کروں گی۔'' عرض کی: ''یا ام المومنین! وہ کیا باتیں ہیں؟'' فرمایا: ''دعاؤں میں عبارتیں مسجع نہ کرو، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب (رضی اللہ عنہم) ایسا نہیں کرتے تھے۔ ہفتہ میں صرف ایک دن وعظ کہا کرو، اگر یہ منظور نہ ہو تو دو دن، اور اس سے بھی زیادہ چاہو تو تین دن۔ لوگوں کو اللہ کی کتاب سے اکتا نہ دو، ایسا نہ کیا کرو کہ لوگ جہاں بیٹھے ہوں، آ کر بیٹھ جاؤ اور قطع کلام کر کے اپنے وعظ شروع کردو، بلکہ جب ان کی خواہش ہو اور وہ درخواست کریں، تب کہو۔'' ②

اسلام میں حکم ہے کہ مطلقہ عورتیں عدت کے دن اپنے شوہر ہی کے گھر میں گزاریں۔ اس حکم کے مخالف صرف ایک سیدہ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کی شہادت ہے کہ ان کے شوہر نے ان کو طلاق دے دی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے اپنے شوہر کا گھر چھوڑ کر دوسرے گھر میں جا کر رہیں۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اس واقعہ کو بیان کر کے اجازت انتقال مکان پر استدلال کرتی تھیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے عہد میں اسی واقعہ کی سند سے ایک معزز باپ نے اپنی مطلقہ بیٹی کو شوہر کے یہاں سے بلوا لیا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس عام حکم اسلامی کی مخالفت پر سخت اعتراض کیا۔ مروان (رضی اللہ عنہ) اس زمانہ میں مدینہ کا گورنر تھا، اس کو کہلا بھیجا کہ تم سرکاری حیثیت سے اس معاملہ میں دخل دو، اور نفس مسئلہ کی نسبت فرمایا کہ اس واقعہ سے عام استدلال جائز نہیں۔ واقعہ یہ تھا کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے شوہر کا گھر شہر کے کنارے پر تھا اور رات کو جانوروں کا خوف رہتا تھا۔ اس بنا پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اجازت دی تھی۔ ③

---

① الادب المفرد للبخاری (۱۳۱۰)، باب الادب واخراج اهل الباطل۔
موطا امام مالك (۲/ ۹۵۸)

② مسند احمد (۶/ ۲۱۷) واسنادہ ضعیف۔ سند میں انقطاع ہے۔

③ صحیح بخاری، کتاب الطلاق، باب قصة فاطمة بنت قیس رضی اللہ عنہا، حدیث: ۵۳۲۵، ۵۳۲۶۔
صحیح مسلم، کتاب الطلاق، باب المطلقه البائن لا نفقه لها، حدیث، ۱۴۸۱۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

عجم کے فتح ہونے کے بعد عرب شراب کی جدید اقسام اور اس کے نئے ناموں سے آشنا ہو گئے تھے، جن میں سے ایک ''باذق'' تھا، یعنی بادہ۔ عربی میں لغتاً ''خمر'' کا اطلاق شراب کی خاص قسموں پر ہوتا ہے۔ اس بنا پر لوگوں کو شبہ تھا کہ ان نئی شرابوں کا کیا حکم ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنی مجلس میں بالا علان کہہ دیا کہ شراب کے برتنوں میں چھوارے تک نہ بھگوئے جائیں۔ پھر مخصوص عورتوں کی طرف خطاب کر کے فرمایا: ''اگر تمھارے خُم کے پانی سے نشہ پیدا ہو تو وہ بھی حرام ہے۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ہر منشی چیز کو منع فرمایا ہے۔'' (۱)

قدرتاً مردوں سے زیادہ آپ کی خدمت میں عورتیں حاضر ہوتیں۔ عام نسوانی مسائل کے ساتھ ان کے مردوں کے متعلق ہدایات دیتی تھیں کہ اپنے اپنے شوہروں کو آگاہ کر دیں۔ بصرہ سے کچھ عورتیں حاضر خدمت ہوئیں۔ ان کو ہدایت کی: ''مجھے مردوں کو ٹوکتے ہوئے شرم آتی ہے، اپنے اپنے شوہروں کو مطلع کر دو کہ پانی سے طہارت کیا کریں کہ یہ مسنون ہے۔'' (۲)

ایک دفعہ کوفہ کی چند عورتیں حاضر خدمت ہوئیں۔ دریافت فرمایا: ''کہاں سے آئی ہو؟ عرض کی: ''کوفہ سے۔'' اس نام سے ان کو کچھ تکدر ہوا۔ اس کے بعد ان میں سے ایک نے مسئلہ کی ایک صورت پیش کی۔ یہ صورت سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ مشہور صحابی کے ساتھ پیش آئی تھی۔ فرمایا: ''تم دونوں پر ارقاملہ کیا، زید (رضی اللہ عنہ) سے کہہ دینا کہ انھوں نے اپنے جہاد کا ثواب جو رسول اللہ ﷺ کی معیت میں کیا تھا باطل کر دیا، لیکن یہ کہ وہ توبہ کر لیں۔'' (۳) ایک دفعہ شام کی عورتیں زیارت کو آئیں۔ وہاں حمام میں جا کر عورتیں برہنہ غسل کرتی تھیں۔ فرمایا کہ تم ہی وہ عورتیں ہو جو حماموں میں جاتی ہو؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ ''جو عورت اپنے گھر سے باہر اپنے کپڑے اتارتی ہے' وہ اپنے میں اور اللہ میں پردہ دری کرتی ہے۔'' (۴)

موسم حج میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی قیام گاہ لاکھوں مسلمانوں کے قلوب کا مرکز بن جاتی تھی۔ عورتیں چاروں طرف سے گھیر لیتیں، وہ امام کی صورت میں آگے آگے اور تمام عورتیں ان کے پیچھے

---

(۱) سنن نسائی، کتاب الاشربة، باب ذکر الاخبار التی اعتل بھا...... حدیث: ۵۶۸۴، ۵۶۹۰۔

(۲) مسند احمد (۶/ ۹۳)

(۳) سنن کبریٰ بیہقی (۵/ ۲۳۰۔ ۲۳۱)، کتاب البیوع۔

(۴) مسند احمد (۶/ ۱۷۳) ...... سنن ابی داود، کتاب الحمام، حدیث، ۴۰۱۰۔
سنن ترمذی، کتاب الادب، باب ما جاء فی دخول الحمام، حدیث: ۲۸۰۳۔
سنن ابن ماجه، کتاب الادب، باب دخول الحمام، حدیث: ۳۷۵۰۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

پیچھے چلتیں، ① اسی درمیان میں ارشاد و ہدایت کے فرائض بھی انجام پاتے جاتے۔ ایک دفعہ ایک عورت کو دیکھا، جس کی چادر میں صلیب کے نقش و نگار بنے تھے، دیکھنے کے ساتھ ڈانٹا کہ یہ چادر اتار دو، رسول اللہ ﷺ ایسے کپڑوں کو دیکھتے تو پھاڑ ڈالتے۔ ②

عورتوں کو ایسا زیور پہننا جس سے آواز پیدا ہو ممنوع ہے، نیز گھنٹے وغیرہ کی آواز منع ہے۔ ایک دفعہ ایک لڑکی گھنگرو پہن کر سیدہ عائشہ ؓ کے پاس آئی۔ فرمایا: ''یہ پہنا کر میرے پاس نہ لایا کرو، اس کے گھنگرو کاٹ ڈالو۔'' ایک عورت نے اس کا سبب دریافت کیا۔ بولیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا ہے: ''جس گھر میں اور جس قافلہ میں گھنٹا بجتا ہو، وہاں فرشتے نہیں آتے۔'' ③

سیدہ حفصہ بنت عبدالرحمٰن ؓ آپ کی بھتیجی تھیں، وہ ایک دن نہایت باریک دوپٹا اوڑھ کر پھوپھی کے پاس آئیں۔ دیکھنے کے ساتھ ان کے دوپٹا کو غصہ سے چاک کر ڈالا، پھر فرمایا: ''تم نہیں جانتیں کہ سورۂ نور میں اللہ نے کیا احکام نازل کیے ہیں؟'' اس کے بعد دوسرا گاڑھے کپڑے کا دوپٹا منگوا کر اوڑھایا۔ ④

سیدہ عائشہ ؓ نے ایک مکاتب غلام آزاد کیا۔ رخصت کرتے وقت نصیحت کی کہ جاؤ اور جہاد فی سبیل اللہ میں شریک ہو، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ ''کسی مسلمان آدمی کے اندر اللہ کی راہ میں گرد و غبار نہیں پہنچتا، لیکن اللہ جہنم کی آگ اس پر حرام کر دیتا ہے۔'' ⑤

ایک دفعہ سیدہ عائشہ ؓ کے بھائی سیدنا عبدالرحمٰن بن ابی بکر ؓ ان کے پاس آئے اور معمولی طرح سے جھٹ پٹ وضو کر کے چلے۔ سیدہ عائشہ ؓ نے فوراً ٹوکا: ''عبدالرحمٰن! وضو اچھی طرح کیا کرو۔ رسول اللہ ﷺ کو میں نے فرماتے ہوئے سنا ہے کہ وضو میں جو عضو نہ بھیگیں گے، ان پر جہنم کی پھٹکار ہو۔'' ⑥

---

① مسند احمد (۶/ ۲۲۵) ...... موطا امام مالك (۱/ ۴۱۳)، كتاب الحج۔
② مسند احمد (۶/ ۲۲۵)
صحيح بخاری، كتاب اللباس، باب نقض الصور، حديث: ۵۹۵۲۔
③ مسند احمد (۶/ ۲۴۲)
سنن ابی داود، كتاب الخاتم، باب فی الجلاجل، حديث: ۴۲۳۱۔
④ موطا امام مالك (۲/ ۹۱۳)، كتاب اللباس۔
⑤ مسند احمد (۶/ ۸۵)
⑥ مسند احمد (۶/ ۲۸۵)
صحيح مسلم، كتاب الطهارة، باب وجوب غسل الرجلين، حديث: ۲۴۰۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ایک دفعہ ایک گھر میں مہمان اتریں۔ دیکھا کہ صاحب خانہ کی دولڑکیاں، جواب جوان ہو چلی تھیں، بے چادر اوڑھے نماز پڑھ رہی ہیں۔ تاکید کی کہ آیندہ کوئی لڑکی بے چادر اوڑھے نماز نہ پڑھے، رسول اللہ ﷺ نے یہی فرمایا ہے۔ ①

یہودیوں کا دستور تھا کہ کسی عورت کے بال چھوٹے ہوتے تو وہ مصنوعی بال جوڑ کر بڑے کر لیتی، ان کو دیکھ کر عرب عورتوں میں اس کا رواج ہو گیا تھا۔ ایک دفعہ ایک عورت نے آ کر عرض کی کہ میری ایک بیٹی دلھن بنی ہے۔ بیماری سے اس کے بال جھڑ گئے ہیں، کیا بال جوڑ دوں؟ فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے بال جوڑنے والیوں اور جڑوانے والیوں پر لعنت بھیجی ہے۔ ②

لوگ سمجھتے ہیں کہ قرآن مجید جس قدر جلدی پڑھ کر ختم کر لیں گے، اسی قدر زیادہ ثواب ملے گا۔ ایک شخص نے آ کر پوچھا: ''اے ام المومنین! بعض لوگ ایک شب میں قرآن دو دو، تین تین بار پڑھ ڈالتے ہیں۔'' فرمایا: ''ان کا پڑھنا اور نہ پڑھنا دونوں برابر ہے۔ رسول اللہ ﷺ تمام تمام رات نماز میں کھڑے رہتے تھے، لیکن بقرہ، آل عمران اور نساء سے آگے نہیں بڑھتے تھے (گویا انھی تین

---

① مسند احمد (٦/ ٩٦)

سنن ابی داود، کتاب الصلاة، باب المرأة تصلی بغیر خمار، حدیث: ٦٤٢ واسنادہ ضعیف۔ محمد بن سیرین رحمہ اللہ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے کچھ نہیں سنا۔

② مسند احمد (٦/ ١١١) واسنادہ ضعیف۔ اس کی سند میں شریک قاضی سوءِ حفظ کی بنا پر ضعیف ہے، تاہم یہ قصہ مرفوعاً ثابت ہے۔ دیکھیے: صحیح بخاری، کتاب اللباس، باب وصل الشعر، حدیث: ٥٩٣٤، ٥٩٣٥۔

صحیح مسلم، کتاب اللباس، باب تحریم فعل الواصلة والمستوصلة، حدیث: ٢١٢٢۔٢١٢٣۔

یہ حدیث اور کتابوں میں بھی ہے اور صحیح ہے۔ مدت تک اس فعل کی ممانعت اور ۲س پر اس سخت وعید کی علت میری سمجھ میں نہیں آئی، اتفاق سے ایک دفعہ کسی رسالہ میں یورپ کا حال پڑھ رہا تھا کہ خوبصورت بالوں والی عورتیں جب مرتی ہیں تو زینت و آرائش کی کمپنیاں ان کے بال خرید لیتی ہیں اور ان کو دوسری عورتیں اپنے بالوں میں مصنوعی طور سے جوڑنے کے لیے خرید لیتی ہیں۔ چونکہ یہ انتہائی دِنایت اور خلاف انسانیت فعل ہے، اس لیے سزا اور لعنت ہے۔ عرب کے یہودیوں میں بھی اسی قسم کا دستور ہو گا۔ چونکہ یہ لوگ بے حد لالچی اور روپے کے حریص تھے، اس لیے عجب نہیں کہ ایسا کرتے ہوں، ورنہ اپنی زندگی میں کسی عورت سے یہ توقع کیونکر ہو سکتی ہے کہ دوسروں کے حسن و جمال کے لیے اپنی بدصورتی و بدجمالی کو گوارا کرتی ہو اور اپنے بال کٹوا کر فروخت کے لیے دیتی ہو۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سورتوں تک پہنچتے پہنچتے رات آخر ہو جاتی تھی)۔ جب کسی بشارت کی آیت پر پہنچتے تو اللہ سے دعا مانگتے اور جب کسی وعید کی آیت پر پہنچتے تو پناہ مانگتے''۔ ①

سیدنا اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ بڑے پایہ کے صحابی تھے۔ حج کا قافلہ واپس آ رہا تھا، جب مدینہ منورہ کے قریب پہنچا تو ان کو معلوم ہوا کہ ان کی بیوی کا انتقال ہو گیا ہے۔ منہ پر کپڑا رکھ کر رونے لگے۔ محبت کی خوبی سے کس کو انکار ہے، مگر اس طرح منہ چھپا کر عین مجمع میں رونا، صبر و حلم کے نمونوں کے لیے مناسب نہ تھا۔ قافلہ میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں۔ انھوں نے سیدنا اسید رضی اللہ عنہ سے خطاب کر کے کہا: ''آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں۔ آپ کو اسلام کی اوّلیت کا شرف حاصل ہے۔ آپ ایک عورت کے لیے روتے ہیں؟'' ②

کعبہ پر ہر سال ایک نیا غلاف چڑھایا جاتا ہے اور پرانا اتار لیا جاتا ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے زمانہ میں کعبہ کے متولی پرانے غلاف کو ادب کی بنا پر زمین میں اس لیے دفن کر دیتے تھے کہ اس کو کوئی ناپاک ہاتھ نہ لگنے پائے۔ سیدنا شیبہ بن عثمان رضی اللہ عنہ نے، جو اس زمانہ میں کعبہ کے کلید بردار تھے، بیان کیا کہ ہم سارے غلاف کو اکٹھا کر کے ایک گہرا کنواں کھود کر اس میں دفن کر دیتے ہیں، تاکہ ناپاکی کی حالت میں لوگ اس کو نہ پہن لیں۔ شریعت کے نکتہ شناس نے سمجھ لیا کہ یہ تعظیم غیر شرعی ہے، جس کا اللہ اور رسول نے حکم نہیں دیا، اور ممکن ہے آیندہ اس سے کوئی سوء اعتقاد پیدا ہو۔ ام المومنین نے سیدنا شیبہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''یہ تو اچھی بات نہیں، تم برا کرتے ہو۔ جب وہ غلاف کعبہ پر سے اتر گیا، تو اگر کسی نے ناپاکی کی حالت میں اس کو پہن بھی لیا تو کوئی مضایقہ نہیں، تم کو چاہیے کہ اس کو بیچ ڈالا کرو، اور اس کے جو دام آئیں وہ غریبوں اور مسافروں کو دے دیا کرو۔'' ③ غالباً اسی کے بعد یہ پرانا غلاف مسلمانوں کے ہاتھ پھاڑ پھاڑ کر فروخت کر دیا جاتا ہے اور مشتاق مسلمان اس کو خرید کر گھروں میں لاتے ہیں اور تبرک حاصل کرتے ہیں۔ اس فیض کے لیے مسلمانوں کو ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا ہی ممنون ہونا چاہیے، جن کی بدولت ان کے ہاتھ یہ دولت آئی۔

ایک دفعہ ایک صاحب (غالباً سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ) مسجد نبوی میں آئے اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے کے پاس بیٹھ کر جلدی جلدی اور ان کے سنانے کے لیے زور زور سے حدیثیں بیان کرنے

---

① مسند احمد (۶/ ۹۴) وفیہ ابن لهيعة وهو ضعيف۔

② مسند احمد (۴/ ۳۵۲)

③ سنن کبری بیهقی (۵/ ۱۵۹)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

لگے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نماز پڑھ رہی تھیں۔ فارغ ہوئیں تو وہ اٹھ کر جا چکے تھے۔ سیدنا عروہ رحمہ اللہ ملنے گئے تو ان سے کہا: ''کیسے تعجب کی بات ہے! فلاں صاحب حجرے کے پاس بیٹھ کر میرے سنانے کو جلدی جلدی حدیثیں بیان کرنے لگے۔ میں نماز میں تھی اور وہ اٹھ کر چلے گئے۔ اگر مجھ سے ملاقات ہوتی تو میں کہتی کہ رسول اللہ ﷺ تمھاری طرح جلدی جلدی باتیں نہیں کرتے تھے۔''[1]

ام المومنین کا مقصد یہ تھا کہ جو لوگ حدیث نبوی کا شغل رکھتے ہیں، ان کے قول و عمل میں مطابقت چاہیے، ورنہ حدیث بے اثر رہے گی۔

حج کے موسم میں منیٰ میں ایک خیمہ میں تھیں، لوگ ملاقات کو آرہے تھے۔ چند قریشی نوجوان ہنستے ہوئے آئے۔ ہنسنے کا سبب دریافت کیا، عرض کی۔ ''ایک صاحب خیمہ کی ڈوری میں پھنس کر ایسے گرے کہ ان کی آنکھ ہی چلی جاتی، یا گردن ٹوٹ جاتی۔ ہم لوگوں کو یہ دیکھ کر بے ساختہ ہنسی آ گئی۔'' فرمایا: ''ہنسنا نہ چاہیے، کسی مسلمان کو کانٹا چبھ جائے یا اس سے بھی معمولی مصیبت اس پر آئے تو اللہ اس کا درجہ بڑھاتا ہے اور اس کا گناہ معاف فرماتا ہے۔''[2]

۲۳ ۲۳ ۲۳

---

[1] صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب صفة النبی ﷺ، حدیث: ۳۵۶۸۔
صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل ابی هریرة رضی اللہ عنہ، حدیث، ۲۴۹۳۔
صحیح مسلم میں سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے نام کی صراحت ہے۔

[2] صحیح مسلم، کتاب البر و الصلة، باب ثواب المؤمن فیما یصیبه من مرض، حدیث: ۲۵۷۲۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جنس نسوانی پر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے احسانات

اب ہم کتاب کے آخری باب پر پہنچ گئے ہیں، اور اب ہمارے اس علمی سفر کی یہ آخری منزل ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی پاک زندگی کے کارناموں کا خاتمۃ الباب وہ خدمات جلیلہ ہونی چاہئیں جو انھوں نے اپنی ہم جنس بہنوں کے لیے مختلف طریقوں سے انجام دیں۔

جنس نسوانی پر ان کا سب سے بڑا احسان یہ ہے کہ انھوں نے دنیا کو یہ بتا دیا کہ ایک مسلمان عورت پردہ میں رہ کر بھی علمی، مذہبی، اجتماعی اور سیاسی اور پند و موعظت اور اصلاح و ارشاد اور امت کی بھلائی کے کام بجا لاسکتی ہے۔ غرض، اسلام نے عورتوں کو جو رتبہ بخشا ہے اور ان کی گزشتہ گری ہوئی حالت کو جتنا اونچا کیا ہے، ام المومنین کی زندگی کی تاریخ اس کی عملی تفسیر ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم میں اگر ایسے لوگ گزرے ہیں جو مسیح اسلام کے خطاب کے مستحق [1] اور عہد محمدی کے ہارون بننے کے سزا وار تھے، [2] تو الحمد للہ! کہ صحابیات میں بھی ایک ایسی ذات تھی جو مریم اسلام کی حیثیت رکھتی تھی۔ [3]

صحابیات اپنی عرض داشتیں پیغمبر پاک ﷺ تک ام المومنین کی وساطت سے پہنچاتی تھیں، اور ان سے جہاں تک بن پڑتا تھا، ان کی حمایت کرتی تھیں۔ سیدنا عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ ایک پارسا

---

[1] اس معنی و مفہوم کی سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ کے بارے میں حدیث: سنن ترمذی، کتاب المناقب، باب مناقب ابی ذر رضی اللہ عنہ، حدیث: ۳۸۰۲ میں ہے۔ نیز دیکھیے: مستدرک حاکم (۳/ ۳۴۲) سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ مسیح الاسلام تھے۔ استیعاب اور اصابہ میں ان کا حال دیکھو۔

[2] حدیث میں ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے آپ نے فرمایا: انت منی بمنزلۃ ھارون من موسی۔ اس معنی کی حدیث سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہے: صحیح بخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی ﷺ، باب مناقب علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، حدیث: ۳۷۰۶۔ صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ، باب من فضائل علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، حدیث: ۲۴۰۴۔

[3] سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی نسبت ہے کہ عورتوں میں صرف چار کاملہ گزری ہیں: مریم...... اور عائشہ کی بزرگی ایسی ہے جیسے کھانوں میں ثرید کی۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

صحابی تھے اور راہبانہ زندگی بسر کرتے تھے۔ ایک دن ان کی بیوی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئیں۔ دیکھا کہ وہ ہر قسم کی زنانہ زیب و آرائش سے خالی ہیں۔ سبب دریافت کیا۔ کیا کہہ سکتی تھیں، پردہ پردہ میں بولیں کہ میرے شوہر دن بھر روزہ رکھتے ہیں اور رات بھر نماز پڑھا کرتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے باتوں باتوں میں اس کا تذکرہ کیا۔ آپ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور فرمایا کہ ''عثمان! ہم کو رہبانیت کا حکم نہیں ہوا ہے، کیا میرا طرز زندگی پیروی کے لائق نہیں؟ میں تو سب سے زیادہ اللہ سے ڈرتا ہوں، اور اس کے احکام کی سب سے زیادہ نگہداشت کرتا ہوں۔''[1] یعنی پھر بھی بیویوں کے فریضہ کو ادا کرتا ہوں۔

سیدہ حولا رضی اللہ عنہا ایک صحابیہ تھیں، جو رات بھر سوتی نہ تھیں، برابر نمازیں پڑھا کرتی تھیں۔ اتفاق سے وہ ایک دفعہ سامنے سے گزریں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: ''یارسول اللہ! یہ حولا ہیں، لوگ کہتے ہیں کہ یہ رات بھر نہیں سوتیں۔'' آپ ﷺ نے تعجب سے فرمایا کہ رات بھر نہیں سوتیں؟ پھر فرمایا: ''کام اتنا کرو جو نبھ سکے۔''[2]

ایک عورت کو چوری کے جرم میں سزا دی گئی تھی، اس کے بعد وہ تائب ہو کر نیک ہو گئی۔ شاید اور عورتیں اس حالت میں بھی اس سے ملنا پسند نہ کرتی تھیں، لیکن وہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آتی تھی اور وہ اس سے ملتی تھیں۔ بلکہ ضرورت پڑتی تو وہ رسول اللہ ﷺ تک بھی اس کی درخواست پہنچا دیتی تھیں۔[3] ایک صحابیہ کو ان کے شوہر نے مارا جس سے بدن میں جا بجا نیل پڑ گئے۔ وہ سیدھی ام المومنین کے پاس آئیں اور اپنا بدن دکھایا۔ رسول اللہ ﷺ جب تشریف لائے تو ام المومنین نے عرض کی:

((مَا رَأَيْتُ مِثْلَ مَا يُلْقِي الْمُؤْمِنَاتِ لَجِلْدُهَا اَشَدُّ خَضْرَةً مِّنْ ثَوْبِهَا))

''مسلمان بیویاں جو تکلیف اٹھاتی ہیں، میں نے اس کی مثال نہیں دیکھی۔ اس بیچاری کا

---

[1] مسند احمد (٦/ ٢٢٦)

[2] مسند احمد (٦/ ٢٤٧)

صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب فضیلة العمل الدائم، حدیث: ٧٨٥۔

صحیح بخاری، کتاب التهجد، باب ما یکره من التشدید فی العبادة، حدیث: ١١٥١۔ لیکن اس میں صحابیہ کا نام مذکور نہیں۔

[3] صحیح بخاری، کتاب الشهادات، باب شهادة القاذف، حدیث: ٢٦٤٨۔

صحیح مسلم، کتاب الحدود، باب قطع السارق الشریف، حدیث: ٩/ ١٦٨٨۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

بدن اس کے کپڑے سے زیادہ سبز ہو رہا ہے۔''

ان کے شوہر کو معلوم ہوا کہ ان کی بیوی بارگاہ نبوت میں پہنچی ہے، وہ بھی دوڑے آئے، اور اظہار سے فریقین کا قصور ثابت ہوا۔ (۱)

عورتوں کو جو لوگ ذلیل سمجھتے تھے، ام المومنین ان سے سخت برہم ہوتی تھیں۔ کسی مسئلہ سے اگر ان کی ذلت اور حقارت کا پہلو نکلتا تھا تو وہ اس کو صاف کر دیتی تھیں۔ بعض صحابیوں نے روایت کی ہے کہ عورت، کتا اور گدھا اگر نماز میں نمازی کے سامنے سے گزر جائے تو نماز ٹوٹ جاتی ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے سنا تو فرمایا: ((اِنَّ الْمَرْأَةَ اِذًا دَابَّةُ سُوْءٍ)) ''تو عورت بھی ایک بد جانور ہے۔'' ((بِئْسَ مَاعَدَلْتُمُوْنَا بِالْحِمَارِ وَالْكَلْبِ)) ''تم نے کیسا برا کیا کہ ہم کو گدھے اور کتے کے برابر کر دیا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھا کرتے اور میں آگے لیٹی رہتی تھی۔'' یہ طیالسی کی روایت ہے۔ (۲) دوسری روایتوں میں ہے کہ فرمایا: ''آپ سجدہ کرنا چاہتے، میرے پاؤں دبا دیتے، میں سمیٹ لیتی۔'' (۳) بعض فقہا کے نزدیک عورت کے چھونے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے، لیکن ام المومنین کی یہ روایت ان کی اس خطائے اجتہادی کے پردہ کو چاک کر دیتی ہے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نحوست تین چیزوں میں ہے: گھوڑا، گھر اور عورت۔ یہ سن کر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو بہت غصہ آیا، بولیں: ''قسم ہے اس ذات کی جس نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر قرآن اتارا، آپ نے یہ ہرگز نہیں فرمایا۔ یہ البتہ فرمایا ہے کہ اہل جاہلیت ان سے نحوست کی فال لیتے تھے۔'' (۴)

بعض ایسے فقہی احکام جن میں صحابہ مختلف الرائے تھے، انھوں نے ہمیشہ وہ پہلو اختیار کیا جس میں عورتوں کے لیے سہولت اور آسانی ہوتی تھی، کہ ان کی جنسی ضرورتوں کو وہی بہتر جانتی تھیں۔ اس پر کتاب و سنت سے استدلال کرتی تھیں۔ چنانچہ عموماً فقہا کا فیصلہ انھی کے حق میں رہا اور اکثر اسلامی ملکوں میں انھی کے فتووں پر عمل ہے۔

---

(۱) صحيح بخاری، كتاب اللباس، باب الثياب الخضر، حديث: ۵۸۵۲۔

(۲) مسند الطيالسی (ص:۲۰۵)

صحيح مسلم، كتاب الصلاة، باب الاعتراض بين يدى المصلی، حديث: ۲۶۹/ ۵۱۲۔

(۳) صحيح بخاری، كتاب الصلاة، باب الصلاة على الفراش، حديث: ۳۸۲، ۵۱۱۔

صحيح مسلم، كتاب الصلاة، باب الاعتراض بين يدى المصلی، حديث: ۲۷۲/ ۵۱۲

(۴) مسند احمد (۶/ ۲۴۰)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کا فتویٰ تھا کہ عورتیں شرعی طہارت کے لیے اپنے جوڑے کھول کر نہایا کریں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے سنا تو فرمایا کہ وہ یہی فتویٰ کیوں نہیں دیتے کہ عورتیں اپنے چونڈے منڈوا ڈالیں۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غسل کرتی تھی اور صرف تین دفعہ پانی ڈال لیتی تھی، ① اور ایک بال بھی نہیں کھولتی تھی۔ ②

حج میں سر منڈوانا یا ترشوانا بھی حاجیوں کے لیے ضروری ہے۔ عورتوں کے لیے کسی قدر بال کٹوا دینا کافی ہے۔ سیدنا ابن زبیر رضی اللہ عنہما فتویٰ دیتے تھے کہ ناپ کر چار انگل ترشوانا چاہیے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو ان کا فتویٰ معلوم ہوا تو فرمایا کہ تم کو ابن زبیر (رضی اللہ عنہما) کی بات پہ تعجب نہیں ہوا کہ وہ محرم عورت کو چار انگل بال کٹوانے کا حکم دیتے ہیں، حالانکہ کسی طرف کا ذرا سا بال لے لینا کافی ہے۔ ③

احرام کی حالت میں مردوں کو موزے نہیں پہننا چاہیں۔ اگر کسی مجبوری سے پہنیں تو ٹخنے سے کاٹ دیں۔ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ عورتوں کے لیے بھی یہی فتویٰ دے دیتے تھے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ یہ مردوں کے لیے مخصوص ہے، عورتوں کو موزہ ٹخنے سے کاٹنا ضروری نہیں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اجازت دی ہے۔ یہ سن کر سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنے فتویٰ سے رجوع کیا۔ ④

احرام کی حالت میں خوشبو کا استعمال منع ہے، کہ اس سے حاجی کی فطری ابراہیمی صورت میں فرق آتا ہے۔ اس سے بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے یہ نتیجہ نکالا کہ احرام کے وقت بھی خوشبو ملنا جائز نہیں ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ ہم (ازواج) احرام کے وقت پیشانی پر خوشبو لیپ لیتی تھیں اور پسینا سے وہ خوشبو ڈھل کر بعضوں کے چہروں پر آجاتی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دیکھتے تھے اور منع نہیں فرماتے تھے۔ ⑤

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ احرام میں چہرہ پر نقاب نہیں ڈالنا

---

① صحیح مسلم، کتاب الحیض، باب حکم ضفائر المغتسلة، حدیث: ۳۳۱۔ اس میں صحابی سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما ہیں، اور یہی درست ہے۔

② سنن نسائی، کتاب الغسل، باب ترك المرأة نقض رأسها......، حدیث: ۴۱۶۔
سنن ابن ماجه، کتاب الطهارة، باب ما جاء فی غسل النساء من الجنابة، حدیث: ۶۰۴۔

③ عین الاصابة سیوطی، بحواله مناسك کبیر امام احمد ابن حنبل۔

④ سنن ابی داود، کتاب المناسك، باب ما یلبس المحرم، حدیث: ۱۸۳۱۔

⑤ سنن ابی داود، کتاب المناسك، باب ما یلبس المحرم، حدیث، ۱۸۳۰۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

چاہیے [1] (عرب میں مرد بھی گرمی اور تپش سے بچنے کے لیے چہرہ پر نقاب ڈالتے تھے) لیکن عورتوں کے لیے اس پر دائمی عمل مشکل تھا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ''ہم لوگ جب آپ کے ساتھ حجۃ الوداع میں چلے، قافلے ہمارے سامنے سے گزرتے تھے، جب مقابل آ جاتے، ہم سر سے چادر (چہرے پر) ڈال لیتے، جب وہ نکل جاتے ہم منہ کھول دیتے۔'' [2] چنانچہ قرن اول کی عورتوں کا سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہی کے فتوے پر عمل تھا۔

ایک تابعیہ جس نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی بہن سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا کے ساتھ حج کیا تھا، بیان کرتی ہیں کہ ہم منہ چھپاتے تھے اور وہ منع نہیں کرتی تھیں۔ [3]

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ ایک صحابی کے جواب میں آپ نے فرمایا: ''احرام کی حالت میں کرتا، پاجامہ، عمامہ، ٹوپی اور موزہ نہ پہنا جائے اور نہ زعفران اور کوسم (ورس) سے رنگے ہوئے کپڑے پہنے جائیں۔'' [4]

اس حدیث کی رو سے عورتوں کو بھی زعفران اور اس کے رنگے ہوئے کپڑوں کے پہننے سے بعضوں نے منع کیا ہے، مگر ذرا تامل سے معلوم ہوگا کہ یہ پورا حکم مردوں سے متعلق ہے اور ایک مرد ہی کے سوال کے جواب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ چنانچہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا خود احرام، کی حالت میں زعفران سے رنگے ہوئے کپڑے پہنتی تھیں، بلکہ عورتوں کو بحالت احرام زیور پہننے اور سیاہ اور گلابی رنگ کے کپڑوں اور موزوں کے پہننے میں بھی ان کے نزدیک کوئی حرج نہیں۔ [5]

سونے اور چاندی کے استعمالی زیور پر زکوۃ ہے یا نہیں؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اس میں اختلاف ہے۔ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور بعض دوسرے صحابہ اور تابعین اور ائمہ کے نزدیک اس میں زکوۃ

---

[1] صحیح بخاری، کتاب جزاء الصید، باب ما ینھی من الطیب للمحرم، حدیث: ۱۸۳۹۔
سنن ابی داود، کتاب المناسك، باب ما یلبس المحرم، حدیث: ۱۸۲۷۔

[2] سنن ابی داود، کتاب المناسك، باب فی المحرمة تغطی وجهها، حدیث: ۱۸۳۳؛
واسنادہ ضعیف۔ یزید بن ابی زیاد راوی ضعیف ہے۔

[3] موطا امام مالك (۱/ ۳۲۸)، کتاب الحج۔
مستدرك حاکم (۱/ ۴۵۴)

[4] صحیح بخاری، کتاب الحج، باب ما یلبس المحرم من الثیاب، حدیث: ۱۵۴۲۔
صحیح مسلم، کتاب الحج، باب ما یباح للمحرم بحج لبسه، حدیث: ۱۱۷۷۔

[5] صحیح بخاری، کتاب الحج، باب ما یلبس المحرم فی الثیاب والاردیة، تعلیقًا فی ترجمة الباب۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ فقہائے احناف کا اسی پر عمل ہے۔ سیدنا ابن عمر، سیدنا انس بن مالک اور سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہم کے نزدیک ان میں کوئی زکوٰۃ نہیں ہے۔ امام شافعی، امام مالک اور امام احمد رحمہ اللہ کا یہی مذہب ہے۔ زیوروں کا تعلق زیادہ تر عورتوں سے ہے، اس لیے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی رائے اس بارے میں زیادہ معتبر ہوسکتی تھی، مگر ان کا طرزِ عمل بھی اس بارے میں واضح نہیں۔ ایک طرف تو جیسا کہ موطا میں ہے، وہ اپنی یتیم بھتیجیوں کے زیوروں کی، جن کی وہ متولیہ تھیں، زکوٰۃ نہیں دیتی تھیں۔ ① دوسری طرف ابوداود اور دار قطنی میں ایک حدیث ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہاتھوں میں چاندی کے چھلے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ ان کی زکوٰۃ دیتی ہو؟ بولیں: ''نہیں''۔ فرمایا کہ آتش دوزخ سے بچو۔ ② ظاہر ہے کہ اس تہدید کو سن کر ناممکن ہے کہ وہ زیوروں میں زکوٰۃ نہ دیتی ہوں۔

---

① سنن ترمذی، کتاب الزکاۃ، باب ما جاء فی زکاۃ الحلی۔
موطا امام مالک (۱/ ۲۵۰) کتاب الزکاۃ۔

② سنن ابی داود، کتاب الزکاۃ، 'باب الکنز ما ھو و زکاۃ الحلی، حدیث: ۱۵۶۵۔
اس روایت کا ایک راوی دار قطنی کی روایت میں محمد بن عطا ہے۔ دار قطنی نے اس روایت کو نقل کرکے لکھا ہے کہ اس میں محمد بن عطا مجہول راوی ہے۔ لیکن ابوداود میں تصریح ہے کہ یہ محمد بن عمرو بن عطا ہے جو مشہور راوی ہے اس لیے بہ تصریح علما، دار قطنی کی یہ جرح صحیح نہیں۔ امام ترمذی رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ زیوروں کی زکوٰۃ کے باب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی روایت ثابت نہیں۔ الفاظ یہ ہیں: لَا یَصِحُّ فِی هٰذَا عَنِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم شَیْءٌ لیکن دار قطنی میں سیدہ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زیور میں زکوٰۃ ہے۔ ابن لہیعہ سے بذریعہ عمرو بن شعیب ایک روایت ہے کہ دو بیویاں، جن کے ہاتھ میں سونے کے کنگن تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ حضورؐ نے دریافت فرمایا کہ کیا تم ان کی زکوٰۃ دیتی ہو؟'' انھوں نے عرض کی کہ نہیں، یارسول اللہ! ارشاد ہوا کہ کیا تم آگ کے کنگن پہننا پسند کروگی؟'' عرض کی ''نہیں یارسول اللہ!'' فرمایا:'' تو اس کی زکوٰۃ دیا کرو۔'' (ترمذی: ۶۳۷) امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس روایت کو ضعیف کہا ہے۔ اس معنی کی اور بھی روایتیں ہیں۔ بہرحال اس باب میں صحابہ و تابعین کی روایتیں اور اقوال مختلف ہیں اور فریقین کے دلائل کتابوں میں مذکور ہیں۔ زیوروں میں وجوب زکوٰۃ کی بڑی دلیل یہ ہے کہ قرآن پاک میں سونا اور چاندی کو کنز کرنے، یعنی بغیر زکوٰۃ ادا کیے اپنی ملک میں رکھنے پر شدید وعید آئی ہے: ﴿وَالَّذِیْنَ یَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ﴾ (التوبہ: ۹/ ۳۴) اور سنن ابی داود (۱۵۶۴) میں ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت ہے کہ وہ سونے کے کچھ زیور پہنے تھیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے انھوں نے سوال کیا کہ یارسول اللہ! کیا یہ بھی کنز ہے؟'' ارشاد ہوا کہ ''یہ اگر زکوٰۃ کی مقدار کو پہنچ جائے اور اس کی ←

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

چنانچہ سنن دارقطنی (باب زکوٰۃ الحلی) میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جس زیور کی زکوٰۃ دی جائے، اس کا پہننا جائز ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا زیوروں میں زکوٰۃ کے وجوب کی قائل تھیں۔

مؤطا کی اس حدیث کا، جس میں ذکر ہے کہ وہ اپنی یتیم بھتیجیوں کے زیوروں کی زکوٰۃ نہیں دیتی تھیں، یہ جواب ہوسکتا ہے کہ وہ نابالغ پر زکوٰۃ واجب نہیں جانتی تھیں، جیسا کہ بہت سے صحابہ اور فقہا کا مسلک ہے۔ اس پر یہ اعتراض ہوسکتا ہے کہ وہ پھر اپنے نابالغ بھتیجوں کے مال کی زکوٰۃ، جیسا کہ موطا میں مذکور ہے، کیوں دیتی تھیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ وہ نابالغ کے مال میں وجوب زکوٰۃ کی قائل نہ تھیں، بلکہ استحباب کی قائل تھیں۔ زیور چونکہ بعینہٖ رکھے تھے، ان کو بیچ کر یا بدل کر تجارت میں نہیں لگایا تھا کہ اس میں اضافہ ہو، اور لڑکیوں کے لیے بہرحال ان کی ضرورت تھی، اس لیے یتیم نابالغ لڑکیوں کے لیے انھیں یہی پہلو مناسب معلوم ہوا کہ ان کے زیور کی زکوٰۃ دے کر اس کو کم نہ کریں، اور یتیم نابالغ بھتیجوں کے مال کو انھوں نے، جیسا کہ موطا کے اسی مقام پر ہے، تجارت میں لگا دیا تھا، اس لیے اس میں ان کو زکوٰۃ ادا کر دینے کا پہلو زیادہ مناسب معلوم ہوا۔

کسی مقتول کے بدلہ میں اگر قاتل خوں بہا ادا کرنا چاہتا ہے تو درجہ بہ درجہ اس کے تمام وارثوں کو رضامند کرنا چاہیے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: ”وَاِنْ کَانَتْ اِمْرَأَةً“ [1] یعنی اگر وارثوں میں عورتیں ہوں تو ان کو راضی کرنا بھی ضروری ہے۔ صرف مردوں کی رضامندی کافی نہیں ہے، کیونکہ وراثت کا حق صرف مردوں کے لیے مخصوص نہیں ہے۔

عرب میں اسلام سے پہلے وراثت میں عورت کا حق نہ تھا۔ اسلام نے آ کر ان کو بھی ان کا حق دلایا۔ وراثت کے اکثر مسائل تو قرآن مجید ہی میں مذکور ہیں، اس میں لڑکیوں کے حصہ کی بھی تفصیل ہے۔ لیکن بعض ایسی صورتیں بھی پیش آئیں جن کے حل کرنے کے لیے کتاب وسنت سے فکر واستنباط کی ضرورت پیش آئی۔ ان موقعوں پر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنی جنسی بہنوں کا حق فراموش نہیں کیا۔ ایک صورت یہ ہے کہ اگر لڑکا وارث نہ ہو، صرف بیٹیاں، پوتیاں اور پوتے ہوں، تو تقسیم کیونکر

➜ زکوٰۃ دے دی جائے تو کنز نہیں۔“ اس حدیث سے کنز کی تفسیر معلوم ہوگئی اور یہ بھی ظاہر ہوا کہ جس زیور کی، خواہ وہ استعمال ہی میں ہو، زکوٰۃ نہ دی جائے وہ کنز کے حکم میں ہے اور اس پر قرآن پاک کی وعید شدید لازم ہے۔

[1] سنن ابی داود، کتاب الدیات، باب عفو النساء عن الدم، حدیث: ۴۵۳۸۔ واسنادہ ضعیف۔ اس کی سند میں حصن راوی مجہول ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہو گی؟ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ پوتیوں کا حصہ نہیں دلاتے، صرف پوتوں کو حصہ دیتے ہیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پوتیوں کا بھی حصہ لگاتی ہیں۔ (۱)

عورتیں بارگاہ نبوت میں مسائل دریافت کرنے کو آیا کرتی تھیں۔ بعض پردہ کے مسائل ہوتے تھے، جو کم فہم خواتین کی سمجھ میں نہ آتے اور آپ خود حیاء سے اس کی تفصیل نہیں فرما سکتے تھے، تو ایسے موقع پر ام المومنین ہی اپنی بہنوں کی امداد فرماتی تھیں اور اپنے پاس بلا کر آپ کا مطلب سمجھا دیتی تھیں، (۲) اور ان کے سوالات آپ کی خدمت میں پیش کر کے ان کے جوابات ان کو بتاتی تھیں۔

عرب میں دامن کا اتنا بڑا رکھنا کہ زمین پر گھسٹتا ہوا چلے، فخر اور عزت کی علامت سمجھی جاتی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص غرور سے اپنا دامن گھسیٹ کر چلے گا، اللہ اس کی طرف نظر رحمت سے نہیں دیکھے گا۔ یہ سن کر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: ''یارسول اللہ! عورتوں کے متعلق کیا حکم ہے؟'' فرمایا: ''ایک بالشت نیچے لٹکائیں۔'' بولیں کہ ''اتنے میں پنڈلیاں کھل جائیں گی؟'' تو فرمایا: ''ایک ہاتھ۔'' (۳)

اسلام میں نکاح کے جواز کے لیے لڑکیوں کی رضامندی حاصل کرنا ضروری ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کنواری عورتوں سے اجازت لی جائے اور بیوہ سے اس کا حکم طلب کیا جائے۔ لیکن اللہ نے عورتوں کو جو فطری حیا اور شرم عطا کی ہے، اس کی بنا پر زبان سے رضامندی کا اظہار تقریباً محال ہے۔ ام المومنین اس مشکل سے آگاہ تھیں، عرض کی۔ فرمایا کہ ''ان کی خاموشی ان کی رضامندی

---

(۱) سنن الدارمی (۲۸۹۶)، کتاب الفرائض۔

(۲) صحیح بخاری، کتاب الحیض، باب ذلك المرأۃ نفسها، حدیث: ۳۱۴۔۳۱۵۔
صحیح مسلم، کتاب الحیض، باب استحباب استعمال المغتسلة من الحیض......، حدیث: ۳۳۲۔

(۳) مسند احمد (۷۵۶، ۱۲۳)
سنن ابن ماجه، کتاب اللباس، باب ذیل المرأۃ لم یکون، حدیث: ۳۵۸۳۔ واسناده ضعیف۔ اس کی سند میں ابوالمہزم راوی ضعیف ہے۔
سنن ابی داود، کتاب اللباس، باب فی قدر الذیل، حدیث: ۴۱۱۷، ۴۱۱۸۔
سنن نسائی، کتاب الزینة، باب ذیول النساء، حدیث: ۵۳۴۰۔
سنن ابن ماجه، کتاب اللباس، باب ذیل المرأۃ کم یکون، حدیث: ۳۵۸۰۔ بعض حدیثوں میں یہ واقعہ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی طرف منسوب ہے۔ ممکن ہے کہ دونوں بیویوں نے اپنی اپنی جگہ پر عرض کیا ہو۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

ہے۔''①

بعض اولیا لڑکی کی رضامندی کے بغیر صرف اپنے اختیار سے نکاح کر دیتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں اس قسم کا ایک واقعہ پیش آیا۔ عورتوں کی عدالت عالیہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہی کا حجرہ تھا۔ لڑکی اسی آستانہ پر حاضر ہوئی۔ رسول اللہ ﷺ تشریف فرما نہ تھے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کو بٹھا لیا۔ جب آپ تشریف لائے تو صورت واقعہ عرض کی۔ آپ نے لڑکی کے باپ کو بلایا اور لڑکی کو اپنا مختار آپ بنایا۔ یہ سن کر لڑکی نے عرض کی: ''یا رسول اللہ! میرے باپ نے جو کچھ کیا، میں اب اس کو جائز ٹھہراتی ہوں۔ میرا مقصد صرف یہ تھا کہ عورتوں کو اپنے حقوق معلوم ہو جائیں۔''②

جس عورت کو اس کے شوہر نے ایک یا دو بار طلاق دی ہو، زمانہ عدت تک اس کا نفقہ اور سکونت مرد پر متفقاً فرض ہے۔ لیکن اگر تین طلاقیں دے دیں تو ایسی حالت میں اختلاف ہے کہ نفقہ یا مسکن مرد پر واجب ہو گا یا نہیں۔ بعض لوگ اس کے قائل ہیں کہ نفقہ اور سکونت کی ذمہ داری مرد پر عائد نہیں ہو گی۔ دلیل یہ پیش کی کہ قرآن میں جہاں اس مسئلہ کا ذکر ہے کہ شوہر کے گھر سے نہ نکلیں اور نہ شوہر ان کو گھر سے نکالیں، اس کے بعد یہ ہے: ﴿لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا﴾ ''شاید اللہ اس کے بعد کوئی بات پیدا کر دے۔'' یعنی مقصود یہ ہے کہ زمانہ عدت تک شوہر کے گھر سے مطلقہ کو دوسرے گھر میں اس لیے منتقل نہ ہونا چاہیے کہ شاید ایک گھر میں چند مہینے ساتھ رہنے سے اتفاقی کدورتیں مٹ کر اگلا سا اخلاص پیدا ہو جائے۔ لیکن جب تین طلاقیں پڑ گئیں تو اب رجعت ہو نہیں سکتی، اس لیے ایک گھر میں رہنے کی علت مفقود ہو گئی۔ اس لیے معلوم ہوا کہ قرآن مجید کا یہ حکم طلاق رجعی سے متعلق ہے، بائن سے نہیں۔③

لیکن درحقیقت یہ استدلال کسی قدر غلط ہے۔ یہ کہنا صحیح ہے کہ زمانہ عدت میں مرد کے گھر میں رہنے کا ایک سبب یہ بھی ہے، لیکن یہ صحیح نہیں کہ تمام تر سبب یہی ہے۔ اس حکم میں اور مصلحتیں یہ ہیں کہ جب اس کو پہلے شوہر نے طلاق دے دی اور یہ دریافت کرنے کے لیے آیا کہ اس کو اس سے حمل تو نہیں، اس کو چند مہینے انتظار کرنا پڑے گا۔ اس لیے وہ دوسری شادی ابھی نہیں کر سکتی۔ چونکہ یہ

---

① صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب لا ینکح الاب وغیرہ البکر و الثیب، ح: ۵۱۳۷۔
صحیح مسلم، کتاب النکاح، باب استئذان الثیب فی النکاح، حدیث: ۱۴۲۰۔

② سنن نسائی، کتاب النکاح، باب البکر یزوجھا ابوھا وھی کارھۃ، حدیث: ۳۲۷۱۔
دار قطنی، کتاب النکاح، (من مراسیل ابن بریدہ)۔

③ سنن ابی داود، کتاب الطلاق، باب فی نفقۃ المبتوتۃ، حدیث: ۲۲۸۴۔۲۲۹۰۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

نقصان اس کو شوہر اول کی وجہ سے پہنچا ہے، اس لیے تا زمانہ انتظار اس کے طعام وقیام کا ذمہ وار اسی کو ہونا پڑے گا، چنانچہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے استدلال کی نہایت سخت مخالفت کی، اور فرمایا کہ فاطمہ کے لیے خیر نہیں کہ اپنے واقعہ کو استدلال میں پیش کرے۔ اس کے پہلے شوہر کا گھر چونکہ غیر محفوظ تھا، اس لیے آپ نے اس کو دوسرے گھر میں منتقل ہونے کی اجازت دی تھی۔ مروان (رضی اللہ عنہ) کے زمانہ میں جب اسی قسم کا واقعہ پیش آیا اور مروان (رضی اللہ عنہ) نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اسی روایت سے استدلال کیا، تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کو کہلا بھیجا کہ یہ تم نے ٹھیک نہیں کیا۔ فاطمہ کا واقعہ یہ ہے کہ ان دونوں میاں بیوی میں بنتی نہ تھی۔ بعض اور روایتوں میں ہے کہ فاطمہ (رضی اللہ عنہا) زبان کی تیز تھیں، اس لیے رسول اللہ ﷺ نے ان کو دوسری جگہ منتقل کر دیا۔ [1]

شوہر کی وفات کے بعد عورت کو چار مہینے دس دن تک عدت میں بیٹھنا چاہیے اور گھر سے باہر نکل کر کسی دوسرے مقام پر نہیں جانا چاہیے۔ اس سے بعض فقہا نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ اگر وہ شوہر کے ساتھ ہے تو شوہر کی وفات جہاں ہو، اور اگر ساتھ نہیں ہے تو جہاں اس کو خبر معلوم ہو، اس کو وہیں ٹھہر کر عدت کے دن گزارنے چاہئیں۔ یعنی اس حالت میں سفر اس پر حرام ہے۔ اس دعوے کے ثبوت میں احادیث سے جس قدر دلائل وہ پیش کرتے ہیں، وہ یہ ہے کہ وطن اور گھر سے باہر نہیں نکلنا چاہیے۔ [2] حالانکہ ثابت یہ کرنا چاہیے کہ باہر سے گھر بھی نہیں آنا چاہیے، اور مسافرت سے وطن میں بھی وہ منتقل نہیں ہوسکتی۔ چنانچہ ام المومنین نے اسی بنا پر ان کے استدلال کو تسلیم نہیں کیا۔ ان کی ایک بہن کا نام ام کلثوم تھا، اور وہ سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ سے بیاہی تھیں۔ جنگ جمل میں وہ اپنے شوہر کے ساتھ تھیں۔ سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ نے وہاں شہادت پائی۔ عام خیال کے مطابق ان کو زمانۂ عدت وہیں بسر کرنا چاہیے تھا، لیکن سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ان کو اپنے ساتھ مدینہ لے آئیں۔ راستہ میں مکہ معظمہ میں بھی ان کا

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الطلاق، باب قصة فاطمة بنت قیس رضی اللہ عنہا، حدیث: ۵۳۲۱۔ ۵۳۲۵۔
صحیح مسلم، کتاب الطلاق، باب المطلقة البائن لا نفقة لها، حدیث: ۱۴۸۰،
سنن ابی داود، کتاب الطلاق، باب من انکر ذلك علی فاطمة، حدیث: ۲۲۹۱۔ ۲۲۹۲۔
زبان کی تیزی والی روایت ابوداود (۲۲۹۴) میں ہے اور اس کی سند سفیان ثوریؒ کی تدلیس کی وجہ سے ضعیف ہے۔

[2] سنن ابی داود، کتاب الطلاق، باب فی المتوفی عنها تنتقل، حدیث: ۲۳۰۰۔
سنن ترمذی، کتاب الطلاق، باب ما جاء این تعتد المتوفی عنها زوجها، حدیث: ۱۲۰۴۔
سنن نسائی، کتاب الطلاق، باب مقام المتوفی عنها زوجها، حدیث: ۳۵۵۸۔
سنن ابن ماجه، کتاب الطلاق، باب این تعتد المتوفی عنها زوجها، حدیث: ۲۰۳۱۔
موطا میں فریعہ بنت مالک رضی اللہ عنہا کی ایک حدیث ہے، اس کو استدلال میں پیش کرتے ہیں۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

قیام رہا۔ لوگوں میں اس کا چرچا پھیلا۔ ایوب ایک تابعی تھے، انھوں نے جواب دیا کہ یہ گھر سے باہر نکلنا نہیں ہے بلکہ گھر کے اندر آنا ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے مسافرت سے ان کو وطن میں منتقل کر دیا۔ [1] یہ جواب بالکل صحیح تھا۔ واقعات کی رو سے غور کرنا چاہیے کہ اگر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اس مسئلہ کو واضح نہ کرتیں تو اس حالت میں بہت سی عورتوں کو کتنی مشکلات کا سامنا ہوتا۔

طلاق تمام مباح امور میں سب سے برا کام اور فساد معاشرت کا آخری چارۂ کار ہے۔ اس لیے جہاں تک ممکن ہو، اس دائرہ کو محدود کرنا چاہیے۔ شوہر اگر بیوی کو مفارقت کا اختیار دے دے اور وہ اس اختیار کو واپس کر کے شوہر ہی کی زوجیت کو قبول کرے تو بعض صحابہ کا فتویٰ تھا کہ ایک طلاق پڑ جائے گی۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے سختی سے اس فتویٰ کا انکار کیا اور دلیل میں خود رسول اللہ ﷺ کا واقعہ پیش کیا کہ آپ نے آیت تخییر کے بعد تمام بیویوں کو علیحدگی کا اختیار دے دیا، لیکن کوئی علیحدہ نہیں ہوئی، تو کیا ہم لوگوں پر ایک طلاق پڑ گئی؟ اور پھر یہ اخلاق اور وفا شعاری کا خون نہیں ہے؟ کہ ایسی شوہر پرست اور وفا شعار بیوی کو اپنے لائق تحسین ایثار کا جواب شریعت کی طرف سے ایک معاشرتی داغ کی صورت میں ملے۔ چنانچہ جمہور فقہا اور محدثین کا عمل سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے اسی فتویٰ پر ہے۔

اسی طرح اگر زبردستی کوئی شخص کسی کو مجبور کرے کہ وہ اپنی بیوی کو طلاق دے دے، ورنہ وہ قید یا قتل کر دیا جائے گا، یا اس کو کوئی سزا دی جائے گی، اور شوہر ڈر کر اس کی تعمیل کر دے، تو عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ یہ طلاق شرعاً صحیح نہ ہوگی۔ [2] امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے سوا اور تمام فقہا اور محدثین نے اس اصول کو تسلیم کر لیا ہے، اور واقعہ یہ ہے کہ اگر قانون اسلامی میں یہ دفعہ نہ ہوتی تو شرافت مآب خواتین کا ظالم اور جابر امرا اور سلاطین کے دست ستم سے محفوظ رہنا مشکل ہو جاتا۔

جاہلیت میں عورتوں کی نازک گردنیں رسوم و عوائد کے جن آہنی طوقوں سے گراں بار تھیں، ان میں ایک یہ بھی تھا کہ اس زمانہ میں نہ طلاق کی تعداد کی تعیین تھی اور نہ طلاق کے بعد زمانہ رجعت کی کوئی تحدید تھی۔ سنگدل شوہر عورت کو طلاق دے دیتا اور جب رجعت کا زمانہ ختم ہونے لگتا، پھر زوجیت میں لے لیتا، پھر طلاق دے دیتا۔ اگر چاہتا تو عمر بھر عورت کو اس جال سے نکلنے نہ دیتا۔ اس طرح یہ مسکین دائمی رنج و کوفت میں گرفتار رہتی، اور کبھی اس کے پنجۂ ستم سے آزاد نہ ہو سکتی۔ لیکن

---

[1] طبقات ابن سعد (۸/ ۴۶۲)

[2] سنن ابی داود، کتاب الطلاق، باب فی الطلاق علی غلط، حدیث: ۲۱۹۳۔
سنن ابن ماجه، کتاب الطلاق، باب طلاق المکره والناسی، حدیث: ۲۰۴۶۔
مسند احمد (۶/ ۲۷۶)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مسلمان عورتوں پر ام المومنین کا سب سے بڑا احسان یہ ہے کہ انھوں نے ان کو جاہلیت کی اس لعنت سے ہمیشہ کے لیے آزاد کرا دیا۔ زمانہ اسلام میں اسی قسم کا ایک واقعہ پیش آیا۔ مظلوم بیوی چارہ گری کے لیے ام المومنین کے پاس دوڑی آئی، انھوں نے یہ مقدمہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے پیش کیا۔ اس پر یہ آیت اتری:[1]

﴿ اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ ۪ فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌۢ بِاِحْسَانٍ ﴾ (البقرہ: ۲/ ۲۲۹)

''وہ طلاق جس کے بعد رجعت جائز ہے، دو بار ہے۔ اس کے بعد یا بحسن اسلوب اس کو زوجیت میں رکھ لینا ہے، یا بخیر وخوبی اس کو رخصت کر دینا۔''

حج کا زمانہ اوائل تاریخ قمری میں واقع ہوتا ہے، اور یہ زمانہ اکثر عورتوں کی شرعی معذوری کا ہوتا ہے، کہ ایسی حالت میں اگر مناسک حج ان کے لیے تا طہارت ناجائز ہو جائیں تو میدان حج و عمرہ، میدانِ قیامت ہو جائے۔ یعنی ہزاروں کو انتظار میں پڑا رہنا پڑے، اور پھر ان کے ساتھ ان کے اعزہ کو بھی رکنا پڑے، یا حج کو نا تمام چھوڑ دینا پڑے، اور یہ دونوں صورتیں عورتوں کے حق میں سخت ترین مصائب ہیں۔ ام المومنین نے اس مشکل کا حل خود اپنے واقعہ سے فرما دیا۔ رسول اللہ ﷺ سے اس میں فتویٰ پوچھا۔ فرمایا: اے عائشہ! طواف کے سوا اور تمام مناسک ادا کیے جا سکتے ہیں، جو حاجی ادا کرتے ہیں، اور اگر یوم النحر (۱۰ ذوالحجہ) کے قریب یہ واقعہ پیش آئے تو آخری طواف ضروری ہے۔ اسی بنا پر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا عورتوں کو لے کر حج کرتی تھیں، تو انھیں جن کے متعلق شبہ ہوتا تھا، ان کو طواف آخر سے پہلے رخصت کر دیتی تھیں، اور اگر طواف آخر کے بعد ایسا معاملہ پیش آتا تو اسی حالت میں وہ بقیہ اعمال (نفر) ان سے ادا کراتیں۔ صحابہ میں سے سیدنا زید، سیدنا ابن عمر اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہم کو ان مسائل میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے اختلاف تھا۔ بعد میں سیدنا زید اور سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنے فتووں سے رجوع کیا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنا فتویٰ قائم رکھا، بلکہ عملاً انھوں نے ایک عورت کو جب ایسا واقعہ پیش آیا، تو اس کو مکہ میں تا طہارت روک دیا۔ ایک دفعہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے لوگوں نے اس مسئلہ کا تذکرہ کیا تو فرمایا کہ اگر ایسا نہ کیا جائے تو منیٰ کے میدان میں چھ ہزار عورتیں بیک وقت رکی پڑی رہیں، پھر عمل جمہور سے اس کی تائید کی۔[2] ان مسائل میں کون صاحب سند ہے؟ اس کا فیصلہ ہر شخص کر سکتا ہے۔

---

[1] سنن ترمذی، کتاب الطلاق، باب (۱۶)، حدیث: ۱۱۹۲۔
مستدرك حاكم (۲/ ۲۷۹)

[2] موطا امام مالك (۱/ ۴۱۲، ۴۱۳)...... موطا زرقانی، باب افاضة الحائض۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

عالم نسوانی میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا درجہ

آپ صدیقہ کبریٰ ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی سیرت مبارکہ کا ایک ایک حرف پڑھ چکے۔ ان کی مقدس زندگی کا ایک ایک واقعہ آپ کی نظر سے گزر چکا۔ آپ دنیا کی سیکڑوں بڑی بڑی خواتین کے حالات سے واقف ہوں گے۔ تاریخ نے آپ کے سامنے دنیا کی مشہور خواتین کی زندگیوں کے بے شمار مرقعے پیش کیے ہوں گے۔ لیکن کبھی آپ نے ان کا باہم مقابلہ بھی کیا؟

دنیا کی غیر مسلم مشہور عورتوں کی فہرست میں جو نام داخل ہیں، اس میں زیادہ تر ایسی عورتیں ہیں جن سے اپنی سطح جنسی سے ذرا بلند کوئی ایک اتفاقی کارنامہ ظہور میں آ گیا، وہی ان کی شہرت کا بال و پر بن گیا۔ ایک عورت نے کسی پرجوش مجمع میں کوئی تقریر کر دی، کسی تدبیر سے دشمنوں کی سازش کو توڑ دیا، یا اپنی قوت بازو سے کسی میدان کو مار لیا۔ یہ فوری اسباب اس کی تاریخی بقا اور شہرت کا ذریعہ بن گئے۔ غور سے دیکھیے، کیا اس کا مقابلہ ایک مسلسل، بانظام اور مستمر العمل کارنامہ سے ہو سکتا ہے؟ حسن و جمال کی غیر معمولی سحر کاری اور کسی محروم الولد خاندان شاہی کے تاج زرنگار نے بھی اکثر جنس نسوانی کے چہروں کو روشن کیا ہے۔ لیکن دیکھ لیجیے، تاریخ نے ہمیشہ حسرت و ناکامی ہی پر اس منظر کا خاتمہ کیا ہے۔ مصر و ایران اور روم کی تاریخی روداد بھی آپ کے سامنے ہے، اس سے ایک کامیاب، مقدس اور پارسایانہ زندگی کا موازنہ کیا سوءِ ادب نہیں......!؟

ان عمومی حیثیتوں کو الگ کر کے مذہب، اخلاق اور تقدس کا پہلو سامنے لائیے، تو معلوم ہو جائے گا کہ کائنات نسوانی کا ایک ستارہ بھی اس افق سے طلوع ہونے کے قابل نہیں۔ ہندوستان کی بعض معصوم صورت بیبیاں آگے بڑھ کر اپنا استحقاق پیش کریں گی، لیکن آپ پوچھ سکتے ہیں کہ عفیفو! طبیعت کی پاکیزگی اور شوہر پرستی کی مسلم دلیلوں کے علاوہ کوئی اور سند بھی اپنے پاس رکھتی ہو؟ صدیقہ کبریٰ کے سوا دنیا کی کون خاتون ہے جس نے مذہب، اخلاق اور تقدس کے ساتھ مذہبی، علمی، سیاسی، معاشرتی، غرض گوناگوں فرائض انجام دیے ہوں، اور جس نے اپنی زندگی کے کارناموں سے، خدا پرستی کے نمونوں سے، اخلاق کی عملی مثالوں سے، روحانیت کی پاک تعلیموں سے، اور کسی دین و

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

شریعت اور قانون کی تعلیم وتشریح سے دنیا کی تقریباً دس کروڑ[1] عورتوں کے لیے ایک کامل زندگی اور گراں بہا عملی نمونہ چھوڑا ہو، اور جس نے اس عظیم الشان تعداد نسوانی کو اپنے مذہبی، اجتماعی اور علمی احسانات سے گرانبار کیا ہو۔

مسلمان عورتوں کی تاریخ میں ازواج مطہرات اور بنات طاہرات رضی اللہ عنہن کے سوا سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی زندگی کا کس سے مقابلہ کیا جا سکتا ہے؟ تمام علمائے اسلام کا اتفاق ہے کہ اسلام میں سیدہ خدیجۃ الکبریٰ، سیدہ فاطمہ زہرا اور سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہن عورتوں میں سب سے افضل ہیں۔ جمہور علماء نے سب سے پہلے سیدہ فاطمہ، پھر سیدہ خدیجہ اور تیسرے درجہ میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہن کا نام رکھا ہے۔ لیکن یہ ترتیب کسی نص شرعی یا حدیث صحیح سے ثابت نہیں، بلکہ علما نے اپنے اپنے قیاس واجتہاد اور ذوق سے یہ ترتیب قائم کی ہے۔ ان تینوں خواتین کے الگ الگ فضائل اور مناقب احادیث میں مروی ہیں۔ اسی بنا پر بعض علما نے اس باب میں توقف مناسب سمجھا ہے۔ علامہ ابن حزم رحمہ اللہ نے تمام علما کے برخلاف علانیہ دعویٰ کیا ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نہ صرف اہل بیت میں، نہ صرف عورتوں میں، بلکہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے افضل ہیں۔ اس دعویٰ پر ان کے بہت سے دلائل ہیں۔ جن کو شوق ہو، وہ ''الملل والنحل'' میں ''فضل صحابہ (رضی اللہ عنہم)'' کی بحث کی طرف رجوع کرے۔ ہمارا اعتقاد اس بارے میں علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ اور ان کے شاگرد حافظ ابن قیم رحمہ اللہ کے ساتھ ہے۔ انھوں نے لکھا ہے کہ فضیلت سے مقصود اگر درجہ اخروی ہے تو اس کا حال اللہ ہی کو معلوم ہے، لیکن دنیوی حیثیت سے حقیقت یہ ہے کہ ان کے فضائل مختلف الجہات ہیں۔ اگر نسبی شرافت کا اعتبار ہے تو سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا سب سے افضل ہیں۔ اگر ایمان کی سابقیت، اسلام کی ابتدائی مشکلات کے مقابلہ اور اس زمانہ میں سیدنا رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی اعانت وتسکین خاطر کی حیثیت سے دیکھئے تو سیدہ خدیجہ کبریٰ رضی اللہ عنہا کی بزرگی سب پر مقدم ہے۔ لیکن اگر علمی کمالات، دینی خدمات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات وارشادات کے نشر واشاعت کی فضیلت کا پہلو سامنے ہو تو ان میں صدیقہ کبریٰ (رضی اللہ عنہا) کا کوئی حریف نہیں ہو سکتا۔[2]

اگرچہ سیدہ مریم علیہا السلام کی بزرگی کا ہم کو اسلام کے ذریعے سے علم ہے، لیکن انجیل کی روایات ان کو ایک ذرہ بھی ممتاز نہیں کرسکتیں۔ فرعون کی بیوی سیدہ آسیہ علیہا السلام بھی اسلام میں فضیلت کی مستحق

---

[1] مسلمان عورتوں کی تخمینی تعداد۔

[2] شرح مواهب اللدنيه زرقانی (۳/ ۲۶۹)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

قرار دی گئی ہیں، لیکن تورات ان کے شرف کے اظہار سے خاموش ہے۔ اس بنا پر عقیدتاً ہم کو ان کی اجمالی فضیلت اور بڑائی سے انکار نہیں، لیکن واقعات اور تاریخ کی زبان سے اس کا جواب سکوتِ محض ہے۔ بہرحال وحی کی معصوم زبان نے جو فیصلہ کر دیا ہے، اس سے زیادہ سچا فیصلہ اور کیا ہو سکتا ہے:

((عَنْ اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ كَمُلَ مِنَ الرِّجَالِ كَثِيْرٌ وَلَمْ يَكْمُلْ مِنَ النِّسَاءِ اِلَّا مَرْيَمُ بِنْتُ عِمْرَانَ وَ اٰسِيَةُ امْرَأَةُ فِرْعَوْنَ. وَ فَضْلُ عَائِشَةَ عَلَى النِّسَاءِ كَفَضْلِ الثَّرِيْدِ عَلٰى سَائِرِ الطَّعَامِ))[۱]

''سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مردوں میں بہت سے کامل گزرے، لیکن عورتوں میں مریم بنت عمران اور آسیہ زوجہ فرعون کے سوا کوئی کامل پیدا نہ ہوئی، اور عائشہ کو عورتوں پر اسی طرح فضیلت ہے جس طرح ثرید[۲] کو کھانوں کے دوسری اقسام پر۔''

((اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِهِ الْاَطْهَارِ وَاَصْحَابِهِ الْكِرَامِ وَاَزْوَاجِهِ الْمُطَهَّرَاتِ))

دار المصنّفین اعظم گڑھ

۵ ذیقعدہ ۱۳۳۵ھ، مطابق ۲۴ اگست ۱۹۱۷ء

❀❀❀

---

[۱] صحیح بخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی ﷺ، باب فضل عائشۃ رضی اللہ عنہا، حدیث: ۳۷۶۹۔
صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ، باب من فضائل خدیجۃ رضی اللہ عنہا، حدیث: ۲۴۳۱۔

[۲] ثرید ایک عربی کھانا ہے، جو روٹی کو شوربے میں بھگو کر تیار کیا جاتا ہے، اور رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں عربوں میں بہت اعلیٰ غذا سمجھی جاتی تھی۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی عمر پر تحقیقی نظر

تالیف

علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر ان کے نکاح کے وقت کیا تھی؟

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جب نکاح ہوا ہے، اس وقت اسلامی روایات کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر تقریباً پچاس برس تھی اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر کا چھٹا سال تمام تھا یا ساتواں شروع تھا۔ نکاح کے تین برس بعد ان کی رخصتی ہوئی اس وقت ان کی عمر نو برس کی تھی۔

مخالفین اسلام کا اعتراض ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتنی بڑی عمر میں اس قدر کم سن لڑکی سے نکاح کرنا نامناسب تھا۔ اس اعتراض کے جواب میں مسلمان جواب دینے والوں نے مختلف راہیں اختیار کیں۔ ایک نے کم سنی کی شادی کی نامناسبت ہی کا انکار کر دیا۔ دوسرے نے نکاح اور رخصتی کی تاریخوں کو تسلیم کر لیا، لیکن رخصتی کے اس عمر میں ہو جانے سے تعلقات زن وشوئی کا بھی اسی زمانہ سے شروع ہو جانا ضروری نہیں قرار دیا، بلکہ ان کے نویں سال کو صرف رخصتی کی عمر قرار دیا۔

لیکن تیسرے صاحب سب سے زیادہ تیز ثابت ہوئے۔ انھوں نے آج کل کے جدید علم کلام کی پیروی میں سرے سے ان واقعات کی ان تاریخوں ہی سے انکار کر دیا، اور اس پر ایک بے جوڑ سا مضمون لکھ کر تمام اخباروں میں شائع کر دیا، اشتہار کی صورت میں تقسیم کیا اور لوگوں کے پاس بذریعہ ڈاک بھیجا۔ خود میرے پاس یہ کئی مرتبہ بھیجا گیا، اور میں ہر دفعہ یہ سمجھ کر خاموش رہا کہ مضمون نگار کی نیت اچھی ہے، لیکن دیکھتا ہوں کہ اس تسامح نے ایک طرف یہ نقصان پہنچایا کہ یہ جدید نظریہ مستند تاریخوں میں جگہ پانے کی کوشش کر رہا ہے۔ چنانچہ سیرت نبوی کے ترکی مترجم کے معاونِ اردو ظفر حسن صاحب نے قسطنطنیہ سے اس مضمون کا حوالہ دے کر لکھا کہ اگر یہ مضمون آپ کی تحقیق میں درست ہے تو سیرت کے ترکی ترجمہ میں داخل کر دیا جائے۔ اور دوسری طرف یہ آگے بڑھ کر ایک فقہی مسئلہ کے استدلال میں پیش کیا جا رہا ہے۔ اس لیے اب ضروری ہے کہ اس غیر ذمہ دارانہ مضمون کی تردید کی جائے۔

اس مضمون کی بنیاد یہ ہے کہ مشکوٰۃ کے مصنف شیخ ولی الدین خطیب رحمہ اللہ نے مشکوٰۃ کے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

راویوں کے حال میں ایک مختصر سا رسالہ ''الاکمال فی اسماء الرجال'' لکھا ہے، جو مشکوٰۃ کے آخر میں ضمیمہ کے طور پر چھپ گیا ہے۔ صاحب مضمون کا بیان ہے کہ اس میں یہ لکھا ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی بہن سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے دس برس بڑی تھیں، اور سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا کی عمر ستائیس سال اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی ان سے دس برس کم ۱۷ برس ہوگی، اور نکاح کے وقت پندرھواں برس ختم یا سولھواں شروع ہوگا۔

اس واقعہ کی تنقید کے لیے ضروری ہے کہ پہلے خود اس رسالہ کی حیثیت معلوم کی جائے پھر اس کی روایت کی تحقیق کی جائے، اور پھر مستند روایتوں سے اس کا موازنہ کیا جائے۔ سب سے پہلے یہ معلوم ہونا چاہیے کہ شیخ ولی الدین خطیب رحمہ اللہ کا یہ مختصر رسالہ کوئی استناد کی حیثیت نہیں رکھتا۔ یہ سرسری طور پر صرف مشکوٰۃ کے طلبہ کی معمولی واقفیت کے لیے لکھا گیا ہے۔ خطیب آٹھویں صدی کے آدمی ہیں۔ ۷۳۰ھ کے بعد یعنی مشکوٰۃ کی تالیف کے بعد انھوں نے یہ رسالہ لکھا۔ ایک ایسے امر اہم کے لیے اور ایک ایسے واقعہ کے لیے جو تمام قدیم مستند روایتوں کے خلاف ہے، آٹھویں صدی کے ایک مؤلف کا بیان کہاں تک قابل وثوق ہوگا۔

لیکن اس سے زیادہ عجیب یہ ہے کہ مضمون نگار نے شیخ خطیب رحمہ اللہ کی اصل عبارت نقل نہیں کی اور صرف یہ لکھ کر کہ ایسے ثقہ اور معتبر و مستند مؤلف نے یہ لکھا ہے، اس کے بعد مذکورۂ بالا بیان جزم و یقین اور حتم کی صورت میں پیش کیا گیا ہے، حالانکہ غریب خطیب نے اس کو ضعف کے صیغہ کے ساتھ نقل کیا ہے۔ اصل الفاظ یہ ہیں:

((قِیلَ اَسْلَمَتْ بَعْدَ سَبْعَةَ عَشَرَ اِنْسَانًا وَهِیَ اَكْبَرُ مِنْ اُخْتِهَا عَائِشَةَ بِعَشْرِ سِنِیْنَ وَمَاتَتْ بَعْدَ قَتْلِ اِبْنِهَا بِعَشْرَةِ اَیَّامٍ وَقِیلَ بِعِشْرِیْنَ یَوْمًا وَلَهٗ مِائَةُ سَنَةٍ وَ ذٰلِكَ سَنَةُ ثَلَاثٍ وَسَبْعِیْنَ))

''کہا گیا ہے کہ وہ (سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا) ۱۷ آدمیوں کے بعد اسلام لائیں۔ وہ اپنی بہن سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے دس برس بڑی ہیں۔ اپنے فرزند (سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما) کے قتل کے دس دن، اور کہا گیا ہے کہ بیس دن کے بعد انتقال کیا۔ اس وقت ان کی عمر ۱۰۰ برس کی تھی اور ۷۳ھ تھا۔''

کہاں مضمون نگار کا جزم و یقین، کہاں مؤلف کا ضعف و عدم قطعیت۔ اگر اس عبارت کو

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

قیل کے تحت بھی مانیے، تو یہ مانیے کہ ہر مصنف سے تسامح کا ہونا ممکن ہے۔ خطیب نے بھی یہاں غلطی کی ہے اور وہ بلاشک وشبہ تسامح کے مرتکب ہوئے ہیں۔ چنانچہ اسی کتاب میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حال میں وہ لکھتے ہیں:

((تَزَوَّجَهَا بِمَكَّةَ فِي شَوَّالٍ سَنَةَ عَشْرٍ مِّنَ النُّبُوَّةِ قَبْلَ الْهِجْرَةِ بِثَلٰثِ سِنِيْنَ وَ قِيْلَ غَيْرُ ذَالِكَ وَاَعْرَسَ بِهَا بِالْمَدِيْنَةِ فِي شَوَّالٍ سَنَةَ اِثْنَيْنِ مِنَ الْهِجْرَةِ عَلٰى رَأْسِ ثَمَانِيَ عَشَرَ شَهْرًا وَلَهَا تِسْعُ سِنِيْنَ وَقِيْلَ دَخَلَ بِهَا بِالْمَدِيْنَةِ بَعْدَ سَبْعَةِ اَشْهُرٍ مِّنْ مَّقْدَمِهٖ بَقِيَتْ مَعَهٗ تِسْعَ سِنِيْنَ وَمَاتَ عَنْهَا وَلَهَا ثَمَانِيَ عَشَرَةَ سَنَةً))

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شوال ۱۰ نبوی میں ہجرت سے تین سال پہلے ان سے شادی کی، اور تین سال سے کم وبیش زمانہ بھی بتایا گیا، اور آپ نے ان کے ساتھ شب عروسی گزاری مدینہ میں شوال ۲ھ میں، ہجرت کے ۱۸ مہینے بعد، اس وقت وہ نو برس کی تھیں، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ہجرت کے سات مہینے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خلوت کی، اور آپ کے ساتھ وہ نو برس رہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت وہ ۱۸ برس کی تھیں۔''

ذرا ہمارے محقق مضمون نگار ایک ہی مصنف کی ایک ہی کتاب کے ان دو مقامات میں ذرا تطبیق تو دے دیں۔ پھر کیا یہ ممکن ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی تحقیق حال کے لیے انھوں نے اس رسالہ میں سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا کا تو حال پڑھا ہو، لیکن خود سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حال پر ان کی نظر نہ پڑی ہو؟ پھر کیا یہ دانستہ غلطی کا ارتکاب نہیں ہے؟

جو کچھ خطیب رحمہ اللہ نے اس موقع پر لکھا ہے، اسلام کے پورے تاریخی سرمایہ میں ایک حرف بھی اس کے خلاف نہیں ہے۔ صحیح بخاری (مناقب عائشہ رضی اللہ عنہا، تزویج صغار وغیرہ ابواب)، صحیح مسلم[1] (نکاح)، مستدرک حاکم (جلد۴)، مسند احمد (جلد۶ صفحہ ۱۱۸)، نیز ابن سعد (جلد۸)، استیعاب، اسد الغابہ، اصابہ وغیرہ حدیث وسیر کی تمام کتابوں میں یہی لکھا ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے تین برس بعد میری شادی ہوئی۔ اس سے مقصود رخصتی ہے، یا

---

[1] صحیح بخاری، کتاب مناقب الانصار، تزویج النبی صلی اللہ علیہ وسلم عائشۃ رضی اللہ عنہا، ح: ۳۸۹۴، ۵۱۳۳۔
صحیح مسلم، کتاب النکاح، باب جواز تزویج الاب البکر الصغیرۃ، حدیث: ۱۴۲۲۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

راویوں نے غلطی سے رخصتی کی تاریخ کے بجائے اس کو نکاح کی تاریخ بتا دیا ہے کیونکہ دیگر صحیح روایتوں سے اس کی تطبیق ناگزیر ہے۔

اب یا تو آٹھویں صدی کے خطیب کی ایک غلط روایت پر قیاس درقیاس کو صحیح مانو، یا امام بخاری، امام مسلم، امام احمد بن حنبل، ابن سعد، ابن عبدالبر، ابن الاثیر، ابن حجر رحمہم اللہ وغیرہ محدثین و مؤرخین اسلام کو مانو۔ یہ بھی یاد رہے کہ بخاری، مسلم، ابن حنبل، حاکم اور ابن سعد میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے نکاح ورخصتی کی یہ تاریخیں خود انھی کی زبانی اور انھی کے گھر کے لوگوں کے ذریعے سے مروی ہیں، جس سے زیادہ معتبر روایت اور کیا ہو سکتی ہے۔

ان اصل شہادتوں کے ساتھ ضمنی بیانات کو بھی ملا لو۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نکاح اور رخصتی کے وقت اتنی چھوٹی تھیں، ہنڈولے جھولتی تھیں، [1] گڑیاں کھیلتی تھیں [2] (ابوداود کتاب الادب و ابن ماجہ باب مدارۃ النساء و صحیح مسلم باب فضل عائشہ رضی اللہ عنہا) وہ فرماتی ہیں کہ سورۂ قمر کی آیتیں جب نازل ہوئیں، تو میں کھیل رہی تھی [3] (صحیح بخاری تفسیر سورۂ قمر)۔ کہتی ہیں کہ جب میرا نکاح ہوا تو مجھے خبر نہ ہوئی تھی [4] (ابن سعد، ج ۸، صفحہ ۴۳)۔ افک کے موقع پر ہے کہ وہ جاریة حدیثة السن [5] (بخاری) ''کم سن لڑکی تھیں۔'' حالانکہ مضمون نگار کے قیاس درقیاس کی رو سے اس وقت ان کی عمر کم از کم بیس اکیس برس ہوگی۔ بیس اکیس برس کی عورت کم سن لڑکی کہی جائے گی؟

ان دلائل کے بعد خطیب رحمہ اللہ کی ایک اتفاقی غلطی پر جو بنیاد کھڑی کی گئی ہے، اس کے گرنے میں کتنی دیر لگے گی۔ ہمیں معلوم ہے کہ اس ارادی غلطی کا کیوں ارتکاب کیا گیا ہے، لیکن افسوس ہے کہ ہم علم اور مذہب کے باب میں ''دروغ مصلحت آمیز'' کے فتویٰ پر عمل کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔

---

[1] صحیح بخاری، کتاب مناقب الانصار، باب تزویج النبی ﷺ عائشۃ رضی اللہ عنہا، ح: ۳۸۹۴۔
صحیح مسلم، کتاب النکاح، باب جواز تزویج الاب البکر الصغیرۃ، حدیث: ۱۴۲۲۔

[2] صحیح بخاری، کتاب الادب، باب الانبساط الی الناس، حدیث: ۶۱۳۰۔
صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ، باب فی فضائل عائشۃ ام المومنین رضی اللہ عنہا، ح: ۲۴۴۰۔

[3] صحیح بخاری، کتاب التفسیر، باب سورۃ اقتربت الساعۃ، حدیث: ۴۸۷۶۔

[4] طبقات ابن سعد (۸/ ۶۲، ۶۳)

[5] صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب حدیث الافك، حدیث: ۴۱۴۱۔
صحیح مسلم، کتاب التوبۃ، باب فی حدیث الافك، حدیث: ۲۷۷۰۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اب رہا اصل اعتراض کا جواب، تو وہ یہ ہے کہ معترض یورپ کی سرد آب و ہوا پر عرب کی گرم آب و ہوا کا قیاس کر رہا ہے۔ ٹھنڈے ملکوں میں بلوغ کی عمر بہت دیر کو آتی ہے اور گرم ملکوں میں بہت جلد آ جاتی ہے۔ خود ہندوستان میں بھی یورپ سے نسبتاً جلد لڑکیاں جوان ہو جاتی ہیں۔ علاوہ ازیں اس نکاح سے رسول اللہ ﷺ کا جو مقصود تھا، وہ تاریخ اسلام کے صفحوں سے ظاہر ہے۔ اول مقصود تو نبوت وخلافت کے باہمی رشتوں کا استحکام تھا، اور دوسرے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی طبعی ذکاوت و ذہانت سے اسلام کو فائدہ پہنچانا اور عورتوں کے لیے اسلامی تعلیمات کے نشر و اشاعت کا سامان کرنا۔ بحمد اللہ، کہ یہ مقاصد عظمیٰ حرف بحرف پورے ہوئے اور سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی زندگی اس کی گواہ ہے۔ تاہم یہ نبوت کی وہ استثنائی مثال ہے جس کی پیروی مسلمان کو صرف استثنائی ہی صورت میں کرنی چاہیے۔

بہر حال تمام احادیث میں خود سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ان کے نکاح اور رخصتی کے متعلق جو الفاظ مروی ہیں، وہ بلا استثنا یہی ہیں۔ صحیح بخاری، باب انکاح الرجل میں ہے:

((عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ تَزَوَّجَهَا وَهِیَ بِنْتُ سِتِّ سِنِیْنَ وَاُدْخِلَتْ عَلَیْهِ وَهِیَ بِنْتُ تِسْعٍ وَمَكَثَتْ عِنْدَهُ تِسْعًا)) [۱]

''سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جب ان کی شادی کی تو وہ چھ برس کی تھیں، اور جب وہ آپ کی خدمت میں لائی گئیں تو نو برس کی تھیں، اور نو برس آپ کی رفاقت میں رہیں۔''

یہی واقعہ احادیث کے مختلف ابواب وفصول میں، اور خصوصاً بخاری میں شاید چار پانچ مقام پر ہے۔ صحیح بخاری باب تزویج عائشہ رضی اللہ عنہا میں ہے:

((قَالَ تُوُفِّیَتْ خَدِیْجَةُ رضی اللہ عنہا قَبْلَ مَخْرَجِ النَّبِیِّ ﷺ اِلَی الْمَدِیْنَةِ بِثَلَاثِ فَلَبِثَ سَنَتَیْنِ اَوْ قَرِیْبًا مِّنْ ذَالِكَ وَنَكَحَ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا وَهِیَ بِنْتُ سِتِّ سِنِیْنَ وَبَنٰی بِهَا وَهِیَ بِنْتُ تِسْعِ سِنِیْنَ)) [۲]

''سیدنا عروہ رحمہ اللہ نے کہا کہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے ہجرت سے تین سال پہلے وفات پائی، رسول اللہ ﷺ تقریباً دو برس ٹھہرے اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا تو وہ چھ برس کی

---

[۱] صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب انکاح الرجل ولده الصغار، حدیث: ۵۱۳۳۔

[۲] صحیح بخاری، کتاب مناقب الانصار، باب تزویج النبی ﷺ عائشة رضی اللہ عنہا، ح: ۳۸۹۶۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تھیں، اور جب وہ آپ ﷺ کے پاس آئیں تو ۹ برس کی تھیں۔"

فَلَبِثَ سَنَتَيْنِ اَوْ قَرِيبًا مِّنْ ذَالِكَ سے مراد بے نکاح کے رہنا نہیں ہے، جیسا کہ ظاہر بین کو دھوکا ہوسکتا ہے، ورنہ ۱ھ میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی نو برس کی عمر نہیں ہوسکتی۔ بلکہ یہ کنایہ اس بات سے ہے کہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد باوجود سیدہ سودہ اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کر لینے کے، آپ دو برس تک کسی بیوی کے قریب نہ گئے۔

اسی صفحہ میں دوسری حدیث میں ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں:

((تَزَوَّجَنِی النَّبِیُّ ﷺ وَاَنَا بِنْتُ سِتِّ سِنِیْنَ...... وَاَسْلَمَتْنِیْ اِلَیْهِ وَاَنَا بِنْتُ تِسْعِ سِنِیْنَ)) [1]

"رسول اللہ ﷺ نے جب مجھ سے شادی کی تو میں چھ برس کی تھی، اور جب عورتوں نے مجھے آپ کے سپرد کیا تو میں نو برس کی تھی۔"

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے سال وفات میں اور اس کی بنا پر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے نکاح و پیدائش کی تاریخ میں جو بھی اختلاف ہو، مگر اس میں کہیں بھی اختلاف نہیں کہ وہ نکاح کے وقت ۶ برس کی اور رخصتی کے وقت ۹ برس کی تھیں۔ یہی روایت تمام حدیث کی کتابوں میں ہے۔ یہ واقعہ خود سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں، اور ان سے سن کر سیدنا عروہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں، اور سیدنا عروہ رحمہ اللہ سے ان کے بیٹے ہشام۔ سیدنا عروہ رحمہ اللہ کون ہیں؟ سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا کے صاحبزادے، جن کے سال و عمر سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے سال و عمر کی تعیین کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ (معارف: شمارہ نمبر ۱، جلد ۲۲)

❁❁❁❁

شاید ناظرین کو یاد ہو کہ مولانا محمد علی صاحب لاہوری کے ایک بالکل نئے فتویٰ پر، جس کا مفہوم یہ تھا کہ اسلام میں صغرسنی کی شادی جائز نہیں، اور اسی کے سلسلے میں یہ تھا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق جو یہ مشہور ہے کہ وہ صغرسنی میں بیاہی گئی تھیں، صحیح نہیں ہے، ہم نے "معارف" (جولائی ۱۹۲۸ء) کے شذرات میں کچھ سوالات کیے تھے۔ کئی مہینے بعد احباب کے اصرار پر صاحب مضمون نے اپنے اخبار میں ان شذرات کا جواب دیا ہے۔ ہم نے تحقیق حق کے لیے مناسب سمجھا کہ اس جواب کی تنقید کریں اور اس کے مسامحات کو واضح کر دیں۔ (شذرات: شمارہ جنوری ۱۹۲۹ء)

---

[1] صحیح بخاری، کتاب مناقب الانصار، باب تزویج النبی ﷺ عائشۃ، ح: ۳۸۹۴ مطولاً۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر

مولانا سید سلیمان ندوی کے اعتراضات کا جواب

(از: مولانا محمد علی صاحب لاہوری)

صغرسنی کی شادی اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر کا سوال مدت سے میرے دل میں کھٹکتا رہا ہے، نہ اس لیے کہ میں نے اس بات کو ناممکن سمجھا ہو کہ کوئی نو سال کی غیر معمولی قویٰ کی لڑکی حد بلوغ کو پہنچ جائے اور اس میں تعلقات ازدواجی کی صلاحیت پیدا ہو جائے، بلکہ اس لیے کہ ایک طرف اگر وہ احادیث تھیں جن میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر کا بوقت نکاح چھ یا سات سال ہونا اور بوقت رخصتانہ ۹ سال ہونا بیان کیا گیا ہے، تو دوسری طرف بعض ایسی احادیث بھی تھیں جن سے معلوم ہوتا تھا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا سن اتنا چھوٹا نہ تھا، مگر میں نے اس سوال پر کبھی غائر نظر نہیں ڈالی۔ سال رواں میں جب صغرسنی کی شادی کے متعلق ایک بل اسمبلی میں پیش ہوا، تو مجھے ضرورت ہوئی کہ میں بھی اس امر پر اپنے خیالات کا اظہار کروں کہ آیا صغرسنی کی شادی اگر قانوناً روک دی جائے، تو یہ امر خلاف شریعت اسلامی ہوگا؟ میں نے اس مسئلہ پر غور کیا تو میری سمجھ میں یہی آیا کہ ایسی ممانعت خلاف شریعت اسلامی نہیں، کیونکہ شریعت اسلامی کا منشا بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ شادی بلوغ کے بعد ہو۔ چنانچہ میں نے اپنی جماعت کے چند علما کے خیالات کو بھی معلوم کیا تو ان کی رائے کو اپنی رائے کے موافق پایا، اور ایک مضمون اس موضوع پر لکھ کر اخبار ''لائٹ'' میں شائع کیا۔ اس مضمون کے ذیل میں مجھے اس بات کا جواب دینے کی ضرورت محسوس ہوئی جو صغرسنی کی ممانعت کو خلاف شریعت اسلامی قرار دینے والوں کی طرف سے زور سے پیش کی گئی تھی کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی شادی صغرسنی میں ہوئی، اور جب خود پیغمبر ﷺ اس کے مجوز ہوں تو اور کسی کو کیا حق ہے کہ وہ صغرسنی کی شادی کو روک سکے۔

اصل مبحث

اس مضمون کا اردو ترجمہ منشی دوست محمد صاحب ایڈیٹر ''پیغام صلح'' نے خود کر کے ''پیغام صلح'' میں بھی شائع کیا۔ ''پیغام صلح'' میں جواب ان الفاظ میں تھا:

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

''اس کے خلاف یہ کہا جاتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس وقت شادی کی جب وہ چھ یا سات سال کی عمر میں تھیں۔ ایسی احادیث کو اگر معتبر بھی سمجھا جائے تو بھی یہ ایک مسلم بات ہے کہ شادی اور طلاق کے قوانین جو قرآن کریم میں بیان ہوئے ہیں، مدینہ میں نازل ہوئے اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ ﷺ کا نکاح اس وقت ہوا جب ابھی آپ مکہ میں تھے، اس لیے اگر یہ نکاح فی الحقیقت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی صغرسنی ہی میں ہوا ہو تو بھی اسے اس قانون کے بالمقابل، جو بعد میں نازل ہوا، اور اس کے اس صحیح مفہوم کے خلاف جو خود رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا، بطور دلیل پیش نہیں کیا جا سکتا۔''

اس جواب کے ساتھ ہی ذیل کے الفاظ بھی ہیں جو ''پیغام صلح'' سے ہی نقل کرتا ہوں:

''لیکن یہ باور کرنے کے وجوہ ہیں کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ سے نکاح کے وقت فی الحقیقت اس قدر صغرسن نہ تھیں۔ معتبر احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ اپنی بڑی بہن سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا سے دس برس چھوٹی تھیں، اور سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا کی عمر اس وقت جب رسول اللہ ﷺ نے مدینہ کو ہجرت کی، ستائیس سال تھی۔ اس لحاظ سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر اس وقت جب رسول اللہ ﷺ نے ہجرت سے ایک سال قبل ان سے شادی کی، سولہ سال تھی۔''

اس جواب سے ظاہر ہے کہ میرے مضمون کا اصل مبحث سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر نہ تھا بلکہ صغرسنی کی شادی تھا، اور حقیقی جواب جو میں نے دیا ہے، وہ اسی قدر تھا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا نکاح مکہ میں ہوا، اور نکاح کے قوانین جو قرآن کریم میں نازل ہوئے وہ اس کے بعد مدینہ میں نازل ہوئے، اور یہ جو اب یہ فرض کر کے دیا گیا ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی شادی صغرسنی میں ہوئی۔ لیکن ضمناً یہ بات بھی بیان کر دی گئی ہے کہ یہ باور کرنے کے وجوہ بھی ہیں کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر اس وقت اتنی تھوڑی نہ تھی۔

بنائے استدلال

اس مضمون کے نکلنے پر اور پھر اس پر جو تنقید معارف (جولائی) میں ہوئی، مجھے متعدد خطوط موصول ہوئے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر کے سوال پر پوری روشنی ڈالی جائے، مگر سب سے بڑھ کر سید ریاست علی صاحب ندوی کا اصرار رہا کہ میں ان روایات کا پتا دوں۔ جس کے لیے انھوں نے متعدد خطوط بھی منشی دوست محمد صاحب کو لکھے، کہ میں اپنی غلطی کا اقرار کروں۔ سو یہ تو درست ہے کہ جب سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا سے دس سال چھوٹے ہونے کا حوالہ میں نے دیا تو میرے ذہن

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

میں ''اکمال'' کا حوالہ بھی تھا، جو پچھلے دنوں بصورت اشتہار شائع ہوا اور جس پر سید سلیمان صاحب نے معارف میں تنقید بھی کی ہے۔اس کے علاوہ میرے ایک کرم فرما نے مجھ سے ذکر کیا کہ ان کے پاس اسد الغابہ کا ایک حوالہ ہے جس میں یہ ذکر ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر نکاح کے وقت بارہ سال تھی۔اتفاق سے اسد الغابہ میرے پاس نہ تھی اور چونکہ انھوں نے جزم سے یہ کہا کہ ایسا حوالہ موجود ہے مگر کتاب اس وقت نہیں ملی، اس لیے میں نے ان کی یادداشت پر اعتبار کیا۔(البتہ اب جو کتاب اسد الغابہ میں نے منگوا کر دیکھی تو سیدہ عائشہ، سیدہ اسماء، سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہم، کے تذکرے میں مجھے یہ حوالہ نہیں ملا۔گو میرے وہ دوست اب بھی کہتے ہیں کہ انھوں نے ایسی عبارت اسد الغابہ میں پڑھی ہے اور فرصت ملنے پر وہ اس کو نکال دیں گے) مگر ان سب سے بڑھ کر مجھے خود بعض معتبر احادیث کی بنا پر یہ خیال تھا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر نکاح کے وقت اتنی چھوٹی نہ تھی۔

ضمنی بحث کی وجہ سے کم توجہی

مجھے اس بات کا اعتراف ہے کہ میں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر کے متعلق چونکہ ضمنی ذکر کیا تھا اور اصل مبحث کچھ اور تھا، جس پر عمر کے چھوٹا یا بڑا ہونے سے کوئی اثر نہ پڑتا تھا، اس لیے میں نے اس پر کوئی زیادہ توجہ نہیں کی، اور ان امور کی بنا پر جو میرے ذہن میں موجود تھے، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر کے متعلق وہ الفاظ لکھے جن کو اوپر نقل کر چکا ہوں۔ان میں علاوہ عمر کے بڑا ہونے کے، یہ ذکر ہے کہ ہجرت سے ایک سال پہلے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی شادی ہوئی، حالانکہ ایک سال پہلے نہیں بلکہ تین سال پہلے نکاح ہوا تھا۔گو روایتیں دونوں طرح کی موجود ہیں، یعنی بعض روایتوں میں تین اور بعض میں ایک سال قبل ہجرت، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کا ذکر ہے۔ [1]

---

[1] سید سلیمان صاحب نے جہاں ''معارف'' میں میرے اس مضمون پر تنقید فرمائی ہے، وہاں میرے الفاظ کو نقل کر کے آخر پر استہزاء یہ فقرہ چسپاں کر دیا ہے ''غلطی ہائے مضامین مت پوچھ'' غلطی کا تو مجھے انکار نہیں، لیکن سید صاحب نے اس موقع پر جو استہزا کیا ہے، گو میری غلطیاں اسی لائق ہوں، مگر ان کی فضیلت کے شایاں یہ نہ تھا۔وہ کہہ سکتے تھے کہ اس مضمون میں ایک نہیں، دو غلطیاں ہیں۔اگر میں نے غلطی سے ہجرت سے ایک سال پہلے نکاح ہونا لکھ دیا، تو کیا بخاری میں یہ دونوں قول موجود نہیں؟ اور گو اب (معارف جولائی صفحہ ۱۱) سید صاحب نے بخاری کے الفاظ فلبث سنتين او قريباً من ذالك ونكح عائشة کی اور توجیہ کی ہے، مگر ''سیرت عائشہ رضی اللہ عنہا'' میں وہ خود اختلاف تسلیم کر چکے ہیں: ''اس اختلاف کے موقع پر خود سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول زیادہ معتبر ہو سکتا تھا، لیکن لطف یہ ہے کہ بخاری اور مسند میں خود ان سے دو روایتیں ہیں۔ایک میں ہے کہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے تین برس بعد نکاح ہوا، اور دوسری میں ہے کہ اسی سال کا یہ واقعہ ہے۔''

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

نو سال کی عمر میں نکاح کی روایات

یہ تو محض تمہیدی باتیں ہیں، اب میں اصل مضمون کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ روایات کے بڑے حصہ کا اس بات پر اتفاق نظر آتا ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر نکاح کے وقت چھ یا سات سال تھی اور رخصتانہ کے وقت ۹ سال تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت اٹھارہ سال تھی۔ لیکن طبقات ابن سعد میں دو روایتیں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ذکر میں ایسی ہیں جن میں نو سال کی عمر میں نکاح کا ہونا بیان کیا گیا ہے۔ چنانچہ جلد ہشتم صفحہ ۶۱ پر ہے: تَزَوَّجَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَهِيَ بِنْتُ تِسْعِ سِنِيْنَ۔ [1] یعنی ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کیا جب وہ نو سال کی تھیں۔'' اور صفحہ ۶۲ پر ہے: نَكَحَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا وَهِيَ ابْنَةُ تِسْعِ سِنِيْنَ أَوْ سَبْعٍ۔ [2] یعنی ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا اور ان کی عمر اس وقت نو یا سات سال کی تھی۔'' اور یہ کہا جائے گا کہ اس اختلاف کی کوئی ایسی توجیہ کرنی چاہیے جو ان روایات کو کثرت روایات کے مطابق کر دے۔ مگر مشکل یہ ہے کہ کثرت روایات میں جو عمر بتائی گئی ہے، وہ بروئے حساب درست نہیں آتی، اور درایتاً ان روایات کی طرف توجہ نہیں کی گئی، جیسا کہ میں نے کہا۔ کثرت روایات کا اس بات پر اتفاق ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر نکاح کے وقت چھ یا سات سال اور رخصتانہ کے وقت نو سال تھی۔ اب اگر نکاح اور رخصتانہ کی تاریخوں کو دیکھا جائے تو ان روایات کی صحت میں گو وہ بخاری، مسلم یا مسند احمد میں ہوں، سخت شبہات پیدا ہوتے ہیں۔

تاریخ نکاح کی روایات

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کی تاریخ پر روایات میں اختلاف تو ضرور ہے لیکن اس میں کچھ بھی شبہ نہیں کہ مستند یہی ہے کہ نکاح ۱۰ نبوی میں سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے تھوڑے دن بعد ہی ہو گیا، اور اس کے معاً بعد ہی سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا سے نکاح ہوا۔ یعنی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح پہلے ہوا اور سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا سے اس کے بعد ہوا۔ اور چونکہ سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا سے نکاح ۱۰ نبوی میں یعنی ہجرت سے تین سال پیشتر ہونا ایک مسلم امر ہے، جیسا سید سلیمان صاحب نے بھی سیرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے صفحہ ۶۱ پر لکھا ہے، تو یہی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کے ۱۰ نبوی میں ہونے پر ایک فیصلہ کن امر

[1] طبقات ابن سعد (۸/ ۶۰)

[2] طبقات ابن سعد (۸/ ۶۱)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہے۔سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کی تاریخ کے متعلق جو اختلاف روایات میں ہے، وہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کی تاریخ میں اختلاف سے پیدا ہوا معلوم ہوتا ہے۔یعنی بعض مؤرخین نے سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کا انتقال، ہجرت سے پانچ اور بعض نے ہجرت سے چار سال پیشتر مانا ہے، ان کے نزدیک سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے نکاح اور سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات میں ایک یا دو سال کا فرق ہوگا۔مگر صحیح یہ ہے کہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات ۱۰ نبوی میں ہوئی، تو اس فرق کی بنا پر یہ خیال کرلیا گیا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا نکاح ہجرت سے ایک یا دو سال پیشتر ہوا۔بہر حال روایات میں اختلاف ہے، اور خود بخاری کی روایات دونوں طرح کی ہیں۔یعنی بعض میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا نکاح ہجرت سے تین سال اور بعض میں ایک سال پیشتر مانا گیا ہے۔تو ظاہر ہے کہ دونوں روایات میں سے ایک قسم کی روایات یقیناً غلط ہیں، خواہ وہ بخاری میں ہوں یا مسلم میں۔اس لیے تنقیدی امور میں جذبات کو برانگیختہ کرنا کہ کیا ہم بخاری یا مسلم کو غلط مانیں، صحیح طریق نہیں۔اس میں شک نہیں کہ بخاری بڑے اعلیٰ پایہ کی اور حدیث کی سب سے زیادہ مستند کتاب ہے، لیکن وہ کتاب اللہ نہیں۔اس لیے غلطیاں اس میں بھی ہیں۔سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کی تاریخ کے بارے میں جو اختلاف ہے، اس میں جمہور محققین نے یہی صحیح مانا ہے کہ ۱۰ نبوی نکاح کی تاریخ ہے، جیسا کہ خود سید سلیمان صاحب نے بھی مانا ہے:

> ''جمہور محققین کا فیصلہ یہ ہے اور روایت کا کثیر اور مستند حصہ اسی کا مؤید ہے کہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے نبوت کے دسویں سال ہجرت سے تقریباً تین برس پہلے رمضان میں انتقال کیا اور اسی کے ایک مہینے کے بعد شوال میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح ہوا۔''

(سیرت عائشہ رضی اللہ عنہا، ص ۲۶)

تاریخ رخصتانہ

اب دوسرا سوال یہ ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں کب آئیں؟ سو اس میں بھی اختلاف تو ضرور ہے، یعنی بعض روایات میں ہجرت سے آٹھ ماہ بعد کا واقعہ اسے قرار دیا ہے اور بعض میں اٹھارہ ماہ بعد کا۔سید سلیمان صاحب نے سیرت عائشہ رضی اللہ عنہا میں علامہ عینی رحمہ اللہ کے قول کو، کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی جنگ بدر کے بعد ہوئی، یعنی ۲ھ میں، رد کرتے ہوئے شوال ۱ھ کو صحیح قرار دیا ہے (صفحہ ۳۰)، اور حاجی معین الدین صاحب ندوی نے ''خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم'' میں ہجرت کے دو سال بعد کو صحیح قرار دیا ہے (خلفائے راشدینؓ صفحہ ۶)۔سید سلیمان صاحب نے ۲ھ میں رخصتانہ کے قول کو صرف اس لیے رد کیا ہے کہ اس بیان کے موافق سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا دسواں

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سال ہو گا۔ غالباً ان کی توجہ اس طرف نہیں گئی کہ اگر ہجرت کا پہلا سال بھی رخصتانہ کا مانا جائے تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر کا ان روایات کے مطابق بھی یہ دسواں سال نہیں، گیارھواں سال تھا۔ شوال ۱۰ نبوی میں نکاح ہوا، اور اس وقت عمر چھ یا سات سال کی بتائی جاتی ہے، اس حساب سے شوال ۱۳ نبوی میں یعنی ہجرت سے چھ یا سات ماہ پیشتر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر نو یا دس سال ہو چکی تھی، اور شوال ۱ھ کو بھی تاریخ رخصتانہ اگر مانا جائے تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اس وقت ان روایات کے مطابق بھی پورے دس سال کی ہو کر گیارھویں سال میں داخل ہو چکی تھیں، یا گیارہ سال کی ہو کر بارھویں سال میں داخل ہو چکی تھیں، اور نو سال کی عمر کسی صورت میں بھی صحیح نہیں ٹھہرتی۔ لیکن درست وہی ہے جو علامہ عینی رحمہ اللہ نے شرح بخاری میں لکھا ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا رخصتانہ جنگ بدر کے بعد ۲ھ میں ہوا۔ اسی کے موافق علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے بھی استیعاب میں لکھا ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا رخصتانہ نبوت سے اٹھارہ ماہ بعد ہوا۔ تو اس حساب سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا رخصتانہ کے وقت ان روایات کی بنا پر بھی گیارہ سال کی ہو کر بارھویں سال میں، یا بارہ کی ہو کر تیرھویں میں داخل ہو چکی تھیں۔ بہر حال اس میں کوئی بھی شبہ نہیں کہ اگر یہ روایات درست ہیں تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو اپنی عمر بیان کرنے میں کچھ غلطی لگی ہے۔ کیونکہ ان کے نکاح اور رخصتانہ میں پورے پانچ سال کا فرق تھا، اور چار سال سے کم تو کسی صورت میں نہ تھا۔ اس لیے اگر ان کی عمر بوقت نکاح چھ یا سات سال کی مانی جائے، جیسا کہ اکثر روایات میں ہے، تو بوقت رخصتانہ نو سال کی عمر ہونا ناممکنات میں سے ہے۔

دوسری روایات سے عمر کا قیاس

اس کے علاوہ بعض دوسری روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر بوقت نکاح، یعنی ۱۰ نبوی میں، اس قدر کم نہ تھی، یعنی چھ یا سات سال، جیسے ان روایات سے معلوم ہوتا ہے، اور یہی وہ روایات ہیں جن کی وجہ سے مجھے پہلے پہلے یہ شبہ پیدا ہوا کہ ان روایات میں، جن میں نکاح کے وقت چھ یا سات سال عمر بتائی گئی ہے، کچھ نقص ضرور ہے۔ یہ روایات بھی صحیح بخاری کی ہیں۔ ایک روایت کتاب التفسیر میں سورۂ قمر کی تفسیر میں ہے، جس کی راوی خود سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں: قَالَتْ لَقَدْ اُنْزِلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وسلم بِمَکَّۃَ وَ اِنِّیْ لَجَارِیَۃٌ اَلْعَبُ ﴿بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ اَدْهٰى وَ اَمَرُّ﴾ [1] یعنی ''سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر مکہ میں یہ آیت نازل ہوئی اور میں اس وقت لڑکی تھی: بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ'' اب یہ آیت سورۂ قمر میں ہے اور

---

[1] صحیح بخاری، کتاب التفسیر۔ سورۃ اقتربت الساعۃ، حدیث: ۴۸۷۶۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

سورۂ قمر کا نزول ابتدائی مکی زمانہ کا ہے۔ کیونکہ اس میں معجزۂ شق القمر کا ذکر ہے، اور ظاہر ہے کہ یہ معجزہ ابتدائی زمانہ کا ہے، کیونکہ بعد میں کفار کی مخالفت رسول اللہ ﷺ سے اس قدر سخت ہوگئی تھی کہ انھوں نے آپ کو شعب ابی طالب میں محصور کر دیا تھا، اور یہ ۷ نبوی کا واقعہ ہے۔ اور دوسرے سورۂ نجم اور سورۂ قمر کا باہم بہت تعلق ہے، جیسا کہ مفسرین نے تسلیم کیا ہے، اس لیے ان کا نزول بھی ایک ہی زمانہ کا ہونا چاہیے۔ اور سورۂ نجم کا ۵ نبوی میں نازل ہونا یقینی امر ہے۔ پس اسی وقت کے قریب قریب سورۂ قمر بھی نازل ہوئی۔ اور جن لوگوں نے آیات ﴿سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ﴾ کا مدینہ میں نازل ہونا مانا ہے، انھیں یہ غلطی اس لیے لگی ہے کہ یہ آیات رسول اللہ ﷺ نے جنگ بدر کے موقع پر تلاوت فرمائی تھیں، یہ بتانے کو کہ ان میں وہ پیشین گوئی ہے جو بدر کے دن پوری ہوئی، تو بعض لوگوں نے غلطی سے ان کا نزول مدینہ میں سمجھ لیا۔ پس ۵ نبوی یا ۶ نبوی ان آیات کا نزول ہے، اور سیدہ عائشہ ؓ فرماتی ہیں کہ میں اس وقت لڑکی تھی اور کھیلا کرتی تھی اور پھر ان آیات کو سن کر سمجھ کر یاد بھی رکھتی تھی، تو یہ پانچ چھ سال سے کم عمر کا زمانہ نہیں ہوسکتا۔ اس سے اتنا ضرور معلوم ہوتا ہے کہ سیدہ عائشہ ؓ کی عمر ۱۰ نبوی میں بوقت نکاح چھ یا سات سال ہونا قرین قیاس نہیں، اور اگر یہ روایات صحیح ہیں تو اپنی عمر کے بیان کرنے میں انھیں غلطی لگی ہے۔

سیدہ عائشہ ؓ کی ایک اور روایت

اسی کی تائید بخاری کی ایک اور روایت سے ہوتی ہے جو باب ہجرۃ النبیؐ میں آتی ہے، اور یہ روایت بھی سیدہ عائشہ ؓ کی ہے: قَالَتْ لَمْ اَعْقِلْ اَبَوَیَّ قَطُّ اِلَّا وَهُمَا يَدِيْنَانِ الدِّيْنَ وَلَمْ يَمُرَّ عَلَيْنَا يَوْمٌ اِلَّا يَأْتِيْنَا فِيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ طَرَفَيِ النَّهَارِ بُكْرَةً وَّعَشِيَّةً فَلَمَّا ابْتُلِيَ الْمُسْلِمُوْنَ خَرَجَ اَبُوْبَكْرٍ مُهَاجِرًا نَحْوَ اَرْضِ الْحَبَشَةِ۔[1] یعنی "سیدہ عائشہ ؓ فرماتی ہیں کہ میں نے جب سے ہوش سنبھالا، اپنے ماں باپ کو دین اسلام پر پایا، اور کوئی دن نہیں گزرتا تھا مگر رسول اللہ ﷺ صبح اور شام ہمارے ہاں آتے تھے، پھر جب مسلمانوں پر مصائب آئے تو سیدنا ابوبکر ؓ سرزمین حبش کی طرف نکلے۔ اب سیدنا ابوبکر ؓ تو پہلے مسلمان ہیں اور سیدہ عائشہ ؓ کی والدہ سیدہ ام رومان ؓ بھی ابتدائی مسلمانوں میں سے ہیں، جن کا اسلام ۳ نبوی یا اس سے پیشتر کا ہے، کیونکہ وہ سترہ آدمیوں کے بعد اسلام لائیں، اور ۴ نبوی میں چالیس مسلمان ہو چکے تھے۔ اور اس کے ساتھ جو سیدہ عائشہ ؓ نے واقعہ بیان کیا ہے، یعنی سیدنا ابوبکر ؓ کا ہجرت

[1] صحیح بخاری، کتاب مناقب الانصار، باب هجرة النبی واصحابه الی المدینة، ح: ۳۹۰۵۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کر کے حبش کی طرف نکلنا، یہ ۵ نبوی کا واقعہ ہونا چاہیے۔ اور اس سے پیشتر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاں صبح اور شام جانا سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں اور اسے وہ اپنے ہوش کا زمانہ بتاتی ہیں، اور ظاہر ہے کہ ہوش کا زمانہ پانچ چھ سال سے کم عمر کا نہیں ہو سکتا۔ حالانکہ ان روایات کے مطابق، جن میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنی عمر بیان کی ہے، ۵ نبوی ان کی پیدائش کا زمانہ بنتا ہے۔

عمر کے متعلق سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا خیال

تو ان روایات کے مطابق ۵ یا ۶ نبوی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہوش کا زمانہ نہیں کہلا سکتا، اور ۷ نبوی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شعب ابی طالب میں محصور ہو گئے تھے۔ اس وقت آپ کی آمد و رفت سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر نہ ہو سکتی تھی۔ اور جب شعب سے نکلے تو سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا جلد ہی وفات پا گئیں اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح ہو گیا۔ پس سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ بیان جس میں بعض واقعات کا ذکر ہے، جس کی تصدیق دوسری طرح بھی ہو سکتی ہے، یقیناً اس کے خلاف ہے جس میں انھوں نے اپنی عمر بیان کی ہے۔ اس لیے اس بیان کو ترجیح دی جائے گی جس کی تصدیق دوسرے واقعات سے ہوتی ہے، اور یہ کہنا پڑے گا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو اپنی عمر کے متعلق کچھ غلط فہمی تھی، اور قرین قیاس یہ ہے کہ ان کی عمر نکاح کے وقت گیارہ سال سے، اور رخصتانہ کے وقت سولہ سال سے کم نہ تھی۔ ایک اور امر قابل ذکر ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح کے متعلق دریافت کیا گیا تو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ وہ ایک جگہ پہلے کہہ چکے ہیں، ان سے دریافت کر کے جواب دیں گے۔ [1] اب ظاہر ہے کہ عرب میں چار چار پانچ پانچ سال کی لڑکیوں کی نسبت یا نکاح کا رواج نہ تھا، اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی نسبت کا پہلے ہو چکنا بتاتا ہے کہ ان کی عمر اس وقت ایسی تھی کہ جب لڑکیوں کی نسبت یا نکاح کا عام طور پر خیال ہوتا ہے۔ یہ بھی ایک شہادت اس امر پر ہے کہ بوقت نکاح سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر چھ سال سے زیادہ تھی۔

صاحب مشکوٰۃ کا قول

یہ سچ ہے کہ میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ صاحب مشکوٰۃ کے اس قول کی، کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا سے صرف دس سال چھوٹی تھیں، کیا بنا ہے، لیکن یہ کہنا پڑے گا کہ ان کے قول کی بنا کسی روایت پر ہی ہوگی، جیسا کہ انھوں نے خود بھی اسے "قیل" کے لفظ سے بیان کیا ہے۔ اس پایہ کا

[1] مسند احمد (۶/ ۲۱۰۔۲۱۱) بسند مرسل۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

آدمی اپنی طرف سے کوئی بات کہہ کر "قیل" کے ساتھ اسے بیان نہیں کر سکتا۔ انھیں کوئی روایت ملی ہو گی جس کی بنا پر انھوں نے یہ لکھا۔ ممکن ہے کہ ایسی کوئی روایت تلاش سے مل بھی جائے۔ میں نے اسے اس لیے قابل اعتبار سمجھا کہ ایک طرف تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر نکاح کے وقت چھ یا سات سال، اور رخصتانہ کے وقت نو سال ہونے میں یقیناً کچھ گڑ بڑ ہے، دوسرے بخاری کی بعض احادیث صاف بتاتی ہیں کہ بعثت کے پانچویں چھٹے سال میں وہ ہوش سنبھالے ہوئے تھیں، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر آتے جاتے تھے، اور اسی وقت انھوں نے سورۂ قمر کی آیت ﴿بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ﴾ کا نزول بھی یاد رکھا۔ پس نکاح کے وقت ان کی عمر چھ یا سات سال ہونا کسی صورت میں صحیح نہیں، بلکہ غالباً گیارہ بارہ سال کی عمر ہوگی۔ ممکن ہے مزید تحقیقات سے کچھ اور روشنی اس امر پر پڑ سکے۔ سر دست اس اصرار کی وجہ سے، جو بعض اطراف سے ہو رہا تھا، میں نے اپنے خیالات کا اظہار کر دیا ہے۔ (محمد علی، ۲۲ نومبر ۱۹۲۸ء)

OOO

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

حضرت سید صاحب رحمہ اللہ کا جواب

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر

مولانا محمد علی صاحب کے شبہات کا جواب

ناظرین! اوپر کا مضمون آپ ملاحظہ فرما چکے، اب اس ضمن میں میری گزارشوں پر بھی ایک نظر ڈال لیجیے، جو گو کسی قدر طویل ہیں، تاہم فوائد سے خالی نہیں۔ سب سے پہلے میں اپنے شذرات (معارف) میں غالب کے ایک مصرع کے لکھنے پر معافی چاہتا ہوں، جس کو مولوی صاحب نے طنز و استہزا سمجھا ہے، حالانکہ اس کا درجہ شوخی تحریر تک ہے۔ مگر بہر حال میں اس ایک مصرع کی معافی چاہتا ہوں کہ اس تحریر و مراسلہ سے مقصود واقعہ کی تحقیق ہے، نہ کہ کسی فریق کی دل آزاری اور استہزا۔

اس کے بعد میں مولوی صاحب کی انصاف پسندی اور جرأت کی داد دیتا ہوں کہ انھوں نے نہایت صفائی کے ساتھ اپنے مسامحات کا اعتراف کیا، اور صاف لکھا کہ ان کے پاس بوقت نکاح سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے سولہ سال اور بوقت رخصتی سترہ سال کی عمر ہونے پر تاریخ وحدیث کی کوئی سند موجود نہیں ہے۔ اور یہ تسلیم کر لیا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا نکاح شوال ۱۰ نبوی میں اور رخصتی شوال ۲ ھ میں ہوئی، اور بہت کھینچ تان کرنے کے بعد بھی یہی تسلیم کیا کہ نکاح کے وقت ان کی عمر نو برس کے بجائے، جیسا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا بار بار بیان ہے، ۱۲ یا ۱۳ برس تھی، اور نکاح اور رخصتی میں تین برس کا نہیں، جیسا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بتاتی ہیں، بلکہ

> ''ان کے نکاح اور رخصتانہ میں پورے پانچ برس کا فرق تھا، اور چار سال سے کم تو کسی صورت میں نہ تھا۔ اس لیے اگر ان کی عمر بوقت نکاح چھ یا سات سال مانی جائے، جیسا کہ اکثر روایات میں ہے، تو بوقت رخصتانہ نو سال کی عمر ہونا ناممکنات میں سے ہے۔''

اس سلسلہ میں چند امور کی طرف اشارہ کرنا ہے جس سے یہ ناممکن، ممکن ہو سکتا ہے:

﴿۱﴾ سب سے پہلی بات یہ ہے کہ آغاز اسلام میں، بلکہ عہد نبوت میں اور عہد صدیقی میں سنہ کا رواج نہ تھا، سنہ کی ترتیب عہد فاروقی میں ہوئی ہے۔ پہلے یہ طریقہ تھا کہ ہجرت سے اتنے مہینے پیشتر یا اتنے مہینے بعد یہ واقعہ ہوا۔ بعد میں لوگوں نے ان مہینوں سے سال بنا لیا، پھر سنہ کی ترتیب قائم ہو

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

گئی۔

② یہ جو مشہور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نبوت کے بعد تیرہ برس مکہ میں رہے، تو یہ پورے تیرہ برس نہیں ہیں، بلکہ کسور کے ساتھ ہیں، یعنی چند مہینوں کی کمی کے ساتھ۔

③ سنہ نبوی کو سنہ ہجری کے ساتھ جوڑنے میں ایک غلطی کثیر الوقوع ہے۔ وہ یہ ہے کہ لوگ سنہ ہجری کی خصوصیات سنہ نبوی پر بھی عائد کرتے ہیں۔ مثلاً یہ کہ سنہ ہجری محرم سے شروع ہو کر ذی الحجہ پر تمام ہوتا ہے، مگر سنہ نبوی کا یہ حال نہیں ہے۔ وہ مبہم طریقہ سے کسی مہینا سے شروع ہو کر ذی الحجہ پر تمام ہوتا ہے، اور آخر میں محرم سے شروع ہو کر ربیع الاول پر تمام ہوتا ہے۔

④ قرآن پاک کے اشارات اور ابن اسحاق [1] کی روایت کی بنا پر یہ ثابت ہوتا ہے کہ ا نبوی رمضان سے شروع ہوا، تو گویا چار مہینے کے بعد ہی ذی الحجہ میں چار مہینوں پر تمام ہوا، اور آخری سال یعنی ۱۴ نبوی محرم اور صفر صرف دو مہینوں پر تمام ہوا۔ اس بنا پر سنہ نبوی درحقیقت بارہ برس اور چھ مہینوں پر مشتمل ہے، جس کو تجوز عام میں ۱۳ برس کہہ دیتے ہیں۔ جیسا کہ صحیح بخاری میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے۔ [2]

⑤ ہجرت کا آغاز ربیع الاول سے ہوا، مگر سنہ کی تدوین کے وقت دو مہینے آگے بڑھا کر محرم ۱۴ نبوی سے محرم ا ہجری کا آغاز ہوا۔ اس سے معلوم ہوا کہ سال کے حساب میں اگر تدقیق اور غور سے کام نہ لیا جائے تو دو مہینے مکرر پڑ جاتے ہیں۔ اسی لیے ۱۴ نبوی نہیں بولتے، کیونکہ ۱۴ نبوی کے صرف دو مہینے ہیں، اور وہ ا ہجری میں داخل کر لیے گئے۔

⑥ اب سنہ نبوی کا حال یہ ہے کہ اس کا پہلا سال چار مہینے کا، اس کے بعد ۱۲ سال بارہ مہینوں پر مشتمل، اور آخری سال دو مہینوں پر مشتمل ہے۔

⑦ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے واقعات کو سنین سے تطبیق دینے میں مولانا محمد علی صاحب نے یہ سمجھا ہے کہ سنین اصل ہیں اور ان کی عمر کا شمار ان سنین پر متفرع، حالانکہ یہ صریحاً مغالطہ ہے۔ اصل ان کی عمر کا شمار ہے اور وہ بھی انھی کے بتائے ہوئے سنین پر، اور اس شمار پر لوگوں نے سنہ ہجری کو تطبیق دیا ہے۔ اور ان روایات کے بموجب سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر نکاح کے وقت چھ برس کی، اور رخصتی کے

---

[1] سيرة ابن هشام (ص:۱۱۱)

[2] صحيح بخاری، كتاب مناقب الانصار، باب هجرة النبی ﷺ واصحابه الی المدينة: حديث: ۳۹۰۲، ۳۹۰۳۔

صحيح مسلم، كتاب الفضائل، باب كم اقام النبی ﷺ بمكه والمدينة، حديث: ۲۳۵۱۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

وقت نو برس کی تھی، اور بیوگی کے وقت اٹھارہ برس کی۔ اب سنہ ہجری کی تطبیق سے اس کا جو سنہ بھی لگائیے، بعضوں نے پورے پورے ۱۲ مہینے کے سال لیے تو سنہ گھٹ گئے، اور بعضوں نے نبوت کا پہلا سال چار مہینوں والا، آخری سال دو مہینوں والا اور ہجرت کا پہلا سال دس مہینوں والا لیا، تو سنہ بڑھ گئے۔ اسی بنا پر بعض راوی کہتے ہیں کہ فلاں واقعہ سنہ ۱ کو ہوا، دوسرا کہتا ہے سنہ ۲ میں ہوا۔ اس لیے خوب سمجھ لینا چاہیے کہ سنہ کا حساب اصل نہیں ہے بلکہ عمر کا حساب اصل ہے، اور اس سے حساب لگا کر راویوں نے سنہ بنایا ہے۔ اس لیے آپ سنہ کے حساب میں ترمیم کر سکتے ہیں مگر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر کے حساب میں ترمیم نہیں کر سکتے۔

نکاح کے وقت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر

مولانا محمد علی لکھتے ہیں:

> ''روایات کے بڑے حصہ کا اس بات پر اتفاق نظر آتا ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر نکاح کے وقت چھ یا سات سال کی تھی۔''

اس کے بعد آپ چھ یا سات سال برابر لکھتے گئے ہیں، حالانکہ صرف ایک مشکوک الحافظہ راوی نے اس وقت آپ کی عمر کا نو برس یا سات برس ہونا ظاہر کیا ہے، اور کہیں بھی سات برس نہیں ہے۔ اس بنا پر یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ ''روایات کے بڑے حصہ کا اس بات پر اتفاق نظر آتا ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر نکاح کے وقت چھ یا سات سال کی تھی۔'' بلکہ یہ کہنا صحیح ہے کہ ایک دو روایتوں کے علاوہ تمام روایتیں اس پر متفق ہیں کہ چھ برس کے سن میں نکاح اور نو برس کے سن میں رخصتی اور ۱۸ برس کے سن میں بیوگی ہوئی۔

مولانا نے ابن سعد کی یہ روایت نقل کی ہے کہ تَزَوَّجَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَهِيَ بِنْتُ تِسْعِ سِنِيْنَ [1] (جلد ۸) ''رسول اللہ ﷺ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا تو وہ نو برس کی تھیں۔'' لیکن اس کے بعد ہی کا فقرہ کیوں چھوڑ دیا کہ وَمَاتَ عَنْهَا وَهِيَ بِنْتُ ثَمَانِيَ عَشْرَةَ سَنَةً [2] یعنی ''اور آپ ﷺ نے وفات پائی تو وہ اٹھارہ برس کی تھیں۔'' حالانکہ اسی بعد کے فقرہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ راوی سے رخصتی کی جگہ نکاح کا لفظ کہنے میں صریح غلطی ہوئی ہے۔ اسی طرح سات برس کے سن میں نکاح ہونے کی جو روایت ہشام بن عروہ سے ہے، وہ صفحہ ۴۲ پر ناتمام ہے، مگر صفحہ ۴۱ پر

---

[1] طبقات ابن سعد (۸/ ٦٠)

[2] طبقات ابن سعد (۸/ ٦٠)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

تمام ہے، اور وہ یہ ہے کہ ''چھ یا سات میں نکاح ہوا اور نو میں رخصتی ہوئی۔''[1] مگر مولانا نے اس کامل روایت کے پورے فقرہ کا حوالہ نہیں دیا، تاکہ نو برس کی رخصتی کا واقعہ اس سے ثابت نہ ہو۔ جن ہشام بن عروہ سے نقل کرنے میں ابن سعد کے اس راوی کو اس بارے میں وہم ہو رہا ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا چھ برس کی تھیں یا سات کی، انھی کے صحیح و مستند راویوں کے بیان ہیں جن کی ابن سعد اور بخاری و مسلم میں روایتیں ہیں، مطلق وہم و تزلزل اس بات میں نہیں ہے کہ وہ نکاح کے وقت چھ برس کی اور رخصتی کے وقت نو برس کی تھیں۔

بہرحال نکاح کے وقت نو برس کا سن ہونا صرف ایک ضعیف الحافظہ راوی کے بیان کے علاوہ، جو یہ کہتا ہے کہ ''نویں برس یا ساتویں برس نکاح ہوا''، اور کسی نے نو برس کا ہونا نہیں ظاہر کیا، اور جس دوسرے نے یعنی اسود نے نو برس میں نکاح ہونا بیان کیا ہے، ثابت ہو چکا ہے کہ اس سے اس کی مراد رخصتی ہے۔ کیونکہ وہ کہتا ہے کہ ''نویں برس نکاح ہوا، اور اٹھارہ برس کی تھیں جب رسول اللہ ﷺ نے وفات پائی۔'' اور ظاہر ہے کہ اگر نویں برس نکاح ہوتا اور تین برس کے بعد رخصتی ہوتی، اور اس کے بعد نو برس وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہیں تو وفات نبوی ﷺ کے وقت وہ اٹھارہ کے بجائے اکیس برس کی ہوتیں، اور یہ اس راوی کے بیان کے خلاف ہے۔

اب جس راوی (ہشام بن عروہ رحمہ اللہ) سے ایک دو جگہ سات برس کے سن میں نکاح ہونا ابن سعد میں ہے، اسی سے متعدد صحیح ترین روایتوں میں بتصریح بلا شک و شبہ چھ برس کے سن میں نکاح اور نو برس کے سن میں رخصتی مروی ہے۔ بخاری و مسلم کا ہرگز لحاظ نہ کیجیے، مگر صحیح اور کثیر روایتوں کا تو لحاظ کیجیے، جن کی بنا پر یہ بالکل قطعی ہے کہ چھ برس کے سن میں نکاح ہوا اور نو برس کے سن میں رخصتی ہوئی۔ جو کوئی نکاح کی عمر سات برس بھی بتاتا ہے، وہ رخصتی کی عمر نو ہی برس کہتا ہے، اور سات کو ملا کر نکاح اور رخصتی میں وہی تین برس کا فصل نکالتا ہے۔

اب آیئے دوسرے محققین کی طرح اس کو نبوی اور ہجری سنین سے تطبیق دے لیں۔ آپ نے تسلیم کر لیا ہے کہ ۱۰ نبوی میں نکاح ہوا۔ مہینا کی بھی تصریح کر دیجیے تاکہ سنہ کے بنانے میں آسانی ہو۔ وہ بالاتفاق شوال کا مہینا تھا۔ نکاح بھی شوال میں ہوا اور رخصتی بھی چند سال کے بعد شوال ہی میں ہوئی، اور دونوں باتوں کے درمیان فصل بھی بالاتفاق تین برس ہوا۔ اب جن محققوں نے، مثلاً علامہ عینی اور ابن عبدالبر رحمہما اللہ نے رخصتی کا وقت شوال ۲ھ لیا ہے، انھوں نے نکاح کا زمانہ شوال ۱۰

---

[1] طبقات ابن سعد (۸/ ٦٠)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

نبوی بتایا ہے، اور اگر کسی ایک دو نے غلطی سے ایسا کیا ہے کہ تاریخ نکاح ۱۰ نبوی اور تاریخ رخصتی ۲ھ قرار دی ہے، تو اس کی صورت یہ ہے کہ انھوں نے نبوت کا پہلا سال پورا کر کے آخری سال ۳۰ صفر ۱۴ نبوی کے بجائے ۳۰ صفر ۱۳ نبوی کو تمام کیا ہے، اور اس کی دلیل یہ ہے کہ شوال ۱۰ نبوی کا زمانہ نکاح مان کر شوال ۲ ہجری کے زمانہ رخصتی کو شوال ۱۰ نبوی کے تین برس بعد ہی قرار دیتے ہیں۔ آپ کی طرح چار پانچ برس نہیں قرار دیتے، جو ناممکن ہے۔

آپ سال بڑھانے کی غرض سے یہ کرتے ہیں کہ نکاح کا سال تو دوسرے فریق کے حساب سے لیتے ہیں، یعنی ۱۰ نبوی، اور رخصتی کا سال پہلے فریق کے حساب سے لیتے ہیں، یعنی ۲ھ، اور یہ صریح غلطی ہے۔ ان دونوں میں سے کوئی فریق بھی ان دو واقعوں کے درمیان تین برس سے زیادہ کا فصل نہیں مانتا۔ اس بارے میں انھی دو بزرگوں کے اقوال اور تحقیقات پیش کرتا ہوں جن کو آپ نے مستند قرار دیا ہے، یعنی علامہ بدرالدین عینی اور حافظ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہما۔ جنھوں نے شوال ۲ ہجری کا زمانہ رخصتی کے لیے اختیار کیا ہے۔

علامہ عینی رحمہ اللہ کا بیان

چنانچہ علامہ عینی رحمہ اللہ جو یہ مانتے ہیں کہ شوال ۲ھ میں رخصتی ہوئی، انھوں نے شوال ۲ھ اس لیے تسلیم کیا کہ ان کے نزدیک صحیح یہ ہے کہ نکاح ۱۰ نبوی میں نہیں بلکہ ۱۱ نبوی میں ہوا۔ اس لیے تین برس کے فصل کے ساتھ انھوں نے شوال ۲ھ تسلیم کیا۔ یہ نہیں کیا ہے کہ نکاح ۱۰ نبوی میں مان کر رخصتی ۲ھ میں تسلیم کیا ہو، جیسا کہ سالوں کے بڑھانے کے لیے آپ کر رہے ہیں۔ اس کے ساتھ اصل مبحث یعنی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر کے متعلق بھی ان کا بیان محفوظ رکھیے:

((تَزَوَّجَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِمَكَّةَ قَبْلَ الْهِجْرَةِ بِسَنَتَيْنِ ، وَ قِيْلَ بِثَلَاثٍ وَ قِيْلَ بِسَنَةٍ وَ نِصْفٍ اَوْ نَحْوِهَا فِيْ شَوَّالٍ وَهِيَ بِنْتُ سِتِّ سِنِيْنَ وَقِيْلَ سَبْعٍ وَبَنٰى بِهَا فِيْ شَوَّالٍ اَيْضًا بَعْدَ وَقْعَةِ بَدْرٍ فِي السَّنَةِ الثَّانِيَةِ مِنَ الْهِجْرَةِ اَقَامَ فِيْ صُحْبَتِهٖ ثَمَانِيَةَ اَعْوَامٍ وَّخَمْسَةَ اَشْهُرٍ وَتُوُفِّيَ عَنْهَا وَهِيَ بِنْتُ ثَمَانِيَ عَشْرَةَ وَعَاشَتْ خَمْسًا وَ سِتِّيْنَ سَنَةً)) [1]

''رسول اللہ ﷺ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مکہ میں ہجرت سے دو سال پہلے، اور کہا گیا کہ

---

[1] عمدۃ القاری (۱/ ۴۵)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

تین سال پہلے، اور کہا گیا کہ ڈیڑھ سال پہلے یا اس کے قریب شوال میں نکاح کیا، جب وہ چھ برس کی تھیں، اور کہا گیا کہ سات برس کی تھیں، اور ان کی رخصتی کرائی شوال میں واقعہ بدر کے بعد ۲ھ میں، اور وہ آپ ﷺ کی صحبت میں آٹھ برس اور پانچ مہینے رہیں۔ جب آپ نے وفات پائی تو وہ اٹھارہ برس کی تھیں اور پینسٹھ برس کی عمر پائی۔‘‘

دیکھئے، علامہ عینی رحمہ اللہ نے ہجرت سے دو سال پہلے یعنی شوال ۱۱ھ کا نکاح تسلیم کیا ہے اور باقی اقوال کو ضعیف قرار دیا ہے۔ جن لوگوں نے ہجرت سے تین سال قبل نکاح تسلیم کیا ہے، وہ شوال ۱ھ میں رخصتی تسلیم کرتے ہیں۔ جو لوگ ہجرت سے ڈیڑھ سال پہلے کہتے ہیں، وہ اس لیے کہ شوال ۳ھ میں ان کے نزدیک تین سال پورے ہو جاتے ہیں۔ الغرض یہ تمام سنین اسی تفصیل میں ہیں کہ نکاح اور رخصتی میں تین سال کا فصل قائم رہے۔ سنین کے تطابق کے جھگڑے کو چھوڑ کر اصل مبحث میں، کہ وہ نکاح کے وقت چھ برس کی، رخصتی کے وقت نو برس کی اور بیوگی کے وقت اٹھارہ برس کی تھیں، علامہ عینی رحمہ اللہ کو کوئی اختلاف نہیں ہے۔

علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ

دوسرا حوالہ آپ نے علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ کا دیا ہے۔ بے شک انھوں نے استیعاب، جلد دوم، صفحہ ۷۶۵ (حیدر آباد) میں زبیر بن بکار رحمہ اللہ کے حوالہ سے من جملہ دوسری روایتوں کے ایک روایت یہ لکھی ہے کہ ’’شوال ۱۰ نبوی میں ہجرت سے تین سال پہلے نکاح ہوا اور مدینہ میں ہجرت سے اٹھارہ مہینے بعد شوال میں رخصتی ہوئی۔‘‘ [1]

مگر یہ خود علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ کی تحقیق نہیں ہے، بلکہ ان کی کتاب کی من جملہ اور روایتوں کے ایک روایت یہ بھی ہے، کہ جو ابن شہاب زہری رحمہ اللہ پر موقوف ہے، اور بھی اس میں نقائص ہیں۔ ان کی اصل تحقیق یہ ہے جس کو انھوں نے شروع میں اپنی طرف سے لکھا ہے:

((وَتَزَوَّجَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِمَكَّةَ قَبْلَ الْهِجْرَةِ بِسَنَتَيْنِ هٰذَا قَوْلُ اَبِیْ عُبَيْدَةَ قَالَ غَيْرُهُ بِثَلَاثِ سِنِيْنَ وَهِیَ بِنْتُ سِتٍّ وَقِيْلَ بِنْتُ سَبْعٍ)) [2]

’’رسول اللہ ﷺ نے ان سے مکہ میں ہجرت سے دو برس پہلے نکاح کیا، یہ ابوعبیدہ کا قول ہے، اور دوسرے نے کہا کہ تین برس پہلے نکاح کیا، اور وہ اس نکاح کے وقت چھ

---

[1] الاستیعاب لابن عبدالبر (۴/ ۱۰۸)

[2] الاستیعاب (۴/ ۱۰۸)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

برس کی تھیں، اور کہا گیا ہے کہ سات برس کی تھیں۔''

اور سب سے آخر میں ان کا وہ بیان ہے جس کو وہ اجماعی کہتے ہیں:

((وَابْتَنٰی بِهَا بِالْمَدِیْنَةِ وَهِیَ اِبْنَةُ تِسْعٍ لَا اَعْلَمُهُمْ اِخْتَلَفُوْا فِیْ ذٰلِكَ)) [1]

''اور ان کی رخصتی مدینہ میں ہوئی جب وہ نو برس کی تھیں، اور مجھے علم نہیں کہ کسی نے بھی اس میں اختلاف کیا ہے۔''

یہی علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ اسی کتاب کے حصہ اول صفحہ ۱۹ (حیدر آباد) میں لکھتے ہیں:

((تَزَوَّجَهَا بِمَكَّةَ قَبْلَ سَوْدَةَ وَقِیْلَ بَعْدَ سَوْدَةَ اَجْمَعُوْا عَلٰی اَنَّهٗ لَمْ یَبْنِ بِهَا اِلَّا بِالْمَدِیْنَةِ قِیْلَ سَنَةُ هَاجَرَ وَ قِیْلَ سَنَةُ اِثْنَتَیْنِ مِنَ الْهِجْرَةِ فِیْ شَوَّالٍ وَ هِیَ ابْنَةُ تِسْعِ سِنِیْنَ وَ كَانَتْ فِیْ حِیْنِ عَقْدَ عَلَیْهَا بِنْتُ سِتِّ سِنِیْنَ وَ قِیْلَ بِنْتُ سَبْعِ سِنِیْنَ)) [2]

''ان سے نکاح مکہ میں ہوا سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا سے پہلے، اور کہا گیا ہے کہ سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا کے بعد۔ اس پر اتفاق ہے کہ رخصتی مدینہ ہی میں ہوئی۔ کہا گیا ہے کہ جس سال ہجرت فرمائی اسی سال (یعنی ۱ھ)، اور کہا گیا ہے شوال ۲ھ، اور اس وقت وہ نو برس کی تھیں، اور عقد کے وقت چھ برس کی تھیں، اور کہا گیا کہ سات برس کی تھیں۔''

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ سنہ اصل نہیں بلکہ عمر کا بیان اصل ہے اور اس سے سنین کی تعیین کی گئی ہے، اور چونکہ سنین میں مہینے چھوٹے اور بڑے ہیں، اس لیے لوگوں میں سنین کی تعیین میں اختلاف ہے، لیکن نکاح کے وقت چھ برس اور رخصتی کے وقت نو برس میں اصلاً کسی محقق کو اختلاف نہیں ہے۔

صاحب مشکوٰۃ کا قول

افسوس ہے کہ مجیب نے آخر میں اس امر کو کہ ''کہا گیا ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اپنی بہن سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا سے دس برس چھوٹی تھیں''، صاحب مشکوٰۃ کا قول بتایا ہے۔ حالانکہ مشکوٰۃ میں اس قسم کا کوئی قول نہیں ہے، بلکہ واقعہ یہ ہے کہ مشکوٰۃ کے مؤلف کا ایک دوسرا مختصر سا رسالہ ''اسماء الرجال'' میں

---

[1] الاستیعاب (۴/ ۱۰۸)

[2] الاستیعاب (۴/ ۱۰۳)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہے، اس میں نسخہ کی غلطی یا کتابت کی غلطی یا نقل کی غلطی سے ایسا ''قیل'' یعنی ضعیف روایت کے طور پر لکھا ہے، جس کی صحت کی تائید اسلام کے کسی ایک مجموعہ سے نہیں ہوتی، چہ جائے کہ معتبر احادیث سے ہو، جیسا کہ فریق نے کہا تھا۔ بہرحال ولی الدین خطیب تبریزی رحمہ اللہ نے بحیثیت صاحب مشکوٰۃ نہیں، بلکہ بحیثیت ''صاحب اکمال فی اسماء الرجال'' ایسا ضعیف اور غیر مؤید قول ''قیل'' کر کے نقل کیا ہے۔ میں نے ''صاحب مشکوٰۃ'' کے لفظ سے اس لیے انکار کیا کہ عام لوگوں میں مشکوٰۃ شریف کو جو اہمیت حاصل ہے، اس کی بنا پر ان کو شبہ ہوگا کہ شاید یہ کہیں مشکوٰۃ میں مذکور ہے، حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ بہرحال اگر اب مشکوٰۃ اور اکمال کے مؤلف سے ہی آپ کو اس قدر حسن ظن ہے کہ ''اس پایہ کا آدمی اپنی طرف سے کوئی بات کہہ کر قیل کے ساتھ اسے بیان نہیں کر سکتا'' تو اس پایہ کا آدمی یقیناً ایسا نہیں ہوسکتا کہ آپ کو جن دو حدیثوں سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے نکاح اور رخصتی کی عمر میں مغالطہ ہوا، وہ ان سے بے خبر ہو، بایں ہمہ دیکھیے کہ وہ کیا کہتا ہے۔ اسی اکمال میں، جس کو آپ اس پایہ کی کتاب سمجھتے ہیں، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حال میں ہے (یہ ملحوظ رہے کہ ان کے نزدیک قیام مکہ کا آخری زمانہ ۳۰ صفر ۱۳ نبوی ہے۔ یہ ملحوظ رہے کہ ہجرت سے تین سال قبل سے مقصود شوال ۳ قبل ہجرت ہے جو مطابق ۱۱ نبوی ہے، اور ۲ قبل ہجرت مطابق ۱۲ نبوی اور ۱ قبل ہجرت مطابق محرم ۱۳ تا ۳۰ صفر ۱۲ نبوی صرف دو ماہ):

((خَطَبَهَا النَّبِیُّ ﷺ وَتَزَوَّجَهَا بِمَكَّةَ فِی شَوَّالٍ سَنَةَ عَشْرٍ مِّنَ النُّبُوَّةِ قَبْلَ الْهِجْرَةِ بِثَلٰثِ سِنِیْنَ وَقِیْلَ غَیْرُ ذٰلِكَ وَاَعْرَسَ بِهَا بِالْمَدِیْنَةِ فِی شَوَّالٍ سَنَةَ اِثْنَتَیْنِ عَلٰی رَأْسِ ثَمَانِیَ عَشَرَ شَهْرًا وَلَهَا تِسْعُ سِنِیْنَ وَقِیْلَ دَخَلَ بِهَا بِالْمَدِیْنَةِ بَعْدَ سَبْعَةِ اَشْهُرٍ مِّنْ مَّقْدَمِهٖ وَبَقِیَتْ مَعَهٗ تِسْعُ سِنِیْنَ وَمَاتَ عَنْهَا وَلَهَا ثَمَانِیَ عَشْرَةَ سَنَةً))

''رسول اللہ ﷺ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے نسبت کی اور بیاہ کیا، مکہ میں شوال ۱۰ نبوی میں، ہجرت سے تین سال پہلے، اور اس کے سوا بھی کہا گیا ہے (یعنی دو برس، ڈیڑھ برس پہلے)۔ اور آپ ﷺ نے ان کو رخصت کرایا مدینہ میں شوال ۲ھ میں، ہجرت کے اٹھارہ مہینے کے بعد، اور وہ اس وقت نو برس کی تھیں، اور کہا گیا ہے کہ آپ ﷺ نے ان کو مدینہ میں مدینہ آنے کے سات مہینے بعد (یعنی شوال ۱ھ) میں رخصت کرایا۔ وہ آپ کے

www.KitaboSunnat.com

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

پاس نو برس رہیں، اور جب آپ ﷺ نے وفات پائی تو وہ اٹھارہ برس کی تھیں۔''

لیجیے، ولی الدین خطیب رحمہ اللہ صاحب مشکوٰۃ وصاحب اکمال بھی اس باب میں وہی کہتے ہیں جو دنیا کہہ رہی ہے۔ پس ایسے اجماعی مسئلہ کا، جو صرف بخاری نہیں بلکہ قرآن پاک کے سوا احادیث کے سارے صحاح، جوامع، مسانید، سنن، معاجم، بلکہ اسلام کے سارے مذہبی، فقہی، تاریخی، حدیثی، سیرتی ذخیرۂ کتب وروایات کا متفق علیہ ومتواتر بیان ہو، اس کی تکذیب اپنے چند غلط قیاسات سے کرنا کس قدر حیرت انگیز ہے۔

سیرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے استناد

مولانا نے میری تالیف سیرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی استناد کیا ہے، جس میں نکاح کا سال شوال ۱۰ نبوی لکھا ہے، حالانکہ مولانا نے اگر غور کیا ہوتا تو واضح ہو جاتا کہ نبوت کا دسواں سال اس فرض پر لکھا گیا ہے کہ نبوت کا پہلا سال پورا لیا جائے اور تیرھویں سال میں ادھر صرف دو مہینے محرم اور صفر ڈالے جائیں، تو اس حساب سے شوال ۱۰ نبوی کے دو مہینے ذیقعدہ اور ذی الحجہ ہوئے۔ ۱۱ نبوی کا ایک سال، ۱۲ نبوی کا ایک سال، ۱۳ نبوی کے دو ماہ، کل دو سال چار مہینے، ہجرت سے پہلے اور ربیع الاول اھ سے شوال اھ تک آٹھ مہینے، کل ۳۶ مہینے ہوئے، جس کے تین سال پورے ہوئے۔

لیکن دوسرا نظریہ یہ ہے کہ نبوت کے پہلے سال کو ناتمام رکھ کر تیرھویں سال کو پورا کر لیا جائے۔ سیرت عائشہ رضی اللہ عنہا میں نبوت کا دسواں سال نکاح کا زمانہ لکھنے میں مجھے اعتراف ہے کہ مجھ سے ان دونوں نظریوں میں تخلیط ہوگئی ہے۔ نبوت کے دسویں سال کے اخیر کی جگہ گیارھویں سال کا اخیر لکھنا چاہیے، اور غلطی خود اسی کتاب کی تصریحات سے بالکل ظاہر وواضح ہے، اور میں نہیں سمجھتا کہ مولانا جیسے دقیقہ رس اور نکتہ سنج پر یہ غلطی واضح نہیں ہوئی، کیوں کہ:

1. اس کتاب کے صفحہ ۲۰ پر ان لوگوں کے قول کی تردید کے بعد جنھوں نے نبوت کے چوتھے سال کی پیدائش اور دسویں سال کے نکاح کا حساب جوڑا ہے، میں نے یہ لکھا ہے کہ:

''اس لحاظ سے ان کی ولادت کی صحیح تاریخ نبوت کے پانچویں سال کا آخری حصہ ہوگا، یعنی شوال ۹ قبل ہجرت، مطابق جولائی ۶۱۴ء۔''

اب دیکھئے کہ جب شوال ۵ نبوی اور ۹ قبل ہجرت پیدائش کہہ رہا ہوں تو اس کے چھ برس بعد نکاح کی تاریخ شوال ۱۱ نبوی بالکل صاف ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

۲ پھر صفحہ ۲۷ پر ہے کہ:

''اس لحاظ سے شوال ۳ قبل ہجرت مطابق مئی ۶۲۰ء میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا نکاح ہوا۔''

شوال ۳ قبل ہجرت مطابق مئی ۶۲۰ء وہی شوال ۱۱ نبوی ہوا۔

۳ اس کے اسی صفحہ پر لکھتا ہوں:

''سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نکاح کے بعد تقریباً تین برس میکے میں رہیں۔ دو برس تین مہینے مکہ اور سات آٹھ مہینے ہجرت کے بعد مدینہ میں۔''

کس قدر صریح ہے کہ میں نکاح کے بعد قیام مکہ کے صرف دو برس تین مہینے فرض کر رہا ہوں، جس کے صاف معنی یہ ہیں کہ میں نکاح کو ۱۱ نبوی کا واقعہ قرار دے رہا ہوں۔

۴ مزید تصریح کے لیے شمسی سال کا تطابق بھی لکھ دیا ہے کو جولائی ۶۱۴ء میں ولادت (ص ۲۰) اور مئی ۶۲۰ء میں نکاح ہوا (ص ۲۷) ۶۱۵ء سے ۶۱۹ء تک پورے پانچ برس ہوئے اور جولائی ۶۱۴ء کے چھ مہینے اور مئی ۶۲۰ء کے پانچ مہینے کل گیارہ مہینے، غرض شمسی حساب سے (میرے مولویانہ تخمینی حساب سے) نکاح کے وقت ان کی عمر پانچ برس ۱۱ مہینے کی تھی۔

۵ پھر میں نے اسی صفحہ ۲۷ پر ۳ قبل ہجرت نکاح کا سال لکھتے ہوئے کہا ہے کہ اسی کی توثیق علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے بھی کی ہے۔ اب دیکھ لیجیے کہ جس قول کو انھوں نے اختیار کیا ہے، وہ کیا ہے؟ وہ یہی ہے کہ ہجرت سے دو سال پیشتر (استیعاب، جلد۲، ص ۷۶۵)، اور یہ تخمیناً ہے، ورنہ تدقیقاً دو سال چار مہینے ہوئے۔

ان تمام تصریحات سے صاف ظاہر ہے کہ سیرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے مصنف کے نزدیک نکاح شوال ۱۱ نبوی اور رخصتی شوال ۱ھ کا واقعہ ہے۔ شوال ۱۱ نبوی میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر چھ سال اور تین سال کے بعد شوال ۱ھ میں وہ نو برس کی تھیں۔ ۱۲ نبوی کا پورا سال، ۱۳ نبوی کا پورا سال، دو برس ہوئے، اور ۱۱ نبوی کے ذیقعدہ اور ذی الحجہ دو مہینے، اور ۱۴ نبوی یعنی ۱ھ کے دس مہینے، ۱۲ مہینے ہوئے، پورے تین سال کا فرق ہوا۔

سیرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے صفحہ ۳۸ پر میں نے لکھا ہے:

''جس دن یہ مختصر قافلہ دشمن کی گھاٹیوں سے بچتا ہوا مدینہ پہنچا، نبوت کا چودھواں سال اور ربیع الاول کی بارھویں تاریخ تھی۔''

ان تمام تصریحات کا صاف و صریح اقتضا یہ ہے کہ سیرت کے صفحہ ۲۷ پر جو نبوت کا دسواں

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سال لکھا ہے، وہ درحقیقت گیارھواں سال ہے، دسواں نہیں۔ اور یہ ایک ایسی کھلی ہوئی لفظی غلطی ہے کہ مولانا محمد علی صاحب کے فضل و کمال کو دیکھتے ہوئے یقین نہیں آتا کہ وہ اس پر متنبہ نہ ہوئے ہوں۔

ہجرت سے تین برس پہلے شوال میں نکاح ہونا جو لوگ کہتے ہیں، وہ درحقیقت لفظی تسامح میں مبتلا ہیں۔ ہجرت سے تین سال پہلے سے ان کا مقصود شوال ۳ قبل ہجرت ہے، نہ یہ کہ گن کر پورے تین سال، کہ گننے میں تو وہ صرف دو برس چار مہینے ہوں گے، اور سنہ کہنے میں ۳ قبل ہجرت کہنا صحیح ہوگا، کہ سنہ کہنے کے لیے پورے ۱۲ مہینے کا لینا ضروری نہیں، اور سال کہنے میں پورے بارہ مہینوں کا تخیل آتا ہے۔ اسی بنا پر صحیح بخاری (باب تزویج عائشہ رضی اللہ عنہا) میں سیدنا عروہ بن زبیر رحمہ اللہ سے جو یہ روایت ہے کہ:

((تُوُفِّيَتْ خَدِيجَةُ رضی اللہ عنہا قَبْلَ مَخْرَجِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم اِلَى الْمَدِينَةِ بِثَلَاثِ سِنِينَ فَلَبِثَ سَنَتَيْنِ اَوْ قَرِيبًا مِّنْ ذٰلِكَ وَنَكَحَ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا وَهِيَ بِنْتُ سِتِّ سِنِينَ ثُمَّ بَنَى بِهَا وَهِيَ بِنْتُ تِسْعِ سِنِينَ)) [1]

''سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ کی طرف نکلنے سے تین سال پہلے انتقال کیا۔ پھر آپ دو برس یا اس کے قریب ٹھہرے، اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا جب وہ چھ برس کی تھیں، اور رخصتی کرائی جب وہ نو برس کی تھیں۔''

اس عبارت میں ہجرت مدینہ سے تین برس قبل جو کہا گیا ہے، اگر اس سے پورے تدقیقی تین سال مراد لیے جائیں تو اس عبارت سے کہ ''پھر آپ دو برس یا اس کے قریب ٹھہرے''، یہ مطلب ہو گا کہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے تخمیناً دو برس یا اس کے قریب اور تدقیقاً ڈیڑھ برس کے بعد سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا نکاح ہوا۔ یعنی سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات ربیع الاول ۱۱ نبوی میں ماننا پڑے گی، تا کہ ربیع الاول ۱۴ نبوی مطابق ربیع الاول ۱ ھ میں پورے تین برس ان کی وفات کو ہو جائیں۔ پھر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا نکاح اس کے ڈیڑھ برس بعد شوال ۱۲ نبوی میں ماننا پڑے گا، یعنی ہجرت سے ڈیڑھ سال پہلے، جیسا کہ بعضوں نے مانا ہے، اور پھر رخصتی تین برس کے بعد شوال ۱۵ نبوی مطابق شوال ۲ھ میں۔ یہ ایک قول ہے جس کی طرف محققین کی ایک جماعت گئی ہے، جس میں علامہ ابن عبدالبر، علامہ عینی اور امام نووی رحمہم اللہ وغیرہ شامل ہیں۔ اس قول کے بموجب، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی

---

[1] صحیح بخاری، کتاب مناقب الانصار، باب تزویج النبی صلی اللہ علیہ وسلم عائشۃ رضی اللہ عنہا، ح: ۳۸۹۶۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

ولادت شوال ٦ نبوی ماننی پڑے گی۔

دوسرا مطلب اس روایت کا یہ ہوسکتا ہے کہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات ہجرت سے تین برس پہلے تخمیناً ہوئی، یعنی ۳ قبل ہجرت۔ اس لحاظ سے وفات رمضان ۱۱ نبوی میں ہوگی، یعنی ہجرت سے تدقیقاً ڈھائی برس پیشتر۔ اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا نکاح اس کے ایک ہی مہینا کے بعد شوال ۱۱ نبوی، میں ہوا، اور رخصتی شوال ۱۴ نبوی یعنی شوال ۱ھ میں، اور اس بنا پر روایت کے اس فقرہ کا کہ ''پھر آپ دو برس یا ڈیڑھ برس ٹھہرے'' کا مطلب یہ ہوگا کہ سیدہ سودہ اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح ہو جانے کے باوجود آپ کسی بیوی کے پاس ڈیڑھ دو برس تک نہیں گئے۔ پھر اس مدت کے بعد مکہ میں سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا سے ملاقات کی اور اس کے ڈیڑھ برس کے بعد سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی ہوئی، اس حساب سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی ولادت ۵ نبوی کا آخر ہوگا۔ نکاح کا زمانہ شوال ۱۱ نبوی ہوگا اور رخصتی کا زمانہ ۱ھ ہوگا۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ وغیرہ نے اس قول کو اختیار کیا ہے اور روایات کی تطبیق و مراجعت سے اسی کو صحیح ثابت کیا ہے۔

الغرض تمام محققین اخبار و سیر و آثار نے روایات اور ان کے مطالب کے اختلاف کی بنا پر سنین کی تعیین میں جو کچھ اختلاف کیا ہو، مگر اس امر میں اختلاف نہیں کیا ہے کہ وہ نکاح کے وقت چھ برس کی یا زیادہ سے زیادہ سات برس کی، اور رخصتی کے وقت وہ نو برس کی تھیں۔ یعنی ان کی عمر کے شمار کی مطابقت میں سنین ترتیب دیے ہیں، سنین کی مطابقت سے عمر کی تعیین نہیں کی ہے۔ دوسری عبارت میں یوں کہیے کہ ان کی عمر کا شمار اصل ہے، اور نبوی و ہجری سنین کی تعیین فرع و نتیجہ ہے۔ یہ نہیں کہ ہجری و نبوی سنین اصل ہیں اور عمر کا شمار نتیجہ و فرع ہے۔ سنین میں اصلاح و ترمیم ہوسکتی ہے، مگر عمر کے شمار میں نہیں ہوسکتی۔ هٰذَا هُوَ الْمَطْلُوْبُ۔

فریق کے دو مؤیدات

اصل دلائل کے بعد اب مؤیدات کی بحث باقی ہے۔ گو کہ مجھے یہ حق پہنچتا ہے کہ میں بھی مجیب کے مؤیدات کے جواب دینے سے اسی طرح احتراز کروں جس طرح اس نے میرے مؤیدات کے جواب دینے سے احتراز کیا ہے، حالانکہ وہ پورا مضمون جو معارف جولائی ۲۸ء میں چھپا ہے، اس کے ملاحظہ سے گزر چکا ہے۔ مگر صرف اس لیے کہ تحقیق حق ہو، میں مجیب کے دونوں قیاسی مؤیدات کا بھی جواب دیتا ہوں۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ارادۂ ہجرت کے واقعہ سے استدلال

قیاس کا سلسلہ یہ ہے کہ صحیح بخاری باب ہجرۃ النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام میں روایت ہے، جو مولوی صاحب کے ترجمہ کے مطابق یہ ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ''میں نے جب سے ہوش سنبھالا اپنے ماں باپ کو دین اسلام پر پایا، اور کوئی دن نہیں گزرتا تھا مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح اور شام ہمارے ہاں آتے تھے، پھر جب مسلمانوں پر مصائب آئے تو (سیدنا) ابوبکر (رضی اللہ عنہ) سرزمین حبش کی طرف نکلے۔'' [1] مولوی صاحب ممدوح نے اس حدیث سے یہ سمجھا ہے کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پہلی ہجرت (۵ نبوی والی) میں شرکت کرنی چاہی اور اس وقت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا صاحب ہوش تھیں، اور ہوش کے لیے پانچ چھ سال کا ہونا ضروری ہے۔ غالباً مولوی صاحب کے اس قیاس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی ولادت انبوی بتائیں، یا اس سے بھی ایک سال پہلے۔

لیکن اس سلسلہ میں سب سے پہلی بات یہ ہے کہ حدیث میں الفاظ یہ ہیں: ((لَمْ اَعْقِلْ اَبَوَیَّ قَطُّ اِلَّا وَ هُمَا یَدِیْنَانِ الدِّیْنَ)) اس کا ترجمہ مولوی صاحب نے اپنے مطلب کے مطابق یہ کیا ہے کہ ''جب سے میں نے ہوش سنبھالا، اپنے ماں باپ کو دین پر پایا۔'' حالانکہ صحیح ترجمہ یہ ہے کہ ''میں نے اپنے ماں باپ کو نہیں پہچانا لیکن ان کو دین کی پیروی کرتے ہوئے۔'' ہر عاقل سمجھ جاتا ہے کہ ''میں نے جب سے ہوش سنبھالا'' اور ''میں نے جب سے اپنے ماں باپ کو سمجھا یا پہچانا'' دونوں میں آسمان زمین کا فرق ہے۔ ''ہوش سنبھالنے'' کا لفظ کسی قدر زیادہ سن کے لیے یا سن تمیز کے لیے بولا جاتا ہے۔ لیکن ''جب سے میں نے اپنے ماں باپ کو سمجھا یا پہچانا'' اپنے سن اور تمیز کو ظاہر نہیں کرتا۔ اس لیے اس لفظ سے ہمارے فریق کا سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ہجرت کے وقت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پانچ چھ برس کے صاحب تمیز و ہوش ہونے پر استدلال صحیح نہیں۔

اس کے بعد اس حدیث کے متعلق مجھے دو حیثیت سے بحث کرنی ہے: ایک تو اپنے جانتے محدثانہ بحث کرنا ہے، جسے خواص اور علم حدیث کے صاحب ذوق سمجھ سکتے ہیں، اور دوسری عام اور رواداری کی حیثیت سے۔

پہلا طریقہ

اصل یہ ہے کہ یہ حدیث چار ٹکڑوں سے مرکب ہے: ایک یہ ہے کہ ''میں نے جب سے اپنے

[1] صحیح بخاری، کتاب مناقب الانصار، باب ھجرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابه الی المدینة، حدیث: ۳۹۰۵۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

والدین کو جانا پہچانا، ان کو دین کا پیرو پایا''، دوسرا ٹکڑا ''روزانہ صبح و شام کی آمد و رفت کا ہے''، تیسرا ''سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ہجرت حبشہ کے ارادہ کا ہے''، اور چوتھا ٹکڑا ''مدینہ منورہ کی ہجرت کا ہے''۔ یہ حدیث ابن شہاب زہری رحمہ اللہ سے مروی ہے۔ ان کی عادت ہے کہ اخبار و سیر کی روایات میں وہ ایک واقعہ کے مختلف واقعات متعلقہ کو تسلسل کے لیے جوڑ کر بیان کرتے ہیں۔ تمام بڑے بڑے واقعات میں انھوں نے یہی کیا ہے۔ مثلاً حدیث آغاز وحی، حدیث ابوسفیان وقیصر ومصاحبین قیصر، حدیث واقعہ افک اور آخری واقعہ میں جیسا کہ بخاری میں ہے، اور کتب سیر میں تو ہر جگہ انھوں نے اپنی اس روش کی تشریح کر دی ہے۔

یہ حدیث کتب صحاح میں سے صرف صحیح بخاری میں ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنے دستور کے مطابق اس حدیث کو کہیں ایک ساتھ، کہیں ٹکڑے کر کے، مختلف ابواب میں درج کیا ہے، مثلاً کتاب المساجد، کتاب الکفالہ، کتاب الادب، باب غزوۃ الرجیع، کتاب الہجرۃ۔

کتاب الکفالہ بروایت عقیل عن ابن شہاب الزہری صرف پہلا ٹکڑا ہے، یعنی:

((لَمْ اَعْقِلْ اَبَوَیَّ اِلَّا وَهُمَا یَدِیْنَانِ الدِّیْنَ)) [1]

''میں نے اپنے والدین کو جب سے پہچانا ان کو دین کا پیرو پایا۔''

نیز ابن سعد (ترجمہ ابی بکرؓ) میں بھی بروایت زہری اتنا ہی ٹکڑا ہے۔ [2] پھر صحیح بخاری باب الادب میں والدین کی شناخت، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روزانہ صبح و شام کی آمد اور پھر ہجرت مدینہ کا ذکر ہے۔ الفاظ یہ ہیں:

((لَمْ اَعْقِلْ اَبَوَیَّ اِلَّا وَهُمَا یَدِیْنَانِ الدِّیْنَ وَلَمْ یَمُرَّ عَلَیْنَا یَوْمٌ اِلَّا وَیَأْتِیْنَا فِیْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم بُكْرَةً وَّعَشِیًّا فَبَیْنَمَا نَحْنُ جُلُوْسٌ فِیْ بَیْتِ اَبِیْ بَكْرٍ فِیْ نَحْرِ الظَّهِیْرَةِ قَالَ قَائِلٌ هٰذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم فِیْ سَاعَةٍ لَّمْ یَكُنْ یَأْتِیْنَا فِیْهَا قَالَ اَبُوْبَكْرٍ مَا جَاءَ بِهٖ فِیْ هٰذِهِ السَّاعَةِ اِلَّا اَمْرٌ قَالَ اِنِّیْ اُذِنَ لِیَ الْخُرُوْجُ)) [3]

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الکفالة، باب جوار ابی بکر فی عهد رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم، ح: ۲۲۹۷۔

[2] طبقات ابن سعد (۲/ ۱۷۳)

[3] صحیح بخاری، کتاب الادب، باب هل یزور صاحبه کل یوم، حدیث: ۶۰۷۹۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

''میں نے اپنے والدین کو جب سے پہچانا ان کو دین کا پیرو پایا، اور رسول اللہ ﷺ کوئی دن ہم پر نہیں گزرا کہ صبح وشام ہمارے پاس نہ آئے ہوں، تو ہم ایک دفعہ ٹھیک دوپہر کو ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کے گھر (یا کمرہ) میں تھے کہ کسی کہنے والے نے کہا کہ یہ رسول اللہ ﷺ ہیں، ایسے وقت آئے کہ جو وقت آپ کی تشریف آوری کا نہ تھا، تو ابوبکر (رضی اللہ عنہ) نے کہا کہ اس وقت آپ کسی خاص ضرورت سے تشریف لائے ہوں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے ہجرت کی اجازت ہوگئی۔''

باب غزوۃ الرجیع [1] میں ابن شہاب زہری رحمہ اللہ سے نہیں بلکہ ابو اسامہ عن ہشام بن عروہ عن عروہ سے جو روایت ہے، اس میں یہ سب کچھ نہیں ہے، بلکہ قصہ کو صرف ہجرت مدینہ سے شروع کیا ہے۔ کتاب المساجد [2] میں پہلے والدین کی شناخت کے وقت سے مسلمان ہونے کا ذکر، پھر روزانہ صبح وشام کی تشریف آوری کا ذکر، پھر سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مسجد بنا لینے کا ذکر ہے۔ کتاب الہجرۃ [3] میں حدیث کے پورے ٹکڑے یکجا ہیں، مگر ترتیب اس طرح ہے: پہلے والدین کی شناخت کے وقت ان کے مسلمان ہونے، پھر آپ ﷺ کی روزانہ صبح وشام کی تشریف آوری، پھر سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کا حبشہ کی طرف ہجرت کا ارادہ اور چند منزل کا سفر، ابن دغنہ کا پناہ دے کر ان کو واپس لانا، سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کا مسجد بنا کر نماز پڑھنا، ابن دغنہ کی پناہ سے نکل آنا، سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کا پھر ہجرت کے لیے اذن طلب کرنا، آپ کا منع کرنا اور ہجرت کی اجازت اللہ کی طرف سے ملنے کا انتظار، پھر ہجرت کا سامان اور ہجرت۔

ہر وہ شخص جس کو امام بخاری رحمہ اللہ کی تبویب اور احادیث کے ٹکڑوں کی ترتیب کے سلیقہ کا علم ہے، وہ جان سکتا ہے کہ خاص قرائن کے بغیر محض ترتیب اجزا سے کسی مختلف الاجزا حدیث سے کسی نتیجہ پر استدلال نہیں کیا جا سکتا۔ فریق کا سارا استدلال اسی وقت صحیح ہوسکتا ہے، جب والدین کی شناخت، رسول اللہ ﷺ کی روزانہ صبح وشام کی آمد کے بعد ہی سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ہجرت حبشہ کے ارادہ کا ہونا مسلم ہو، مگر افسوس کہ ایسا نہیں ہے، بلکہ ذرا غور کرنے سے معلوم ہو جائے گا کہ روزانہ صبح وشام کے وقت آنے کا تعلق آپ کی ہجرت مدینہ کے دن خلاف معمول آنے سے ہے۔ جیسا کہ صحیح

---

[1] صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ الرجیع، حدیث: ۴۰۹۳۔
[2] صحیح بخاری، کتاب الصلاۃ، باب المسجد یکون فی الطریق، حدیث: ۴۷۶۔
[3] صحیح بخاری، کتاب مناقب الانصار، باب ہجرۃ النبی ﷺ واصحابہ الی المدینۃ، حدیث: ۳۹۰۵۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بخاری کتاب الادب کی روایت مذکورہ بالا میں اور نیز کتب سیرت میں سے ابن اسحاق کی سیرت میں ہے۔ الفاظ یہ ہیں:

((عَنْ عَائِشَةَ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنَّهَا قَالَتْ كَانَ لَا يُخْطِئُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَنْ يَاْتِيَ بَيْتَ اَبِيْ بَكْرٍ اَحَدَ طَرَفَيِ النَّهَارِ اِمَّا بُكْرَةً وَاِمَّا عِشَاءً حَتّٰى اِذَا كَانَ الْيَوْمُ الَّذِيْ اُذِنَ فِيْهِ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِي الْهِجْرَةِ وَالْخُرُوْجِ مِنْ مَكَّةَ مِنْ بَيْنِ ظَهْرِيْ قَوْمِهٖ اَتَانَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِالْهَاجِرَةِ فِيْ سَاعَةٍ كَانَ لَا يَاْتِيْ فِيْهَا)) [1]

''ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ کوئی دن صبح یا شام کو ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کے گھر آنے میں ناغہ نہیں کرتے تھے، یہاں تک کہ جس دن آپ ﷺ کو ہجرت اور مکہ سے نکلنے کی اجازت ہوئی تو آپ ہمارے پاس دوپہر کو اس وقت آئے، جس وقت آپ آیا نہیں کرتے تھے۔''

ان اقتباسات سے یہ واضح ہو گا کہ اصل میں ان ٹکڑوں کی ترتیب یہ ہے کہ والدین کی شناخت، پھر صبح و شام کی آمد و رفت، پھر ہجرت کے دن معمول کے خلاف دوپہر کو تشریف آوری اور ہجرت مدینہ۔ اسی ہجرت مدینہ کی تقریب سے زہری رحمہ اللہ نے یہ کیا کہ والدین کی شناخت سے ان کے مسلمان ہونے، رسول اللہ ﷺ کی صبح و شام آمد و رفت، پھر سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حبشہ کی ہجرت کے ارادہ اور چند منزل کے سفر اور واپسی اور بنائے مسجد، پھر ہجرت مدینہ کی تفصیلات کا ذکر کیا۔ اس ترتیب سے یہ نتیجہ نکالنا کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ہجرت حبشہ کے ارادہ کے وقت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہوش و تمیز والی تھیں اور اس وقت رسول اللہ ﷺ روزانہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر آیا کرتے تھے، بالکل بے بنیاد ہے۔ حالانکہ اگر ہم اس نتیجہ کو مان بھی لیں تو بھی، جیسا کہ ہم ابھی بتا چکے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا اس وقت (سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ارادہ ہجرت حبشہ) کے وقت ہوش و تمیز والی ہونا حدیث سے نہیں ثابت ہو گا، بلکہ ان کا نکاح اس عمر میں ہونا کہ وہ والدین کو اچھی طرح پہچان سکیں اور ان کو کچھ کام کرتے ہوئے دیکھ کر یہ جان سکیں کہ یہ کچھ پڑھ رہے ہیں، اور اٹھ بیٹھ کر رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہجرت حبشہ کے ارادہ اور چند منزل کے سفر کے بیان کے موقع پر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا موں

[1] سیرۃ ابن ہشام (ص: ۲۲۳)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

میں اپنی کسی قسم کی شرکت نہیں ظاہر کرتیں، جیسا کہ ہجرت مدینہ کے موقع پر توشہ کے باندھنے میں اپنی بہن سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا کے ساتھ شرکت ظاہر کر رہی ہیں۔

اصل میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بیان کی ترتیب یہ ہوگی کہ پہلے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ہجرت حبشہ کا بیان، پھر اپنے والدین کی شناخت سے اسلام کا بیان، پھر آپ کی روزانہ صبح و شام کی آمد کا بیان، پھر مدینہ کی ہجرت کا بیان۔ اس ترتیب پر میری دلیل بھی ہے۔ روزانہ صبح وشام کی آمد و رفت کے سلسلہ کا تو روایت کی رو سے ہجرت مدینہ کے دن دوپہر کو آنے کے ساتھ تعلق ظاہر ہو چکا۔ اور عقلاً بھی ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صبح وشام کی آمد سے ہجرت مدینہ کے دن دوپہر کو خلاف معمول آنے سے ہے اور حبشہ کی ہجرت سے اس کو اصلاً تعلق نہیں ہے۔

ترتیب کے اس نکتہ کو ابن شہاب زہری رحمہ اللہ نے کہیں کہیں ظاہر بھی کر دیا ہے۔ چنانچہ کتاب الادب (باب بل یزور صاحبه کل یوم ابوبکرة وعشیا) میں، جس میں صحیح ترتیب ہے، یعنی پہلے والدین کی شناخت کے وقت سے ان کے مسلمان ہونے کا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روزانہ صبح وشام آمد کا، پھر ہجرت مدینہ کے دن خلاف معمول آمد کا ذکر ہے، اس کی روایت یوں شروع ہوئی ہے:

((حَدَّثَنِي عَقِيلٌ، قَالَ ابْنُ شِهَابٍ فَأَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ اَنَّ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ لَمْ اَعْقِلْ اَبَوَيَّ اِلَّا وَهُمَا يَدِينَانِ الدِّيْنَ وَلَمْ يَمُرَّ عَلَيْنَا يَوْمٌ اِلَّا يَأْتِيْنَا فِيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم طَرَفَيِ النَّهَارِ بُكْرَةً وَّعَشِيًّا فَبَيْنَا نَحْنُ جُلُوْسٌ فِيْ بَيْتِ اَبِيْ بَكْرٍ فِيْ نَحْرِ الظَّهِيْرَةِ حَتّٰى قَالَ قَائِلٌ هٰذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ فِيْ سَاعَةٍ لَّمْ يَكُنْ يَأْتِيْنَا فِيْهِ فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ مَا جَاءَ بِهٖ فِيْ هٰذِهِ السَّاعَةِ اِلَّا اَمْرٌ قَالَ اِنِّيْ اُذِنَ لِيْ فِي الْخُرُوْجِ)) [1]

''مجھ سے عقیل نے کہا، ابن شہاب زہری نے کہا، مجھ سے عروہ بن زبیر رحمہ اللہ نے بیان کیا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: میں نے اپنے والدین کو نہیں پہچانا لیکن یہ کہ وہ دونوں دین اسلام کی پیروی کر رہے تھے، اور کوئی دن ہم پر ایسا نہیں گزرا کہ اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح اور شام دن کے دونوں کناروں میں نہ آتے ہوں۔ تو ہم ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کے گھر میں

[1] صحیح بخاری، کتاب الادب، باب هل یزور صاحبه کل یوم، حدیث: ۶۰۷۹۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ٹھیک دوپہر کو بیٹھے تھے کہ ایک کہنے والے نے کہا کہ یہ رسول اللہ ﷺ آ رہے ہیں اس گھڑی میں جس میں وہ نہیں آتے تھے۔ تو ابوبکر (رضی اللہ عنہ) نے کہا: اس وقت آپ کو نہیں لائی ہوگی لیکن کوئی ضرورت۔ آپ ﷺ نے کہا کہ مجھے ہجرت کی اجازت دی گئی۔''

دیکھیے اس میں پہلے والدین کی شناخت سے ان کا اسلام، پھر روزانہ صبح وشام کی آمد ورفت، پھر ہجرت مدینہ کے دن خلاف معمول دوپہر کو آنا بیان کیا ہے، مگر حبشہ کی ہجرت کے ارادے کا ذکر نہیں ہے۔ لیکن شروع روایت پر نظر کیجیے کہ وہاں ابن شہاب زہری اخبرنی عروۃ ''مجھ سے عروہ نے یہ بیان کیا'' نہیں ہے بلکہ فاخبرنی عروۃ تو، یا، پس، یا اس کے بعد مجھ سے عروہ نے مجھ سے یہ بیان کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ارادۂ ہجرت حبشہ کا ٹکڑا، والدین کی شناخت سے ان کے مسلمان ہونے اور رسول اللہ ﷺ کی روزانہ آمد کے ذکر سے پہلے تھا، جو اس باب میں بے تعلق ہونے کی وجہ سے چھوڑ دیا گیا۔ اور کتاب الہجرۃ میں بھی جہاں پہلے والدین کی شناخت، پھر روزانہ آمد و رفت، پھر سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ہجرت حبشہ، پھر ہجرت مدینہ کا ذکر ہے، روایت کے شروع میں ایسا ہی کیا ہے، یعنی اخبرنی ''مجھے خبر دی'' نہیں، بلکہ فاخبرنی ہی کہا ہے، جس سے یہ بتانا مقصود ہے کہ اس سے اوپر کچھ بات تھی جس ترتیب کی رعایت نہیں کی گئی ہے۔ فافہم۔

تسلیم کر کے جواب

لیکن چونکہ میرا یہ جواب صرف اشارات اور بخاری کے اجزائے حدیث کی ترتیب اور بعض قرائن پر مبنی ہے، جس کا تسلیم کرنا صرف حدیث کے ذوق پر مبنی ہے، اس لیے میں فریق کو اس کے تسلیم کرنے پر مجبور نہیں کر سکتا، بلکہ میں ہی تسلیم کر لیتا ہوں کہ واقعات کی ترتیب وہی ہے جو کتاب الہجرۃ میں ہے۔ یعنی پہلے والدین کی شناخت سے ان کے مسلمان ہونے کا ذکر، پھر روزانہ آمد ورفت کا ذکر، پھر سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ہجرت کا بیان ہے۔ تو اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس حدیث کی رو سے یہ کیونکر ثابت ہوتا ہے کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے حبشہ کی جانب ہجرت کرنے کے ارادہ کا زمانہ ۵ نبوی ہے۔ اس حدیث میں تو کوئی لفظ ایسا نہیں ہے جس میں وقت اور زمانہ کی تعیین ہو۔ سب جانتے ہیں کہ ہجرت حبشہ کا واقعہ دو دفعہ پیش آیا۔ ایک ۵ نبوی میں جس کو ''ہجرت اولیٰ'' کہتے ہیں، دوسرے ۷ نبوی میں جس کو ''ہجرت ثانیہ'' کہتے ہیں، اور اسی وقت رسول اللہ ﷺ شعب ابی طالب میں چلے گئے ہیں۔ پھر ہم سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ہجرت حبشہ کے ارادہ کے لیے ۵ نبوی ماننے پر مجبور کیوں ہیں؟

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کیوں نہ ہم اس کے چند سال بعد مانیں۔ حدیث میں کوئی لفظ ایسا نہیں جس سے زمانہ کی تعیین پر استدلال کر سکیں۔

فریق کہہ سکتا ہے کہ اس میں ایک لفظ ایسا ہے، اور وہ ہے ((فَلَمَّا ابْتُلِيَ الْمُسْلِمُوْنَ)) ''جب مسلمانوں پر مصیبتیں آئیں یا مسلمان ستائے گئے'' تب سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ہجرت کا ارادہ کیا۔ لیکن یہ کون کہہ سکتا ہے کہ مسلمانوں کے ستائے جانے کا زمانہ صرف ۵ نبوی تھا۔ ستائے جانے کے زمانے اور مراتب مختلف رہے۔ غلام و بے کس اور بے مددگار لوگ شروع ہی سے جب سے اسلام کا اعلان کیا گیا، ستائے جانے لگے۔ ان سے، بڑے لوگوں کے ستائے جانے کی باری اس وقت آئی جب کفار مکہ کو مسلمانوں کی ہجرت حبشہ کرنے کا حال معلوم ہوا اور اپنی کوششوں میں ان کو ناکامی ہوئی، اور یہ ۷ نبوی میں ہوا، جب بیاسی مسلمانوں نے ہجرت کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی شعب ابی طالب میں چلے گئے، اور اس وقت سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ مکہ میں باوجود اپنی جاہ و مرتبہ کے تنہا سے معلوم ہونے لگے ہوں گے۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم کی جسمانی تکلیف کا واقعہ ۱۰ نبوی کے بعد ہوا، جب سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہو گیا، اور سختیاں سب سے زیادہ اس وقت ہونے لگیں جب کفار مکہ کو مدینہ میں اسلام کی اشاعت اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے اُدھر ہجرت کرنے کا آغاز ہوا، جو ۱۱ نبوی سے شروع ہو گیا تھا۔ اس لیے ''جب مسلمانوں پر سختیاں ہوئیں'' سے ۵ نبوی کی تخصیص کیونکر ہو گئی؟ مسلمانوں کے ستائے جانے کی مدت تو پوری تیرہ برس ہے، اور ان تمام برسوں میں سے ہر ایک برس ہے۔ چنانچہ قیام مکہ کے آخری سالوں میں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ستائے جانے کا ذکر اسی ہجرت مدینہ کے تعلق سے، انھی ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی زبانی، اسی بخاری میں مذکور ہے:

((قَالَتْ اِسْتَأْذَنَ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم اَبُوْبَكْرٍ فِي الْخُرُوْجِ حِيْنَ اشْتَدَّ عَلَيْهِ الْاَذٰى فَقَالَ لَهٗ اَقِمْ))[1]

''کہتی ہیں کہ ابوبکر (رضی اللہ عنہ) نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مکہ سے نکل جانے کی اجازت چاہی، جب ان کو سخت اذیت دی جانے لگی۔ تو آپؐ نے فرمایا ٹھہرو، مجھے بھی ہجرت کی اجازت اللہ سے ملنے والی ہے۔ (پھر ہجرت مدینہ کا ذکر ہے)۔''

---

[1] صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ الرجیع، حدیث: ۴۰۹۳۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

دیکھیے کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ۵ نبوی میں نہیں بلکہ ۱۳ نبوی میں سخت تکلیف دی جا رہی ہے۔
اس سے یہ معلوم ہوا کہ ((فَلَمَّا ابْتُلِيَ الْمُسْلِمُوْنَ)) ''جب مسلمانوں کو تکلیف دی گئی'' سے خواہ مخواہ ۵ نبوی مراد لینا ضروری نہیں، اور اس لیے اس لفظ سے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ارادۂ ہجرت حبشہ کی تاریخ ۵ نبوی معین کرنے پر دلیل نہیں حاصل کی جا سکتی۔

آگے بڑھ کر میں یہ بھی کہتا ہوں کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نہ ۵ نبوی والی ہجرت حبشہ اولیٰ میں شرکت کی، نہ ۷ نبوی والی ہجرتِ حبشہ ثانیہ میں ہجرت کی، کہ ان دونوں موقعوں پر جمعیتوں کے ساتھ سفر ہوا، اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ تنہا نکلے، یہ دونوں قافلے جدہ سے گئے اور آئے، اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ یمن کی طرف برک الغماد سے رخ کر رہے ہیں۔ چنانچہ علمائے سیر اور محدثین میں سے جو لوگ حدیث ہجرت، جس سے فریق کو مغالطہ ہو رہا ہے، اس کے جوڑ اور بند کو سمجھتے ہیں، انھوں نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اس ہجرت حبشہ کے ارادہ کا زمانہ ۵ نبوی میں نہیں، ۷ نبوی میں نہیں، بلکہ اس کے بعد متعین کیا ہے۔ چنانچہ ابن اسحاق نے اس کا ذکر ہجرت ثانیہ کے بعد، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شعب ابی طالب میں بھی جانے کے بعد، اور نقض صحیفہ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شعب ابی طالب سے ۹ یا ۱۰ نبوی میں نکلنے کے فوراً ہی متصل پہلے ذکر کیا ہے، اور یہ روایت کی:

((وَقَدْ كَانَ اَبُوْبَكْرِنِ الصِّدِّيْقِ كَمَا حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ مُسْلِمِ الزُّهْرِيُّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ حِيْنَ ضَاقَتْ عَلَيْهِ مَكَّةُ وَاَصَابَهُ فِيْهَا الْاَذٰى وَرَاٰى مِنْ تَظَاهُرِ قُرَيْشٍ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَاَصْحَابِهٖ مَا رَاٰى اِسْتَاذَنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم فِي الْهِجْرَةِ فَاَذِنَ لَهٗ فَخَرَجَ ...... الخ)) ①

''اور سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے، جیسا کہ مجھ سے بیان کیا محمد بن مسلم (یعنی ابن شہاب زہری) نے عروہ سے، اور عروہ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے، کہ جب سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ پر مکہ کی زمین تنگ ہوگئی اور ان کو تکلیف ہوئی، اور دیکھا کہ قریش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو تکلیف دینے پر سب مل کر ایک ہوگئے ہیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہجرت کی اجازت چاہی، تو آپ نے اجازت دی تو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نکلے۔''

دیکھیے، یہ وہی روایت ہے، وہی سند ہے، وہی تمام رواۃ ہیں، جنھوں نے بخاری کی کتاب الہجرۃ کی وہ ملی جلی روایت بیان کی ہے، جس سے فریق کو مغالطہ ہوا۔ ابن اسحاق نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

① سیرة ابن هشام (ص: ۱۷۲)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کی روزانہ صبح وشام کی آمد ورفت کے ٹکڑے کو صحیح طور سے ہجرت مدینہ کے ساتھ رکھا، اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ہجرت حبشہ کے ارادہ کے وقت اس کو نہیں رکھا، کہ اس سے اس کا کوئی تعلق نہ تھا۔ یہ خوشی ہے کہ ہمارے فریق نے نہایت رواداری کے ساتھ بالاعلان کہہ دیا ہے کہ بخاری اور غیر بخاری میں کوئی فرق نہیں۔ اس لیے ابن اسحاق کے مقابلہ میں بخاری کے نام سے ظاہر ہے کہ وہ مرعوب نہ ہوگا۔ حالانکہ بخاری کتاب الادب میں بھی وہی ترتیب ہے جو ابن اسحاق میں ہے، اور تکلیف وایذا کا زمانہ بھی ۵ نبوی نہیں رکھا بلکہ بعد۔

محدثین میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کا جو پایہ ہے، خصوصاً صحیح بخاری کے رموز واشارات کے سمجھنے میں جو ان کو کمال ہے، اس کی بنا پر ان کو شہادت میں پیش کرنا ضروری ہے۔ آیئے دیکھیں کہ وہ ((فَلَمَّا ابْتُلِیَ الْمُسْلِمُوْنَ)) ''جب مسلمانوں کو تکلیف دی گئی'' سے کون سا زمانہ مراد لیتے ہیں:

((فَلَمَّا ابْتُلِیَ الْمُسْلِمُوْنَ اَیْ بِاَذَی الْمُشْرِکِیْنَ لَمَّا حَصَرُوْا بَنِیْ هَاشِمٍ وَالْمُطَّلِبِ فِیْ شِعْبِ اَبِیْ طَالِبٍ وَاَذِنَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم لِاَصْحَابِهٖ فِی الْهِجْرَةِ اِلَی الْحَبَشَةِ کَمَا تَقَدَّمَ بَیَانُهٗ خَرَجَ اَبُوْبَکْرٍ مُهَاجِرًا اِلٰی اَرْضِ الْحَبَشَةِ اَیْ لِیَلْحَقَ بِمَنْ سَبَقَ اِلَیْهَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ)) [1]

''جب مسلمانوں کو تکلیف دی گئی، یعنی مشرکوں کا ستانا، جب انھوں نے بنو ہاشم اور بنو مطلب کو شعب ابی طالب میں محصور کر دیا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رفیقوں کو ہجرت حبشہ کی اجازت دی، جیسا اوپر بیان گزرا، تو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سرزمین حبشہ کی طرف ہجرت کے لیے نکلے، یعنی تاکہ جو مسلمان حبشہ پہلے جا چکے ہیں، ان کے ساتھ مل جائیں۔''

اس تفصیل سے معلوم ہوگا کہ جو لوگ حدیث کے اجزا کو اچھی طرح سمجھتے ہیں، انھوں نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ہجرت حبشہ کے ارادہ کا وقت مسلمانوں کی عام ہجرت حبشہ کے بعد اور شعب ابی طالب کی محصوری کے بعد کا زمانہ بتایا، یعنی ۷ نبوی کے بعد۔ ممکن ہے ۸ نبوی ہو یا ۹ نبوی ہو (نقض صحیفہ سے پہلے)۔ اس وقت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر اگر ۴ نبوی کی ولادت کا حساب ہو جو ابن سعد وغیرہ نے لگایا ہے، تو ۸ نبوی میں بھی ان کی عمر کا پانچواں سال ہوگا، اور میری تحقیق کی بنا پر، کہ ۵ نبوی

[1] فتح الباری (۷/ ۱۸۰) وفی نسخة (۵/ ۱۰۳)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کی ولادت مانتا ہوں، ان کی عمر کا چوتھا سال ہوگا، اور باوجود اس کے کہ والدین کی شناخت اسلام اور رسول اللہ ﷺ کی روزانہ صبح وشام کی آمد کا میرے نزدیک اس ہجرت حبشہ کے ارادہ سے قطعاً تعلق نہیں، تاہم میں کہتا ہوں کہ ایک مستثنیٰ حافظہ اور ہوش وگوش والی لڑکی کے لیے چوتھا سال اس بات کے لیے کافی ہے کہ وہ اپنے والدین کو نماز پڑھتے دیکھے یا قرآن پڑھتے سنے، تو ان کاموں کو یاد رکھے، اور زیادہ تمیز آنے پر یہ سمجھے کہ یہ مسلمانوں کے کام کرتے تھے۔ هٰذَا هُوَ الْمُرَادُ۔

دوسرا عام طریقہ

دوسرا عام طریقہ، جس کا میں نے اوپر حوالہ دیا تھا، وہ یہ ہے کہ پوری حدیث ایک مسلسل واقعہ ہے، اور اسی ترتیب سے ہے، جیسی بخاری کتاب الہجرۃ میں ہے۔ جن محدثین اور ارباب سیر کی نظر احادیث کے ان اجزا پر نہیں پڑی اور انھوں نے اس حدیث کو مسلسل ومرتب واقعہ مانا ہے، انھوں نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اس ہجرت کے ارادہ کا زمانہ ۵ نبوی نہیں، جیسا کہ فریق مجیب نے کہا ہے، بلکہ ۱۳ نبوی قرار دیا ہے، اور جو بھی اس پر سرسری نظر ڈالے گا وہ یہی سمجھے گا، اور اس کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ میں ناظرین کے سامنے اس متنازع فیہ حدیث کا لفظی ترجمہ کر دوں، اور اہم امور کو روایت کے اصل الفاظ میں ادا کروں، اور وہ یہ ہیں:

''ابن شہاب زہری نے کہا کہ مجھے عروہ بن زبیر رحمہ اللہ نے خبر دی کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے مجھ سے بیان کیا کہ میں نے اپنے ماں باپ کو نہیں پہچانا، لیکن ان کو دین کی پیروی کرتے ہوئے، اور ہم پر کوئی دن نہیں گزرا لیکن یہ کہ رسول اللہ ﷺ اس میں دن کے دونوں کناروں میں صبح وشام ہمارے ہاں آتے تھے۔ تو جب مسلمانوں کو تکلیف دی گئی تو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ ہجرت کر کے حبشہ کی طرف چلے، یہاں تک کہ جب برک الغماد پہنچے تو ان کو ابن دغنہ ملا جو قارہ کا سردار تھا۔ اس نے پوچھا کہ ابوبکر! کدھر کا ارادہ ہے؟ تو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مجھ کو میری قوم نے نکال دیا، تو چاہتا ہوں کہ زمین میں چل پھر کر اپنے رب کو پوجوں۔ ابن دغنہ نے کہا کہ آپ جیسا آدمی نہیں نکل سکتا، یا نہیں نکالا جا سکتا۔ آپ غریب کی مدد کرتے ہیں، رشتہ داروں کا حق ادا کرتے ہیں، قرض دیتے ہیں، مہمانی کرتے ہیں، لوگوں کی مصیبتوں میں کام آتے ہیں، آپ جیسا آدمی نہیں نکل سکتا، یا نہیں نکالا جا سکتا۔ تو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ لوٹے اور ابن دغنہ آپ کے ساتھ چلا۔ پھر قریش کے اشراف میں شام کو گھوما، پھر ان سے کہا کہ ابوبکر جیسے آدمی نہیں نکالے جاسکتے۔ کیا ایسے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

شخص کو نکالتے ہو جو غریب کی مدد کرتا ہے؟ (صفات مذکورہ گنائے)، تو قریش نے ابن دغنہ کی پناہ کو نہیں جھٹلایا اور انھوں نے کہا کہ ابوبکر (رضی اللہ عنہ) سے کہو کہ اپنے رب کو اپنے گھر میں پوجیں اور اسی میں نماز پڑھیں اور جو چاہیں پڑھیں، ہم کو اس سے آزار نہ پہنچائیں اور نہ اس نماز و قراءت کا اعلان کریں، کیوں کہ ہم کو اپنی عورتوں اور لڑکوں کا ڈر ہے کہ وہ نہ کہیں بہک جائیں (یعنی اسلام کے اثر میں نہ آجائیں)۔ تو ابن دغنہ نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا، تو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اس پر ٹھہرے فَلَبِثَ أَبُوبَكْرٍ بِذَالِكَ ، اپنے رب کو اپنے گھر میں پوجتے رہے، اور اپنی نماز کو اعلان کے ساتھ نہیں پڑھتے تھے اور اپنے گھر کے سوا کہیں قرآن نہیں پڑھتے تھے۔ پھر سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی رائے بدل گئی تو اپنے گھر کے صحن میں مسجد بنالی اور اس میں نماز اور قرآن پڑھنے لگے، تو مشرکین کی عورتیں اور بچے ان پر ٹوٹنے لگے، اور وہ تعجب کرتے تھے اور ان کو دیکھتے تھے، اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ قرآن پڑھتے تو روتے تھے، اور ان کو اپنی آنکھوں پر قابو نہ رہتا۔ اس امر نے قریش کے سرداروں کو گھبرا دیا، تو انھوں نے ابن دغنہ کو کہلا بھیجا۔ وہ آیا تو انھوں نے کہا کہ ہم نے ابوبکر کو تمھاری پناہ دینے سے اس شرط پر پناہ دی تھی کہ وہ اپنے گھر میں اپنے رب کی عبادت کیا کریں۔ اب انھوں نے اس سے تجاوز کیا، اب انھوں نے اپنے گھر کے صحن میں ایک مسجد بنالی ہے، نماز اور قرآن زور سے اس میں پڑھتے ہیں، اور ہم کو اپنی عورتوں اور لڑکوں کے فتنہ میں پڑنے کا ڈر ہے۔ تو ان کو روک دو۔ اگر اس بات پر رک جائیں کہ اپنے گھر میں اپنے رب کی عبادت کریں تو وہ کریں، اور اگر انکار کریں تو ان سے کہو کہ تمھاری ذمہ داری واپس کر دیں۔ کیونکہ ہم کو تمھاری ذمہ داری کو توڑنا پسند نہیں، اور ہم بھی ابوبکرؓ کو اعلان کے ساتھ نماز اور قرآن پڑھنے نہیں دے سکتے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ ابن دغنہ، سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا کہ تم کو معلوم ہے کہ کس شرط پر میں نے تم سے معاہدہ کیا تھا؟ تو یا تو باز آجاؤ، یا میری ذمہ داری واپس کر دو۔ کیونکہ میں پسند نہیں کرتا کہ عرب سنیں کہ میں نے کسی سے معاہدہ کیا اور وہ توڑا گیا۔ تو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں تمھاری پناہ واپس کرتا ہوں، اور اللہ کی پناہ مجھ کو کافی ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان دنوں مکہ ہی میں تھے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں سے فرمایا کہ مجھے خواب میں تمھاری ہجرت کا مقام چھواروں والی دو پہاڑیوں کے بیچ کی زمین دکھائی گئی ہے۔ تو جس نے مدینہ کی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

طرف ہجرت کی، اور عموماً صحابہ رضی اللہ عنہم جنھوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی، مدینہ کی طرف واپس آئے، اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بھی مدینہ کی طرف ہجرت کی تیاری کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابھی ٹھہرو، کہ مجھے بھی امید ہے کہ اجازت دی جائے، تو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت کے لیے روکے رکھا اور دو اونٹنیوں کو خبط کے پتے چار مہینے تک کھلائے۔ ابن شہاب رحمہ اللہ نے کہا کہ عروہ رحمہ اللہ نے کہا کہ ان سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: تو ہم ایک دن سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے کمرہ میں ٹھیک دوپہر کو بیٹھے تھے کہ کسی کہنے والے نے کہا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آرہے ہیں، منہ پر چادر ڈالے، اس گھڑی میں جس میں آپ نہیں آیا کرتے تھے، تو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: ''میرے ماں باپ قربان، اللہ کی قسم! آپ کو اس گھڑی نہیں لایا لیکن کوئی اہم کام'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو تمھارے پاس اس وقت ہو، اس کو علیحدہ کر دو۔'' عرض کی: ''میرا باپ قربان! آپ کی بیوی ہے'' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کی اجازت کا حال سنایا۔ سیدہ عائشہ اور اسماء رضی اللہ عنہما نے مل کر سامان درست کیا۔''[1]

میں نے عام ناظرین کے سامنے روایت کے پورے الفاظ رکھ دیے۔ جو اہل نظر ہیں، انھوں نے اس حدیث کے مختلف ٹکڑوں کو پہچان لیا ہوگا کہ اپنے والدین کی شناخت سے ان کو اسلامی کام کرتے ہوئے دیکھنا، ایک ٹکڑا ہے، روزانہ صبح و شام آمد کا تعلق ہجرت کے دن دوپہر کے آنے سے ہے، بیچ میں ہجرت مدینہ کا بیان شروع ہوتا ہے۔ مگر بہرحال مجھ کو تو یہاں ایک سرسری حیثیت سے اس حدیث پر گفتگو کرنی ہے۔

ایک حد تو متفقاً متعین ہے کہ مدینہ کی ہجرت کا واقعہ ۱۴ نبوی یعنی قیام مکہ کے آخری سال کا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ اس حدیث کے تمام ٹکڑے وقوع اور پیش آنے میں مسلسل اور ملے ہوئے بلافصل ہیں، یا ان میں جوڑ، فصل اور عدم تسلسل ہے؟ اگر جوڑ اور فصل ہے، تو لازم آتا ہے کہ یہ مانیں کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی شناخت والدین کا واقعہ الگ ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روزانہ آمد و رفت کا واقعہ الگ ہے، ہجرت حبشہ کے ارادے کا واقعہ الگ، اور سب سے آخر ہجرت مدینہ کا واقعہ الگ ہے۔ تو اس صورت میں فریق کا یہ قیاس و استنباط کہ وہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ہجرت حبشہ کے ارادے کے وقت ہوش و تمیز کی حالت میں تھیں، بالکل بے بنیاد ہے۔ اور اگر یہ مانا جاتا ہے کہ یہ واقعات

---

[1] صحیح بخاری، کتاب مناقب الانصار، باب هجرة النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابه الی المدینة، حدیث: ۳۹۰۵۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اپنے وقوع میں مسلسل اور بلافصل پیش آئے ہیں، تو ظاہراً صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ تمام واقعات ہجرت مدینہ کے واقعہ کے قرب میں پیش آئے ہیں۔ واقعات کا تسلسل جو روایت میں مذکور ہے، وہ ادھر ہی لیے جاتا ہے۔

فریق یہ کرتا ہے کہ پہلا اور دوسرا ٹکڑا، یعنی والدین کی شناخت اور ہجرت حبشہ کے ارادہ کو تو شروع میں اٹھا کر لے جاتا ہے، یعنی ۵ نبوی میں، اور آخری یعنی مدینہ کی ہجرت کے واقعہ کے زمانہ کو چونکہ بڑھا گھٹا نہیں سکتا، اس لیے اس کو ۱۴ نبوی میں قائم رکھتا ہے، اور دونوں کے بیچ میں آٹھ نو برس کا فصل قرار دیتا ہے، جو کسی طرح روایت الفاظ سے ثابت نہیں ہوسکتا، اور اتنے بڑے فصل کی گنجائش اس کو مسلسل و مربوط واقعہ مان کر نہیں نکالی جا سکتی۔ عبارت کا حرف حرف ناظرین کے سامنے ہے، پڑھ لیں۔ فَلَبِثَ ''پس ٹھہرے ابوبکر'' سے کوئی نہیں کہہ سکتا کہ آٹھ نو برس کے توقف کا زمانہ مراد ہے، کہ اتنے عرصہ تک انھوں نے چپ چاپ گھر میں نماز پڑھی، پھر اعلان کیا۔ یا یہ کہ اعلان تو جلدی کیا ہو مگر قریش آٹھ نو برس تک صبر کرتے رہے۔ دو میں کوئی بات صاف نہیں ثابت ہوسکتی۔ پھر اس میں نماز اور تلاوت کا ذکر ہے۔ ۵ نبوی میں جبکہ تین برس کی فترت کے بعد قرآن کے نزول کو دوسرا ہی سال تھا، اتنا قرآن نہیں ہوسکتا جو تلاوت اور قراءت میں آئے، اور نہ اس وقت با قاعدہ نماز شروع ہوئی تھی (با قاعدہ پانچ وقت کی نماز معراج میں فرض ہوئی تھی)۔ ان قرینوں سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ یہ ۵ نبوی کا واقعہ نہیں ہوسکتا، بلکہ آخری سالوں کا ہے۔ چنانچہ محدثین اور علمائے سیر میں سے جن لوگوں نے اس حدیث کے ظاہری ربط و تسلسل کا خیال کیا ہے، انھوں نے ۱۳ نبوی کا واقعہ قرار دیا ہے۔ سیرت حلبی میں علامہ برہان الدین حلبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

((وَفِي السَّنَةِ الثَّالِثَةِ عَشَرَ مِنَ النُّبُوَّةِ كَانَتْ بَيْعَةُ الْعَقَبَةِ الثَّانِيَةِ وَفِي هٰذِهِ السَّنَةِ اَرَادَ اَبُوْبَكْرٍ اَنْ يُّهَاجِرَ لِلْحَبْشَةِ فَلَمَّا بَلَغَ بَرْكَ الْغِمَادِ)) (جلد ۲، ص ۴۰۶ مصر)

''اور ۱۳ نبوی میں عقبہ ثانیہ کی بیعت ہوئی، اور اسی سال سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حبشہ کی طرف ہجرت کا ارادہ کیا، تو جب برک الغماد پہنچے۔''

''تاریخ خمیس فی احوال انفس نفیس'' میں علامہ حسین بن احمد دیار بکری ۱۳ نبوی کے ذیل میں لکھتے ہیں:

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

((وَفِیْ هٰذِهِ السَّنَةِ هَاجَرَ اَبُوْبَكْرٍ اِلَى الْحَبَشَةِ رُوِیَ لَمَّا ابْتُلِیَ الْمُسْلِمُوْنَ)) (جلد اول، ص ۳۱۹)

''اور اسی سال سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ روایت ہے کہ جب مسلمانوں کو تکلیف دی گئی۔ (روایت بلفظہٖ گزر چکی ہے)''

اب ظاہر ہے کہ اس وقت یعنی ۱۳ نبوی میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر آٹھ برس کی ہوگی، اور اس وقت جب سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حبشہ کی طرف ہجرت کا ارادہ کیا تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پوری عقل و تمیز کے سن میں تھیں۔

ہم نے پوری تحقیقات منظر عام پر لاکر رکھ دی ہے اور ہر ممکن پہلو سے اور ہر نقطۂ نظر سے بحث کر دی ہے، جس سے بحمد اللہ، کہ ہر طرح سے مجیب کے شبہ کا رد ہوگیا، اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر جمہور علما و مورخین و محدثین اسلام کے مطابق ماننے اور تسلیم کرنے میں فریق کو کم از کم اس حدیث کا خدشہ باقی نہ رہے گا۔ اب دوسرا شبہ لیجیے:

سورۂ نجم اور سورۂ قمر کے نزول سے استدلال

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ:

((لَقَدْ اُنْزِلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ ﷺ وَاِنِّیْ لَجَارِيَةٌ اَلْعَبُ ﴿بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ اَدْهٰى وَ اَمَرُّ﴾)) [1]

''بلاشک مکہ میں محمد ﷺ پر یہ اترا، جب میں بچی تھی اور کھیلتی تھی: ﴿بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ اَدْهٰى وَ اَمَرُّ﴾ (القمر: ۵۴/ ۴۶)

فریق اس حدیث کو پیش کر کے استدلال کرتا ہے کہ یہ آیت سورۂ قمر کی ہے اور سورۂ قمر کا نزول ابتدائی مکی زمانہ کا ہے، کیونکہ اس میں معجزۂ شق القمر کا ذکر ہے، اور ظاہر ہے کہ یہ معجزہ ابتدائی زمانہ کا ہے، کیونکہ بعد میں کفار کی مخالفت رسول اللہ ﷺ سے اس قدر سخت ہوگئی تھی کہ انھوں نے آپ کو شعب ابی طالب میں محصور کر دیا تھا، اور یہ ۷ نبوی کا واقعہ ہے (یعنی محصور کرنا)

پھر فرماتے ہیں:

''اور دوسرے سورۂ نجم اور سورۂ قمر کا باہم بہت تعلق ہے، جیسا کہ مفسرین نے تسلیم کیا

---

[1] صحیح بخاری، کتاب التفسیر۔ سورة اقتربت الساعة، حدیث: ۴۸۷۶۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہے، اس لیے ان (قمر و نجم کا) نزول بھی ایک ہی زمانہ کا ہونا چاہیے۔ اور سورۂ نجم کا ۵ نبوی میں نازل ہونا یقینی امر ہے، پس اسی وقت کے قریب سورۂ قمر بھی نازل ہوئی۔ پس ۵ نبوی یا ۶ نبوی کا ان آیات کا نزول ہے، اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں اس وقت لڑکی تھی اور کھیلا کرتی تھی، پھر ان آیات کو سن کر سمجھ کر یاد بھی کرتی تھی۔ اس سے اتنا ضرور معلوم ہوتا ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر ۱۰ نبوی میں بوقت نکاح، چھ یا سات سال ہونا قرین قیاس نہیں۔''

ہمارے مخدوم نے اوپر کے مقدمات میں یقینیات کا جو سلسلہ جوڑا ہے، ان میں سے ہر ایک بے بنیاد ہے۔ اوپر دو دلیلیں قائم کی گئی ہیں، جن کی الگ الگ منطقی ترتیب یہ ہے:

اول: یہ آیت سورۂ قمر میں ہے، سورۂ قمر سورۂ نجم کے مناسب ہے، سورۂ نجم قطعاً ۵ نبوی میں اتری، اس لیے سورۂ قمر بھی ۵ نبوی میں اتری، اور اس میں یہ آیت ہے جس کا سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا یاد رکھنا فرماتی ہیں، اس لیے وہ ۵ نبوی میں اتنی بڑی تھیں کہ اس کو یاد رکھ سکتیں، اس لیے اگر پانچ چھ برس بھی اس وقت عمر مانی جائے تو ۱۰ نبوی میں بوقت نکاح وہ دس گیارہ برس کی ہوں گی۔

اس مرتب دلیل میں کتنے بے بنیاد مقدمات ہیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا تو صرف ایک آیت کا نزول اور اس کا یاد رکھنا فرماتی ہیں، اور فریق پوری سورۂ قمر کا احاطہ کر لیتا ہے۔ حالانکہ سب کو معلوم ہے کہ قرآن پاک میں کبھی ایک آیت، کبھی چند آیتیں، کبھی پوری سورت اتری، کبھی ایک ایک سورہ چند سالوں میں متفرق طور پر نازل ہو کر پوری ہوتی تھی، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ اس آیت کو فلاں مقام پر رکھو۔ اس لیے جب تک یہ ثابت نہ ہو کہ یہ آیت مذکورہ تنہا نہیں بلکہ پوری سورۂ قمر ایک ساتھ اتری، اس وقت تک دلیل تمام نہیں ہو سکتی۔ اور پوری سورہ ایک ساتھ اترتی تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سورۂ قمر کا حوالہ دینے کے بجائے، اخیر کی ایک تنہا آیت کا حوالہ کیوں دیتیں؟

سب کو معلوم ہے کہ سورۂ مائدہ کی آیت ﴿اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ﴾ (المائدۃ:۵/ ۳) ۱۰ھ میں حجۃ الوداع میں اتری، اور سورۂ مائدہ کی بہت سی آیتیں اس سے برسوں پہلے ۵ھ میں اتریں، جیسے تیمّم کا حکم وغیرہ۔ جانوروں کی حلت و حرمت کے احکام جو اس میں ہیں، وہ غالباً اس کے دو برس بعد خیبر کے زمانہ کے ہیں۔ سورۂ بقرہ کی آخری آیتیں معراج میں مکہ میں عنایت ہوئیں، مگر باقی سورۂ بقرہ مدینہ میں پوری ہوئی۔ اسی طرح یہ سب جانتے ہیں کہ ﴿اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ﴾ کی چند ابتدائی آیتیں، اولین وحی ہیں، مگر آخر سورہ میں نماز سے روکنے کا واقعہ بہت بعد کا ہے۔ وہ آیت جس کو سورۂ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

نجم کے قصہ کے تعلق سے ان باطل روایتوں میں نقل کیا گیا: ﴿ اِذَا تَمَنّٰۤى اَلْقَى الشَّيْطٰنُ فِیْۤ اُمْنِيَّتِهٖ ﴾ (حج: ۲۲/ ۵۲) سورۂ حج میں ہے، اس لیے اس کا نزول ۵ نبوی میں ہوگا، لیکن قتال کی اجازت کی پہلی آیت ﴿ اُذِنَ لِلَّذِيْنَ ﴾ بھی اس میں ہے، جو ہجرت کے بعد بدر سے پہلے نازل ہوئی۔ پھر اس میں حج ابراہیمی کا ذکر ہے، وہ اس کے بھی بعد کا واقعہ ہوگا۔ اور اکثر آیتیں اس کی مدنی ہیں۔ خود قمر اور نجم کی بعض آیتیں مدنی کہی جاتی ہیں۔ (دیکھئے روح المعانی) اسی طرح اور بھی بہت سی آیتوں کا حال تصریحی اور یقینی طور سے معلوم ہے۔ اس لیے ایک آیت سے پوری سورت کا قیاس کرنا کسی طرح صحیح نہیں۔

نیز یہ بھی ضروری نہیں کہ دو متناسب سورتیں ایک ہی ساتھ یا ایک ہی زمانہ میں نازل ہوں۔ سورۂ نساء اور سورۂ طلاق بہت متناسب ہیں، مگر ان کے نزول میں برسوں کا فرق ہے۔ اور سورتوں کا بھی یہی حال ہے۔ سورۂ انفال اور براءت میں اتنا اتصال اور مناسبت ہے کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے بیچ میں فصل کی بسم اللہ بھی نہیں لکھی، مگر ہر شخص دیکھ سکتا ہے کہ انفال کا زیادہ تر تعلق غزوۂ بدر سے ہے، جو ۲ھ کا واقعہ ہے، اور سورۂ براءت کا فتح مکہ کے بعد سے، جو ۹ھ کا واقعہ ہے۔

سورۂ نجم کے نزول کی قطعی تاریخ ۵ نبوی بتانا بھی صحیح نہیں۔ آپ یہ زمانہ اس لیے قطعی سمجھتے ہیں کہ یہی وہ سورہ ہے جس کو رمضان ۵ نبوی میں تلاوت کرتے وقت آپ نے یا شیطان نے، نعوذ باللہ، بتوں کی تعریف "تِلْكَ الْغَرَانِيْق" ملا دی تھی اور سب نے مع مسلمانوں اور مشرکوں کے سجدہ کرلیا تھا، اور یہ سن کر مہاجرین حبش جنھوں نے رجب ۵ نبوی میں ہجرت کی تھی، شوال ۵ نبوی میں حبشہ سے واپس چلے آئے، اس لیے یہ سورہ ۵ نبوی میں اتری۔ لیکن تمام ناقدین حدیث جانتے ہیں کہ یہ واقعہ تمام تر لغو ہے۔ سورۂ نجم کی تلاوت اور تمام کفار کے سجدہ کرنے کا ذکر بلا وقت کی تعیین کے، اور بغیر اس کے کہ اس میں تلك الغرانيق والا ٹکڑا ہو، اور بغیر اس کے کہ یہ واقعہ مہاجرین حبش کی واپسی کا غلط سبب بنے، احادیث صحیحہ میں مذکور ہے،[1] مگر اس سے آپ کے استدلال کا کوئی تعلق نہیں۔ تعلق اسی وقت ہوگا کہ جب اس لغو حصہ کی شمولیت ہو، اور یہ صحیح نہیں۔ بلکہ اگر چند آیتوں سے پوری پوری سورہ پر حکم لگایا جاسکتا ہے، تو میں کہتا ہوں کہ سورۂ نجم کا ۵ نبوی میں نازل ہونا اور رسول اللہ ﷺ کا پوری سورہ کی اس وقت قراءت کرنا ناممکن ہے، کیوں کہ اس سورہ کی ابتدا میں

---

[1] صحیح بخاری، کتاب سجود القرآن، باب سجود المسلمین مع المشرکین، حدیث ۱۰۷۰، ۱۰۷۱۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

معراج کے روحانی مناظر و مشاہد کا ذکر ہے، اور معراج کی تاریخیں ۱۱ نبوی یا ۱۲ نبوی ہیں۔ اس لیے کیونکر ممکن ہے کہ ۵ نبوی میں یہ سورہ پوری اتری ہو اور تلاوت کی گئی ہو؟

دوم: اور دوسری دلیل ملاحظہ طلب ہے، اور وہ یہ ہے کہ:

''یہ آیت سورۂ قمر کی ہے اور سورۂ قمر میں شق القمر کے معجزہ کا ذکر ہے، اور ظاہر ہے کہ یہ معجزہ ابتدائی زمانہ کا ہے۔ کیونکہ بعد میں کفار کی مخالفت رسول اللہ ﷺ سے اس قدر سخت ہو گئی کہ انھوں نے آپ کو شعب ابی طالب میں محصور کر دیا۔ اور یہ واقعہ (یعنی شعب ابی طالب میں محصور ہونا) ۷ نبوی کا واقعہ ہے۔''

اول تو اس قیاس و استنباط پر بھی وہی اعتراض ہے کہ ایک آیت سے پوری سورہ کا قیاس کرنا اور پوری سورہ کے نزول کو متعین کرنا مشتبہ اور مشکوک اور غیر یقینی ہے۔ پھر معجزۂ شق القمر کے وقوع کے زمانہ کو اس لیے ابتدائی بتانا کہ ۷ نبوی سے تو آپ ﷺ شعب ابی طالب میں چلے گئے (محصور صحیح نہیں، کہ آنا جانا، نکلنا، بند نہیں تھا، تعلقات اور خرید و فروخت کی بندش تھی)، کیا آپ ﷺ شعب ابی طالب میں یا اس سے نکلنے کے بعد ۹ نبوی سے لے کر ۱۴ نبوی تک اس معجزہ کو نہیں دکھا سکتے تھے؟ یہ کیا لزوم ہے کہ اگر آپ ﷺ یہ معجزہ دکھا سکتے تو ۵ نبوی یا ۶ نبوی ہی تک دکھا سکتے تھے۔ کوئی اور دلیل اس کی ہو تو ہو، مگر یہ تو کوئی دلیل نہیں ہے۔

علاوہ ازیں ایک دو نہیں، بکثرت محدثین اور علمائے سیر نے شق القمر کے معجزہ کی تاریخ ۵ قبل ہجرت متعین کی ہے، یعنی ۱۰ نبوی (دیکھو فتح الباری جلد ۶ صفحہ ۲۶۴، قسطلانی جلد ۷ صفحہ ۴۰۷، سیرت حلبی جلد ۳ صفحہ ۴۰۵، زرقانی بر مواہب جلد ۵ صفحہ ۱۲۴، تاریخ خمیس دیار بکری جلد اول صفحہ ۲۹۸)۔ شاید غالباً ہمارے مجیب کو ۵ نبوی اور ۵ قبل ہجرت کے الفاظ میں تسامح اور تشابہ ہو گیا، حالانکہ ان دونوں میں چھ برس کے قریب کا فرق ہے۔ ان تصریحات کی بنا پر سورۂ قمر کا نزول کم از کم ۱۰ نبوی کا واقعہ ہونا چاہیے، جب سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر کا پانچواں سال ختم یا چھٹا سال شروع ہو گا۔ اس لیے اس عمر میں کھیل کے وقت ایک، اور صرف ایک آیت کا کان میں پڑ کر یاد رہ جانا کوئی بڑی بات نہیں ہے، اور خصوصاً ایک تیز اور ذہین اور قوی الحافظہ لڑکی کے لیے۔ اس لیے اس دلیل سے بھی اس سورہ کے، بلکہ صحیح یوں کہنا چاہیے کہ اس ایک آیت کے نزول کا وقت ۵ نبوی یا ۶ نبوی ٹھہرانا بے ثبوت ہے۔

عرب میں نکاحِ صغیر کا رواج

مولوی صاحب کا آخری استدلال یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے نکاح سے پہلے سیدہ عائشہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

رضی اللہ عنہا جبیر بن مطعم (رضی اللہ عنہ) سے منسوب تھیں اور

''عرب میں چار پانچ سال کی لڑکیوں کی نسبت یا نکاح کا رواج نہ تھا، اور اس وقت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی نسبت کا پہلے ہو چکنا بتاتا ہے کہ ان کی عمر اس وقت ایسی تھی کہ جب لڑکیوں کی نسبت یا نکاح کا عام طور پر خیال ہوتا ہے۔ یہ بھی ایک شہادت اس امر پر ہے کہ بوقت نکاح، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر چھ سال سے زیادہ تھی۔''

عرض یہ ہے کہ عرب میں نہ صرف کمسن بچیوں کے پیام ونسبت کا رواج تھا، بلکہ شیر خوار بچیوں کے نکاح کا بھی، بلکہ حمل کے اندر جو اولاد ہو اس کے نکاح کا وعدہ بھی، [1] کہ جاہلیت میں غیر مولود بچہ کا بھی پیام ہو جاتا تھا۔ عرب میں کمسن لڑکیوں کے نکاح کے عدم رواج سے مطلب اگر زمانہ جاہلیت ہے تو یہ تو ہر شخص کو معلوم ہے کہ زمانۂ جاہلیت کے واقعات محفوظ نہیں، جو اس عہد کے عرب کے متعلق آپ نفیاً یا اثباتاً کچھ کہہ سکیں۔ پھر معلوم نہیں کہ عدم رواج کا دعویٰ اس عہد کے متعلق کس دلیل پر مبنی ہے؟ اور اگر اسلام کے زمانہ کا عرب مراد ہے، تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ کمسن لڑکیوں کے نکاح کی متعدد مثالیں ملتی ہیں، جن کی تفصیل مولوی ریاست علی صاحب ندوی نے ایک مضمون میں لکھ کر ''پیغامِ صلح'' کے پاس بھیجی ہے، مگر جس کو وہ اب تک کسی وجہ سے شائع نہ کر سکا۔ اس کی دو مثالیں آپ کے سامنے پیش ہیں:

① سیدنا قدامہ بن مظعون رضی اللہ عنہ نے سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ کی نومولود لڑکی سے اسی دن نکاح پڑھایا جس دن وہ پیدا ہوئی۔ (مرقاۃ ملّا علی قاری حنفی، جلد۳، صفحہ ۴۱۷)

② خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے کمسن لڑکے سلمہ (رضی اللہ عنہ) کا نکاح سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ شہید احد کی نابالغ لڑکی سے کر دیا۔ (احکام القرآن رازی حنفی، جلد۲، ص ۵۵)

خود مولوی صاحب نے اس حد تک تسلیم کیا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا گیارہ برس کے سن میں بیاہی گئیں۔

انھی دو پر موقوف نہیں بلکہ:

((وَتَزْوِيجُ غَيْرُ وَاحِدٍ مِّنَ الصَّحَابَةِ اِبْنَتَهُ الصَّغِيرَةَ))

(ترکمانی علی البیہقی، ج ۱، ص ۷۶۔ ۷۹)

''اور ایک سے زائد صحابہ رضی اللہ عنہم نے اپنی نابالغ لڑکیوں کا نکاح کیا۔''

---

[1] سنن ابی داود، کتاب النکاح، باب فی تزویج من لم یولد، حدیث: ۲۱۰۳، ۲۱۰۴۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بالاتفاق و بلا اختلاف تمام صحابہ رضی اللہ عنہم، تمام تابعین اور تمام ائمہ مجتہدین کے نزدیک باپ کو اختیار ہے کہ وہ اپنی نابالغ لڑکی کا نکاح کر دے۔ ایسے اجماعی مسئلہ کا انکار، میں نہیں جانتا کہ اس کو کیا کہوں؟

خلاصۂ بحث

میرا دعویٰ یہ ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا معتبر ترین، مستندترین اور ایک دو کے سوا تمام متفقہ راویوں کے مطابق چھ برس کے سن میں بیاہی گئیں، اور متفقاً بلا اختلاف نو برس کے سن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرہ میں آئیں، اور تمام واقعات وسنین کی تطبیق کی بنا پر وہ ۵ نبوی کے آخر میں پیدا ہوئیں، شوال ۱۱ نبوی میں بیاہی گئیں، اور شوال ۱ھ میں رخصت ہو کر آئیں۔

مولانا محمد علی صاحب نے اپنے پہلے مضمون میں، جو جولائی ۱۹۲۸ء میں ''پیغام صلح'' میں شائع ہوا تھا، لکھا تھا کہ معتبر احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ (سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا) اپنی بڑی بہن سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا سے دس برس چھوٹی تھیں۔ اس لحاظ سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر اس وقت جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت سے ایک سال قبل ان سے شادی کی، سولہ سال تھی۔

میں نے جولائی ۱۹۲۸ء کے معارف میں مولانا محمد علی کو ٹوکا اور متعدد سوال کیے اور دریافت کیا: کیا ان معتبر احادیث میں سے کوئی ایک حدیث بھی ایسی پیش کر سکتے ہیں جس سے ثابت ہو کہ:

❶ وہ اپنی بہن سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا سے دس برس چھوٹی تھیں۔

❷ ہجرت سے ایک سال پہلے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی شادی ہوئی تھی۔

❸ اور ہجرت سے ایک سال پہلے وہ سولہ برس کی تھیں (اور رخصتی کے وقت ۱۸ برس کی)۔

چار مہینوں کے بعد ''احباب کے بڑے اصرار پر'' ۲۷ نومبر کے ''پیغام صلح'' میں مولانا محمد علی صاحب نے جو جوابی مضمون لکھا، اس میں اپنے پہلے دعووں سے ہٹ کر اولاً یہ تصریحات کیں کہ:

(۲۳) ایسی کوئی حدیث ان کو نہیں ملی جس سے یہ، کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اپنی بڑی بہن سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا سے دس برس چھوٹی تھیں، ثابت ہو۔

(۲۳) نکاح کے وقت ان کا سولہ برس کا ہونا صحیح نہیں۔

(۲۳) یہ بھی تسلیم ہے کہ ہجرت سے ایک برس پہلے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا نکاح ہونا غلطی سے لکھا گیا۔

مگر ان سچی اور صریح تصریحات کے ساتھ اب یہ نئے دعوے کیے ہیں:

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

① سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے اپنی عمر کے بیان میں غلطی ہوئی ہے۔

② نکاح کے وقت (۱۰ نبوی) میں وہ گیارہ سال سے کم نہ تھیں۔

③ اور ۲ھ میں رخصتی کے وقت سولہ سال سے کم نہ تھیں۔

انصاف کیجیے کہ ایک سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے غلطی ہوئی، کہ تمام محدثین و مؤرخین اور رواۃ سے یکساں غلطی ہوئی؟ پھر کسی ایسے شخص سے، جیسی کہ ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا تھیں، جن کا حافظہ اپنی قوت میں ممتاز و مستثنیٰ تھا، خود اپنی عمر کے متعلق ایسی غلطی ہونا، کہ وہ اپنی گیارہ برس کی عمر کو چھ برس کی، اور سولہ برس کی عمر کو نو برس کی، اور اپنی پچیس برس کی بیوگی کو اٹھارہ برس کی عمر کی بیوگی کہہ دے، اعجوبہ روزگار ہے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا جس وقت رخصت ہو کر میکے لائی جاتی ہیں تو وہ جھولے پر سے اور کھیل سے اٹھا کر لائی جاتی ہیں۔ ان کی ماں ان کا منہ دھو دیتی ہیں، بال برابر کر دیتی ہیں۔ چھوٹی سہیلیاں ساتھ ہوتی ہیں۔ یہاں آکر بھی گڑیوں کے کھیلنے کا شوق باقی رہتا ہے۔ اور یہ تمام واقعات احادیث میں بالتفصیل مذکور ہیں۔ سوال یہ ہے کہ آیا یہ ایک نو برس کی کمسن لڑکی کا حلیہ ہے، یا سولہ برس کی پوری جوان عورت کا؟ (دیکھو مسند طیالسی ص ۲۰۵ اور دارمی ص ۲۹۲)

افک کا واقعہ ۵ھ کا ہے، اس وقت جمہور محدثین و مؤرخین کے نزدیک وہ بارہ یا تیرہ برس کی تھیں، اور مولانا محمد علی کے حساب سے ۱۹ برس کی ہوں گی۔ واقعہ افک کے بیان میں ان کی لونڈی بریرہ اور وہ خود اپنی نسبت دو جگہ ((جَارِیَةٌ حَدِیْثَةُ السِّنِّ)) [1] ''کمسن چھوکری'' کہتی ہیں۔ عربی جاننے والوں سے سوال ہے کہ ((جَارِیَةٌ حَدِیْثَةُ السِّنِّ)) کا مصداق بارہ تیرہ برس کی لڑکی ہوگی، یا انیس برس کی عورت؟ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: ((وَاَنَا جَارِیَةٌ حَدِیْثَةُ السِّنِّ لَمْ اَقْرَءْ کَثِیْرًا مِّنَ الْقُرْاٰنِ)) [2] ''میں کم سن چھوکری تھی، زیادہ قرآن نہیں پڑھی تھی۔'' یہ عذر بارہ تیرہ برس کی لڑکی کی زبان سے درست ہوگا، یا انیس برس کی عورت کی زبان سے؟

آخر میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی زبان سے ان کی رخصتی کا پورا منظر سنا کر اس بحث کو ختم کرتا

---

① صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب حدیث الافک، حدیث: ۴۱۴۱۔
صحیح مسلم، کتاب التوبة، باب فی حدیث الافک، حدیث: ۲۷۷۰۔

② صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب حدیث الافک، حدیث: ۴۱۴۱۔
صحیح مسلم، کتاب التوبة، باب فی حدیث الافک، حدیث: ۲۷۷۰۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہوں۔فرماتی ہیں، جیسا کہ صحیح بخاری (ص ۵۵۱) وصحیح مسلم، کتاب النکاح وسنن دارمی (ص ۲۹۳) میں ہے:

''مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے جب نکاح کیا تو میں چھ برس کی تھی، پھر ہم مدینہ آئے تو بنی حارث کے محلہ میں اترے، پھر میں بیمار پڑ گئی تو میرے سر کے بال گر گئے، ایک چوٹی سی رہ گئی۔تو میری ماں ام رومان آئیں اور میں جھولے پر تھی، اور میرے ساتھ میری سہیلیاں تھیں۔تو میری ماں نے مجھے چلا کر بلایا تو میں آئی، اور مجھے خبر نہیں کہ وہ کیا چاہتی ہیں۔تو میرا ہاتھ پکڑا اور دروازہ پر کھڑا کیا، اور میری سانس پھول رہی تھی (شاید کھیل کی دوڑ دھوپ سے)، یہاں تک کہ کچھ سانس درست ہوئی، پھر تھوڑا پانی لے کر میرا منہ اور سر دھویا، پھر کمرہ کے اندر لے گئیں، تو وہاں دیکھا کہ ایک کمرہ میں انصار کی چند عورتیں ہیں۔انھوں نے مبارک باد دی، میری ماں نے مجھے ان کے سپرد کر دیا۔انھوں نے کچھ میری حالت درست کی، تو رسول اللہ ﷺ کی تشریف آوری سے حیرت ہوئی، تو انھوں نے مجھے آپ ﷺ کے سپرد کر دیا، اور میں اس وقت نو برس کی تھی۔''[1]

کیا یہ حلیہ، یہ منظر، یہ حالت، ایک سولہ برس کی لڑکی کا ہے یا نو برس کی؟ پھر جو عورت اپنی رخصتی کے اتنے جزئیات یاد رکھے، وہ اپنی عمر ہی بھول جائے گی؟ اور بلا تذبذب اور بلا شک وشبہ ہر شخص سے اپنی رخصتی کے وقت نو برس کی عمر بتانے میں غلطی کرے گی؟ اِنَّ ھٰذَا لَعُجَابٌ۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے لیے نو برس کے سن میں رخصتی ہونا اتنا یقینی ہے کہ وہ نو برس کے سن کو ایک عرب لڑکی کے بلوغ کا زمانہ متعین کر دیتی ہیں۔فرماتی ہیں:

((اِذَا بَلَغَتِ الْجَارِيَةُ تِسعَ سِنِيْنَ فَهِيَ اِمْرَأَةٌ))[2]

''جب لڑکی نو برس کو پہنچ گئی تو وہ عورت ہے۔''

کیا ان تفصیلات کے بعد بھی یہ کہا جائے گا کہ وہ نکاح کے وقت بارہ، تیرہ یا سولہ، سترہ برس کی تھیں؟ وَمَا عَلَيْنَآ اِلَّا الْبَلٰغُ۔ (مجلہ ''معارف'' اعظم گڑھ، جنوری ۱۹۲۹ء)

---

[1] صحیح بخاری، کتاب مناقب الانصار، باب تزویج النبی ﷺ عائشة رضی اللہ عنہا، ح ۳۸۹۴۔
صحیح مسلم، کتاب النکاح، باب جواز تزویج الاب البکر الصغیرة، حدیث: ۱۴۲۲۔

[2] سنن ترمذی، کتاب النکاح، باب ما جاء فی اکراہ الیتیمة علی التزویج، تعلیقاً تحت رقم الحدیث: ۱۱۰۹۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

فرہنگ (مشکل الفاظ کے معانی)

الفاظ	معانی
	(ا)
ارقام	لکھنا، تحریر کرنا، (رقم سے فارسی والوں نے افعال کے وزن پر بنالیا ہے۔
استدراکات	استدراک کی جمع، پانا، سمجھ حاصل کرنا، جا پکڑنا، پہنچنا، سمجھنا، ذہن نشین کرنا، کسی امر کی تلافی کرنا۔
استدلال	دلیل، برہان، ثبوت، دلیل چاہنا، دلیل لانا۔
اسراف	فضول خرچی، ضرورت کے علاوہ خرچ کرنا۔
استجاب	تعجب، حیرانی، اچرج۔
استحقاق	حق طلب کرنا، سزاوار ہونا، حق دعویٰ، قابلیت، جمع استحقاقات۔
استفتاء	مسئلہ پوچھنا، شرعی حکم دریافت کرنا، فتویٰ چاہنا۔
استفسار	پوچھنا، سوال کرنا، دریافت کرنا۔
استناد	سند پیش کرنا، سند لانا، جمع استنادات
استنباط	نکالنا، چننا، نتیجہ اخذ کرنا، چھانٹنا، جمع استنباطات۔
استیعاب	ساری چیز لینا، کسی کتاب یا مضمون وغیرہ کو شروع سے آخر تک پڑھنا۔
اشتباہ	مشابہ ہونا، دو چیزوں کا ہم شکل ہونا۔
اِشتہا	بھوک، خواہش۔
اعادہ	لوٹانا، پھیر کر لوٹانا، دوہرانا، بار بار کرنا۔
اَعِزّہ	عزیز کی جمع، بھائی بند، رشتہ دار۔
افتاء	فتویٰ دینا۔
افتراق	جدائی پیدا کر دینا، جدائی، اختلاف
افراط	زیادتی، کثرت، بہتات، فراوانی، افزونی۔
افک	تہمت، بہتان، اصطلاح میں ایک واقعہ جو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر لگائے گئے بہتان کو بھی افک کہا جاتا ہے۔
اکتشاف	کسی نامعلوم بات کا دریافت کرنا
التفات	توجہ، رغبت، مہربانی۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

الفاظ	معانی
الگنی	الگن، کپڑے لٹکانے کی ڈوری یا رسی۔
اَمرد	نوجوان لڑکا جس کے خط نہ نکلا ہو، نوخیز، کمسن۔
انبساط	خوشی، کھلنا، پھیلنا، شادمانی۔
انحطاط	کم ہونا، گھٹنا، کمی، گھٹاؤ، تنزل، زوال۔
ایلاء	قسم کھانا، اصطلاح میں مرد کا قسم کھانا کہ میں اپنی بیوی کے پاس نہ جاؤں گا۔
ایما	اشارہ، اجازت، مرضی۔
(ب)	
بادِیہ	صحرا، بیابان، جنگل، دشت۔
بائن	جدا کر دینے والا، ایسی طلاق جس کے بعد رجوع نہ ہو سکے۔ رجعی کی ضد۔
بایں ہمہ	ان تمام باتوں کے باوجود۔
بَدرجہا	بہت زیادہ، کہیں زیادہ۔
براٗت	حصہ، بخرا، فرمان، حکمنامہ وہ تحریر جس کے ذریعے تنخواہ ملے، شعبان کی چودھویں رات۔
بُعد	دوری، فاصلہ، مسافت، جمع ابعاد۔

الفاظ	معانی
بہ تیقن	یقین کے ساتھ، اعتبار کے ساتھ، یقین اور اعتبار، بھروسہ۔
بہرہ اندوز	خوش نصیب، خوش قسمت، دلیر، حوصلہ مند۔
بےنیلِ مُرام	ناکام ونامراد، مقصد حاصل کئے بغیر، انیل بمعنی پہنچنا اور مرم بمعنی غرض، مطلب۔
(پ)	
پالان	گدی، وہ گدگدا کپڑا جو گدھے یا اونٹ کی پیٹھ کے بچاؤ کے لیے اُس کی پُشت پر ڈالتے ہیں، خوگیر۔
پرتوافگن	شعاع ڈالنے والا، روشنی ڈالنے والا۔
پراجم	پردل، غیر کی فوج۔
پراگندہ	پریشان، حیران، متردد، متفکر، منتشر، تتر بتر۔
(ت)	
تابعی	محدثین کی اصطلاح میں وہ مسلمان شخص جس نے اصحاب رسول اللہ ﷺ کو حالت ایمان میں دیکھا ہو۔ جمع تابعین۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

الفاظ	معانی
تحکیم	حاکم بنانا، حکم، طاقت، قوت، ثالثی، پنچائت۔
تحدید	حد باندھنا، مجبوری، معذوری، پابندی۔
تخالف	باہم مخالفت کرنا، تنازعہ، دشمنی، لاگ، بیر۔
تخصیص	خصوصیت، گن، سبھاؤ،محفوظ کرنا۔
تشفی	تسلی، تسکین، دلجمی، ڈھارس، اطمینان،لغوی معنی شفاء چاہنا۔
تطبیق	مطابق کرنا، مقابل کرنا، برابر کرنا،میل،موافقت۔
تطویل	دراز کرنا،لمبا کرنا،دیرلگانا،وسعت، التوا۔
تَعرُّض	سامنے آنا، پیش ہونا، روکنا، مزاحمت کرنا،مزاحمت۔
تعریض	چھیڑنا،کنائے سے بات کہنا،اعتراض
تعلیق	ایک چیز کو دوسری چیز کے متعلق کرنا،ملتوی کرنا،مشابہت،لٹکانا، دیر لگانا، ایک قسم کا خط جو ایرانی لکھتے ہیں۔
تفریط	کمی کرنا،غفلت کرنا،کوتاہی،کسی کام میں کمی کرنا۔

الفاظ	معانی
تقبیل	چومنا،بوسہ دینا۔
تکذیب	جھٹلانا،جھوٹ بولنے کا الزام لگانا
تکدّر	مکدر پڑنا،پریشان ہونا،گدلا ہونا
تلمذ	شاگرد ہونا،شاگردی۔
تمول	دولت مندی،مال داری۔
تنعیم	ناز ونعمت میں پالنا،عیش و آرام سے رکھنا۔
تہدید	تنبیہہ،سرزنش،دھمکی،ڈرانا۔
	(ث)
ثقاہت	متانت سنجیدگی،قابل اعتبار ہونا
	(ج)
جرح	زخم، گھاؤ، چیز، وہ سوالات جو ایک فریق دوسرے سے حقیقت یا سچائی معلوم کرنے کے لیے کرے
جمہور	پبلک،عوام، آدمیوں کا بہت بڑا گروہ، باشندگان ملک، ریت کا ڈھیر
جنت عدن	وہ باغ جنت جس میں سیدنا آدم علیہ السلام کو شجر ممنوعہ کا پھل کھانے سے پہلے رکھا گیا تھا۔
جوار	پڑوس،ہمسایہ،قرب کے ساتھ استعمال ہوتا ہے جیسے قرب و جوار

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

الفاظ	معانی
جویاں	ڈھونڈنے والا، تلاش کرنے والا
(ح)	
حاشا	حرفِ تردید، ہرگز نہیں، بالکل نہیں، پناہ، انکار اور لاعلمی کے لیے بطورِ قسم استعمال ہوتا ہے۔
حِبالہ	رسی، جال، پھندا
حریر	ریشم، ریشمی کپڑا
حَبّہ	دانہ، غلہ، رتی، ذراسا۔
(خ)	
خانہ برانداز	گھر بار اجاڑ دینے والا، کنایۃً معشوق۔
خروج	نکاس، برآمد، باہر نکالنا، شورش، بغاوت، فتنہ۔
خرمن	کھلیان، انبار، غلے کا وہ ڈھیر جس سے بھوسا الگ نہ کیا گیا ہو، چاند کا ہالہ، وہ روشنی جو آفتاب کے قریب دکھائی دیتی ہے۔
خمس	پانچ، پنچ۔
(د)	
داروگیر	پکڑ دھکڑ، پرستش، مواخذہ، لڑائی کا شور، مشکل وقت، الجھیڑا۔
دریدہ دہن	گستاخ، بدزباں، منہ پھٹ۔

الفاظ	معانی
دست کا گوشت	بازو کا گوشت
(ر)	
رجال	رُجل کی جمع، لوگ، بہت سے مرد۔
رافضی	وہ گروہ جو اپنے سردار کو چھوڑ دے۔ مراداً وہ جنھوں نے آپ ﷺ کا ساتھ چھوڑ دیا تھا۔
رجعت	واپسی، عود، باز گشت، اعادہ، عورت کی طلاق دینے کے بعد پھر اپنی زوجیت میں لانا، چاند اور سورج کے سوا کسی اور سیارے کا اپنی معمولی گردش سے پھرنا، از، ضد، ہٹ۔
رجم	پتھر مار مار کر ہلاک کرنا، سنگ ساری، شہابِ ثاقب۔
رفت گذشت	گئی گزری، رفع دفع، ٹال مٹول
ریشہ دوانی	شرارت، فساد، سازش، جوڑتوڑ۔
(ز)	
زن وشو	بیوی اور شوہر، جورو خاوند
(س)	
ساربان	اونٹ چلانے والا، سانڈنی سوار، شتربان۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

الفاظ	معانی
ساعی	کوشش کرنے والا، دوڑ دھوپ کرنے والا۔
ساقط	گرا ہوا، نکما، متروک، مسترد، نامنظور شدہ۔
سبع سیارہ	سات سیارے، مریخ، مشتری، زحل، زہرہ، عطارد، شمس، قمر۔
سریر	جسم، بدن، تختِ شاہی، مسند، گدی
سُنن	سنت کی جمع، طریقے، وہ کام جو حضور ﷺ نے کیئے۔
سواد	مزہ، ذائقہ، چاٹ، لذت، لطف، فرصت، خوشی، محبت، اخلاص۔
سوسمار	ایک صحرائی جانور، گوہ۔
(ش)	
شب باش	رات کی رات رہنے والا۔
(ص)	
صواب	نیکی، نیک کام، درست عمل، راست، خوب۔
صنادید	صندید کی جمع، بزرگ، شریف۔ سردار، جرنیل، بادشاہ۔
(ط)	
طاعون	ایک مہلک وبا جس میں چھاتی، بغل یا چھیے کے نیچے گلٹیاں نکلتی ہیں اور تیز بخار ہوتا ہے، یہ جان لیوا مرض ہے۔
طبق	تھال، بڑی رکابی، طبقہ، تختہ، تہ، چھلکا، نیاز، سونے کا ورق، پنا، موافق، مطابق، خطہ، ملک، حصہ، پریوں کی نیاز کا کونڈا، عمر، زمانہ، بیس برس کا عرصہ، ڈھکنا، قرض، ٹکیہ، عورت کی شرم گاہ، چپٹی، خالت، درجہ، منزل، گھوڑوں کی ایک بیماری۔
(ع)	
عرفہ	ذی الحج کی نویں تاریخ جس میں حجاج عرفات میں کھڑے ہوکر لبیک پکارتے ہیں، ہر تہوار کا پہلا دن، کسی شخص کے مرنے کے بعد دوسرا دن جس میں مردے کی فاتحہ دلواتے ہیں۔
عُسرت	تنگی، مفلسی، غربت، دشواری۔
(غ)	
غُلُو	حد سے گزر جانا، بہت زیادہ مبالغہ
(ف)	
فروکش ہونا	ٹھہرنا، مقام کرنا۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

الفاظ	معانی
رفقہ	واقفیت، علم، احکام شریعت کی معلومات، علم دین شریعت کا علم
	(ک)
کبار	کبیر کی جمع، بڑے آدمی، بزرگ
کبیدہٗ خاطر	رنجیدہ دل، آزردہ خاطر ملول طبع
کتان	السی، ایک قسم کا کپڑا جس کی نسبت مشہور ہے کہ چاندنی رات میں ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا ہے لیکن یہ درست نہیں۔
کلبی	دنیا سے بیزار، نک چڑھا۔
کور باطن	پوشیدہ دھوکہ، چھپا ہوا فریب۔
	(ق)
قانع	قناعت کرنے والا، جو مل جائے اس پر راضی رہنے والا۔
قدح	مدح کی ضد، ہجو، عیب گوئی، طعنہ زنی، اعتراض، تردید، برا بھلا کہنا، لعنت ملامت کرنا۔
قرن	ستاروں کا ملاپ، جگ، دس، بارہ، تیس، اسی یا ایک سو بیس برس کا زمانہ، بڑی مدت، زمانہ دراز، سینگ، گیسو۔
قضا	حکم، حکم خدا، مشیتِ ایزدی، فرمان الٰہی تقدیر، قسمت، موت،
قلب	دل، ضمیر، من، وسط، درمیان، فوج کا درمیانی حصہ، الٹا ہوا، اوندھا، غیر خالص، کھوٹا (سکہ)
قلم انداز کرنا	لکھنے میں چھوڑ دینا۔
	(م)
مامون	محفوظ، بے خوف
مباح	جائز، روا، حلال، درست، پاک
مبادی	مبداء کی جمع، شروع، ابتدا، آغاز، بنیاد، ابتدائی اصول۔
متبادر	جلدی کر کے آگے بڑھ جانے والا
متبنّیٰ	فرزندی میں لایا ہوا، گود لیا ہوا، بیٹا بنایا ہوا۔
متعہ	شیعہ مذہب میں کچھ مدت کے لیے عورت سے نکاح کر لینا۔
مجتمع	اکٹھا، جمع کیا ہوا۔
محاکمہ	انصاف طلبی، دعویٰ، فیصلہ۔
محمل یا محفہ،	کجاوا، اونٹ کو ہودہ (جمع) محامل
مخدرات	مخدر کی جمع، پردہ نشین، پردہ والیاں
مداراۃ	خاطر تواضع، اچھی طرح پیش آیا
مدون	ترتیب دینے والا، جمع کرنے والا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

الفاظ	معانی
مرقع	مرمت شدہ، فقیروں کی گدڑی، البم، قطعات رکھنے کی کتاب۔
مرویات	مروی کی جمع
مزخرفات	جھوٹی باتیں، بناوٹی باتیں، واہیات باتیں۔
مسامحات	چشم پوشی، سستی، کاہلی
مستشرقین	وہ فرنگی جو مشرقی زبانوں اور علوم کا ماہر ہو۔
مستحب	محبت کیا گیا، پسند کیا گیا، پسندیدہ
مسرفانہ مصارف	مصرف کی جمع، اخراجات، بہت سے خرچ۔
مسروق	چوری کیا گیا، چرایا گیا۔
مستفیض	فیض چاہنے والا، فائدہ حاصل کرنے والا۔
مستعجل	جلدی کرنے والا، جلد باز
مسکین	غریب، مفلس، کنگال، نادار، ناتواں، بے چارا۔
مستنبط	چنا گیا، اخذ کیا گیا، چھانٹا گیا۔
مسجع	قافیے دار عبارت، وہ عبارت یا مضمون جس میں قافیے کا اہتمام ہو
مسخر	تسخیر کیا گیا، تابع کیا گیا، قبضہ کیا گیا، فتح کیا گیا۔

الفاظ	معانی
مشارکت	باہم شرکت کرنا، حصہ داری۔
معاصرین	ہم زمانہ لوگ، اپنے ہم عصر۔
معتزلہ	مسلمانوں کا ایک فرقہ جو معتزل پسند کہلاتا ہے۔
معتکف	ماہ رمضان میں اعتکاف بیٹھنے والا، گوشہ نشین، عبادت کے لیے ایک کونے میں بیٹھنے والا۔
معدوم	مٹایا گیا، فنا کیا گیا، نابود، نیست کیا گیا۔
معیت	ساتھ، ہمراہی۔
مغزِ سخن	بات کی تہہ، کلام کی حقیقت۔
مفارقت	جدائی، ہجر۔
مفقود	کھویا ہوا، غائب، ناپید
مقتضی	تقاضہ کرنے والا، خواہش کرنے والا، چاہنے والا۔
مکاتب	مدرسے، درس گاہیں۔
مکتوم	چھپا ہوا، پوشیدہ، مخفی۔
مکدر	گدلا، میلا، کدورت آمیز، ناراض، غمگین۔
ممتد	پھیلایا گیا، دراز کیا گیا، لمبا، طول
مناسک	حج کے ارکان، حاجیوں کی عبادت کے مقامات۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

الفاظ	معانی
مناقب	تعریفیں، خوبیاں، بھلائیاں، اچھائیاں
منشی	پیدا کرنے والا، آغاز کرنے والا، لکھنے والا، محرر، مضمون نگار، خوش قلم، خوش تحریر۔
منصوص	تحقیق کیا گیا، ظاہر کیا گیا۔
منضم	ملایا گیا، شامل، ملحق۔
منقبت	تعریف، توصیف، ثناء، صفت۔
موعظت	نصیحت، جمع، مواعظ۔
موانست	انس، محبت، دوستی۔
موید	تائید کیا گیا، مدد دیا گیا، حمایت کیا گیا۔
(ن)	
نبیذ	تازہ پھول کا رس، وہ شراب جو خرما اور جو سے بنی ہو۔
نزاع	جھگڑا، فساد، تکرار، تنازعہ، جمع۔
نشاۃ	پیدائش، نئی پیدائش نئی زندگی شروع ہونا۔
نص	چھان بین کرنا، ظاہر، آشکار، قطعی حکم۔
نظافت	پاکیزگی، صفائی۔
نکتہ	باریکی، تہ کی بات، باریک بات لطیفہ، چٹکلہ، عیب۔

الفاظ	معانی
نواہی	نہی کی جمع، ممنوعات، ناجائز امور
(و)	
وجوب	واجب ہونا، لازم ہونا، ضروری ہونا
ولدالزنا	وہ شخص جو زنا کی پیداوار ہو۔
ولایت	ملک، سلطنت، مملکت، بادشاہت
(ہ)	
ہجو ملیح	وہ ہجو جس میں بظاہر مدح ہو لیکن اصل میں ہجو نکلے۔
ہُودہ	ٹھیک، بجا، درست حق۔
ہَودَہ	عماری جو ہاتھی کی پیٹھ پر بیٹھنے کے واسطے رکھتے ہیں۔
(ی)	
یدطولیٰ	بڑا لمبا ہاتھ، مہارت، کمال، اچھی دسترس، کمال ہنرمندی وفات، اجل، وہ عبادت جو مقررہ وقت کے بعد ادا کی جائے۔

المکتبۃ الرحمانیۃ
99۔ جے ماڈل ٹاؤن

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز
www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

مثالی مسلمان عورت

- ایک عورت ایک مثالی مسلمان عورت کیسے بن سکتی ہے؟ کہ ہر جگہ اس کی راہوں میں آنکھیں بچھائی جائیں، اس کی بات مان کر خوشی محسوس کی جائے۔
- ایک مثالی عورت اپنے رب کو کیسے مناتی ہے؟ کہ ہر دکھ و تکلیف سے اس کی مدد پا کر نجات پا جائے۔
- مثالی مسلمان عورت اپنی ذات کو دوسروں کے سامنے کس طرح پیش کرتی ہے؟ کہ اس کے عزت و وقار میں اضافہ ہی اضافہ ہو۔
- مثالی عورت اپنے والدین سے کس طرح کا سلوک کرتی ہے؟ کہ لوگ عش عش کر اٹھیں۔
- مثالی عورت کا تعلق اپنے خاوند کے ساتھ کیسا ہوتا ہے؟ جو اس کی دنیا اور آخرت کی کامیابی کا ضامن ٹھہرے۔
- مثالی عورت اپنی اولاد کے ساتھ کس طرح کا برتاؤ کرتی ہے؟ کہ جو بڑھاپے میں اس کے لیے سکون کا جھونکا ثابت ہو۔
- مثالی عورت کا تعلق اپنی بیٹی اور داماد کے ساتھ کیسا ہوتا ہے؟ کہ جس سے گھر رشک چمن بن کر مہک اٹھے۔
- مثالی عورت کا تعلق اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں کے ساتھ کیسا ہوتا ہے؟ جو خاندان بھر میں اس کو سر بلند کر دے۔
- مثالی عورت کا تعلق اپنے قرب و جوار میں محلے داروں اور پڑوسیوں کے ساتھ کیسا ہوتا ہے؟ کہ جو پڑوس سے ہی اس کے مددگار و غمگسار پیدا کرنے کا باعث بنے۔
- مثالی عورت کا تعلق اپنی سہیلیوں اور بہنوں کے ساتھ کیسا ہوتا ہے؟ کہ جو اس کے متعلق ہر سو نیک نامی کی خوشبو بانٹتی پھریں۔
- مثالی عورت کا تعلق و رابطہ اپنے معاشرے کے ساتھ کیسا ہوتا ہے؟ کہ جس کی بنا پر وہ اس کی آئیڈیل و رہنما اور قابل تعظیم ہستی بن جائے۔

اگر آپ یہ سب کچھ جاننا چاہتی ہیں!!
اگر آپ بھی معاشرے کی مثالی خاتون بننا چاہتی ہیں...... کہ جس کی ہر جگہ عزت ہو...... اگر آپ چاہتی ہیں کہ لوگ آپ کو اپنا آئیڈیل بنائیں۔ یوں آپ دنیا میں بھی کامیاب و کامران ہوں اور آخرت میں جنتوں کی وارث بن سکیں تو آج ہی اس کتاب "مثالی مسلمان عورت" کا مطالعہ خود بھی کریں، اپنی بچیوں، بہنوں اور سہیلیوں کو بھی کروائیں۔
یقیناً آپ دنیا و آخرت میں آئیڈیل بن جائیں گی۔ ان شاء اللہ

دار الابلاغ پبلشرز اینڈ ڈسٹری بیوٹرز لاہور پاکستان
فون: 0300-4453358 042-7361428

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

سیرتِ عائشہ رضی اللہ عنہا

"سیرت" کیا ہے؟ زندگی گذارنے کا طریقہ، سلیقہ اور انداز۔ انسان دنیا میں رہتے ہوئے زندگی اس طرح گزارے کہ دیکھنے والے عش عش کر اٹھیں اور پکار اٹھیں...... "سیرت ہو تو ایسی"......اور جب یہ سیرت صدیقہ کائنات، حبیبہ محبوب کائنات، ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی ہو تو پھر اس سیرت کے کیا کہنے!......کون عائشہ؟ کہ جس کی تصویر جبریل علیہ السلام ریشم میں رکھ کر رسول اللہ ﷺ کے پاس لائے کہ......رب کائنات نے اس مومنہ کو بطور جیون ساتھی آپ کے لیے منتخب کیا ہے......وہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہ جس کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں کائنات میں سب سے زیادہ جس سے محبت کرتا ہوں وہ ہے......عائشہ رضی اللہ عنہا......جس کی سیرت کی ضیاء پاشیوں، ضوفشانیوں، تابناکیوں، جلوہ نمائیوں اور ان کی مہکتی' روح پرور' ایمان افروز سیرت کی قبولیت کی سند اللہ کریم نے آیات کی صورت میں رہتی دنیا تک کیلئے نازل کردی......اب جب تک کائنات میں تلاوت قرآن ہوتی رہے گی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی سیرت کی عظمت کے ڈنکے بجتے رہیں گے......

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا زندگی گزارنے کا طریقہ امت محمد ﷺ کی تمام بیٹیوں کیلئے ایک قابل عمل نمونہ ہے کہ......جس کو آئینے کی طرح سامنے رکھ کر ہر بیٹی دنیا اور آخرت میں اپنی زندگی کامیاب وکامران بنا سکتی ہے...... ہر مومنہ عورت کیلئے یہ کتاب ایک راہنما ہے۔

یہ کتاب برصغیر میں آج تک مختلف اشاعتی اداروں کی طرف سے شائع ہونیوالے تمام ایڈیشنوں میں تحقیقی اعتبار سے سب سے اعلیٰ، منفرد و دیدہ زیب ہے۔ اس میں جدید تحقیق وتخریج، تسہیل، فٹ نوٹس میں حواشی، تمام عربی عبارات پر اعراب اور مفید علمی اضافہ جات کا اہتمام مارکیٹ میں اب تک موجود سب ایڈیشنوں پر افادہ واستفادہ کے اعتبار سے فوقیت لے گیا ہے۔

امتِ مسلمہ کے ہر فرد کو چاہیے کہ اس کتاب کو اپنے گھر کی زینت بنائے، تاکہ اس پرفتن دور میں بیٹیاں، بہنیں، بیویاں اور مائیں اسے پڑھیں، اپنی عارضی زندگیوں کا رخ صحیح سمت میں متعین کر کے کامیاب ہو سکیں اور مسلم ملت کو مضبوط وتوانا بنا سکیں۔

ابوضیا محمود احمد غضنفر

دارالابلاغ
کتاب وسنت کی اشاعت کا مثالی ادارہ